ہل

جلد ۲ نمبر ۱ — باتصویر ماہوار رسالہ ۱ — جنوری

فہرست مضامین

جنوری سنہ ۱۹۴۰ء

جلد ۲ نمبر ۱

یو، پی گورنمنٹ کے محکمہ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر

منوہر داس چترویدی

(بی - ایس - سی (آکسن) آئی - ایف - ایس آفیسر محکمہ گرام سدھار یو، پی)

جائنٹ ایڈیٹر

شری ناتھ سنگھ

(سابق ایڈیٹر سرسوتی)

بورڈ آف ایڈیٹرز

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

سالانہ قیمت ۱۲؎ — سنہ ۱۹۴۰ء — ایک پرچہ ۱؎

باتصویر ماہوار رسالہ

جنوری ۱۹۴۰ء جلد ۲ نمبر ۱

بیکار نہ رہو

از جناب محمد شفیع الدین صاحب نیّر - استاد موڈرن ہائی اسکول - نئی دہلی

مت رہنا بیکار بھیّا! مت رہنا
مت رہنا۔ مت رہنا
مت رہنا بیکار بھیا! مت رہنا
مت رہنا بیکار بھیا مت رہنا

بیکاری اک بیماری ہے
بیکاری اک لاچاری ہے
جو اس روگ کا آزاری ہے
قسمت میں اُسکے خواری ہے

اُس پر ہے آفت کی مار
بھیّا! مت رہنا بیکار
مت رہنا بیکار۔ بھیّا! مت رہنا

کام سے مت گھبرانا بھیّا
اِس دُکھ میں سُکھ پانا بھیّا
سیدھی راہ پہ جانا بھیّا
اس سے مت کترانا بھیّا

راہ یہ ہے ہموار
بھیّا مت رہنا بیکار
مت رہنا بیکار بھیّا! مت رہنا

وقت کو اپنے کھوتے ہیں جو
گھنٹوں دن میں سوتے ہیں جو
فصل پہ کھیتی بوتے ہیں جو
پھر کرموں کو روتے ہیں جو

اُن پر ہے پھٹکار
بھیّا مت رہنا بیکار
مت رہنا بیکار بھیّا! مت رہنا

کام کریں اب سب نرناری
آئی ہے اب کام کی باری
جاگو جاگی دُنیا ساری
دیکھو کیا حالت ہے ہماری

ہم کو ہے جینا دشوار
بھیّا مت رہنا بیکار
مت رہنا بیکار بھیّا! مت رہنا!

خالی وقت کو کام میں لاؤ
چرخا کاتو سوت بناؤ
بان بٹو رسّی بٹواؤ
اُٹھو اب کچھ کرکے دکھاؤ

کام میں ہے اُپکار
بھیّا مت رہنا بیکار
مت رہنا بیکار بھیّا! مت رہنا

اپنا تخت نہ اپنا تاج
اپنا باج نہ اپنا راج
بھارت کا یہ حال ہے آج
اِسکا ہے بس ایک علاج

کرتے رہنا کار
بھیّا! مت رہنا بیکار
مت رہنا بیکار۔ بھیّا مت رہنا

ہاتھ پہ ہاتھ نہ رکھے رہنا
بیکاری کا دُکھ مت سہنا
مان لو یہ نیّر کا کہنا
محنت ہے انسان کا گہنا

کہتا ہے وہ پکار پکار
بھیّا مت رہنا بیکار
مت رہنا بیکار بھیّا! مت رہنا
مت رہنا بیکار بھیّا! مت رہنا

ہندو مُسلم مسئلہ

(از جناب ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو)

(ہندو مسلم مسئلہ کیسے حل ہو سکتا ہے؟ اس سلسلے میں اس مضمون میں ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے ایک بالکل نئی تجویز پیش کی ہے۔ چونکہ آپ ہندو ہیں اور اس ملک میں ہندوؤں کی اکثریت ہے اس لئے آپ نے اس مسئلے کو جلد سلجھانے کی ذمہ داری بھی ہندوؤں پر ڈالی ہے۔ انکی رائے میں اگر ہندو کچھ عرصے کے لئے اپنے شہری حقوق کا مطالبہ جیسے حفاظت گائے اور مسجد کے سامنے باجے کا حق بجائے برٹش حکومت کے سامنے پیش کرنے کے خود اپنے ہموطنوں کی رواداری پر چھوڑ دیں تو فرقہ وارانہ فساد کا جلد خاتمہ ہو جائے اور سارا ملک متحد ہو کر آزادی کی طرف بڑھے۔)

ہندو مسلم مسئلہ سلجھتا نہیں نظر آتا۔ فرقہ وارانہ خلاف کی آڑ لیکر حکومت برطانیہ ہندوستان کی آزادی کی ترقی روکنا چاہتی ہے۔ یہ فرقہ وارانہ اختلاف کیسے پیدا ہوا، کیسے یہ بڑھ گیا اور کس طرح ۱۹۰۶ء میں لارڈ منٹو کے پاس مسلم وفد پہنچا؟ یہ ایک طویل داستان ہے جسے میں یہاں دہرانا نہیں چاہتا۔ ہم مانے لیتے ہیں کہ اختلاف ہے۔ مسلم لیگ وقت بے وقت رائی کا پہاڑ بنانے میں لگی رہتی ہے۔ مسلمانوں سے برابر کہا جاتا ہے کہ مدراس، بمبئی، یوپی، بہار، اڑیسہ اور سی پی میں مسلمانوں کا مذہب، اُن کا کلچر، اُن کی زبان اور اُن کا جان و مال خطرے میں ہے اور وہ اکثریت کے ہاتھوں بُری طرح مٹائے جا رہے ہیں۔

ایک ہی چیز بار بار دہرانا پروپگنڈے کی جان ہے۔ اصلیت اور اعداد شمار کی ضرورت نہیں ٹھوس مثالیں کبھی لائی نہیں جاتیں۔ صفائی کے راستے، مطالبے مسترد کر دئے جاتے ہیں۔ صرف یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ "اسلام خطرے میں ہے" کا نعرہ لگتا رہے۔ یہ چالاکی کام کرتی ہے۔ اس سے اشتعال پیدا ہوتا ہے، جوش بڑھتا ہے، فرقہ وارانہ کشیدگی بڑھتی ہے اور جو اس کام میں لگے ہوئے ہیں ان کی آرزو پوری ہوتی ہے۔ انجام کار فرقہ وارانہ فساد ہوتے ہیں۔ خونریزی ہوتی ہے، جانیں جاتی ہیں اور قیام امن کے لئے پولیس اور فوجیں بلائی جاتی ہیں اس سے فرقہ پرستوں کو اور بھی مدد ملتی ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف الزام پر الزام لگائے جاتے ہیں۔ اخباروں کے ذریعے آگ بھڑکائی جاتی ہے۔ پولیس اور افسران ضلع پر کبھی ایک فرقہ کی طرف سے اور کبھی دوسرے فرقے کی طرف سے جانبداری کا الزام لگایا جاتا ہے غیر سرکاری تحقیق کا مطالبہ ایک فیشن سا ہو گیا ہے۔ اس طرح ہم ایک بڑے جال میں پھنستے جاتے ہیں جس سے باہر نکلنے کا بظاہر کوئی راستہ نہیں نظر آتا۔

اقتصادی پہلو

کوئی بھی شخص جو فرقہ وارانہ دیوانگی سے اندھا نہیں ہو گیا ہے اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہندوستانی عوام کے سامنے اقتصادی مسئلہ ہے اور اس مسئلے کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ عوام کی بھوک اور غریبی دور کرنے کے لئے کوئی ایسا علاج تلاش کرنا پڑے گا جس کا کسی فرقے یا مذہب سے تعلق نہ ہو۔ لیکن عوام کی ناواقفیت سے فائدہ اُٹھا کر "اسلام خطرے میں ہے" یا "ہندو دھرم خطرہ میں ہے" کی پکار مچائی جاتی ہے اور یہ جادو کی طرح کام کرتی ہے۔ مذہب کا چوغہ پہن کر فرقہ پرست اپنی شہرت کے لئے اپنے حق میں فرقہ وارانہ رائے عامہ حاصل کرتے ہیں۔ عوام کو خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، اس بات میں دلچسپی نہیں رکھتے کہ کس کو کتنی ملازمتیں ملتی ہیں۔

پچھلے سو سال کا تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ غیر ملکی حکومت کے باعث عوام کی حقیقی خدمت نہیں ہو سکتی۔ سرکاری ملازم۔ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ وہ عوام یا اپنے فرقے کی کوئی بھلائی نہیں کر سکتے عموماً لوگ گمراہ کئے جاتے ہیں۔ حقیقی اور ٹھوس سوال یوں ہی چھوڑ دئے جاتے ہیں اور "مذہب خطرے میں ہے" کا سوال آزادی حاصل کرنے یا عوام کے دکھ درد کا بوجھ ہلکا کرنے کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے اُٹھا دیا جاتا ہے۔

شہری آزادی

اس بحث میں شہری آزادی کا سوال بھی اُٹھایا جاتا ہے اور اس اچھے جملے کی آڑ میں بُرائی بڑھائی جاتی ہے اس بات پر غور نہیں کیا جاتا کہ ہر ایک شہری حق کی حفاظت کے لئے حکومت کی طرف سے کوئی نہ کوئی انتظام ضرور ہے۔ اس قسم کے انتظام کے بغیر کوئی قانونی حق ممکن ہی نہیں۔ جہاں لوگ آزاد ہیں اور سوراج کا آنند لے رہے ہیں وہاں یہ انتظام حکومت کی زیر نگرانی عوام کی منظم خواہش کی شکل میں ہوتا ہے لیکن جو ملک غیر ملکی حکومت کے محکوم ہیں اُن کی حالت درحقیقت مختلف ہوتی ہے۔ وہاں قانونی حق کی پشت پر غیر ملکی حکومت کی فوجی طاقت یا اس کی خواہش کی طاقت ہوتی ہے۔ سوال اُٹھتا ہے کہ کیا ایک ایسے وقت میں جب سب کے سامنے آزادی حاصل کرنے کا خاص سوال ہونا چاہئے اپنے دو فرقوں کے درمیان شہری حقوق کا سوال اُٹھانا خودکشی کے برابر نہیں ہے؟ جتنا ہی آپ ایک فرقے کے خلاف دوسرے کے لئے شہری حقوق کا سوال اُٹھائیں گے اُتنا ہی آپ غیر ملکی حکومت کی بنیاد کو مضبوط کریں گے اور اس کے ذریعے اس کا رہنا ضروری بنا دیں گے۔ حکومت اور عوام کے درمیان تو شہری حق کا سوال اٹھ سکتا ہے۔ غیر ملکی حکومت کی وجہ سے شہری آزادی کا سوال بھی اُٹھ سکتا ہے اور یہ سوال حکومت کے خلاف عوام کی طرف سے متفق و متحد ہو کر لڑنے کے لائق بھی ہے، مثلاً جلسے کرنے کا حق، تقریر کا حق، اظہار خیال کا حق، تنظیم کرنے کا حق، اور اخبارات کی آزادی کا حق، ایسی شہری آزادی وغیرہ۔

ایسے حقوق حاصل کرنا اور اُن کی توسیع کرنا ہی درحقیقت زندگی ہے جو آزادی کی طرف لی جاتی ہے۔ لیکن جب لوگ خود آپس میں شہری حقوق کے نام پر لڑنے لگتے ہیں جن میں عوام کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تو یہ درحقیقت ایک قابل افسوس بات ہو جاتی ہے کیونکہ یہ کل عوام کی غلامی کا سبب بن جاتی ہے۔ غیر ملکی حکومت ایک فرقے کو دوسرے کے خلاف اُبھار کر اپنا اُلو سیدھا کر سکتی ہے اور گذشتہ تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ وہ کرتی بھی رہی ہے۔ اسی لئے بہت سے لوگ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ غیر ملکی حکومت ضروری

ہے۔ جب غلام آپس میں لڑتے ہیں اور غیر ملکی حکومت سے قیام امن کی اپیل کرتے ہیں تو اس کا کام بہت آسان ہو جاتا ہے اور اس کی حالت قابل رشک ہو جاتی ہے۔

توہین آمیز

ایک ہندوستانی کے لئے یہ حالت توہین آمیز اور ناقابل برداشت ہے۔ اس ملک میں شہری حقوق کے منوانے کا طریقہ خواہ وہ گائے کی قربانی کا حق ہو یا مسجد کے سامنے باجہ بجانے کا حق ہو صرف برطانوی سنگین ہے۔ ہندو گائے کی حفاظت کے لئے انگریزوں کی طرف دیکھتے ہیں جن کے دل میں گائے کے لئے ویسی عقیدت نہیں ہے اور مسلمان مسجد کے سامنے باجہ بند کروانے کے لئے ان سے درخواست کرتے ہیں جو مسلمانوں کی طرح اس جذبہ کو محسوس نہیں کرتے۔ اصلیت یہ ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں دھوکے میں ہیں جب میں اخباروں میں دسہرہ اور محرم کے بخیریت خاتمہ کا ذکر پڑھتا ہوں اور اس کے لئے افسران پولیس و حکام ضلع کی خدمت میں اظہار شکر کی باتیں سنتا ہوں تو میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ ذاتی طور پر میری یہ حالت ہے کہ رام لیلا کے جس جلوس کے لئے پولیس اور فوج کی مدد لی جاتی ہے مجھے اس میں قطعی دلچسپی نہیں ہوتی میں اپنے کسی مذہبی تیوہار کو منانے کی خواہش نہیں رکھتا اگر اس کے لئے انگریزی فوج یا پولیس کی امداد کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے میں اگر اپنے خون سے یا اپنے ہندو بھائیوں کے خون سے گائے کی حفاظت نہیں کر سکتا تو کسی دوسرے کے خون سے اس کی حفاظت نہ کروانا چاہوں گا۔ ہندوؤں کے لئے شرم کی بات ہے کہ وہ انگریزوں کے خون سے یا انگریزوں کی پستول سے گائے کی حفاظت کا ذریعہ تلاش کریں یا مسلمان پولیس سے اسکی حفاظت کرانا چاہیں۔

ملازمتیں

یہ سوال مسئلے کا دوسرا پہلو سامنے لاتا ہے۔ اگر ہندو مسلم افتراق کی آگ اسی طرح بھڑکتی رہی تو سرکاری ملازمتوں میں ہندو یا مسلمان ملازموں پر اسکا برا اثر پڑے گا وہ اپنے اپنے فرائض کس طرح ادا کریں گے۔ ان کا اپنے اپنے فرائض کے ساتھ لگاؤ ہوتا ہے اور ایک ایسے وقت میں جبکہ ہندو یا مسلمان پولیس کی، جن کے ساتھ ان کی ہمدردی ہے انھیں پر گولی چلانے کے لئے کہا جائے تو اُن کے احساسات کا اندازہ کیجئے اور عوام کے جذبات کا اندازہ کیجئے۔ پھر اس میں تعجب ہی کیا ہے کہ کبھی ہندو عوام مسلمان افسر پر اور مسلمان عوام ہندو افسر پر اعتبار نہیں کرتے اور اُن کے خلاف جانبداری یا اپنا فرض ادا نہ کرنے کی شکایت کرتے ہیں۔ یہ افسر عوام سے الگ نہیں ہوتے یہ اُن کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں یہ عوام میں ملتے جلتے رہتے ہیں اور مذہبی اختلاف سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ ہندو مسلم جھگڑوں کے سلسلے میں ہی نہیں۔ یہ سوال ہر قسم کے فرقہ وارانہ جھگڑوں کے سلسلے میں بھی جیسا کہ حال ہی کا لکھنؤ کا شیعہ سنیوں کا جھگڑا اپنے عائد ہو سکتا ہے۔ یہ ایک حقیقی خطرہ ہے جس کی طرف سے ہمیں آنکھ نہ بند کرلینی چاہئے۔ اس کے علاوہ اس بات پر بھی غور کیجئے کہ حکام ضلع کو اور پولیس کو اس بات کی کتنی فکر کرنی پڑتی ہے کہ موقعہ بخیریت تمام گزر جائے۔ جو تیوہار امن کے وقت سب کی خوشی کا سبب بن سکتے ہیں وہی ایسی حالت میں سرکاری اور غیر سرکاری آدمیوں کی پریشانی کا سبب بن جاتے ہیں اور اس بات کا انتظام کرنے اور سوچنے میں مہینوں لگ جاتے ہیں کہ کہیں جھگڑا نہ ہو جائے۔ اور اگر بدقسمتی سے کہیں جھگڑا ہو بھی گیا تو حکام ضلع کو اپنی ساری طاقت اس کے دبانے میں صرف کرنی پڑتی ہے اور روز کے معمولی کام رد کنے پڑتے ہیں۔ خون ہوتے ہیں اور خون کرنے والے گرفتاری سے بچ جاتے ہیں اور حکام ضلع کی طاقت عوام کی حقیقی خدمت میں نہیں صرف ہوتی۔ شہر یا دیہات کی زندگی پُرخطر زندگی ہو جاتی ہے اور سمجھدار ہندو اور مسلمان دونوں کے لئے یکساں باعث شرم ہو جاتی ہے۔

اس ہندو مسلم اختلاف کی وجہ کیا ہے؟ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اس اختلاف کا سبب سیاسی ہے۔ یا مذہبی اختلاف کی تہ میں سیاسی سبب ہے۔ اس میں کچھ سچائی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ عوام کو اس اختلاف سے کچھ دلچسپی نہیں ہوتی اور نہ انھیں دفتروں میں

(ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو)
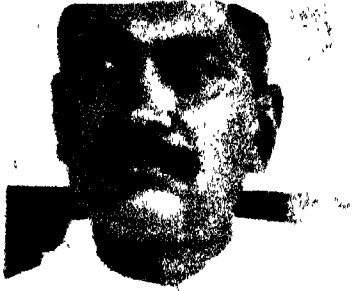
جو ملازمتوں اور روٹیوں کی تقسیم ہوتی ہے اس کے لئے کچھ فکر ہی ہوتی ہے لیکن وہ اُبھارے جا سکتے ہیں اور اسلئے جب تک ہم مذہبی اختلاف پر آخری طور سے کوئی فیصلہ نہیں کرتے تب تک انھیں کوئی دوسرا اپنا اُلّو سیدھا کرنے میں استعمال کر سکتا ہے اور مذہب کے نام پر انھیں گمراہ کر سکتا ہے اسلئے اس بھڑکانے والے مسئلے پر ہمیں کافی موثر طریقے سے فیصلہ کرنا چاہئے۔ مرض کی سیاسی علامت کا علاج پائیدار علاج نہیں ہوگا۔ اگر عوام میں اشتعال پیدا ہوتا ہے تو یہ ضروری ہے کہ ہم اُسے اس طرح منظم کریں اور اس طرح ان کو سمجھائیں کہ وہ بھڑکائے نہ جا سکیں۔

یو۔ پی۔ میں

تدبیر کیا ہے؟ یوپی میں جہاں ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہے۔ میرا خیال ہے انھیں خود اس جانب رہنمائی کے لئے قدم اُٹھانا چاہئے۔ انھیں یہ جاننا چاہئے کہ اُن کے مذہبی حقوق جیسے مسجد کے سامنے باجا بجاتے ہوئے جلوس لے جانے کا حق حسب ذیل تین طریقوں میں سے کسی ایک کے ذریعے حل ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ باہمی رواداری سے ۲۔ بغیر کسی دوسرے پر بار ڈالے اپنا خون بہانے سے۔ ۳۔ سرکاری امداد سے یا ضروری ہو تو سرکاری

نوکروں پولیس اور فوج کا خون بہاکر میری رائے میں تیسرا طریقہ جب تک ملک میں غیر ملکی حکومت ہے بالکل غور کرنے کے قابل نہیں ہے۔ دوسرا طریقہ بھی ہمیں بہت دور تک نہیں لے جا سکتا۔ یہ دوسرے فرقے والوں کے دلوں میں تبدیلی کرنا ہے تاکہ دوستانہ فضا تیار ہو جائے۔ اس کے لئے خود اپنے ہموطنوں کے خلاف ایک منظم اور عدم تشدد کی لمبی لڑائی کی ضرورت ہے۔ پہلا طریقہ بظاہر بہت موزوں ہے۔ اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ اس شہری حق کو سختی کے ساتھ منوانے میں حکام ضلع کو بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس طرح ہمیں برابر یہ بات سُنائی دینے لگے گی کہ فلاں کلکٹر نے ہندوؤں کی طرفداری کی اور فلاں سپرنٹنڈنٹ پولیس نے مسلمانوں کی طرفداری کی۔

یہی سب باتیں مسلمانوں اور دیگر فرقوں کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہندو مسلم مسئلہ ہی بہت پیش پیش ہے میں چاہتا ہوں کہ میرے مسلمان بھائی بھی میری ان باتوں پر غور کریں۔

رواداری

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس وقت ان دونوں میں اتحاد نہیں دیکھنا چاہتے۔ اور اس مقصد سے برابر جد وجہد کرتے رہتے ہیں۔ اس لحاظ سے گائے کی قربانی ضروری مذہبی فریضہ بن جاتا ہے اور بالکل خاموش فضا میں نماز با جماعت ادا کرنا مذہب کا ضروری جزو۔ خیر! ہمیں تو جو باتیں سامنے آئیں اُن سب پر غور کرنا چاہئے۔ ہم ہندوؤں کو یہ نہ بھولنا چاہئے کہ جس حد تک ہم اکثریت میں ہیں اُسی حد تک ہمارے اوپر اس بات کی ذمہ داری بھی زیادہ ہے کہ ہم اپنے لئے اور ہندوستان میں رہنے والے اور سب بھائیوں کے لئے آزادی حاصل کریں۔ اسلئے ہم میں کی کوشش کریں صرف اپنے اندر تحمل پیدا کر کے نہیں اپنے اندر ایثار کا جذبہ پیدا کر کے بھی ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہم سب ہندوستانیوں کو، خواہ وہ کسی فرقے کے ہوں، اپنے ساتھ آزادی کی طرف لیجائیں اور ایسی حالت میں ہمارے لئے تعریف کا جذبہ مفید نہ ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہندوؤں کی طرف سے یہ ایثار کا جذبہ دکھایا گیا تو وہ جلد ہی رنگ لائے گا اور دوسرے فرقے والے اس کی قدر کریں گے اور جو سوال اس وقت نہایت خوفناک بنا ہوا ہے وہ اس وقت بے حقیقت نظر آنے لگے گا۔

آئندہ سطور میں اس کے متعلق میں جو تجویز پیش کرنے والا ہوں وہ بہت سے ہندوؤں کو کوئی اچھی تجویز نہ معلوم ہوگی بلکہ وہ اسے اپنی پوری ہار۔ دوسرے کے آگے سر جھکانا سمجھیں گے۔ کچھ لوگ اسے مایوسی کی صدا بھی کہہ سکتے ہیں جو کہ سراسر نا قابل عمل اور انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ لوگ مجھے سمجھنے میں غلطی کر سکتے ہیں۔ یہ خطرہ ہوتے ہوئے بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ یہی راستہ آسان اور عملی ہے اور ساتھ ہی ساتھ دانائی کا بھی ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ میرا تو یہاں تک دعویٰ ہے کہ اس سے ہندو فرقہ کمزور نہیں ہوگا بلکہ اور مضبوط و پاک ہوگا۔

تجویز

میری رائے ہے کہ جہاں کہیں مسجد کے سامنے باجے کا سوال پیدا ہو وہاں ہندو اپنے مسلم بھائیوں کے ایسے دعوے صحیح ہونے کی تحقیق کئے بغیر ہی یہ عام اعلان کر دیں کہ ایک مقررہ وقت تک یا یوں کہئے کہ پانچ سال تک کسی قسم کا جلوس مذہبی یا شادی بیاہ کا اس راہ سے یا اس شہر میں نہ نکالیں گے تاکہ اس سوال کو لیکر کوئی جھگڑا نہ کھڑا ہو۔ میں پھر بھی کہتا ہوں کہ یہ مسجد کے سامنے سے جلوس نکالنے ہی کی بات نہیں ہے بلکہ اُس راستے سے یا اُس شہر میں کوئی جلوس نہ نکالنے کی بات ہے۔ شادی کا جلوس شادی کا کوئی جزو نہیں ہوتا اور اگر ایسے جلوس کا خرچ رُک جائے تو وہ اچھا ہی ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ شہر الہ آباد میں ۱۲ سال تک رام لیلا نہیں منایا گیا مگر اس کے نتیجے میں ہندو مذہب کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ اس شہر کے رہنے والے ہندو جہاں تک اُن سے ہو سکے اس بات کی کوشش کریں کہ وہ نہ صرف نماز کے وقت بلکہ کسی وقت بھی مسجد کے پاس سے نہ نکلیں گے تاکہ اُن کے مسلمان بھائی کسی غیر فرقے والے کو دیکھ کر غضبناک نہ ہوں۔ میں یہ عمل درحقیقت اُنھیں شہروں یا جگہوں میں چاہتا ہوں جہاں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر میرا بس چلے تو میں ہندو ہونے کے لحاظ سے یہاں تک اعلان کر دوں کہ ہریجنوں کی طرف سے ہندوؤں نے جو بے انصافی کی ہے اُسکے کفارہ کی صورت میں یو پی کے ہندو ایک خاص مدت تک کسی بھی وقت کوئی بھی جلوس نہیں نکالیں گے جس سے فرقے وارانہ فساد ہونے کا کوئی اندیشہ ہی نہ رہ جائے۔ اسی طرح میں پیپل کی یا دوسرے کسی مقدس درخت کی ڈالیوں کے کاٹے جانے کے بارے میں کوئی آواز نہ اُٹھاؤں گا کیونکہ کٹی ہوائی شاخیں پھر پنپ جائیں گی اور جو درخت کاٹ دئے گئے ہیں پھر سے لگائے جا سکتے ہیں۔ لیکن جو انسان مار ڈالے گئے ہیں وہ پھر سے زندہ نہیں کئے جا سکتے۔ آزادی حاصل کرنے کے مقصد سے قائم شدہ اتحاد پیپل کی کچھ شاخوں سے کہیں زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔

گائے کی قربانی

اب میں گائے کی قربانی کے سوال کی طرف آتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جب ایک بار بھی دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں گے تو یہ سوال خود بخود حل ہو جائیگا۔ لیکن فرض کریجئے کہ دوستانہ تعلقات نہیں قائم ہوتے تو آیئے اصلیت پر نظر ڈالیں۔ ہندو گائے کی ماتا کی طرح پوجا کرتے ہیں۔ ان کے لئے گائے کی قربانی وحشی پن اور گناہ ہے۔ لیکن سب میونسپلٹیوں میں قصائی خانے ہیں اور بیشتر میونسپلٹیوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے ہندو چیرمین ہیں اور یہ قصائی خانے اُس روپئے اور ٹیکس سے چلائے جاتے ہیں جو زیادہ تر ہندو دیتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ لاکھوں گایوں کی قربانی سے ہر سال ہندوستان کی سر زمین خراب کی جاتی ہے۔ خود وہ انگریز سپاہی گائے کا گوشت

کھاتے ہیں جن کے بھروسے پر ہم اپنے اس حق کو تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔ یہ سب عام طور سے ہوتا ہے اور ہماری واقفیت میں ہوتا ہے۔ پھر بھی ہم مجبور ہیں۔ جب ہم اپنا خون بہاکر بھی گائے کی حفاظت نہیں کرسکتے تو اُن لوگوں کی رواداری کے ذریعے ہی یہ کام کرسکتے ہیں جو اس کی ویسی پوجا نہیں کرتے جیسی ہم کرتے ہیں۔ اس لئے اس سوال کو لیکر ہم یہ جھگڑے وفساد کیوں کریں۔ کرتارپور کے ہندو فساد کے ذریعے گائے کی حفاظت کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ اسی طرح فساد کے ذریعے دوسری جگہ کے ہندو بھی فساد کے ذریعے گائے کی جان نہیں بچا سکتے۔ اسلئے میں اپنے غیر ہندو بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ میں گائے کو آپ کی رواداری، دوستی اور رحم پر چھوڑتا ہوں آپ خواہ اُسے قتل کریں خواہ جلائیں مگر ہم اس کے لئے آپ سے لڑائی نہ کریں گے۔ یہی خیال اور قول وعمل حقیقی اہنسا ہوگا اور بالآخر گائے کی حفاظت کرنے میں کامیاب ہوگا۔

ہندوؤں کو مشورہ

میں اپنے ہندو بھائیوں کو مشورہ دوں گا وہ اپنے شہری حقوق کے مطالبات ایک خاص مدت کے لئے چھوڑ دیں اور اپنی حفاظت کے لئے غیروں سے اپیل نہ کریں اس درمیان میں اپنے ایثار اور تپسیا کے وقت کو ہم ہریجنوں کے سدھار میں لگائیں کیونکہ اُن کے اور ہمارے گوشت پوست میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ ہندو مذہب کے اُتنے ہی اہم جزو ہیں جتنے کہ ہمارے بڑے سے بڑے پنڈت ہوسکتے ہیں۔

گول میز کانفرنس میں وہ علیحدہ کئے جارہے تھے لیکن مہاتما گاندھی نے اپنی جان کی بازی لگاکر انھیں ہم سے دُور ہونے سے روکا ہے وہ خطرہ پھر بھی ہمارے سامنے ہے۔ آیئے ہم ہوشیار رہوں اور حتی المقدور اُن کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے کوشش کریں اور اُن سے کہیں کہ وہ ماضی کو بھول جائیں اور ہمارے دُکھ سکھ میں ساتھ رہیں اور جو لڑائی سامنے ہے اس میں ہمارا ساتھ دیں۔ یہ سال لڑائی کے سال ہوگئے۔ لیکن آیئے ہم انھیں فرقہ وارانہ اتحاد اور چھوت چھات مٹانے کا سال بنائیں۔ ۱۹۲۷ء میں گاندھی جی نے جنوبی ہند کا دورہ کیا اور دور دور تک گیتا کا پیغام پہنچایا ہندو فرقے کے سب مرضوں کا علاج گیتا ہی ہے۔ اسی کے ذریعے ہم اُن دیواروں کو ڈھا سکتے ہیں جو ہمیں علیحدہ کرتی ہیں اور اسی کے ذریعے سب فرقوں کے ساتھ اتحاد قائم کرسکتے ہیں۔ عہد جدید میں اپنی روزمرہ اور قومی زندگی میں گیتا کی تعلیم پر عمل کرنے سے بڑھ کر اور کوئی بات مجھے نہیں سوجھتی۔ اس سے ہماری اخلاقی، جسمانی اور روحانی طاقت بڑھے گی اور اس کے ذریعے ہم موجودہ افسوسناک حالت میں اپنا فرض خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

دُنیا

(سلام)

دُنیا میں ظالم۔ پاپی۔ مستی کے ترانے گاتے ہیں
جو پیارے جگ کے سیوک ہیں وہ مفت میں جان گنواتے ہیں
ایشور کی اس پھلواری میں کانٹے بھی ہیں۔ کلیاں بھی ہیں
پر ہم جب ہاتھ بڑھاتے ہیں کانٹے ہی کانٹے پاتے ہیں
دُنیا تو بھیانک بستی ہے بے رحم سماجی دیوؤں کی
پھر خود ہی یہ بھولے بھالے انسان یہاں کیوں آتے ہیں؟
سوچو تو ذرا کیوں دیتے ہو تم دوش سلامؔ اس دُنیا کو
دُنیا تو کام کی بستی ہے جو کرتے ہیں وہ پاتے ہیں

امداد باہمی کے ذریعے دیہاتوں کی ترقی

(یہ تقریر ... جے پی شریواستو اسسٹنٹ رجسٹرار لکھنؤ نے حال ہی میں لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے براڈکاسٹ کی تھی)

آج کل جسے دیکھئے وہی گاؤں سدھار کا ذکر کیا کرتا ہے تعلیم یافتہ حضرات اور اخبارات تو اسکا ذکر اور زور دل سے کرتے ہیں لیکن گاؤں والوں کے کانوں میں ابھی تک جوں نہیں رینگی ہے۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ "مدعی سست گواہ چست" جب تک گاؤں والے خود نہ ہوشیار ہوں گے تب تک اوروں کے کرنے سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایک بات ہو سکتی ہے کہ شائد سوتے ہوئے کسان کچھ جاگ جائیں۔ گاؤں والوں کی حالت کسی سے چھپی نہیں ہے غریب کسانوں کو صبح سے شام تک ایڑی اور چوٹی کا پسینہ ایک کرنے پر بھی پیٹ بھر چبینا تک نہیں نصیب ہوتا۔ کسان کی حالت گھر کی پرانی چھت کی طرح ہے جس میں سینکڑوں سوراخ موجود ہوں۔ ایک سوراخ بند کرنے کے بعد دوسرے سے پانی نکلنے لگتا ہے۔ دنیا میں سبھی آدمی اپنی بھلائی کی باتیں سوچا کرتے ہیں پھر یہ کسان کیوں نہیں سوچتے۔ سوچتے یہ بھی ہیں لیکن اپنی مشکلوں کا صحیح اندازہ نہیں کر پاتے۔ اوّل تو یہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں دوسرے روپیہ پیسہ پاس نہیں ہے۔ آپس کی پھوٹ علیحدہ ہے جس سے یہ اور بھی تباہ ہوتے رہتے ہیں۔ یہی اسباب ہیں کہ جو انھیں چاہتا ہے دبا لیتا ہے اور انھیں ان کی محنت کا پورا فائدہ نہیں ہوتا۔ کسان کو چاروں طرف سے نقصان ہی نقصان پہنچتا ہے۔ ان کو زمیندار کے لگان کے علاوہ اور بھی نہ معلوم کتنے ٹیکس دینے پڑتے ہیں۔ اگر کسان کے پاس بیل نہیں ہیں تو کسان کو مجبور ہو کر ۴۰ روپئے کا بیل ۵۰ روپئے میں بیل والے سے ادھار لانا پڑتا ہے۔ اس کو اچھا بیج رکھنا چاہیے لیکن وہ اس کو بھی کھانے پینے کے کام میں لے آتا ہے اور جب بونے کا وقت آتا ہے تو اس کو بیج سوائے او ڈیوڑھے پر لانا پڑتا ہے۔ گوبر کا کنڈا بنا کر تاپ ڈالا جاتا ہے اور جو کچھ بچ رہتا ہے وہ سوکھ کر خراب ہو جاتا ہے۔ اب بتائیے کہ یہ سوکھا ہوا گوبر جب کھیت میں پڑیگا تو اس میں کیسے پیداوار ہوگی۔ جب روپئے کی ضرورت ہوتی ہے تو مہاجن کا گھر جھانکنا پڑتا ہے۔ اور دو پیسہ یا ایک آنہ فی روپیہ ماہوار سود پر قرض ملتا ہے اور کبھی کبھی سو کے سوا سو، ڈیڑھ سو یا دو سو دینے پڑتے ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ مہاجن ان بیچاروں کے پڑھے نہ ہونے کی وجہ سے ایک کے دو وصول کر لیتے ہیں۔ اگر بارش نہ ہوئی اور سینچائی کا کوئی انتظام نہ ہو سکا تو کھڑی کھیتی سوکھ جاتی ہے۔ ساون بھادوں، پوس کے مہینوں میں جب کھانے کی کمی ہوتی ہے تو بنئے کے گھر سے سوائے ڈیوڑھے پر اناج لا کر اپنی اور بچوں کی گذر اوقات کرنی پڑتی ہے۔ اور پھر کھلیان میں غلہ پہنچتا نہیں کہ مہاجن، بیل والا، زمیندار بنیا سبھی اپنا اپنا تقاضا لیکر آ موجود ہوتے ہیں۔ مجبور ہو کر سب کا حساب چکانے کے بعد غلّہ بازار لیجانا ہوتا ہے وہاں بنیا اونے پونے داموں خریدتا ہے۔ بتائیے کہ جب وہ اس طرح مونڈا جائے گا تو اس کی تباہی کیونکر رک سکتی ہے۔ ان سب مصیبتوں سے بچنے اور آمدنی بڑھانے کے جو ذریعے ہیں انھیں کو گاؤں سدھار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ کسی ایک آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

کسان اگر چاہے تو اپنی ترقی کے ساتھ اپنے سب بھائیوں کی بھی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے ترقی کر سکتا ہے۔ ان سوسائٹیوں کے ذریعے اچھے ہل، اور زراعت کے دوسرے آلات اچھے بیج، سینچائی کے لئے کنوئیں سستے اور اچھے بیل، کم سود پر روپیہ، اچھے دام پر اناج کی بکری، بچوں اور بوڑھوں کی پڑھائی کا انتظام، زندگی سدھار دوا و علاج کا انتظام کم داموں میں گھر بار کی ضروری چیزوں کا انتظام وغیرہ بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے۔

کسانوں کو چاہیئے کہ وہ جلد از جلد اپنے دیہاتوں میں کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرنے کا انتظام کریں۔ محکمہ امداد باہمی کی طرف سے ضلع میں ایک ایک انسپکٹر اور ان کے ماتحت بہت سے سپروائزر تعینات کر دیئے گئے ہیں۔ ان کا کام ہے کہ وہ گاؤں والوں کے درمیان کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرنے میں ان کو مدد دیں اور ان کو طرح طرح کی صلاح و مشورہ دیا کریں جس سے سوسائٹیوں کا کام اچھی طرح چلتا رہے۔

انسپکٹران کوآپریٹو سوسائٹیز کی ٹریننگ

از جناب سن شنکر متسر لی کام، انچارج کوآپریٹو انسپکٹرس ٹریننگ کلاس یو۔ پی

ہندوستان میں کوآپریٹو سوسائٹیاں پوری طرح کامیاب نہیں ہوئی۔ اس کے لئے سبب تھے مگر ناکامی کا خاص سبب یہ تھا کہ تحریک امداد باہمی پبلک کی اپنی تحریک نہیں تھی۔ بلکہ حکومت کی طرف سے پبلک پر لادی ہوئی ایک بار تھی اصلاحات کی طرف ہمیشہ پبلک کا رخ مایوس سا رہا اور بے پرواہ رہا ہے۔ ہم تنقید اور تخریبی کاموں میں خواہ دلچسپی دکھلاتے رہتے ہوں مگر تعمیری کاموں کے لئے ہم یہی امید کرتے ہیں کہ حکومت اپنے ملازمین کے ذریعے سب کچھ کرے گی ہمیں کچھ نہیں کرنا ہوگا۔

تحریک امداد باہمی کی ابتدا بیسویں صدی کے شروع سے ہوئی اور تب سے ابھی تک کوآپریٹو سوسائٹیوں کی تنظیم اور اس کے چلانے و بڑھانے کا کام زیادہ سرکاری ملازموں کے ہاتھ میں رہا۔ انھیں تنخواہ دار سرکاری کارکنوں کی کارگزاری پر کوآپریٹو سوسائٹیوں کی کامیابی کا انحصار رہا ہے۔ کچھ کارکن ضرور مخلص قابل اور محب وطن تھے اور ان کی عملی قابلیت سے سوسائٹیوں نے فائدہ اٹھایا لیکن بیشتر ایسے لوگ بھی تھے جنکو دیہاتی زندگی کا کافی تجربہ نہ تھا۔ اور نہ دیہاتی مسئلوں اور دقتوں کو بخوبی سمجھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کی جیسی ترقی ہونی چاہئے تھی ویسی نہ ہوئی۔

ٹریننگ کلاس کے انسپکٹر نئی طرح کی گھاس کے کھیت میں پھاوڑے چلا رہے ہیں۔

۱۹۲۵ء میں صوبجاتی حکومت نے کوآپریٹو سوسائٹیوں کی ازسر نو تنظیم کے طریقے تجویز کرنے کے لئے مسٹر اوکلڈن کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر ہوگئی۔ اس کمیٹی نے یہی سفارش کی کہ کارکنوں اور خصوصاً انسپکٹروں کی ٹریننگ پر خاص توجہ کی جائے اور صرف قابل نوجوان جنھیں دیہاتی زندگی کا اصلی تجربہ ہو انسپکٹری کے لئے منتخب کئے جائیں۔

ٹریننگ کلاس کے انسپکٹر ہردوئی کے سرکاری زراعتی فارم کی ترقی شدہ مشینیں دیکھ رہے ہیں۔

۱۹۲۶ء میں نئی اسکیم کے مطابق انسپکٹروں کا انتخاب کرکے انھیں ٹریننگ دی گئی اور اس خیال سے کہ ٹریننگ دوسرے صوبوں کے مقابلے میں نامکمل نہ رہے پنجاب کے محکمہ امداد باہمی کے ایک افیسر ٹریننگ دینے کے لئے بلائے گئے تھے۔

اس وقت سے برابر انسپکٹروں کی ٹریننگ پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ اس سال سرکار نے تحریک امداد باہمی کو صوبہ گیر تحریک بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ صرف قرضہ سوسائٹیاں دیہاتی مالی دشواریوں کو پوری طرح اس وقت تک حل نہیں کرسکتیں جب تک کسانوں کی پیداوار بڑھانے اور مال فروخت کرانے کا مناسب انتظام نہ کیا جائے۔ حلقۂ عمل کی وسعت کے لئے ایک پنج سالہ اسکیم تیار کی گئی جس کے مطابق صوبے کی تقریباً ایک تہائی دیہاتوں میں کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم ہوسکیں۔

ان نئی سوسائٹیوں کی نگرانی کے لئے ۲۳۴ انسپکٹروں کا انتخاب صوبہ پبلک سروس نے کیا۔ دوسرے محکموں کی طرح امتحان کے

ٹریننگ کلاس کے انسپکٹر ہردوئی زراعتی فارم کے کھیت میں کپاس چن رہے ہیں

۲

ٹریننگ کلاس انسپکٹر ہردوئی کے سرکاری فارم میں ترقی شدہ ہلوں سے کھیت جوتنا سیکھ رہے ہیں۔

ذریعے ٹریننگ کا انتخاب تو نہیں ہوا مگر کمیشن نے جو بہترین نوجوان مل سکے اُنھیں منتخب کیا۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ کلاس میں ۱۱ اوّل درجے کے۔ ایم۔ اے۔ ۲ اوّل درجے کے بی۔ اے۔ ۳ اوّل درجے کے بی۔ کام۔ اور ۴ ایم۔ ایس۔ سی ہیں۔ صوبہ متحدہ کے شاذ ہی کسی محکمے میں سب آرڈنیٹ سروس میں اتنے اعلیٰ تعلیم یافتہ ملازم ہوں۔ ان میں کئی اُمیدوار یونیورسٹیوں میں ریسرچ اسکالر رہ چکے ہیں اور بعض اوقات کلاس میں دیہات کے اقتصادی مسئلوں پر کافی بحث چھڑ جاتی ہے۔

ان لوگوں کو ۱۰½ مہینے کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ ۱۵ر اپریل سے ۳۱ر مئی اور ۱۹ر جون سے ۳ر جولائی تک لکھنؤ میں محکمہ امداد باہمی کے ذریعے انھیں ابتدائی ٹریننگ دی گئی۔ ڈی۔ اے۔ وی ہائی اسکول لکھنؤ کی بالائی منزل کرائے پر لے لی گئی تھی اور اُس میں ان لوگوں کی رہائش اور تعلیم کا انتظام کیا گیا تھا۔ گرمیوں کے دن تھے اس لئے کلاس صبح ہوتے تھے۔ انھیں امداد باہمی کے اصول کوآپریٹو سوسائٹیوں کے چلانے کا طریقہ، سوسائٹیوں کے سرکاری قوانین اُن کے حساب کتاب وغیرہ کی بابت تعلیم دی گئی۔ شام کو ایک قابل اسکاؤٹ ماسٹر کی نگرانی میں اسکاؤٹنگ اور تیراکی مشق بھی ہوتی رہی۔ مویشیوں کی بیماریاں اور اُن کی عام فطرت پر محکمہ ویٹرنیری کے ایک افسر نے اور نہروں کے قواعد کی بابت محکمہ نہر کے ایک ڈپٹی ریونیو آفیسر نے کئی لیکچر دیئے۔

یکم جون سے ۱۸ر جون تک ان لوگوں کی ٹریننگ ہاپڑ میں ہوئی۔ ٹریننگ کا موضوع تھا غلّہ کی خرید فروخت۔ مارکیٹنگ ڈپارٹمنٹ کے افسروں نے انھیں تقریباً دو ہفتے کی ٹریننگ دی۔ رسّے کا کام، ریڈی وفارورڈ سیل اور کچّی و پکّی آڑھتوں کے کام وغیرہ کی بابت انھیں واقف کرایا گیا اور ہاپڑ و مظفر نگر کی منڈیوں میں عملی تعلیم دی گئی۔

۴ر جولائی سے ۳۰ ستمبر تک ان لوگوں کو ایک ایک دو دو کرکے صوبے کے مختلف اضلاع میں سوسائٹیوں کے انتظام کی عملی واقفیت حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ وہاں انھوں نے چھوٹے سے چھوٹے ملازم سے لیکر انسپکٹروں تک کا کام خود کیا۔

سوسائٹیوں کا معائنہ و آڈٹ کرنا، ان کے سالانہ نقشے تیار کرنا، سوسائٹیوں کی میٹنگ میں شرکت کرنا و ممبروں کو امداد باہمی اصولوں کا پیغام پہنچانے کا کام انھوں نے کیا۔ تین مہینے کا یہ وقت انھوں نے گھوم گھوم کر اور کھپریل کے نیچے راتیں گزار کر صرف کیا اور دیہات کے حقیقی حالات کا گہرا مطالعہ کیا۔

۱۲ر اکتوبر سے ہردوئی میں پھر سے کلاس شروع ہوا۔ صبح ۴ گھنٹے یہ لوگ ہردوئی کے گورنمنٹ ایگریکلچرل فارم پر ترقی دادہ کاشتکاری کی عملی تعلیم پاتے ہیں۔ کھیتوں کی تیاری جوتائی بوائی وغیرہ کا کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں اور محکمہ امداد باہمی کے ایک قابل انسپکٹر انھیں زراعت کے اصولوں سے واقف کراتے ہیں۔

انسپکٹر کلاس کا ایک منظر

دن میں امداد باہمی کی تعلیم دی جا
دوسرے ملکوں میں خصوصاً روس، جرمن
ڈنمارک، انگلینڈ اور فرانس کی کوآپریٹو سو
کا طرز انتظام، ہندوستانی امداد باہمی کی
دیہاتی اقتصادیات۔ شہریت وغیرہ موضو
کی تعلیم دیجاتی ہے۔ اتوار کو دو تین تین
ٹولی میں گھوم گھوم کر یہ لوگ بگڑی ہوئی
کو درست کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں

ٹریننگ ختم ہونے پر ان کا امتحا
امتحان کا معیار اقتصادیات کے ایم۔
کے امتحان سا ہوتا ہے۔ صرف کامیاب
ملازمت پاسکتے ہیں۔

ٹریننگ کی کامیابی کا بہت کچھ ا
رائے بہادر پنڈت رادھے لال چت
رجسٹرار محکمہ امداد باہمی پر ہے جنھوں
اپنے بیش قیمت مشوروں سے اور
کی آسانیوں کا خیال کرکے موقع بہ
ہر قسم کی امداد فرمائی۔

ہندوستان میں ڈیری کا روزگار

(از قلم مسٹر مہیندر بہاری لال - ایم - اے انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز پرتاب گڈھ اودھ)

آج کل ہندوستان کی ضروریات میں ڈیری کا روزگار خاص ہے - اس بات سے سبھی متفق ہیں کہ اس ملک میں دودھ اور دودھ سے بنی ہوئی چیزوں کی بہت کمی ہے ہمارے ملک کی آبادی زیادہ تر ساگ سبزی کھانیوالی ہے اور ساگ کھانیوالا ملک کے واسطے اس سے زیادہ بدقسمتی کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ اس کے باشندگان کو کافی مقدار میں دودھ دہی اور گھی نہ ملے جن کے بغیر کھانے کا مزا ہی جاتا رہتا ہے پیٹنگ صاحب نے جو بہار کے سکریٹری رہے ہیں شملہ میں ہونے والے مویشیوں کے مجمع کے موقع پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اُن کے صوبے میں بچوں کے پینے کے لئے مناسب مقدار میں دودھ نہیں ہے۔ ملک کے دیگر حصوں میں بھی یہی حالت ہے مندرجہ ذیل اعداد سے یہ صاف ظاہر ہے کہ دوسرے ممالک کے مقابلے میں ہمارے یہاں بہت کم دودھ پیا جاتا ہے۔

نام ملک	فی آدمی کی پی ہوئی سال بھر کی دودھ کی مقدار			
فنلینڈ -	۱۰	من	14	سیر
سوئٹزرلینڈ -	۸	"	۳۲	"
سویڈن -	۸	"	۲۸	"
ناروے -	۷	"	۰	"
امریکہ	۷	"	۳۶	"
کناڈا	۲	"	۱۲	"
نیدرلینڈس -	۵	"	۱۳	"
آسٹریلیا	۴	"	۲۵	"
انگلینڈ	۳	"	۳۳	"
جرمنی	۳	"	۱۲	"
فرانس	۳	"	۵	"
ڈنمارک	۲	"	۳۰	"
ہندوستان	۱	"	۴	"

جن لوگوں نے اس سوال کا خاص طور سے مطالعہ کیا ہے ان میں سے قریب قریب سبھی ہندوستان کے بارے میں مذکورہ بالا اعداد سے متفق ہیں ایک آدمی کے مطابق ہندوستان کی جملہ آبادی کا خیال رکھتے ہوئے فی آدمی دودھ کا خرچہ ۵ چھٹانک یومیہ سے زیادہ نہیں ہو سکتا اس میں گھی۔ مکھن اور دودھ سے بنی ہوئی دوسری چیزیں بھی شامل ہیں - میجر جنرل سر جان میگا نے بہت ہوشیاری سے ایک گاؤں کا ملاحظہ فرمانے کے بعد مذکورہ بالا بیان کی تائید کیا ہے۔ انکے مطابق فی آدمی دودھ کا روزانہ خرچ ۵/۴ ۱ چھٹانک ہے یہ مقدار کتنی کم معلوم ہوتی ہے جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ دودھ کی ہماری زندگی میں کتنی اہمیت ہے۔

مناسب مقدار میں دودھ کی ضرورت بچوں اور مریضوں کے لئے ہی نہیں - جوان بڈھے مرد - عورت کے لئے بھی ہے۔ دودھ کی قیمت تخمینہ کے باہر ہے کوئی مہذب قوم بغیر دودھ کے نہیں رہ سکتی - کھانے اور پینے والی چیزوں میں ایسی کوئی نہیں جو ہر طرح سے صحت کے لئے صاف خالص دودھ سے زیادہ ضروری ہو ہمارے وائسرائے صاحب کی بھی جو اس ملک کے لوگوں کی جسمانی ترقی کے لئے اتنی دلچسپی و مستعدی سے کام کر رہے ہیں یہی رائے ہے۔ ان کا کہنا ہے - اور اس بیان کو ایک سائنٹفک خلاصہ سمجھنا چاہئے - کہ دودھ کی کافی مقدار بڑھتے ہوئے بچوں کی ضروریات زندگی کا ایک خاص حصہ ہے - بعد میں جسم کو تندرست اور طاقتور رکھنے کے لئے بچوں کو مقوی غذا ملنی چاہئے۔

ہم نے اوپر یہ دکھانے کی کوشش کیا ہے کہ دودھ کے اوصاف کو خیال میں رکھتے ہوئے ہمارے ملک میں اس کا استعمال بہت ہی کم ہے

ہمیں اب یہ جاننا چاہئے کہ ہمیں کتنی مقدار کی ضرورت ہے - بہت معمولی طور پر حساب لگا کر ہر ایک آدمی کو ہر روز کے لئے تقریباً ۸ چھٹانک دودھ کی ضرورت ہے - آج کل ملک میں اس مقدار کا نصف دودھ حاصل ہوتا ہے اگر منجمد اور خشک دودھ کو بھی شامل کر لیں تو ملک میں جتنا ضروری ہے اُس کا ۶۰ فیصدی دودھ استعمال کیا جاتا ہے - بچوں کو ۸ سے ۱۴ چھٹانک تک دودھ روز ملنا چاہئے حاملہ اور دودھ پلانیوالی عورتوں کو تقریباً ۱۴ چھٹانک اور جوان لوگوں کو کم سے کم ۸ چھٹانک روز ملنا چاہئے

دراصل ہمارے لئے یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ اگرچہ پیداوار کے خیال سے ہندوستان محض یونائیٹیڈ اسٹیٹس ہی سے نیچا ہے - اور یہاں گریٹ برٹن سے ۱۴ گنا - ڈنمارک سے پانچ گنا - آسٹریلیا سے ۲ گنا - اور سوئٹزرلینڈ سے ۷ گنا زیادہ دودھ ہوتا ہے تو بھی یہاں دودھ اور اس سے بنی ہوئی چیزوں کی کمی ہے - اور آج بھی اپنی مانگ پوری کرنے کے لئے اُسے باہر سے زیادہ مقدار میں دودھ اور دودھ سے بنی ہوئی چیزیں منگانی پڑتی ہیں - ایک بڑی مقدار میں دودھ کا سفوف اور جما ہوا دودھ منگایا جاتا ہے - ۱۹۳۵-۳۶ء میں اس طرح کا ۷۰ لاکھ روپئے سے زیادہ قیمت کا درآمد ہوا تھا - ۱۴ لاکھ سے زیادہ قیمت کا مکھن اور پنیر غیر ممالک سے آیا تھا۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ ہندوستان میں خصوصاً بڑے شہروں میں دودھ کی کمی تو ہے ہی - ساتھ ہی ساتھ یہ بھی پریشانی ہے کہ دودھ یا اس سے بنی ہوئی چیزیں صاف اور خالص نہیں دستیاب ہوتیں - زیادہ قیمت دینے سے بھی خالص دودھ نہیں ملتا - ہمارے یہاں کے بڑے شہروں میں دودھ پانچ آنہ سیر کے حساب سے بکتا ہے - یہ قیمت یورپ اور امریکہ کی قیمتوں سے زیادہ ہے کمیشن زراعت ہند نے لکھا ہے کہ اس ملک میں گرس کے مشہور قانون کی مثال ملتی ہے - یہاں خراب دودھ اچھے کو بھگا دیتا ہے پانی ملا ہوا دودھ خالص دودھ کو بہت عرصہ سے ہندوستانی شہروں سے بھگا رہا ہے - یہاں تک کہ خالص دودھ

کی قیمت انگلینڈ کے شہروں سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ اس پر بھی چھ آنے کے بھاؤ سے بمبئی میں بہت کم مقدار حاصل ہوسکتی ہے۔ کبھی کبھی دودھ کی پیدائش کا مقام یعنی گائے کے پیٹ میں زہریلا بنا دیا جاتا ہے۔ ایسے دودھ کے تمام قدرتی اوصاف خراب ہو جاتے ہیں۔ ہمارے بڑے شہروں میں اور اُنکے گرد و نواح لاکھوں گیلن دودھ تیار ہوتا ہے جو کھانے کے قابل نہیں رہتا۔ یہ وہ چیز ہے جو محض نام کو دودھ ہے اور ان گایوں اور بھینسوں سے نکالا گیا ہے جو شراب خانوں کے کوڑا کرکٹ اور دیگر مضر چیزیں کھاتی ہیں کچھ بیرحم اور لالچی لوگ تو اپنے مویشیوں کو گھوڑے کی لید تک کھلاتے ہیں پہلے تو کچھ محنت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد مویشی انھیں کھانے لگتے ہیں۔ کیسا دودھ ہوگا۔ ایسی چیزوں پر پلے ہوئے جانوروں کا۔ ایسی گندگی کے پینے سے تو ہزار گنا اچھا ہے کہ ہم دودھ بالکل نہ پیویں۔ اس کے سوائے ہمیں "پھوکا" طریقے سے دہے ہوئے دودھ کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح سے دہا ہوا دودھ کسی کام کا نہیں رہ جاتا۔

گھی میں بھی آجکل اتنی ملاوٹ ہوتی ہے کہ بڑے شہروں میں خالص گھی کا ملنا ناممکن سا ہے۔ قسم قسم کی خراب چیزوں کے علاوہ مارگرین دوسرے قسم کے نباتاتی تیل اور چربی وغیرہ ملائی جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھی میں اپنی قدرتی خوشبو بالکل نہیں رہتی اور ایسے گھی کا استعمال بھی صحت کے لئے مضر ہوتا ہے خالص گھی اور مکھن کی پیداوار ہمارے ڈیری کے روزگار کا خاص حصہ ہونا چاہئے سرکار کو بھی یہ دیکھنا چاہئے کہ فروخت ہونے کے وقت چیزیں صاف اور خالص ہوں۔ جب تک یہ بات نہ ہوگی کوئی بھلا آدمی اس روزگار میں نہ آئیگا۔ سرکاری ماہران غلط طریقے سے شروعات کرتے ہیں اور اس لئے انھیں کامیابی نہیں ہوتی۔ سرکار کو پہلے ملاوٹ روکنے کا سخت بندوبست کرنا چاہیئے اور اس کے بعد مویشیوں کی نسل سدھارنے کیطرف توجہ دینی چاہئے۔ اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ میونسپل اور ضلع بورڈوں کو بے ایمانی کے خلاف لڑنے کے زیادہ ذریعے پیدا کئے جائیں۔ لوگوں کو خالص اور عمدہ چیزیں پانے میں مدد کرکے سرکار خالص دودھ اور گھی کے لئے ایک خاص مانگ پیدا کرسکتی ہے اس کا اثر پوری طور سے پڑیگا اور خراب و کمزور مویشی خود کم ہوجائیں گے جانوروں کی نسل میں ترقی ہوگی۔ اور مناسب حالت میں کام شروع ہو جائیگا۔

ڈیری کے روزگار کے بڑھنے سے اس ملک کی بھلائی اور کئی صورتوں سے ہوگی انگلینڈ اور امریکہ میں کسان کھیتی کے متعلق کئی روزگار کرتا ہے جس سے اُسے قیمتوں کی کم ہو جانے پر امداد ملتی ہے لیکن ہندوستان کا غریب کسان جو پریشانی میں پڑ جاتا ہے۔ اسکے لئے کوئی مددگار روزگار نہیں۔ سال کے زیادہ حصے تک وہ بیکار بیٹھا رہتا ہے اس بیکاری کے زمانہ میں اسکے لئے آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا۔ کیٹنج صاحب کے مطابق احاطہ بمبئی میں ۱۸۰ - ۱۹۰ دن ہی کام ہوتا ہے پنجاب میں کلورٹ صاحب نے پتہ لگایا تھا کہ ایک اوسط درجے کے کسان کا کام اس کی ۱۵۰ دن کی محنت سے زیادہ نہیں۔ صوبہ جاتی بینکنگ انکوائری کمیٹی نے تخمینہ لگایا تھا کہ تمام صوبے کا خیال رکھتے ہوئے کسان سال میں ۲۰۰ دن سے زیادہ کام نہیں کرتا۔ یہ بیکار جانے والا وقت ڈیری کے کاروبار میں بہت اچھی طرح لگایا جاسکتا ہے۔ ہمارے کسان کے لئے درست مویشیان اور ڈیری کے روزگار سے بڑھکر دوسرا کوئی مددگار روزگار نہیں ہے۔ یہ کاروبار بہت عمدہ ہے اور کوئی بھی قوم اس کو کرسکتی ہے ہمارے ملک کی مالی حالت ایسی ہے کہ کارخانے والے ڈیری کے کاروبار میں کامیاب نہیں ہوسکتے اس بات کا ڈاکٹر رائٹ نے پوری تائید کی ہے۔ اس خیال سے رجوع ہوکر کہ ہمارے ملک میں دودھ کی زیادہ مقدار گاؤں سے حاصل ہوتی ہے ہمیں تمام طاقتیں ملک کے پُرانے دودھ ایسی نعمت جیسے گھی۔ کھویا۔ دہی وغیرہ کی ترقی پر مرکز پر اکٹھا کر دینا چاہیئے۔

ہمارے سامنے اب ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا ملک میں وہ سب سہولتیں موجود ہیں جو اس روزگار کے لئے ضروری ہیں۔ ڈیری کے روزگار کی سب سے خاص اور اول ضرورت ہے اچھے دودھ اور مویشیوں کا کافی تعداد میں ہونا۔ ملک میں ایسے جانوروں کی کمی نہیں۔ ساہیوال، سندھی اور گر امریکہ کی کسی دودھیل نسل سے کم نہیں بمبئی میں کاٹھیاواڑ کی جعفرآبادی۔ بمبئی کی سورتی اور پنجاب کی مرّا نسل بہت عرصہ سے مشہور ہیں۔ اگر اچھی طرح سے کیا جائے تو بہت سی دیسی نسلوں سے زیادہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔ فوجی ڈیری فارم میں رکھے ایک اصل نسل کے ساہیوال جھنڈ نے یہ بات اچھی طرح ثابت کر دیا ہے۔ ۲۰ سال سے کم میں ہر ایک گائے کے دودھ کی مقدار ۷۵ ر۲ سیر سے ۵ ر۸ سیر

دوسری بات جو ڈیری کے روزگار کی کامیابی کے لئے لازمی ہے یہ ہے کہ اس کے متعلق تعلیم کا مناسب انتظام کیا جائے گاؤں کے گھوسیوں اور اہیروں میں ڈیری کے تعلیم کی اشاعت۔ وظیفوں اور بغیر فیس تعلیم کے ذریعہ کیا جاسکتی ہے۔ سرکار نے پہلے ہی کچھ کیا سنہ ۱۹۲۰ء میں ایک ماہر ڈیری تعینات کیا گیا اور ۱۹۲۳ء میں کرنال۔ بنگلور اور ولنگٹن کے ڈیری اسکی تحت میں کر دئے گئے یہ کام کی سہولیت کے لئے کیا گیا تھا اس ماہر نے ایک محکمہ مویشی قائم کیا جس کا خاص مقصد مویشیوں کے بارے میں کھوج کرکے مویشی پالنے والوں کی مدد کرنا ہے۔ سرکار کا خیال ہے کہ ان کے نزدیک ایک مرکزی ریسرچ انجمن قائم کیجائے انجمن ڈیری کے روزگار کے متعلق بہت سے مسئلوں کو حل کریگی اور انکے نتائج کو دور دور گاؤں میں اشاعت کریگی۔ یہاں صرف تعلیم کا بندوبست رہیگا۔ ایک یہ بھی ہے کہ ملک کے الگ الگ حصوں میں ایسے مرکز بنائے جائیں جہاں پر ڈیری کے متعلق عام اصول سکھائے جائیں جو سیکھے ہوئے کام کرنیوالے نکلیں گے۔ وہ دور تک گاؤں میں جاکر مناسب تعلیم کا رواج دینگے۔

فرض کیجئے کہ ان طریقوں کے استعمال سے دودھ کی پیداوار بڑھجاتی ہے اور ہماری ضروریات پوری کرنیکے بعد بھی دودھ باقی رہتا ہے تو سوال یہ ہوتا ہے کہ اسکو کیسے فروخت کیا جائے۔ دودھ کی فروختگی پر سخت تدارک کی ضرورت ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ گاؤں اور انکے قریب کے شہروں کے درمیان آمد و رفت کے اچھے راستے بنائے جائیں۔ اس کے متعلق ہمارے خیال سے سیل جول کے ذریعہ دودھ بیچنے کا مسئلہ آسان ہے۔

گُڑ کی صنعت
کولھو (۲)

(گذشتہ سے پیوستہ)**
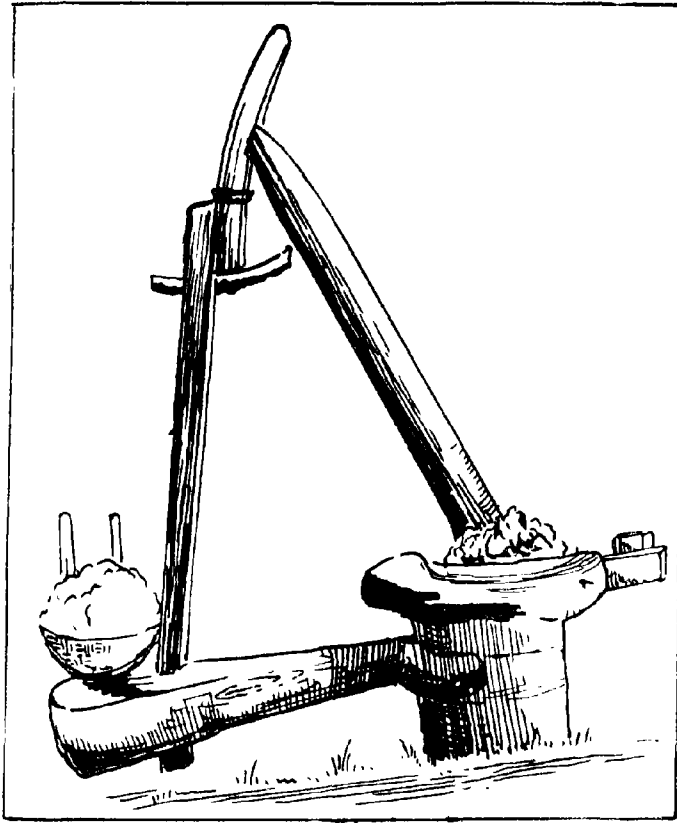
گُڑ بنانے کے لئے گنّے سے رس نکالنا سب سے پہلا کام ہے۔ اس کام کے لئے کسان عام طور پر بیل سے چلنے والا کولھو استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے صوبے میں گنّے کی کاشت خاص طور سے ہونے کے باعث آلات زراعت میں کولھو کا درجہ بہت بلند ہے۔ شائد ہی ایسا کوئی دوسرا زراعتی آلہ ہو جس سے کسان کی آمدنی پر اس کے جتنا اثر ہوتا ہو۔ یہ بتا دینا ہی کافی ہوگا کہ صرف یو پی میں ۴ پچاس کروڑ من گنّا اِن کولھوؤں کے ذریعے پیرا جاتا ہے۔

تین بیلن کا لوہے کا کولھو جسے ہم عام طور پر دیہاتوں میں دیکھتے ہیں اگرچہ ایک سیدھی سادھی مشین ہے پھر بھی اُسے یہ صورت اختیار کرنے میں کم وقت نہیں لگا۔ آج سے سو سال پہلے تو پتھر ہی کے کولھو کام میں لائے جاتے تھے۔ تیل کے لکڑی کے کولھوؤں کی طرح یہ پتھر کے بنے ہوتے تھے۔ اور ان میں گنّے کی گنڈیریاں کاٹ کر تلہن کی طرح پیری جاتی تھیں۔ اس طرح گنڈیریاں کاٹنے میں بیکار کی محنت تو ہوتی ہی تھی ساتھ ہی کولھو چلانے میں بیلوں پر بھی بہت زور پڑتا تھا۔ گنّا بھی بہت کم پیرا جا سکتا تھا اور گنّے کے رس کا اوسط بھی بہت کم ہوتا تھا۔ اب یہ پتھر کے کولھو استعمال نہیں کئے جاتے۔ اُن کی اہمیت صرف تاریخی رہ گئی ہے لیکن اب بھی بعض بعض کسان اپنے استعمال کا گڑ بنانے کے لئے اُنھیں استعمال کر لیتے ہیں۔

اس کے بعد لکڑی کے کولھو بنائے گئے۔ یہ ۲ بیلن کے تھے۔ اِس سے رس صرف ۳۰۔۴۰ فی صدی نکلتا ہے۔ لکڑی کے دانت جلدی گھس جاتے تھے۔ چولیں ڈھیلی پڑ جاتی تھیں اور دباؤ بہت کم پڑتا تھا۔ بتدریج اِن لکڑی کے

تصویر نمبر ۱ ۔ گنّا پیرنے کا پرانا کولھو (پتھر کا)

کولھوؤں میں لوہے کے بیلن لگائے گئے لیکن ڈھانچہ لکڑی ہی کا رہا۔ ایسے کولھو اب بھی یو۔پی کے مشرقی اضلاع میں کافی تعداد میں موجود ہیں اس کے بعد ایک بیلن اور بڑھا دیا گیا اور تین بیلن کے کولھو استعمال کئے جانے لگے۔ یہ تینوں بیلن ایک ہی قطار میں لگائے جاتے تھے۔ ان تین بیلن کے کولھوؤں میں یہ فائدہ تھا کہ جو گنّا ایک بار کولھو کے پہلے دو بیلنوں سے پیرا جاتا تھا اس کی کھوئی دوبارہ دوسرے اور تیسرے بیلنوں سے پیر کر رس زیادہ نکالا جا سکتا تھا۔ اِن کولھوؤں میں ایک آدمی تو گنّا لگانے کا کام کرتا اور دوسرا اُس سے نکلی ہوئی کھوئی کو دوبارہ لگانے پر رہتا تھا۔ اس طرح ایک آدمی کی جگہ ۲ آدمیوں کی ضرورت ہوتی تھی۔

اس وقت تینوں بیلن ایک قطار میں رکھنے کے بجائے موجودہ کولھوؤں کی حالت میں یعنی مثلث کی شکل میں رکھے جانے لگے۔ اس طریقے سے ایک آدمی کی تو بچت ہو گئی لیکن لکڑی کے ڈھانچے کے سارے عیب قائم ہی رہے۔ چولیں وغیرہ ڈھیلی پڑ جاتی تھیں اور گنّے پر پورا دباؤ نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔ نقائص دور کرنے والا ڈھانچہ بھی لوہے کا بنایا گیا اور اس طرح نیا کولھو ایجاد ہوا۔

یہ تو موجودہ کولھو کی مختصر تاریخی کہانی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ لوہے کا ڈھانچہ یا تین بیلن والے کولھو بہترین اور اچھا کام دینے کے ثبوت ہیں۔ جس طرح سب مشینوں کی اچھائی ڈیزائن پر نہیں بلکہ اس کی بناوٹ پر بھی بہت کچھ منحصر ہوتی ہے اُسی طرح ایک اچھے کولھو کے لئے اچھی بناوٹ کا ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔ دونوں کولھو دیکھنے میں ایک صورت کے ہونے پر بھی ممکن ہے کام کے لحاظ سے اُن میں زمین آسمان کا فرق ہو۔ جس طرح دو گھڑیاں ایک رنگ و صورت کی ہوتے ہوئے بھی ایک پانچ کی اور دوسری پچاس کی

** اس مضمون کا پہلا حصہ اگست ۱۹۳۹ء کے "ہل" میں شائع ہو چکا ہے۔

تصویر نمبر ۳ - ۲ بیلن کا لکڑی کا کولھو

ہو سکتی ہے اُسی طرح ایک شکل کے کولھوؤں میں بھی بناوٹ کے لحاظ سے ایک کا دام سو روپے بھی کم ہے اور دوسرے کا پچیس روپیہ بھی زیادہ ہو سکتا ہے ۔ لیکن عام لوگوں کے لئے کولھو دیکھ کر اُس کی اچھائی دیکھ لینی اُتنی ہی مشکل ہے جتنا ایک گھڑی کو دیکھ کر اُس کی اچھائی اور بُرائی کے متعلق رائے قائم کر لینا۔

ہم ایک اچھے کولھو کی خوبی اور عمدگی کے متعلق عام طور پر مندرجہ ذیل باتیں مدنظر رکھ کر فیصلہ کر سکتے ہیں ۔

۱- گنے میں رس کا اوسط زیادہ ہو۔
۲- چلنے میں بیلوں پر کم زور پڑے

تصویر نمبر ۴ - لکڑی کے فریم کا تین بیلن والا کولھو

۳- بناوٹ سادی اور کسی ہو ۔
۴- کولھو مضبوط ہو اور اُس کا دام اُس کی مضبوطی کے مطابق ہو ۔

۱- گنے میں رس کا اوسط

عام طور پر جو گنا یو پی میں پیدا ہوتا ہے اُسمیں کھوئی کے ریشے کا اوسط ۱۴ - ۱۶ فی صدی تک ہوتا ہے ۔ ان ریشوں میں جذب کرنے کی طاقت ہوتی ہے اور اِس لئے اُن پر کافی دباؤ دینے پر بھی رس کا کچھ حصہ رہ جاتا ہے ۔ عام طور پر یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ یہ حصہ کم از کم ریشے کے وزن کے برابر ہوتا ہے اور اِس حساب سے گنے میں کم از کم ۱۴ فی صدی حصے رس کا حصہ رکھے ہوئے سو من گنے میں ۲۸ من کھوئی پائی جانی چاہئے ۔ گنے کے وزن سے کھوئی کا وزن (۲۸ یا ۳۰ من) نکال دینے پر ۷۰ فیصدی رس کی اُمید رکھنی چاہئے ۔ چنانچہ وہ کولھو جو تقریباً ۷۰ فی صدی رس دیتے ہیں عمدہ قسم کے ہیں جو ۶۰ یا اُس سے کم رس دیتے ہیں وہ خراب قسم کے اور جو اس سے بھی کم ۴۰ - ۵۰ فیصدی رس دیتے ہیں اُنھیں تو رس چور کہنا چاہئے اور کسان کو اپنے لئے اُن سے اسی قسم کا سلوک کرنا چاہئے جیسا چور سے کیا جاتا ہے ۔

۲- ہلکا پن

کولھو کا ہلکا پن دیکھنے کے لئے ڈائنمومیٹر وغیرہ آلے استعمال کئے جاتے ہیں ۔ لیکن عام طور سے ہر کسان تھوڑی دیر کولھو پر کام کرنے کے بعد ہی کولھو کا ہلکا اور بھاری پن کا بیلوں کی چال سے اندازہ لگا لیتا ہے ۔ کولھو کے بھاری چلنے پر کسان یا کولھو کا مستری بیلنوں کے کساؤ کو ذرا ڈھیلا کر دیتے ہیں اور بھولا کسان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ کولھو ہلکا ہو گیا ۔ اس طرح جو کولھو ہلکا چلے وہ اچھا نہیں بیلنوں کا کساؤ ڈھیلا کر دینے سے گنے پر دباؤ کم پڑتا ہے اور رس کا اوسط کم ہو جاتا ہے ۔ کولھو کے ہلکے و بھاری پن کا اندازہ اسی وقت لگایا جا سکتا ہے جب گنے میں رس کا اوسط ۷۰ فی صدی ہو اور پھر بھی بیلوں پر زیادہ زور نہ پڑے ۔

کولھو کے ہلکے چلنے کا اُس کی بناوٹ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جب تک اُس کے تمام پُرزے ٹھیک ناپ کے اور سچے نہ ہوں گے تب تک کولھو کی چال میں رگڑ زیادہ ہوگی اور کولھو ہلکا نہ چلے گا۔ خاص طور سے بیرنگیں کافی چکنی ہونی چاہئیں اور اُن میں تیل پہنچنے کا اچھا انتظام ہونا چاہئے تاکہ کھنچاؤ زیادہ نہ پڑے۔

مختلف کولھوؤں میں اُن کی چال ہلکی کرنے کے لئے اُن کی بناوٹ میں تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اُن سب کا تذکرہ اِس مضمون کا موضوع نہیں ہے۔

تصویر نمبر ۵ - تین بیلن کے لوہے کا عمدہ کولھو

۳- کولھو کی بناوٹ

اگر کولھو میں کساؤ نہیں ہے تو رگڑ زیادہ رہیگی۔ پُرزے جلد گھسیں گے اور اُن کے ٹوٹنے کا بھی خدشہ رہے گا۔ لکڑی کے ڈھانچے میں تو کولھو کا زیادہ دن کسا رہنا ممکن ہی نہیں تھا۔ لیکن لوہے کے ڈھانچے میں یہ آسانی ہے۔

کولھو ایک نہایت سادی مشین ہے۔ اس کے لئے آسان بناوٹ ممکن ہے۔ آسان بناوٹ ہونے سے پُرزے آسانی سے بنائے جا سکتے ہیں۔ اور اُس کے فٹ کرنے اور شدھارنے کا کام بھی آسانی سے سیکھا جا سکتا ہے اور بنانے میں دام بھی کم لگتے ہیں۔

تصویر نمبر ۴- لکڑی کے فریم کے ۳ بیلن کا آسان کولھو۔

۴- کولھو کی عمر اور قیمت

کولھو کی قیمت کا ٹھیک اندازہ کرنے کے لئے اُس کی مضبوطی اور قابلیت کے علاوہ اُس کی عمر بھی دیکھنی چاہئے۔ اگر ایک سستا سا کولھو چار چھ برس کام دے اور ایک اچھے قسم کے کولھو نے ۱۰-۱۲ سال بھی کام دیا تو اس حالت میں اگر خراب قسم کے کولھو کی قیمت عمدہ کولھو کی قیمت کی آدھی بھی ہو تو بھی اُسے مہنگا سمجھنا چاہئے۔

کولھو کی عمر اُس کی بناوٹ کے علاوہ اُس میں لگے لوہے اور دوسری دھاتوں کی بہتری پر بھی منحصر ہے۔ خصوصاً دھرے اچھے ہونے چاہئیں۔ بیرنگ اگر دھات کے بنے ہوں تو عمدہ قسم کے نہ ہونے پر جلد خراب ہو جاتے ہیں۔ بیلن کا مال اچھا نہ ہونے پر وہ بھی جلد خرادنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اِس سلسلے میں زیادہ تفصیل دینا ہمارا مقصد نہیں کیونکہ مذکورہ بالا چیزوں کی ٹھیک ٹھیک تحقیقات عمل گاہ میں ہی ہو سکتی ہے اور عمل گاہ کی پرکھ عوام کے لئے مفید نہ ہوگی۔ سرکار کی طرف سے جس قسم کا مال لگنا چاہئے اُس کی جانچ کرائی جا چکی ہے اور جن کولھوؤں کی وہ سفارش کرتی ہے اُنہیں عمدہ مال لگائے جانے کی تحقیقات کا انتظام کر دیا ہے۔

اگلے مضمون میں یہ بتایا جائے گا کہ کس قسم کے کون سے کولھو سرکار نے تجویز کئے ہیں اور اُن کی اشاعت کے لئے کیا کیا سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں۔

(باقی آئندہ)

دیہاتی اقتصادی نظام اور امداد باہمی

کثیر المقاصد سوسائٹیوں کا پھیلاؤ

از جناب جے۔ پی۔ مشر ایم۔ اے پبلسٹی آفیسر محکمۂ امداد باہمی یو۔ پی

آج کل شاید ہی گاؤں کا ایسا کوئی مسئلہ ہو جس پر ادائیگی قرض اور دیہاتوں میں قرض دینے کے انتظام کی بہ نسبت زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ قرضہ بل اور کسان مزدور ادائیگی قرضہ بل وغیرہ آج کل اسمبلیوں کے سامنے ہیں۔ اور ان سبھی بلوں کا خاص مقصد پھیلا قرض بیباق کرنا، موجودہ ضروریات کے لئے مناسب شرح سود پر قرض دینے کا انتظام کرنا اور کاشتکاروں کو مستقبل میں قرض لینے سے بچانا ہے۔ یہ مانا جاتا ہے کہ تجارت اور دستکاری پیشہ کرنے والوں کی طرح کاشتکاروں کو بھی اپنی آمدنی بڑھانے کے لئے سرمایہ اور موجودہ ضروریات پوری کرنے کے لئے قرض کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر کھیتی کے لئے قرضہ ضروری ہے اور کاشتکاروں کو وہ ضرور ملنا چاہئے۔ ایسی جگہوں میں جہاں وہ آزادی کے ساتھ نہیں مل سکتا قانون کا نفاذ ہونا ضروری ہے تاکہ حالات اتنے سہولیت بخش ہو جائیں کہ قرضہ دینے میں حوصلہ افزائی ہو، کاشتکاری سے متعلق کفایت شعاری قائم ہو جائے جس کے باعث قرضہ کھیتی کے فائدوں ہی سے ادا ہو سکے۔

ذریعہ

اس ملک کے دیگر مقامات کی طرح ہمارے صوبے میں بھی کھیتی اب ایک فائدہ بخش پیشہ نہیں ہے۔ یہ زندگی گذارنے کا ایک موٹا اور غیر مستقل ذریعہ ہے اسی سے اور کھیتوں کے ذریعے فائدہ نہ ہونے اور ضمانت کم ہو جانے سے تجارتی اور جوائنٹ اسٹاک بینکوں کے لئے ان کو قرض دینا قریب قریب ناممکن سا ہو گیا ہے۔ سرکار [illegible] کیوں کی وجہ کاشتکاروں کو ہمیشہ امداد دینے کے [illegible] ہے اور وہ وقتی مصیبتوں کے وقت امداد دینے والی مالی [illegible] ہے۔ اس لئے قرضہ کا زیادہ حصہ مہاجنوں ہی سے ملتا ہے جو اپنے فائدے ہی کو خاص مقصد مانتے ہیں۔ یہ مہاجن بیجا کارروائیوں کے علاوہ زیادہ سود بھی اینٹھتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے دیہاتی قرض کی تحقیق کے لئے قائم ہونے والی ماہران کی کمیٹی کے مطابق گذشتہ سال اس صوبے کے دیہاتی قرض کا کل میزان ۱۰۴ کروڑ روپیہ تھا۔ جس کا ½ سے زیادہ حصہ وہ رقم تھی جو مہاجنوں نے زیادہ شرح سود پر دی تھی۔ اس رقم کے ۴۴ فی صدی روپئے ایسے کاموں کے لئے دئے گئے تھے جو فائدہ بخش نہیں تھے۔

خاص حالات

یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ان حالات میں ہمارے کاشتکار قرض کے بوجھ سے ابھار نہیں اٹھا سکتے حالانکہ مہاجنوں نے پچھلے کچھ وقت سے اپنا کاروبار کم کر دیا ہے۔ دیہاتی قرض کے مستقل حل [illegible] ہیں وہ قرض جو کاشتکاروں کو ملنا چاہئے سستا اور آسان ہونا چاہئے وہ اس قسم کا ہونا چاہئے کہ انھیں کسی وقت بھی مل جائے مگر وہ قرض اس طرح ملنا چاہئے کہ اسے لینے میں قرض لینے والے کو قاعدہ وغیرہ معلوم ہو جائے اور اسے اپنے کاموں میں خرچ کرنے کا طریقہ بتا دیا جائے۔ یہ ایسے ہی لوگوں کو دیا جانا چاہئے جنھوں نے اپنے کو قرضہ لینے کے اہل ثابت کیا ہے اور جنھوں نے روپیہ بچانا سیکھ لیا ہے۔ قرض لینے کے قاعدے قرض لینے والوں کو خود اعتمادی اور باہمی امداد کا سبق پڑھا دیں اور ان قاعدوں کو قرض کے علاوہ دیگر کاموں کے لئے بھی استعمال کرنے کی بات بتا دیں۔ صرف زیادہ سود کھانے کے خطرے ہی کو کم کر دینے سے نجات نہیں ہو سکتی بلکہ پابندی رکھنے، دھیان دینے اور فائدہ بخش کام کرنے ہی سے نجات ہو سکتی ہے۔ قرض ادا کرنے کے قاعدے اس طرح ہونے چاہئیں کہ ادا کرنے والا اس کاروبار کے منافع ہی سے ادا کر سکے جس کے لئے اس نے قرض لیا تھا۔ زمین کی اصلاح کے لئے لئے جانے والے قرض کی قسطیں بہت لمبی ہونی چاہئے اور ایسی رقموں کی ادائیگی سہولیت بخش قسطوں کے ذریعے ہونی چاہئے۔ موجودہ کاشتکاری اور گذر اوقات کے لئے دی جاتی ہے۔ بہت سستا اور سہل قرض ایسے لوگوں کو نہیں دینا چاہئے جنھوں نے اپنے کو اس کے اہل نہیں بنا رکھا ہے۔ ہمیں جس کی ضرورت ہے وہ ہے۔ منافع کی آسانیوں کی ترقی، بینکوں میں رقم جمع کرنے کی حوصلہ افزائی، نتیجہ خیز کاموں کو دل میں جما دینے اور قرض کا استعمال اور اس کی حد۔"

قرض دینے کی برائیاں

ان حالات کی تشخیص کرنے پر مہاجنوں کا طریقہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ بلا شبہ وہ قریب رہتا ہے مگر وہ قرض لینے والے کی حماقت اور غریبی سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ دی ہوئی ضمانت کی بہ نسبت قرض لینے والے کی ضرورت کے مطابق زیادہ شرح پر معاملہ ٹھیک کرنے کی طرف جھک جاتا ہے وہ اپنی حسب مرضی حساب لکھتا ہے اور وہ حساب جانچا نہیں جاتا۔ اپنے اسامیوں کی صحیح خدمت ان کا مقصد نہیں ہوتا وہ عموماً رقم، زمین یا زور کے ذریعے متوجہ ہوتا ہے۔

کوآپریٹو سوسائٹیاں

ایسی سوسائٹیاں جو زراعت سے متعلق قرضہ کی سبھی ضروری شرطوں کو بہت اچھی طرح پوری کرتی ہیں وہ ہیں۔ کوآپریٹو سوسائٹیاں اور ایسا ہی عموماً سبھی کاشتکار ملکوں میں مانی گئی ہیں۔ وہ سرمایہ داروں کے ذریعے نہیں بنائی گئی ہیں جو فائدہ اٹھانے کے لالچ سے اپنا سرمایہ لگا دیتے ہیں اور قرض لینے والوں کا کوئی خیال نہ کر کے کاروبار بڑھاتے ہی جاتے ہیں۔ لیکن انھیں بنانے والی لوگوں کی ایک جماعت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ [illegible] کے رہنے والے ہوتے ہیں جو اپنا منافعہ لگا کر دور اندیشی و کفایت شعاری کے ذریعے سرمایہ بڑھا کر پیدا شدہ دولت نفع بخش کاموں کے لئے ادھار لیتے ہیں۔" کفایت شعاری خود اعتمادی اور باہمی امداد ہی اس کے خاص اصول ہیں۔ جماعت کا ہر فرد ایک دوسرے کو دور اندیشی اور

نفع حاصل کرنے کی طرف چلاتا اور اُس کے لئے متاثر کرتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ممبروں کے رسوم اور سماجی عملوں میں اصلاح کرکے اُن کی تعلیم بڑھاکر زرعی وصنعتی طریقوں میں سُدھار پیدا کرکے اُن کا قرض لینا کم کردیتا ہے۔

کام کی تفصیل

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے کاموں کی تفصیل یہ ہے۔ اس صوبے میں ۲۷،۰۰۰ سے زیادہ کسانوں کو قرضہ دینے والی سوسائٹیاں ہیں اور اُن کے ممبروں کی تعداد اور سرمایہ بالترتیب ۲،۱۷،۰۰۰ اور ۱۲،۲۰،۰۰۰ روپیہ ہے۔ ان سوسائٹیوں کا ۶۰ فی صدی سے زیادہ سرمایہ سوسائٹی کا اپنا ہی سرمایہ ہے۔ بالفاظ دیگر یہ حصّہ وجمع شدہ رقم کی صورت میں ممبروں کا منافعہ ہے۔ اگر یہ سوسائٹیاں نہ ہوتی تو یہی رقم یا تو منتشر رہتی یا مہاجنوں کی جیب میں چلی جاتی۔ تقریباً ۱،۴۰۰ ایسی سوسائٹیاں ہیں جو اپنے سرمایے سے کاروبار کررہی ہیں اور ایسے ممبروں کی تعداد بڑھ رہی ہے جن کا اوسط خرچ، اُن کے حصّے اور اُن کی جمع کی ہوئی رقم سے نہیں بڑھتا۔

کچھ دشواریاں

سوسائٹیوں کی راہ میں کچھ دشواریاں ہیں۔ جو اُن کی ترقّی روکتی ہیں۔ مہاجن زیادہ تر کاشتکار کی مالی حالت کی جانچ کئے بغیر ہی انھیں اتنی رقم قرض دیدیتے ہیں جتنی اُنھیں ضرورت ہوتی ہے۔ وہ کاشتکاروں کو غیر نفع بخش کاموں کے لئے بھی قرض دیدیتے ہیں اور یہ قرض کسی وقت بھی ضرورت پڑنے پر دیدیا جاتا ہے۔ قرضہ دینے والی کوآپریٹو سوسائٹیوں میں یہ بات نہیں ہوسکتی یہی وجہ ہے کہ غریب اور جاہل کسان انجام سوچے بغیر کوآپریٹو سوسائٹیوں کی بہ نسبت مہاجنوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ان دشواریوں کے ہوتے ہوئے بھی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے پاس کم شرح سود پر تقریباً ۱½ کروڑ کا سرمایہ ہے اور یہ سوسائٹیاں ۳،۷۱،۰۰۰ سے زیادہ ممبروں کی مالی امداد کرسکتی ہیں۔ زیادہ ترقی نہ ہونے کے باعث کافی سرمائے کی کمی کا ہونا اور مہاجنوں کے ذریعے دلکش لیکن بُرے طریقے استعمال کرنا ہے۔ کئی کمیٹیوں نے یہ رائے دی ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں سے بڑھ کر کاشتکاروں کو قرض دینے کا اور کوئی بہتر انتظام نہیں ہوسکتا زراعت کے لئے مقرر ہونے والے رائل کمیشن نے بھی کہا ہے "کوآپریٹو قرضہ ہی کاشتکاری کو مناسب امداد دینے کا واحد ذریعہ ہے۔"

موزوں وقت

جیسا اوپر بتایا جا چکا ہے، دیہاتوں میں قرض دینے کا بہترین ذریعہ کوآپریٹو سوسائٹیاں ہیں۔ ہماری حکومت کا مستحکم ارادہ سدھار کی حوصلہ افزائی کرنا اور سبھی ذریعوں سے اس تحریک کو آگے بڑھانا ہے۔ وہ سبھی دشواریاں جو اسکی ترقی کی راہ میں اب تک حائل تھیں اب دھیرے دھیرے دور ہورہی ہیں۔ دیہاتوں میں اشاعت تعلیم کی اسکیمیں اصلاح زراعت، گھریلو دستکاریوں کا جاری ہونا، زمینداروں کا دوستانہ سلوک، نئے حق آراضی بل کے ذریعے لوگوں کو موروثی حق ملنا وغیرہ باتیں امداد باہمی کے لئے مناسب فضا تیار کرتی ہیں۔ قرضے کے کئی قانونوں کے بننے کا یہی نتیجہ ہوا ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرنے کا مطالبہ بڑھ گیا ہے۔

کثیر المقاصد سوسائٹیاں

موجودہ موقعوں سے پورا فائدہ اُٹھانے کے لئے محکمے نے تحریک کو اچھی طرح سوچے ہوئے طریقے پر چلانے کی عملی پالیسی اختیار کی ہے۔ ہر گاؤں میں ایک کوآپریٹو بینک یا کثیر المقاصد سوسائٹی قائم کرنے کا پروگرام ہے جو گاؤں بھر کی مالی اور سماجی زندگی اپنے ہاتھ میں لیگی۔ اس طرح کثیر المقاصد سوسائٹی صرف قرض ہی مہیا نہ کرے گی بلکہ وہ اپنے ہاتھوں میں فرخنگی عمدہ کاشتکاری اور زندگی سدھار کے کام بھی رکھے گی حتیّ الامکان ممبروں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی اور گاؤں کا ہر فرد اُس کا ممبر ہوگا۔ قرضہ دینے والی سبھی موجودہ سوسائٹیاں کثیر المقاصد سوسائٹیوں میں تبدیل ہوجائیں گی اور ایسے مقامات پر جہاں غیر قرضہ سوسائٹیاں ہیں یا سوسائٹیاں ہیں ہی نہیں وہاں کثیر المقاصد سوسائٹی یا تو دوسری سوسائٹیوں کو بدل کر بنائی جائیگی یا از سرِ نو قائم کی جائیگی۔ فرخنگی کی پانچ سالہ اسکیم پر عملدرآمد ہورہا ہے اور کثیر المقاصد سوسائٹیاں بھی کافی تعداد میں قائم ہوچکی ہیں۔ ۲،۰۰۰ سے زیادہ نئے بھرتی ہونے والے سپروائزروں کی امداد سے، جو پانچ سال تک ہر سال بھرتی کئے جائیں گے یہ امید کیجاتی ہے کہ یہ تحریک صوبہ بھر کے ۱،۰۵،۶۴۰ دیہاتوں میں سے ۳۵،۰۰۰ دیہاتوں میں پھیل ہوجائیگا۔

صوبجاتی کوآپریٹو بینک

صوبجاتی کوآپریٹو بینک قائم کرنے کے بارے میں حکومت غور کررہی ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ یہ بینک جلد ہی کھل جائیگا جو بینکوں اور سوسائٹیوں کو کم اور طویل میعاد کے لئے قرض دیگا۔ ریزرو بینک کی امداد کے علاوہ صوبجاتی بینک اس قابل ہوگا کہ وہ خود تجارتی جماعتوں سے کاروبار کرسکے گا اور تحریک کو فاضل رقم بھی دے سکے گا جس کی اُسے ضرورت ہوگی۔ قرضہ قانون کے نتیجہ میں مہاجن اپنی نفع کی رقم بیکار پڑی رکھنے یا اُسے کم نفع بخش کاموں میں لگانے کے بجائے سوسائٹیوں میں جمع کرسکتے ہیں جہاں اُنھیں اس رقم پر مناسب سود ملنے کا یقین ہوگا۔ اگر ایسا ہوا، جیسا ہونا چاہئے تو کوآپریٹو سوسائٹیوں کے پاس نئی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے زیادہ رقم بھی تیار رہیگی۔

قرض لینے سے روکنا

کثیر المقاصد سوسائٹیاں دیہاتی قرض کا مسئلہ حل کرنے میں حقیقی امداد بھی دینگی۔ زراعتی اصلاح اور غلّہ فروخت کرنے و زندگی سدھار کے قواعد لوگوں کو بتلانے اور اُن میں صحت و صفائی کے خیالات پیدا کرنے سے وہ سوسائٹیاں لوگوں کو پھر سے قرض لینے سے بچائیں گی نفع بخش قرض کا معقول انتظام کردینے سے یہ سوسائٹیاں قرض کے اسباب دور کردیں گی اور کھیتی کو ایک نفع بخش پیشہ بنادیں گی۔ ممبروں میں کفایت شعاری خود اعتمادی اور مالی و اخلاقی ترقی کا جذبہ پیدا کریں گی۔

یو-پی کے دیہاتوں میں پانی کی اسکیم

از جناب پریم پال گپتا - ایم - ایس-سی (زراعت) ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ، گاؤں سدھار، یو-پی

گاؤں سدھار کے سلسلے میں جہاں اور بہت سی ضروری باتیں ہیں وہاں لکھنؤ کے دیہاتوں میں پانی کے مسئلے کو حل کرنا بھی کچھ کم ضروری نہیں ہے۔

پچھلے برسوں میں پانی کی اسکیم کے لئے محکمہ گاؤں سدھار نے جو روپیہ ضلعوں کو دیا تھا وہ ضلعے کی آبادی کے لحاظ سے بانٹا گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن ضلعوں میں کنواں کھودنے میں زیادہ دشواری ہوتی تھی اُن میں آبادی کم ہونے کے باعث روپیہ بھی کم پہنچا اور جہاں پانی نزدیک اور آسانی سے نکل سکتا تھا وہاں زیادہ آبادی ہونے سے روپیہ بھی زیادہ پہنچ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ منظور شدہ رقم ضلعوں میں ضرورت کے مطابق برابر نہ تقسیم ہو سکی۔

ہمارے صوبے کی زمین کی قدرتی حالت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اس بار صوبے کو تین حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں:-

الف - ترائی:- جہاں پانی زمین کے پاس ہی مل جاتا ہے اور کنوئیں آسانی سے کھود دے جاتے ہیں۔

ب - گنگا جمنا کا میدان:- جہاں پانی کے بہاؤ کی وجہ سے معمولی طور سے مٹی جمع ہو گئی ہے اور کنواں کھودنے میں کوئی خاص دقّت نہیں ہوتی۔

ج - جمنا پار کا حصّہ اور صوبہ متوسط کا پلیٹو اور کمایوں، دہرہ دون وغیرہ } جہاں یا تو کنوئیں کھودے ہی نہیں جا سکتے یا پانی زمین کی سطح سے اتنی نیچائی پر ہے اور زمین کی بناوٹ چٹانی ہونے کی وجہ سے لاگت بھی کئی گنی زیادہ آتی ہے۔

یو-پی کے نقشے میں (جو ساتھ میں دیا گیا ہے) ایسے تین حصّے علیحدہ علیحدہ دکھائے گئے ہیں۔ ان حصوں میں کنوئیں بنوانے کی صحیح لاگت کا مقابلہ کرنا تو مشکل ہے لیکن پھر بھی تجربے سے کہا جا سکتا ہے کہ اندازاً اگر ترائی میں کنواں بنواتے میں ۱: تو میدان میں ۲: اور جمنا پار و کمایوں وغیرہ کے چٹانی علاقے میں ۳: کے حساب سے لاگت لگے گی۔ صرفہ کا یہ اندازہ دعوے کے ساتھ بالکل صحیح تو نہیں کہا جا سکتا لیکن ہر ایک حصّے کے گاؤں سدھار مرکزوں میں جیسا دیکھنے میں آیا ہے اُسی کی بنا پر ایسا مان لیا گیا ہے۔ اس بارے میں اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ صوبے کی زمین کی قدرتی بناوٹ و آبادی دونوں کو مدِّنظر رکھتے ہوئے روپے کا بٹوارہ اس بار ہوا ہے وہ پہلے سے کہیں بہتر ہے۔ زمین کی قدرتی بناوٹ کے لحاظ سے جیسا کہ ہر روز دیکھنے میں آتا ہے، پتہ چلتا ہے کہ ترائی کے مقابلے میں میدان میں رہنے والوں کو کنواں بنوانے میں قریب قریب دوگنا اور جمنا پار یا پہاڑی علاقوں میں رہنے والوں کو قریب قریب تین گنا روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اسی خیال کے پیش نظر میدانی اضلاع میں رہنے والوں کو دوگنی اور چٹانی حصّے میں رہنے والوں کی تین گنی کر دی گئی ہے۔ جبکہ ترائی میں رہنے والوں کی جیسی تھی ویسی ہی چھوڑ دی گئی ہے۔ ہر ایک ضلع کی آبادی کو اس طرح بدل دینے سے ایک نیا ذریعہ حاصل ہو گیا ہے اور اسی کے حساب سے تین لاکھ روپے کی رقم جو حکومت یو-پی نے اس سال محکمہ گاؤں سدھار کو دیہاتوں میں پانی پہنچانے کے لئے دی ہے ضلع وار تقسیم کر دی گئی ہے۔

ذیل کے ٹیبل میں آپ کو اپنے ضلعے کی پانی کی منظوری معلوم ہو سکتی ہے۔ اس میں ہر ایک ضلعے کے سامنے آبادی اور رقم دونوں دی گئی ہیں۔ یہ روپیہ ہر ضلعے کے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کی معرفت صرف ہوگا خواہ وہ پانی پینے کے کنوئیں وغیرہ ہوں یا چھوٹی چھوٹی سینچائی کی اسکیمیں ہوں اور یا کنوؤں میں نل لگوانا ہو۔ گاؤں والوں کو ایسی امداد حسب ذیل شرطوں پر مل سکے گی:-

۱- جتنے بھی کام سرکاری مدد سے ہوں گے اُن پر

صوبہ متحدہ کا نقشہ جس میں کہ قدرتی بناوٹ کے حساب سے ضلعوں کی تقسیم دکھایا گیا ہے۔

کم از کم ایک تہائی اور جہاں تک ہو سکے نصف تک گاؤں والے اپنے چندے سے لگائیں گے خواہ روپے کی شکل میں خواہ محنت مزدوری کی شکل میں۔

۲- جس کام کے لئے روپیہ منظور ہو صرف اسی معاملے میں روپیہ لگے گا۔ دوسرے میں نہیں۔

۳- امداد پہلے ایسے کاموں میں دیجائیگی جو عام ہوں اور کسی ایک فرقے یا ذات سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔

۴- یہ امداد صرف گاؤں سدھار اسکیم کے گاؤں کے لئے نہ ہوگی بلکہ ضلع کے سبھی دیہاتوں کو مل سکے گی۔

— —

یو پی میں جو روپیہ ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کو ۴۰-۱۹۳۹ء میں دیہاتوں میں پانی کی سہولیت کے لئے صوبہ کی حکومت نے دیا ہے اسکی تفصیل درج ذیل ہے۔

علاقے	نام ضلع	آبادی	گنتی	رقم
۱- ترائی کے ضلعے	۱- سہارن پور	۸۳۵,۴۱۶	۱	۳,۲۰۰
	۲- بریلی	۸۷۲,۹۴۰	۱	۳,۳۰۰
	۳- بجنور	۶۴۶,۸۲۷	۱	۲,۵۰۰
	۴- پیلی بھیت	۳۸۵,۲۴۶	۱	۱,۵۰۰
	۵- کھیری	۸۹۸,۸۶۵	۱	۳,۴۰۰
	۶- گورکھپور	۳,۴۰۶,۴۷۸	۱	۱۳,۰۰۰
	۷- بستی	۲,۰۳۸,۵۱۶	۱	۷,۸۰۰
	۸- گونڈہ	۱,۵۰۸,۸۳۳	۱	۵,۷۰۰
	۹- بہرائچ	۱,۰۸۳,۲۲۹	۱	۴,۱۰۰
۲- میدانی ضلعے	۱۰- مظفر نگر	۷۵۹,۹۵۲	۲	۵,۸۰۰
	۱۱- میرٹھ	۱,۳۱۳,۳۲۵	۲	۱۰,۰۰۰
	۱۲- بلند شہر	۹۶۲,۰۱۷	۲	۷,۳۰۰
	۱۳- علی گڈھ	۹۷۲,۸۴۳	۲	۷,۴۰۰
	۱۴- متھرا	۵۳۷,۱۲۷	۲	۴,۱۰۰
	۱۵- آگرہ	۷۵۷,۷۲۴	۲	۵,۸۰۰
	۱۶- مین پوری	۶۹۵,۱۲۹	۲	۵,۳۰۰
	۱۷- ایٹہ	۷۴۶,۳۶۲	۲	۵,۷۰۰
	۱۸- بدایوں	۸۹۰,۶۸۳	۲	۶,۸۰۰
	۱۹- مراد آباد	۹۸۹,۰۶۶	۲	۷,۵۰۰
	۲۰- شاہجہاں پور	۷۸۰,۷۸۷	۲	۶,۰۰۰
	۲۱- فرخ آباد	۷۶۳,۰۵۰	۲	۵,۸۰۰
	۲۲- اٹاوہ	۶۷۳,۲۹۹	۲	۵,۱۰۰
	۲۳- کانپور	۹۵۹,۵۳۲	۲	۷,۳۰۰
	۲۴- فتح پور	۶۵۶,۶۳۶	۲	۵,۰۰۰
	۲۵- الہ آباد	۱,۲۷۷,۷۶۰	۲	۹,۷۰۰
	۲۶- لکھنؤ	۴۸۷,۶۴۲	۲	۳,۷۰۰
	۲۷- اُناؤ	۸۱۲,۹۲۹	۲	۶,۲۰۰
	۲۸- رائے بریلی	۹۳۳,۳۷۷	۲	۷,۱۰۰
	۲۹- سیتاپور	۱,۰۹۳,۵۷۵	۲	۸,۳۰۰
	۳۰- ہردوئی	۱,۰۲۹,۶۱۳	۲	۷,۸۰۰
	۳۱- فیض آباد	۱,۰۹۶,۵۴۷	۲	۸,۴۰۰
	۳۲- سلطان پور	۱,۰۳۹,۹۵۰	۲	۷,۹۰۰
	۳۳- پرتاب گڈھ	۸۸۷,۳۶۱	۲	۶,۸۰۰
	۳۴- بارہ بنکی	۹۹۸,۲۴۵	۲	۷,۶۰۰
	۳۵- بنارس	۸۰۳,۲۲۸	۲	۶,۱۰۰
	۳۶- جونپور	۱,۱۷۱,۱۸۴	۲	۸,۹۰۰
	۳۷- غازی پور	۷۳۴,۵۰۴	۲	۵,۶۰۰
	۳۸- بلیا	۸۳۶,۵۰۴	۲	۶,۴۰۰
	۳۹- اعظم گڈھ	۱,۴۸۶,۱۷۷	۲	۱۱,۳۰۰
۳- جمنا پار پتھریلے ضلعے	۴۰- جھانسی	۵۴۴,۹۸۲	۳	۹,۲۰۰
	۴۱- جالون	۳۷۸,۶۳۳	۳	۴,۳۰۰
	۴۲- ہمیر پور	۴۵۹,۷۰۱	۳	۵,۳۰۰
	۴۳- باندہ	۵۸۲,۱۸۱	۳	۶,۷۰۰
	۴۴- مرزاپور	۷۰۳,۵۷۶	۳	۸,۰۰۰
	۴۵- نینی تال	۲۲۹,۸۲۲	۳	۲,۹۰۰
	۴۶- الموڑہ	۵۶۹,۸۲۲	۳	۶,۸۰۰
	۴۷- گڑھوال	۵۲۷,۰۶۶	۳	۶,۳۰۰
	۴۸- دہرہ دون	۱۶۵,۸۵۵	۳	۲,۳۰۰
		۴۲,۹۶۴,۱۴۲		۳,۰۰,۰۰۰

(نوٹ) مندرجہ اضلاع کو خاص دشواریاں ہونے کے باعث خاص گرانٹ دی گئی ہے: - نینی تال ۳۰۰ - الموڑہ ۳۰۰ - گڑھوال ۳۰۰ - دہرہ دون ۴۰۰ -

امداد باہمی کے ذریعہ گرام سدھار کی ترقی پر ایک مضمون صفحہ ۸ پر شائع ہو رہا ہے۔ اس تصویر میں ایک امداد باہمی کے ذریعہ اپنا کنواں سدھار رہے ہیں۔

پھلدار پودوں کی سردی و گرمی میں حفاظت

(از جناب پرتاب نارائن شرما بی۔ ایس۔ سی۔
ایگریکلچر گورنمنٹ گارڈن آگرہ)

اس بات سے ہر شخص آگاہ ہے کہ پودوں کو دونوں موسموں میں یعنی موسم سرما و موسم گرما میں نقصان پہنچتا ہے۔ لہذا دونوں موسموں میں پیڑوں کی نگرانی ذیل میں لکھے ہوئے طریقوں پر کرنی چاہیئے۔

پہلے ہم سردی کے موسم کے متعلق بتلاتے ہیں اور اس موسم میں کہرہ پڑتا ہے جو ہمارے لگائے ہوئے پودوں کو بجد نقصان پہنچاتا ہے۔ اور مالکان باغات کو بجد پریشانی ہوتی ہے ہم امید کرتے ہیں کہ مالکان باغات ہمارے اس مختصر مضمون کو مطالعہ کر کے ضرور مستفید ہونگے۔

پھلدار پودوں کو سردی سے بچانا

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں کُہرا پڑنے کا زمانہ دسمبر و جنوری ہے بلکہ یوں لکھنا بہتر ہوگا کہ ان مہینوں میں اس قدر سردی پڑنے لگتی ہے کہ سردی کی زیادتی کو ہم کہرہ تصور کرتے ہیں۔ جو مالکان باغات اپنے باغوں میں لگائے ہوئے چھوٹے چھوٹے پودوں کو کہرے کے ظلم سے محفوظ رکھنے کی کوشش نہیں کرتے ان باغبانوں کو یہ کہرا بہت نقصان پہنچاتا ہے یعنی اُن کے باغوں میں لگے ہوئے پودوں کو جلا دیتا ہے۔ لہذا ہم اس سے محفوظ رکھنے کے لیئے کچھ مفید کارروائیوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اور اُمید کرتے ہیں کہ باغبان اس پر عمل کر کے فائدہ اُٹھائیں گے۔

یہ تو ہم اوپر بتلا چکے ہیں کہ میدانی علاقوں میں کہرا دسمبر۔ جنوری اور فروری میں کچھ دن تک پڑتا ہے۔ اس وقت سردی کی حالت کا اندازہ ہم کو خود بھی محسوس ہو جاتا ہے لیکن صحیح اندازہ ایک آلہ کے ذریعہ چلتا ہے جس کو تھرمامیٹر کہتے ہیں جس وقت یہ آلہ درجہ حرارت ۳۲° فارن ہائٹ بتلاتا ہے تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ سردی اس پیمانہ پر پہنچ چکی ہے جس پر ہم کو پیڑوں کو محفوظ رکھنے کے لئے توجہ دلائی گئی ہے۔ سردی کی زیادتی یا کہرہ اُن جاندار چیزوں کو جو تندرستی کے لحاظ سے حقیقتاً کمزور ہوں جلد نقصان پہنچاتا ہے۔ لہذا ہر مالکان باغات موسم سرما میں کمزور پودوں کو موت کا شکار ہوتے ہوئے ضرور دیکھتے ہونگے۔ پودوں کا کمزور ہونا کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اس کا اظہار اس طرح پر ہوتا ہے کہ پیڑ کا بڑھنا کمزوری کے ساتھ ہوتا ہے۔ کُہرا پڑنے کے وقت تک پودوں کی شاخیں مضبوط نہیں ہونے پاتیں اور کُہرا اُن نئی شاخوں کو جو بالکل ملائم ہوتی ہیں جلا دیتا ہے۔ اس کے علاوہ خاص کر اُس باغیچہ کے پودے بھی جن میں کہرا پڑنے کے زمانے میں پانی کی دشواری ہو کہرے کے ظلم سے بھسم ہو جاتے ہیں۔ ان کارروائیوں کو بتلانے سے پہلے ہم یہ بھی بتلا دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ کچھ درخت ایسے بھی ہیں جن پر کُہرا اثر نہیں کرتا۔ یہ وہ درخت ہیں جو کہ قدرتاً کہرا پڑنے کے دنوں میں اپنی پتیاں گرا دیتے ہیں۔ اور ننگے ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے قیافے سے یہ خیال کرتا ہوں کہ بعض بعض باغبان یہ ضرور سمجھتے ہونگے کہ پیڑ مر چلا لیکن ایسے پیڑوں کے لیئے پتیوں کا گرنا ہی کہرے سے بچنا ہے۔ ہر باغبان کو ایسے پیڑوں کی طرف سے کہرا پڑنے کے زمانے میں بے فکر رہنا چاہیئے۔ مثلاً ناسپاتی۔ آلوچہ۔ آڑو۔ فالسہ۔ انار۔ انگور وغیرہ لیکن سدا بہار پیڑ

پودے کا بچاؤ۔ (۱) چھت کی ٹٹی (۲) اُتر طرف کی ٹٹی۔ (۳) پچھم کی طرف کی ٹٹی نقطہ دار لائن لکڑی ہے جس پر ٹٹی کا چوتھا کونا روکا جاتا ہے پورب اور دکھن بالکل کھلے ہوئے ہیں۔

آم۔ جامن۔ امرود۔ کیلہ۔ پپیتا۔ اور ترشاوے اگر عمل نہ کیا جائے تو جل جائیں گے۔

ہمارے آس پاس کے ضلع میں مالکان آموں کے بہت شائق ہیں اپنے باغوں میں کثرت سے لگاتے ہیں۔ لہذا آموں کے متعلق بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سہارنپور ریسرچ کیا گیا اور وہ اقسام آم معلوم کر لی گئیں جن پر کہرا اثر کم کرتا ہے وہ یہ ہیں۔ گوپال بھوگ یا لنگڑا۔ بمبئی گرین۔ کلکتہ آمن۔ چکنہ۔ فیض آم فقیر والا گولا۔ ہاتھی جھول۔ کچا مٹھا۔ گکریئے کھیاریہ۔ کتنہ۔ لمبا بہادریہ۔ نجیب آباد۔ ناسپا نایاب۔ سیندرویہ۔ سالمی بندہ۔ سنگا پوری۔ شاہ۔ سرخہ۔ اشال کرٹ وغیرہ۔

کارروائیاں

پیڑوں کا شمار جاندار جنس میں ہے۔ اور ان کی پرورش بالکل انسانی پرورش سے ملتی جلتی جس طرح انسان کسی محفوظ جگہ میں پہنچکر ٹھنڈ سے بچتا ہے اور ٹھنڈی ہوا سے بچنے کے لیئے روک لگاتا ہے۔

لیکن پھر بھی وہ دھوپ اور ہوا کو حاصل کرنے کی تمنا رکھتا ہے یعنی دُھوپ اور ہوا زندگی کے لئے ضروری

اسی طرح پودے کو ٹٹیاں پھوس کی بنا کر و لگا کر بچایا ہے ۔ جس وقت تک یہ غور نہیں کیا گیا تھا کہ پیڑ کے لئے بھی ہوا اور دھوپ از حد ضروری ہیں اُس وقت پیڑ کو سردی سے بچانے کے لئے سب طرف سے بند کر دیا جاتا تھا ۔ لیکن یہ عمل غلط ثابت ہوا اور اس میں ترمیم کی گئی ۔ اب جو پیڑ کو سردی سے بچانے کا طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ ہر پودے کے لئے صرف تین ٹٹیاں معمولی پھوس وغیرہ کی اُس کی اونچائی اور پھیلاؤ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے تیار کی جاتی ہیں ۔ ایک ٹٹی مغرب کی طرف دوسری شمال کی طرف ایک دوسرے سے زاویہ قائمہ بنائی ہوئی لگاتے ہیں اور تیسری ٹٹی اِن دونوں ٹٹیوں پر اس طرح رکھی جاتی ہے کہ اِس ٹٹی کے تینوں سرے ٹٹیون پر پڑے اور چوتھا سرا کسی تیلی (لکڑی) گاڑ کر باندھ دیا جاوے یہ اوپر کی ٹٹی مانند چھت کے معلوم ہوگی ۔ اب پیڑ صرف مشرق و جنوب کی طرف سے کھلا ہے یعنی وہ اطراف جدھر سے سردی کا اثر ہوا کرتا ہے بند ہیں اور وہ اطراف جدھر سے دھوپ و ہوا پودے کو پہنچ رہی ہے کھلی ہیں ۔ کیونکہ نئے باغات لگانے کا وقت آچکا ہے اس لئے مالکانِ باغات وہ اقسام لگائیں جو کُہر سے کو برداشت کر سکیں ۔ اور کُہر اپڑنے کے وقت سے پہلے ٹٹیوں کو ہمارے لکھے ہوئے طریقوں پر باندھ دیں ۔ اس کے علاوہ ایک بہت آسان طریقہ اور بھی درج کرتے ہیں کہ رات کے وقت جب سردی زیادہ ہو اور کُہرا پڑنے کا خطرہ ہو تو پیشتر سے باغیچہ میں کوڑے کے چھوٹے چھوٹے ڈھیر جگہ بہ جگہ لگا دینا چاہئے اور اُنکو اُس رات کو سُلگا دینا چاہئے ۔ ایسا کرنے سے دھواں پودوں کو ڈھک لے گا ۔ اور کُہر سے کا اثر نہ ہونے دے گا ۔

پھلدار پودوں کو گرمی سے بچانا

قدرتِ خدا نے جو کچھ بھی اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے وہ سب کارآمد ہیں جن میں سے سردی و گرمی بھی خاص خاص چیزیں ہیں جس طرح ہر چیز کی زیادتی خرابی پیدا کرتی ہے اسی طرح گرمی و سردی کی زیادتی بھی نقصان پہنچاتی ہے ۔ سردی کی زیادتی کے نقصان سے تو مالکانِ باغات بعد مطالعہ اچھی طرح واقف ہو جائیں گے ۔

اب ہم یہ بتلاتے ہیں کہ گرمی کی زیادتی بھی ہمارے لگائے ہوئے پودوں کو نقصان پہنچاتی ہے ۔ گرمی کا موسم ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں ماہ مارچ سے شروع ہو کر اخیر جون تک رہتا ہے ۔ یہ تو سب جانتے ہیں گرمی دن بدن بڑھتی جاتی ہے ۔ اور ایک وہ زمانہ آجاتا ہے کہ گرمی سے ہر جاندار چیز پناہ مانگتی ہے ۔ در و دیوار تپنے لگتے ہیں ۔ ہوا اس قدر گرم ہو جاتی ہے کہ لُو کہلانے لگتی ہے اور ہر مالکان باغات ہر سال تھوڑے بہت پودے اِس کے بھی نظر کر دیتے ہیں ۔

گرمی ہم کو سورج سے ملتی ہے ۔ سورج کی شعائیں ہر چیز کو گرم کرتی ہیں ۔ جب سورج کی شعائیں پودے کے تنے پر پڑتی ہیں تو اِسکا درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے ۔ اور درخت کے اُس حصّے کی چھال جس پر شعائیں پڑتی ہیں خشک ہو کر اُترنے لگتی ہے ۔ اور پودے میں گوند سا رسنا شروع ہو جاتا ہے ۔ سورج کی شعاؤں کا اثر اُس پہلو پر زیادہ ہوتا ہے جدھر دھوپ زیادہ لگتی ہے ۔ یہ بات تجربہ میں آئی ہے کہ جنوب و جنوب مغرب کی طرف زیادہ شعائیں پڑتی ہیں ۔ اس لئے اِن اطراف میں تنے کا ننگا ہونا مضر ہوتا ہے ۔ اگر تنے پر اُس کی شاخوں کا سایہ نہ ہو تو گرمی کے ایام میں تنوں کو پھوس سے ڈھک دینا چاہئے ۔ درختوں کو کاٹ چھانٹ کے وقت اُن کی اِس طرح کاٹ چھانٹ کی جاوے کہ وہ جنوب و مغرب کی طرف اس قدر شاخیں بنائیں کہ تنے پر شاخوں کا سایہ ہو ۔ ہم اوپر یہ بتلا چکے ہیں کہ سورج کی تیز شعائیں ہوا کو اس قدر گرم کر دیتی ہیں کہ وہ لُو کہلانے لگتی ہے ۔ اور لُو سے بچانے کے لئے بھی ٹٹیوں کا طریقہ اُسی طرح ہونا بہتر ہے جس طرح موسم سرما میں ٹٹیوں سے پودے کی حفاظت کے متعلق بتایا جا چکا ہے ۔ سورج کی تیز شعاؤں سے پودوں کے علاوہ پھلوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے ۔ حرارت زدہ پھل کے چھلکے پر خاکی رنگ کے داغ پڑ جاتے ہیں پھل کے حرارت زدہ حصّہ کی نشو و نما یا تو بالکل بند ہو جاتی ہے یا بہت سست ہو جاتی ہے ۔ اور پھل کی شکل خراب ہو جاتی ہے ۔ اِس قسم کے پھل دیکھنے میں بھدّے اور بدشکل نظر آتے ہیں ۔ اور ان کی قیمت بھی بہت کم رہ جاتی ہے اکثر تاجر لوگ ان پھلوں کو بیماری پیدا کرنے والے سمجھتے ہیں یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ درختوں کے جنوب و مغرب حصص پر جو پھل لگتے ہیں وہ گرمی کی زیادتی سے خراب پھل ہو جاتے ہیں ۔ اوپر لکھی ہوئی علامات اُن میں موجود ہوتی ہیں ۔ پھلوں کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لئے درخت کے پھیلاؤ کے درمیانی حصّے کو کاٹ چھانٹ کر کے ہلکا کر دیا جاوے ۔ کہ پھل اندر کو لگیں ۔ جو پھل اندر کو لگتے ہیں وہ دیکھنے میں بہ نسبت باہر لگے ہوئے پھلوں کے اور خاصکر پیڑ کے جنوب و مغرب والے حصّے میں لگے ہوئے پھلوں سے اچھے ہوتے ہیں ۔

ہل کا پیغام

از شریمتی تارا پانڈے

لایا نیا پیغام ہل !
دے رہا بچھڑے ہوں کو ،
زندگی میں پیار کا بل !
ہاتھ ہوں مضبوط
توڑیں قید کی سب بیڑیاں ۔
ہو ہمیں خود اپنا بل !

گاؤں ہوں آباد
دیکھیں ہم خوشی کی وہ گھڑی ۔
زندہ رہیں رہے زندہ دِل !
پال کر مدھو مکھیاں
میٹھا شہد ہم کھائیں گے ۔
محنت کریں پائیں گے پھل !

کوآپریٹو سوسائٹیوں کی معرفت غلّہ کی خرید و فروخت

(از جناب اسرار النبی انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز - بارہ بنکی)

یوں تو ہمارے کسان بھائیوں کو اپنی گذر اوقات میں طرح طرح کی دقتوں اور مصیبتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے مگر غلّہ کے فروخت کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اُن کی مالی دقتوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس میں شبہ نہیں ہے کہ اگر غلّہ کے فروخت کا معقول انتظام ہو جائے تو ان کی مالی حالت یقینی طور پر ترقی کر جائے گی۔

کسان کی زندگی گویا ایک دُکھ درد کی کہانی ہے۔ تخم ریزی یعنی بوائی کا وقت آیا اور اس کی فکر اور پریشانی شروع ہوئی۔

بیج مہیا کرنے میں مارا مارا پھرا۔ پھر جیسا بھلا بُرا بیج بنیا یا مہاجن سے مل سکا ڈیوڑھے پر لیکر کسی نہ کسی طرح کام چلایا۔ صبح سے شام تک بیچارے نے اپنی جورو اور لڑکوں کی مدد سے جوتائی اور بوائی کی۔ اگر سینچائی کا معقول انتظام ہوا تو خیر۔ نہیں تو بیچارے کی نظر آسمان پر جمی رہتی ہے۔ ایک ٹکڑا بادل کا اُمید کی لہر دوڑا دیتا ہے۔ پھر ہوا مخالف امیدوں پر پانی ڈال جاتی ہے۔ کچے کنوئے اور تالابوں سے پانی کھینچ کر کسی نہ کسی طرح فصل تیار کر لیا تو پھر بھی سماوی آفات کا بے بسی کی حالت میں شکار ہو جانے کا اندیشہ باقی رہا۔ پتھر۔ پالا۔ بے موقع بارش وغیرہ سبھی چیزیں اس کی تمام محنت اور مشقت کو ایک لمحہ میں برباد کر دینے کے لئے کافی ہیں۔

خدا کی مہربانی سے اگر ان بلاؤں سے بچ گیا تو فصل کاٹنے کا انتظام شروع کیا۔ اکثر فصل کٹنا شروع بھی نہیں ہوتے پاتی کہ تقاضے شروع ہو جاتے ہیں بعض زمیندار اور مہاجن کھڑی فصل پر ہی پہرہ بٹھا دیتے ہیں۔ اور کسان مجبور ہو جاتا ہے کہ غلّہ جس دام پر بھی بکے اونے پونے بیچ دے اور ان لوگوں کے مطالبات ادا کر دے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی ساری محنت کا پھل جو کسان کے ہاتھ لگتا ہے وہ نوٹ کی کھسوٹی شکل میں ہوتا ہے۔

اگر یہیں پر اس کی مصیبتیں اور پریشانیاں ختم ہو گئی ہوتیں تو بھی غنیمت تھا۔ مگر نہیں اُس بیچارے کو پھر از سر نو اسی چکر میں پڑ جانا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ فوراً ہی دوسری فصل کی تیاری میں لگ جاتا ہے اور اسی طرح یہ پریشانیوں اور مصیبتوں کا پہیہ گھوم گھوم کر اس کی مصیبت زدہ زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ خود کسان اس کا جواب دیگا کہ خدا کی مرضی یا کرم کا بھوگ۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ جواب قریب قریب صحیح بھی ہے۔ کیونکہ سماوی آفات پر تو انسان کا کوئی قابو نہیں ہے۔ اب رہا کرم کی سزا۔ یہ بھی ایک حد تک درست ہے کیونکہ خدا نے یہ تو کبھی منع نہیں کیا کہ آدمی کچھ لکھنا پڑھنا نہ سیکھے اور اپنی حالت خود سدھارنے کی کوشش نہ کرے۔ لہذا اگر اس میں کوتاہی ہوئی تو یقیناً اپنے فعل یا کرم کی سزا بھگتنا ہوگا۔ بہر حال یہ ماننا پڑے گا کہ کسان کی تباہی کے خاص وجوہات یہ ہیں۔

(۱) جہالت (۲) غریبی (۳) زبردست اور خوشحال لوگوں کی بے توجہی اور زبردستی یا ظلم اب غلّہ کی فروخت ہی میں دیکھئے۔ کسان اپنی غریبی کی وجہ سے مجبور ہے کہ اپنا غلّہ روک نہیں سکتا۔ اس کی سادگی جہالت اور بے بسی اُسے مجبور کرتی ہے کہ جو کچھ زیادتی اس کی جائیں خاموشی سے برداشت کرے۔ اگر آڑھت کے غلّہ کی تول یا بھاؤ میں کوئی چالبازی کی جائے تو وہ بیچارہ خواہ اپنی سادگی خواہ خود کی وجہ سے چوں نہیں کر سکتا۔ اُس کے پاس عام طور پر کوئی گاڑی یا ذریعہ باربرداری نہیں ہوتا کہ اپنا غلّہ اچھی منڈی میں لیجائے اور اگر وہ کسی طرح اپنا غلّہ لیکر منڈی میں پہنچ بھی جاتا ہے تو وہاں پہنچکر بیچارہ بوکھلا جاتا آڑھتیوں کے آدمی اس کو بہکا کر، پھسلا کر اور کچھ دھمکا کر دھوکا دے لیتے ہیں۔ اور وہ غریب جب گاؤں کو واپس ہوتا ہے تو یہ سوچتا ہے کہ اگر گاؤں ہی میں اپنا سودا کر لیا ہوتا تو غالباً بہتر ہوتا۔

کسان کی ان تمام دقتوں، مصیبتوں نیز پریشانیوں کے دور کرنے کا ایک اور صرف ایک علاج۔ ایکو سنگٹھن ہے۔

کسان کو ایک ایسے سنگٹھن یا سبھا کی ضرورت ہے جس کے ذریعے سے اس کو اچھے قسم کا اور کھاد وغیرہ مل سکے، جو اس کی مالی دقتوں کو دور کر سکے، جو اس بات کا انتظام کر سکے کہ اس کا غلّہ اچھے بھاؤ پر بکے۔ اور جو اس کو کاروباری بنا سکے۔ اور ایسی سبھا سوائے ایک سہکاری یعنی جماعت امداد باہمی کے اور کوئی نہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تک کسان نہ سمجھے کہ ایسی سبھا کس طرح پر کام کر اسکو کیسے چلایا جا سکتا ہے اور اس کے کیا ہونگے ایسی سبھائیں کیونکر قائم ہو سکیں گی پر سرکاری امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی ہے کہ آرگنائزر یعنی پرچارک یا ا

کرنے والے مقرر کئے جائیں۔ ہمارے صوبہ کی گورنمنٹ نے حال میں ایک کافی رقم غلہ وغیرہ کی خرید فروخت کے انتظام کے لئے منظور کردی ہے۔ اور بہت سے آرگنائیزر اور سپروائیزر اس کام کے لئے مقرر کئے جارہے ہیں کام اس طرح پر شروع کیا جائے گا کہ سب سے پہلے آرگنائیزر یعنی پرچارک دیہاتوں کا دورہ کرینگے اور کسانوں سے مل کر ان کو غلہ کی خرید و فروخت کی سوسائٹی یا سبھاؤں کے قاعدے اور منشا سمجھائیں گے کہ ان سبھاؤں سے کس طرح پر ان کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

جب کسانوں میں سبھا قائم کرنے کا کافی شوق پیدا ہوجائے گا تو سوسائٹی کی رجسٹری کرانے کے لئے مناسب کارروائی کیجائیگی۔

جس وقت دس پندرہ گاؤں میں ایسی سوسائٹیاں بن جائیں گی تو ایک یونین قائم کردیجائے گی جس کی نگرانی اور انتظام میں یہ سوسائٹیاں کام کریں گی۔ اور آرگنائزر اس حلقہ کا سپروائزر ہوجائے گا۔ اس طرح جب ضلع کے اندر کئی یونین قائم ہوجائیں گی تو ساتھ ہی ساتھ ضلع کے صدر مقام پر ایک بڑی سوسائٹی قائم کردیجائے گی جو کہ ضلع بھر کے کام کی نگرانی اور انتظام کی ذمہ دار ہوگی۔ اس سنٹرل یا بڑی سوسائٹی کے خاص خاص مقصد یہ ہوں گے۔ (۱) غلہ کی خرید و فروخت کے لئے سرمایہ حاصل کرنا۔ (۲) چھوٹی سوسائٹیوں اور یونین کے کاروبار کی نگرانی کا انتظام کرنا۔ (۳) گودام بنوانا (۴) غلہ کو صاف کروانا اور تھوک فروخت کا معقول انتظام کرنا (۵) یونین اور سوسائٹیوں کی معرفت کاشتکاروں کے لئے عمدہ بیج اور کھاد مہیّا کرنا۔

تمام کاروبار نیچے لکھے ہوئے طریقہ پر چلیگا

ہر چھوٹی سوسائٹی میں ایک پنچایت تین یا پانچ یا سات پنچوں کی ہوگی جن کو کاشتکار منتخب کریں گے۔ اس میں سے ایک پنچ حلقہ کی یونین میں سوسائٹی کی طرف سے نمائندہ ہوگا اور ہر یونین اپنا ایک نمائندہ سنٹرل سوسائٹی کے لئے نامزد کرے گی۔

اس طرح پر نیچے سے لیکر اوپر تک جتنے انتظامات ہوں گے اُن میں کاشتکار کو دخل ہوگا۔ چھوٹی سوسائٹی تخم ریزی یعنی بوائی کے وقت کے کافی پہلے سے اپنے ممبران یعنی کسانوں سے دریافت کرکے ایک فہرست تیار کراویگی جس سے معلوم ہوگا کہ کس قسم کا اور کتنا بیج ممبران کو درکار ہوگا۔ یہ فہرست سپروائیزر کی معرفت یونین بھیجدی جائے گی۔ یونین اپنے حلقہ کی تمام سوسائٹیوں کا خلاصہ یکجائی تیار کرکے سنٹرل سوسائٹی کو بھیجدیگی۔ اور سنٹرل سوسائٹی فوراً بیج اور کھاد ضرورت کے مطابق محکمہ زراعت کی معرفت یا دیگر ذریعہ سے حاصل کرکے یونین اور سوسائٹیوں کے پاس بھجوادے گی۔

جب فصل تیار ہونے کے قریب ہوگی تو پھر ہر سوسائٹی اپنے ممبران سے دریافت کرکے تخمینہ تیار کریگی کہ کس قدر اور کس قسم کا غلہ ہر سوسائٹی کی معرفت فروخت کرے گا۔ اور یہ فہرست بھی یونین کو بھیجدیجائیگی اور یونین ایک یکجائی خلاصہ تیار کرکے صدر سنٹرل سوسائٹی کے پاس بھیجدیگی۔ سنٹرل سوسائٹی بڑے بڑے تاجروں سے معاملہ کریگی اور ساتھ ہی ساتھ اس کی بھی کوشش کرے گی کہ محکمہ جیل۔ ریلوے۔ ملوں اور اسی طرح کے دوسرے خریداروں سے غلہ مہیا کرنے کا ٹھیکہ حاصل کرے۔

سنٹرل سوسائٹی بڑی بڑی منڈیوں اور مقامی منڈیوں کے شرح اور بھاؤ منگاویگی اور یونین اور سوسائٹیوں کو باخبر رکھے گی۔

عام طور پر کاشتکار تین طریقوں پر سوسائٹی سے کاروبار رکھیں گے۔

بہت سے ایسے کاشتکار ہوں گے جو یہ چاہیں گے کہ اُن کے غلہ کی ضمانت پر اُن کو کچھ روپیہ دیدیا جائے تاکہ وہ لگان یا مہاجن کا قرض چکادیں اور جس وقت بھاؤ اونچا ہو رکھا غلہ فروخت کیا جائے۔

بہت سے کاشتکار اس کو پسند کریں گے کہ گاؤں کے بھاؤ پر سوسائٹی اُن کا غلہ خرید لے اور فروخت ہوجانے پر وہ نفع و نقصان میں سوسائٹی کے شریک ہوں۔

چند خوشحال کاشتکار اپنا غلہ سوسائٹی کی فت کمیشن دیکر نفع کے ساتھ فروخت کرنے کے لئے بھی تیار ہوں گے۔

بہر حال ان تینوں طریقوں سے سوسائٹی کاروبار کر سکے گی۔ اور تینوں طریقوں سے کاشتکار کو کافی فائدہ پہنچنے کی اُمید ہے۔

خرید و فروخت کے معاملہ میں مشورہ اور امداد کے لئے سرکاری عملہ بھی تعینات رہیگا۔ ہر ضلع میں کم از کم ایک انسپکٹر محکمہ کوا پریٹو سوسائٹی یعنی امداد باہمی تعینات رہتے ہیں وہ اس قسم کی سوسائٹیوں کے بنانے میں ہر ممکن امداد دیں گے۔

ہر شخص جس کو کسانوں کی حالت پر ترس آتا ہے۔ قومی خدمت کرنے والے صاحبان زمیندار صاحبان۔ اور خود کسان بھائیوں کو اس اسکیم کی طرف توجہ دینا چاہئے تاکہ اس سے صحیح اور پورا فائدہ اُٹھایا جائے۔

ہمدرد

(از جناب سید برکت علی شاہ گوشہ نشین)

مطلب کا جو تو یار ہے ہمدرد نہیں ہے — مکار ہے عیار ہے ہمدرد نہیں ہے
گلزار جہاں میں ہے اگر موجب ایذا — تو خار پُر آزار ہے ہمدرد نہیں ہے
گر تیرے قدم اُٹھتے نہیں بہر عیادت — ہمدردی سے بیزار ہے ہمدرد نہیں ہے
محروم ہے دل تیرا اگر حُبّ وطن سے — تو صورت مُردار ہے ہمدرد نہیں ہے
گر خوان یہ غیروں سے تری آنکھ لگی ہے — تو وحشی پُر خار ہے ہمدرد نہیں ہے
بے خدمت انسان سے اگر گوشہ نشیں دور — بے عطر وہ عطار ہے ہمدرد نہیں ہے

مقدمہ بازی

(از جناب ٹھاکر جگدیش سنگھ)

وقت بدلتا رہتا ہے۔ کبھی کوئی ترقی کے بام پر ہے تو کبھی تنزلی کے گہرے گڑھے میں ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جس ملک میں جتنا ہی باہمی تعاون ہے وہ اتنی ہی ترقی پر ہے۔ ہندوستان کی تنزلی کے جہاں اور بہت سے اسباب موجود ہیں وہاں مقدمے بازی کا بھی خاص درجہ ہے۔ اس نے ایسی خوفناک شکل اختیار کر لی ہے کہ آپس میں ترک تعاون ہی نہیں ہے بلکہ خواہ مخواہ خرچ بھی بڑھ گیا ہے۔ دونوں وقت پیٹ بھر کھانا نہ ملے۔ بچوں کو تعلیم نہ ملے، دودھ کی جگہ مٹھا بھی نہ ملے، بیمار چاہے دوا بغیر مر ہی جائے۔ مگر مقدمہ کے بغیر سب ضروری خرچ کم کرکے، قرض لیکر جائداد رہن یا بیع کرکے، روپے کا انتظام ضرور کرنا پڑتا ہے۔ اگر روٹی دال ہی کا خرچ ہو تو ہماری کمزور زمین ہیں اب بھی بھوکا نہیں رکھ سکتی۔

پُرانے زمانے میں ہر کنبے میں ایک بزرگ ہوتا تھا جس کے حکم کے مطابق اور لوگ کام کرتے تھے۔ ہر کنبے سے بزرگ لوگ جمع ہوکر ۳، ۵ یا ۷ آدمیوں کی ایک پنچایت بناتے تھے اور آپس کے جھگڑے اسی پنچایت کے سامنے پیش کرتے تھے۔ یہ پنچ پرمیشور کہے جاتے تھے یہ پنچایت ملک، وقت اور شخصیت کے مطابق اپنی رائے ظاہر کرتی تھی اور سب کو اس پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ اس پر عمل نہ کرنے والا سماجی سزا کا مستوجب ہوتا تھا لیکن موجودہ وقت میں اس کی اہمیت لوگ بھول گئے اور اپنی و ملک کی دولت برباد کر رہے ہیں۔ اس سے لوگوں کا قومی زوال ہو رہا ہے۔

مقدمے بازی کا آپس میں فیصلہ نہ کر لینے کے باعث ہماری غریبی بڑھتی جا رہی ہے ایک تو زمین نے یونہی پیداوار کم کر دی ہے۔ دوسرے لوگوں کے پاس جو رقم اکٹھی ہوتی ہے وہ مقدمے بازی میں اُڑتی جا رہی ہے۔ کبھی کورٹ فیس کے لئے روپے کی ضرورت ہے۔ تو کبھی وکیل یا مختار صاحب کی فیس دینی ہے۔ یہاں تک کہ قدم قدم پر روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے۔ یہ کیوں؟ اسلئے کہ ہم میں بیوقوفی سا گئی ہے، ہم میل ملاپ اور امداد باہمی کی اہمیت بھول گئے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس بات کی خبر نہیں ہے کہ روپیہ اس قدر صرف ہو رہا ہے۔ کل نہ جانے کیا فیصلہ ہوگا؟ ہارینگے یا جیتیں گے؟ یہ مثل کہ "جو جیتا وہ ہارا جو ہارا وہ مرا" حرف بہ حرف صحیح ہوتی ہے۔ اس نتنے میں جو جیتتا ہے وہ بھی ہارنے ہی کے برابر ہے۔ کیونکہ جس فائدے کے لئے مقدمے بازی کی جاتی ہے اُس میں نہ صرف ایک بہت بڑی محفوظ رقم ہی صرف ہوتی ہے بلکہ آئندہ کے لئے قرضے کا بار سر پر لد جاتا ہے۔

مقدمے بازی کے باعث بہت سی زمین بنجر ہوتی جاتی ہے کیونکہ اس کا خاص سبب کھیت ہی ہوا کرتے ہیں۔ کوئی اپنے حصے کے لئے تو کوئی بیدڑ ہیں جوتنے کے سبب۔ ایسی حالت میں زمین پرتی پڑ جاتی ہے۔ گھر کا کام کاج چھوڑ کر عدالت میں دوڑنا پڑتا ہے وکیلوں اور مختاروں کے آگے گڑگڑانا پڑتا ہے اور گواہوں کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ ایسی حالت میں جب ہمارے پاس وقت ہی نہیں ہے تو کھیتی کیونکر ہو؟ ان پریشانیوں کے علاوہ مقدمے بازی کی جو گانٹھ دل میں پڑ جاتی ہے وہ روز بروز باہمی کشیدگی سے پختہ ہوتی جاتی ہے اور ایک دوسرے کی جان کے خواہاں ہو جاتے ہیں۔

یہ عدالتی لڑائی اُس وقت دور ہو سکتی ہے جب مذکورہ بالا قدیم زمانے کی پھر باہمی رواداری ہو اور اپنے بڑوں کی ایک ایک پنچایت قائم کریں اس پنچایت کی رجسٹری کو آپریٹو سوسائٹیز ایکٹ کے مطابق کرائی جائے جس سے نگرانی و جانچ کے لئے حکومت ذمہ دار ہو اور جرمانہ بقایا لگان کی طرح وصول کرا دے۔ سرکاری مشورہ مفت ملے گا لیکن حکومت انتظام میں دخل نہ دے گی۔ گاؤں کے پنچ اصلی معاملے سے واقف ہونے کے باعث فیصلہ مناسب ہی کرتے ہیں۔ جھوٹے مقدمے کی گنجائش نہیں اور نہ کسی پر ناجائز دباؤ پڑتا ہے ہماری گورنمنٹ نے پُرانی پنچایتوں کا طریقہ پھر سے رائج کرنے کے لئے کئی دیہاتوں کے درمیان ایک پنچایت قائم کر رکھی ہے اور اُن کے پنچوں کو خاص اختیارات بھی دے رکھے ہیں تاکہ اُن کے فیصلہ کی کوئی خلاف ورزی نہ کرے۔ ان سرکاری اور کو اپریٹو پنچائتوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ اُن کے پنچوں کو حکومت ہی مقرر کرتی ہے اور ہٹاتی ہے لیکن کو آپریٹو پنچایت خود ہی اپنے پنچ چُننے گی اور خود ہی نکالیگی۔ کو آپریٹو پنچایت کا مقصد لوگوں میں اپنی مدد آپ کرنے کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ اسلئے ہماری نجات اسی میں ہے کہ باہمی تعاون رکھیں، مقدمے بازی کی عادت بد کو چھوڑیں اپنے مقدمے اس وقت تک عدالت میں نہ لیجائیں جب تک پنچایت اجازت نہ دیدے۔ اگر اس کے خلاف کوئی کارروائی کرے تو اُسے سزا دیجائے اس کے علاوہ دیہاتی بیرسٹروں سے درخواست ہے کہ وہ اس نیک کام میں مدد کریں۔ جن لوگوں کو بغیر کچہری کے کنوئیں کا پانی پئے بغیر کھانا نہیں ہضم ہوتا انھیں بھی اپنے اوپر اور اپنے غریب ملک پر رحم کرنا چاہیئے۔

یو۔پی کا قانون قبضۂ آراضی

ازجناب سیتلا سہائے

حال ہی میں حکومت یو۔پی نے یو پی کے کسانوں کے لئے آراضی سے متعلق ایک نیا قانون بنایا ہے جو گورنر صاحب کی دستخط کے بعد اب اس صوبے میں نافذ کر دیا گیا ہے۔

اس قانون میں ۲۹۲ دفعات ہیں۔ اور کسان و کاشتکاری سے تعلق رکھنے والی قریب قریب سبھی باتیں آگئی ہیں جنکا مفصل ذکر ایک مضمون میں ناممکن ہے۔

اس مضمون میں چند اہم باتوں ہی کا ذکر کیا جائیگا۔ لیکن اتنا بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اِس قانون کے نافذ ہونے پر بیشتر کسانوں کو مورو ثی حق ملے گا۔ سیر کی بہت سی زمین کے شکمی کاشتکار مورو ثی ہو جائینگے۔ نذر نذرانہ بیجا وصولیابی اور بیگار قانوناً ممنوع قرار دیدیجائے گی۔ کسان اپنی جوت پر باغ لگا سکیں گے۔ بیدخلی کے اندیشے کم ہو جائیں گے۔

قبضہ آراضی کا نیا قانون جسے ابھی حکومت یو پی نے پاس کیا ہے اور جو بعد منظوری وائسرائے ہند نافذ ہوگا۔ ۱۹۳۹ء کا ممالک متحدہ قانون قبضہ آراضی کہلایا گیا ہے۔ چند خاص جگہوں کے علاوہ جنکا ذکر اس قانون کی تمہید میں کر دیا گیا ہے۔ یہ قانون سارے صوبے میں نافذ ہوگا۔ اودھ کا قانون لگان منسوخ کر دیا گیا ہے اور اودھ و آگرہ دونوں جگہ یہی قانون نافذ ہوگا۔

کسانوں کا سیر میں موروثی حق

آگرہ اور اودھ دونوں میں ابھی تک سیر کی زمین کئی قسموں کی ہوتی ہے جنکا ذکر قبضہ قانون آراضی آگرہ کی دفعہ ۴ اور قانون اودھ کی دفعہ ۴۳ میں کیا گیا ہے آگرے میں دفعہ ۴ میں ۵ قسم کی زمین سیر میں شامل کی گئی تھی۔ اوّل تو وہ تھی جو یکم جنوری ۱۹۰۲ء کے پہلے سے کھیوٹ میں سیر لکھی ہوئی تھی اور برابر سیر لکھی ہوئی چلی آئی ہے۔

قسم دوم وہ تھی جو یکم جنوری ۱۹۰۲ء کے بعد برابر ۱۲ برس تک زمیندار نے اپنے ہل بیل سے جوتی تھی۔

قسم سوم وہ تھی جو گاؤں کے واجب الارض سے پٹی داروں کی خاص جوت مانی گئی تھی۔ قسم چہارم وہ تھی جو ۱۹۲۶ء میں آگرہ نئے قانون قبضۂ آراضی کے شروع ہوتے وقت زمیندار اپنے ہل بیل سے جوت رہا تھا اور جو خود کاشت لکھی ہوئی تھی۔

قسم پنجم وہ تھی جسے ۱۹۲۶ء کے بعد کسی وجہ سے ۱۰ برس تک برابر زمیندار نے اپنے ہل بیل سے جوتا تھا اور جسے کلکٹر نے سیر قرار دیدیا تھی۔

نئے قانون میں چوتھی اور پانچویں قسم کی سیر کو مالک آراضی کے سیر سے نکال لیا گیا ہے جو ۲۵ روپئے سے زیادہ ابواب یا ۲۵۰ روپیہ سے زیادہ مالگزاری دیتا ہے۔ یعنی جو مالک آراضی ۲۵۰ روپئے سے زیادہ مال گزاری دیتا ہے۔ اس کی سیر کی وہ زمین جو اوپر بتائی ہوئی قسم ۴ و ۵ میں آتی ہے، سیر نہ رہ جائے گی۔

اس طرح قانون لگان اودھ کی دفعہ ۴۳ میں ۴ قسم کی زمین سیر میں شامل سمجھی گئی ہے ایک قسم تو وہ ہے جو ۱۸۸۶ء کے قانون اودھ نافذ ہونے سے ٹھیک سات سال پہلے سے زمیندار کے نام کھیوٹ میں سیر لکھی تھی۔

دوسری قسم وہ ہے جو مذکورہ ایکٹ کے نافذ ہونے کے ٹھیک سات برس پہلے سے مالک زمین اپنے ہل بیل سے جوتتا رہا ہو۔

تیسری قسم ۱۹۲۱ء کے قانون لگان اودھ کے جاری ہونے کے وقت مالک اپنے ہل بیل سے جوتتا رہا ہو اور ۱۹۳۱ء کے پہلے والے سال میں پٹواری کے کاغذات میں خود کاشت لکھی تھی۔

چوتھی قسم کی زمین وہ سیر سمجھی گئی تھی جو ۱۹۲۱ء والے قانون کے بعد کسی وقت سے برابر دس سال تک مالک نے خود جوتا ہو۔

نئے قانون لگان نے اس مالک آراضی کے لئے جس کی مالگذاری ۲۵۰ روپئے سے زیادہ ہے یعنی ابواب ۲۵ روپیہ سے زیادہ ہیں تیسرے اور چوتھے قسم کی زمین کو سیر سے نکال دیا ہے اور ان کاشتکاروں کو جو ایسی زمین کو اس قانون کے شروع ہونے پر جوت رہے ہونگے اس کا موروثی کاشتکار بنا دیا ہے۔

لیکن مالک آراضی کو جو ۲۵۰ روپئے سے زیادہ ابواب دیتا ہے ۵۰ ایکڑ زمین سیر کے لئے دی گئی ہے اگر اس قسم کے کسی مالک آراضی کے پاس ۵۰ ایکڑ سے کم سیر ہے تو اسکی سیر پر کسانوں کو موروثی حق نہیں ملے گا۔ اگر زیادہ ہے تو درخواست دینے پر گورنمنٹ کی طرف سے اس کی سیر کی حدبندی کر دی جائے گی۔ سیر کی حدبندی کرتے وقت پہلے مالک آراضی کی خود کاشت کو شامل کیا جائیگا بعد کو سیر دار کی سیر جو خود وہ اپنے ہل بیل سے یا مزدوروں کے ذریعے جوتتا رہا ہے۔ شامل کیجائے گی اور اگر اس سے ۵۰ ایکڑ پورا نہ ہوا تو مالک آراضی سے سیر کا وہ حصہ جو اسامیوں کو دیا ہے شامل کیا جائیگا۔ اگر خود کاشت نہیں ہے تو سیر کی زمین لی جائیگی اور اگر یہ ۵۰ ایکڑ سے کم ہے تو اسامیوں کو اٹھی ہوئی زمین کا اتنا حصہ شامل کیا جائیگا جس سے ۵۰ ایکڑ پورا ہو جائے۔ بہرحال اسامیوں کو اٹھی ہوئی سیر سے صرف اتنا ہی حصہ لیا جائے گا جو خود کاشت یا سیر کی زمین کو ملا کر ۵۰ ایکڑ تک پورا کر دے۔ حدبندی کے وقت مالک آراضی اور کسان دونوں کو موقع دیا جائیگا کہ وہ حدبندی کے بارے میں اپنی اپنی تجویز پیش کر سکیں۔ بندیلکھنڈ میں ضلع الہ آباد کے جمنا پار کے علاقے میں، اٹاوہ، آگرہ اور متھرا کے اضلاع میں ایک ایکڑ کا مطلب نصف ایکڑ ہوگا یعنی ۵۰ ایکڑ سیر کے بجائے وہاں مالک آراضی کو

...ا ایکڑ زمین سیر میں دی گئی ہے۔ گورنمنٹ نے اپنے پاس حق محفوظ رکھ لیا ہے کہ وہ اور اضلاع میں بھی اس ایک ایکڑ کو نصف ایکڑ سمجھنے والے قاعدے کو نافذ کر سکیں۔ جو سیردار عورت ہے یا نا بالغ ہے، یا پاگل ہے یا اندھا، لولا، اپاہج ہے اور خود کاشت نہیں کر سکتا اس کی سیر کی زمین پر اوپر بتائی ہوئی باتوں کے ہوتے ہوئے بھی کاشت کاروں کو موروثی حق نہ مل سکے گا۔

اگر کوئی کاشتکار جو سیر کی زمین کو اس نئے قانون کے شروع ہوتے وقت جوت رہا ہے، باوجود اوپر بتائی ہوئی باتوں کے سیر کی زمین کا موروثی حقدار نہ بن سکا تو بھی وہ اس سیر کی زمین کی جوت سے ۵ سال تک بے دخل نہ کیا جا سکے گا۔ اس قانون کے شروع ہونے کے بعد اگر کوئی مالک آراضی اپنی سیر کی زمین کو شکمی اٹھاتا ہے تو وہ اس شکمی کسان کو ۵ سال تک بیدخل نہ کر سکے گا۔

پرانے قانون کے مطابق اودھ اور آگرہ دونوں میں زیادہ قسم کے کسان ہوا کرتے تھے۔ اب ان کی تعداد گھٹا کر سات کر دی گئی ہے۔ نمبر ا قبضہ مستقل۔ ۲ شرح معین ۳۔ اودھ کے خاص شرطوں کے کاشتکار ۴۔ کاشتکار ساقط الملکیت ۵۔ دخیل کار ۶۔ موروثی ۷۔ غیر دخیل کار۔ موروثی حق اُن کاشتکاروں کو ملا ہے جو اس قانون کے جاری ہونے کے بعد سیر کی زمین کی کاشتکاری یا شکمی کاشتکاری کے علاوہ کسی دوسری قسم کی زمین کا پٹہ پائے لیکن مندرجہ ذیل زمینوں میں حق موروثی ایک نہیں ملے گا۔

(۱) باغ کی زمین میں، چراگاہ میں ایسی زمین جو پانی کے نیچے ہو اور جو سنگھاڑے یا دوسری پیداوار کے لئے استعمال کیجاتی ہو۔

(۲) ایسی زمین جو کسی ندی کے کنارے ہو اور ایسی فصل کے لئے استعمال کیجاتی ہو جو کبھی کبھی بوئی جاتی ہو۔

(۳) جو فوج کے ڈیرے کے لئے محفوظ رکھی گئی ہو۔

(۴) جو چھاؤنی کی حد میں ہو۔

(۵) جو ریلوے یا نہر کی حد میں ہو۔

(۶) جو سرکاری جنگل کی حد میں ہو۔

(۷) تعلیمی اداروں نے زرعی تعلیم کے لئے لی ہو۔

کاشتکار قبضہ مستقل، شرح معین، خاص شرائط کے اودھ کے کاشتکار ساقط الملکیت اور موروثی کاشتکاروں کے علاوہ کافی کاشت کار غیر دخیلکار کسان سمجھے جائیں گے۔

کاشتکار کا قبضہ مستقل اور شرح معین کسان کی زمین موروثی ہوگی اور وہ اپنی زمین کو رہن و بیع بھی کر سکتا ہے۔ باقی کسانوں کی زمین موروثی ہوگی لیکن منتقل نہ ہو سکے گی۔ یعنی رہن بیع کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اِس قسم کے کسانوں میں حسب ذیل قسم کے کسان آتے ہیں۔

ا۔ خاص شرطوں پر جوتنے والے اودھ کے کسان۔

۲۔ کاشتکار ساقط الملکیت۔

۳۔ دخیلکار کسان

۴ موروثی کسان۔

۵۔ غیر دخیل کار کسان۔

لیکن اوپر لکھے ہوئے ایک سے ۴ تک کے کسانوں کی زمین یا حق کاشتکاری حسب ذیل حالت میں فروخت ہو سکتا ہے۔

ا۔ بقایا لگان کی ڈگری کی ادائیگی میں۔ اوپر بیان کئے ہوئے ا سے ۵ تک سب قسم کے کسان اگر چاہیں تو اپنا حق اپنے پٹی دار کو دے سکتے ہیں۔ پٹی دار وہی سمجھا جائیگا جس کا ساجھا شروع کاشت میں رہا ہو یا جس کو مالک آراضی نے خاص طور سے تحریری طور پر ساجھی دار مان لیا ہو۔

اصلاح

اصلاح کرنے کے قانون میں خاص تبدیلی یہ کی گئی ہے کہ شکمی اسامی کے علاوہ ہر کسان کی اپنی جوت پر بلا زمیندار کی اجازت کے رہنے کے لئے مکان یا کوئی دوسری عمارت جو کھیتی باری کے کام کے لئے ہو، بنوا سکتا ہے۔ لیکن اگر زمیندار کی اجازت نہ لی گئی ہو تو کسان کی بیدخلی پر اس سدھار کے لئے معاوضہ پانے کا اختیار نہ ہوگا۔ یہ زمیندار کی اجازت سے اُسے کسی کے ہاتھ بیچ سکتا ہے یا اس کا ملبہ اُٹھا لیجا سکتا ہے۔ موروثی کسانوں کو اپنی جوت کے پاس کوئی عمارت یا تالاب بنانے کے علاوہ ہر قسم کی اصلاح کا حق دیدیا گیا ہے۔ ایکٹ لگان اودھ ۱۸۸۶ء کی وہ دفعات جن کے ماتحت حاکم پرگنہ کسی ایسی اصلاح کی لاگت مقرر کر سکتا ہے جو اس کی اجازت سے کیا گیا ہو، اس قانون میں سے نکالی نہیں گئی ہیں اور وہ آئندہ آگرے میں نافذ نہ ہونگی۔

غیر دخیل کار کسانوں کے علاوہ سب کسانوں کو اپنی جوتوں پر درخت لگانے کے لئے پورا پورا حق دے دیا گیا ہے۔ لیکن اگر ان درختوں سے جو کسان لگاتا ہے یا لگانے کا ارادہ رکھتا ہے آس پاس کی آراضی کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو کوئی ایسا شخص جو اُس آراضی میں حق رکھتا ہو، حاکم پرگنہ کو ایسا حکم دینے کے لئے درخواست دے سکتا ہے۔ کہ درخت نہ لگائے جائیں یا کسی خاص طرح لگائے جائیں یا ہٹا لئے جائیں۔

یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ ایسے درخت جو اس قانون کے شروع ہونے پر کسی کسان کی جوت پر لگے ہوں اس کسان کی ملکیت ہوں گے۔ اگر اس کا یکم جولائی ۱۹۲۶ء سے جوت پر قبضہ رہا ہو۔

زمیندار اور کاشتکار کے درمیان درختوں کی ملکیت کے بارے میں جو جھگڑے ہوں گے ان پر آئندہ حکم پرگنہ فیصلہ دیگا۔ اس قانون کے ماتحت بیگار اور نذرانہ لینے کی ممانعت ہے اور آگرے کے رائج قانون سے ملتی جلتی وہ دفعات جو ایسے زائد مطالبے کے بارے میں ہیں، جو لگان کی قسم کے نہیں ہیں اور ایکٹ مالگزاری ۱۹۰۱ء کی دفعہ ۸۶ میں دی ہوئی ہے، اس ایکٹ میں داخل کر لی گئی ہے۔ ایسی جنسی ادائگی کی ممانعت نہیں ہے جو لگان کی قسم کی ہیں لیکن اگر وہ اضافہ یا کبھی لگان کی نالشوں کی بابت لی جائیں تو اُس لگان کی رقم کو جو نقد کی صورت میں ادا کی جائیگی، مقرر کرنے میں ان کی مالیت کا خیال رکھا جائیگا۔

پٹہ

نئے قانون میں ہر کسان کو پٹہ ملنا ضروری ہے۔ پٹے کا مثنیٰ زمیندار کے پاس رہے گا پٹے میں مندرجہ ذیل باتیں صاف صاف ظاہر کر دی جائینگی۔

(۱) کسان کس قسم کا کسان ہے۔

(۲) کھیت کا رقبہ، نمبر اور چوحدی۔

(۳) لگان کی رقم، یہ بھی ظاہر کرنا پڑیگا کہ لگان نقدی ہے یا غلے کی بٹائی پر ہے یا کوت پر۔

(۴) تاریخ جس دن لگان کی قسط واجب الادا ہے۔

(۵) اگر لگان غلے والا ہے تو ادائیگی کا وقت جگہ اور بنٹوارے کا طریقہ بھی اس میں صاف لکھ دیا جائے گا۔

(۶) غیر دخیل کار کسان کے پٹے میں میعاد لکھی ہوگی۔

اگر کسی کسان کو پٹہ نہ ملے یا زمیندار کے پٹے کا مثنیٰ نہ ملے تو وہ دعوے سے پا سکتا ہے۔

جو پٹہ سال بھر کا ہو یا سال بہ سال دیا جانے والا ہو اس کی رجسٹری ضروری ہے۔

اگر کوئی ایسا کسان کسی زمیندار کو رقم دے جس کے اوپر لگان باقی ہے تو اگر اس بات کے خلاف کوئی ثبوت نہیں۔ وہ رقم ادائیگی لگان کی ادائیگی میں سمجھی جائے گی۔ کسان اگر کوئی رقم زمیندار کو ادا کرے تو اس رقم کو زمیندار اس مطالبے کی ادائیگی میں نہیں لے سکتا جس کا وصول کرنا قانوناً تمادی میں آگیا ہے۔ جس سال قسط یا کھیت کے لئے کسان رقم ادا کرے گا اسی کے لئے وہ رقم جمع کیجائے گی۔ لگان کی ادائیگی زمیندار کو براہ راست تو ہو ہی سکتی ہے لیکن بذریعہ منی آرڈر بھی ہوسکتی ہے اور لگان عدالت میں بھی جمع کیا جاسکتا ہے۔ زمیندار کو لگان کی رسید دینی ضروری ہے۔ رسید کا پرچہ گورنمنٹ کی طرف سے چھپایا جائے گا اور اس پرچے پر رسید دی جائے گی۔ دفعہ ۱۳۴

رسیدیں

اس قانون میں یہ انتظام کیا گیا ہے کہ لگان کی سب رسیدیں ایسے چھپے ہوئے فارموں پر ہوں گی جو گورنمنٹ کے ذریعے فروخت کی جائینگی۔ ۱۰۰ رسیدوں کی کتاب ۲/ آنے میں تحصیل سے مل سکتی ہے۔ زمیندار کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ کسان کو رسید دے اور اس کا مثنیٰ تیار کرے اور اسے اپنے پاس رکھے۔ اگر کسی ایسی نالش یا کاروائی میں جس میں ادائیگی کی بابت جھگڑا ہو، زمیندار اپنی رسید کی کتاب نہ پیش کرسکے تو عدالت کا قیاس اس کے خلاف ہوگا۔ ایسے زمیندار پر جو رسید نہیں دیتا ہے ایسا جرمانہ کیا جاسکتا ہے جو ادا کی ہوئی رقم سے زیادہ نہ ہوگا۔ اور اس شخص پر عادتاً رسید دینے سے انکار کرتا ہے یا لاپروائی کرتا ہے مجرم قرار دیئے جانے پر پہلی بار قصور کرنے کے لئے ۱۰۰ روپئے کا جرمانہ ہوسکتا ہے اور دوسری بار یا اس کے جرم کرنے کے لئے تین مہینے کی سزا یا ۵۰۰ روپئے کا جرمانہ یا دونوں ہو سکتا ہے۔

آفت ناگہانی

آفت ناگہانی مثلاً سیلاب، اولا، پالا پڑ جانے پر صوبے کی گورنمنٹ لگان کی چھوٹ دے گی جس کے درجے ذیل ہیں۔

اگر فصل میں ۱۲ آنے یا ۱۲ سے زیادہ نقصان ہوا ہے ۱۲ آنے چھوٹ دی جائیگی اگر دس آنہ نقصان ہوا ہے لیکن ۱۲ آنے سے زیادہ نہیں تو روپئے میں دس آنے کی چھوٹ ملیگی۔ اگر ۸ آنے کا نقصان ہوا ہے لیکن ۱۰ آنے سے زیادہ نہیں تو روپئے میں ۶ آنے کی چھوٹ ملے گی۔ یہ بھی قانون بنایا گیا ہے کہ اگر بندیلکھنڈ اور جمنا کے اس پار آگرہ، اٹاوہ، آگرہ اور متھرا کے اضلاع میں اور دوسرے اضلاع میں بھی حالت ایسی ہے کہ ۶ آنے کا نقصان ہوا ہے لیکن آٹھ آنے سے زیادہ نہیں ہوا ہے تو روپئے میں ۴ آنے کی چھوٹ دیجائیگی۔ شکمی کاشتکاروں کو بھی اس حساب سے چھوٹ دیجائیگی "ڈپٹی کمشنر اور کلکٹروں کے پاس گورنمنٹ نے یہ ہدایت بھیج دی ہے کہ وہ خود ان حلقوں سے واقف رہیں کہ جو آفت ناگہانی میں گرفتار ہوگئے ہوں اور ان کی اصلی حالت جانتے رہیں۔

نذر نذرانہ بیگار

کچھ سزائیں اور معاوضے اس مقصد سے مقرر کئے گئے ہیں کہ اگر کسان بیجا کام کرے تو اسے سزا ملے اور اگر زمیندار زیادتی کریں تو انھیں سزا ملے اور جس پر ظلم ہوا ہو اسکو تاوان دلایا جائے اس صوبے میں اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ زمیندار بقایا لگان سے زیادہ رقم وصول کر لیتے ہیں یا بقایا لگان پر سود بہت زیادہ لگاتے ہیں، ہری بیگار، نذرانہ وغیرہ لیتے ہیں اور اگر حکومت لگان معاف کردیتی ہے پھر بھی وصول کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی کسان سال سال کا لگان دیتا ہے تو اسے بقایا میں یا اور کسی مد میں کاٹ لیتے ہیں۔ رسید نہیں دیتے اور کھیت پر بلا عدالت کے منظوری کے بغیر بیدخل کئے ہوئے زبردستی قبضہ کر لیتے ہیں۔ کہیں کہیں کسان بیدخل ہو جانے پر بھی قبضہ نہیں چھوڑتے۔ ان سب خرابیوں کے لئے سزا اور تاوان مقرر کئے گئے ہیں۔ کسان سے مراد صرف موروثی کسان یا دوسری قسم کے کسان ہی نہیں بلکہ ماتحت دار اور مستقل پٹے دار بھی شامل سمجھے گئے ہیں۔

کسی زمیندار کے لئے جائز نہیں ہے کہ کھیت کا پٹہ دینے کیلئے کسان سے نذرانہ لے۔ اور نہ کھیت اس شرط پر دیا جاسکتا ہے کہ کسان زمیندار کا کوئی کام مزدوری یا بلا مزدوری کرے گا۔

آگرہ و اودھ دونوں مقامات پر متعدد قسم زائد مطالبات کسانوں سے وصول کئے جاتے تھے کچھ تو واجب الارض میں جمع ہوتے تھے اور کچھ رسمی ہوتے تھے، یہ مطالبات اب بند کردیئے جائینگے۔ جہاں بازار یا میلوں میں زمیندار یا تعلقہ داروں

کی طرف سے رقم وصول ہوتی ہے۔ اس کے لئے زمیندار یا تعلقہ دار کو صوبے کی گورنمنٹ سے اجازت لینی پڑیگی اور اجازت دیتے وقت گورنمنٹ صفائی دپولیس اور دیگر متعلقات کے سلسلے میں انتظامات مناسب سمجھے گی اس کی پابندی زمیندار یا تعلقہ دار پر لازم کر دیگی۔

اس نئے قانون میں مندرجہ ذیل باتیں جرم قرار دی گئی ہیں۔

کوئی زمیندار، تعلقہ دار یا کارندہ یعنی کوئی بھی ادائیگی جان بوجھ کر واجب بقایا لگان یا سایر سے زیادہ رقم یا جنس نہیں وصول کرسکتا۔

اس قانون میں مقررہ شرح سود سے زیادہ بقایا لگان پر سود نہیں لگا سکتا۔

کوئی بھی جان بوجھکر نذرانہ، زائد مطالبہ ہری، بیگار وغیرہ نہیں لے سکتا۔

اگر کسی لگان کو اس قانون نے معاف کر دیا ہو تو اُسے کوئی نہیں وصول کرسکتا۔ اگر کوئی لگان ملتوی کر دیا گیا ہے اور ملتوی کی میعاد پوری نہیں ہوئی ہے تو میعاد ختم ہونے کے پہلے کوئی لگان نہیں وصول کرسکتا۔

جس مد میں اور جس سال کے لئے لگان یا سایر دیا گیا ہو اسی میں جمع کرنا چاہئے۔ بغیر کسی معقول وجہ کے اگر کوئی زمیندار، تعلقہ دار یا اس کے کارندے کسی دوسری مد میں یا دوسرے سال میں اُس رقم کو جمع کرتے ہیں تو قانون کے خلاف کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں کاشتکار کو مستقل پٹے دار کو یا سایر کے لائسنس دار کو عدالت ۲۰۰ روپئے تک معاوضہ دلاسے گی اور اس کے علاوہ اُس رقم کو بھی ڈگری دے سکتا ہے جو زمیندار یا تعلقہ دار نے غیر مناسب طریقے سے وصول کر لی تھی۔

بقایا لگان کے مقدمے میں اگر عدالت کو یہ معلوم ہو جائے کہ مالک آراضی نے بغیر کسی معقول وجہ کے اُس سال میں جس کے لئے مقدمہ کیا گیا ہے۔ کسان کو رسید دینے میں لاپروائی کی، یا یہ کہ وہ رسید کا مثنیٰ نہ تو تیار کرتا ہے اور نہ رکھتا ہے تو عدالت کسان کو معاوضہ دلائے گی جو ادا کی ہوئی رقم سے دگنا تک ہوسکتا ہے۔

اگر کوئی مالک آراضی ایسا کوئی لگان وصول کرے جو اس قانون کے ذریعے معاف کر دیا گیا ہے یا ملتوی کی میعاد ختم ہونے کے پہلے اس قانون کے مطابق ملتوی شدہ لگان وصول کر لیتا ہے تو سرکار کی طرف سے مالک آراضی کو لگان یا مالگذاری میں دی ہوئی ساری کی ساری معافی منسوخ کر دی جائے گی اور اُسے معافی کی رقم واجب الادا ہو جائیگی

اگر کوئی آدمی عادتاً رسید دینے سے انکار کرتا ہے یا دینے میں لاپروائی کرتا ہے تو فوجداری کی عدالت میں اُس پر مقدمہ چلایا جائیگا اور سزا ہونے پر پہلے جرم میں ۱۰۰ روپئے تک جرمانہ ہوگا اور بعد کے جرموں میں تین مہینے تک کی سزا یا ۵۰۰ روپئے تک جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوسکتی ہیں۔

اگر کسی کے خلاف کسی کھیت سے یا اسکے کسی حصے سے اُس قانون کے مطابق بیدخلی کا حکم نکل چکا ہے یا بیدخلی کی ڈگری تعمیل ہو چکی ہے یا آگرہ یا اودھ کے قانون لگان کے مطابق بھی حکم نکلا ہے یا ڈگری دی گئی ہے اور کوئی کسان اپنے کھیت سے بیدخل کر دیا گیا ہے۔ جب تک یہ ڈگری یا حکم قائم ہے اگر کوئی بھی آدمی اُس کھیت پر بغیر اُس ادائیگی تحریری اجازت سے جسکو کہ کھیت دینے کا حق ہے، قبضہ کرے گا یا قبضہ کرنے کی کوشش کرے گا تو اس کے اوپر تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۴۷ کے مطابق مقدمہ چلایا جائیگا۔

اگر کوئی مالک آراضی کسی کسان کے کھیت پر اس غرض سے قبضہ کرے گا یا کرنے کی کوشش کرے گا کہ اس قانون کی مدد لئے بغیر اُسے کھیت سے بیدخل کر دے تو اُس زمیندار کے متعلق یہ خیال کیا جائیگا کہ اس کسان کو دھمکی دینے یا پریشان کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کے اوپر بھی تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۴۷ کے مطابق مقدمہ چلایا جائے گا۔ عدالت کو اختیار ہوگا کہ کھیت اس کو دلا دے جس کا قانون ہے چاہئے کسان کا ہو یا زمیندار کا اگر کوئی کسان یکم اپریل سنہ ۱۹۳۸ء کے بعد خریف سنہ ۱۳۴۴ فصلی کے یا اس کے پیشتر والے کئی سال کا بقایا لگان کی غیر ادائیگی کی علت میں بیدخل کیا گیا ہے تو اسے حق ہے کہ اس قانون کے عائد ہونے کے بعد چھ مہینے کی میعاد میں اپنی زمین پر پھر بحال کئے جانے کے لئے اس عدالت میں درخواست دے جس نے اُسے بیدخل کیا ہے۔ عدالت تحقیقات کرے گی اور مناسب سمجھ کر اُس کو اس کی زمین پر پھر بحال کر دے گی اور قبضہ دلا دے گی۔ لیکن اگر اس بیدخل شدہ زمین کو یا اس کے کسی حصے کو سنہ ۱۳۴۵ فصلی میں کسی دوسرے آدمی کو پٹہ پر دیدی گئی اور متواتر اس کے پاس رہی تو عدالت اس زمین کے بارے میں کوئی بھی حکم صادر نہ کرے گی۔ زمین واپس پانے پر کسان کو بیدخلی کے مقدمے کا خرچ مالک آراضی کو ادا کرنا ہوگا۔ اگر بوقت بیدخلی مالک آراضی نے کسان کو معاوضے کے لئے کچھ رقم دی ہے تو اُسے واپس کرنا ہوگی۔ اگر مالک آراضی نے اس زمین کی اصلاح کے سلسلے میں کچھ خرچ کیا ہے تو اُسے بھی ادا کرنا ہوگا۔ زمین کو واپس پانے کے بعد کسان کے وہی حقوق اور ذمہ داریاں آجائیں گی جو اُس زمین کے مطابق اس کے اوپر قبل از بیدخلی تھی۔ مثلاً اگر کسان جوت کے ایک حصے پر قابض بتایا جاتا ہے تو لگان اُس حصے پر دینا پڑے گا جس پر اس نے قبضہ پایا ہے اودھ میں جو کسان اس قانون کے نافذ ہونے کے وقت شکمی ہیں اس وقت سے پانچ سال تک اس جوت سے بیدخل نہیں کئے جاسکیں گے چاہئے وہ شکمی ہی کیوں نہ ہوں۔

فیض آباد میں گاؤں سدھار کے کام کرنے والی لڑکیوں کا ٹریننگ کیمپ

از جناب ٹی۔ این۔ کول، آئی۔ سی۔ ایس۔ سکریٹری گاؤں سدھار
ایسوسی ایشن فیض آباد

گاؤں سدھار کی مختلف اسکیمیں کچھ برسوں سے ہندوستان بھر میں عمل میں لائی جا رہی ہیں بلکہ کی عورتوں نے ان اسکیموں کو "مردوں کی اسکیمیں" کہہ کر اس کی نکتہ چینی کی ہے۔ اُن کا یہ اعتراض تھا کہ ان اسکیموں میں عورتوں کی ترقی کو جگہ ہی نہیں دی گئی ہے۔ کچھ حد تک یہ درست بھی ہے لیکن یو۔پی میں وزیر گاؤں سدھار آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے ہمیشہ دیہات کی لڑکیوں کی تعلیم پر زور دیا ہے۔ آپ ہی کی حوصلہ افزائی سے متاثر ہو کر ہم لوگوں نے گاؤں کی لڑکیوں کو تعلیم دینے اور وہاں عورتوں کو منظم کرنے کے لئے عورتوں کی تعلیم کی اسکیم پر عمل درآمد کرنے کا خیال کیا۔ کچھ حلقوں کے مردوں نے ہم لوگوں پر یہ الزام لگایا کہ ہم 'زنانے' ہیں۔ لیکن ہمیں فخر ہے کہ شاید اس صوبے میں ہمیں لوگوں نے عورتوں کی اسکیم 'جیسا کہ کچھ لوگ اِسے کہنا پسند کرتے ہیں۔ کو عملی جامہ پہنایا ہے۔

اس اسکیم کا خاص مقصد یہ ہے کہ دیہاتوں کی شادی شدہ اور تعلیم یافتہ عورتوں کو چن کر انھیں "گرل گائڈ"، گاؤں کی صفائی، حفظانِ صحت، تربیت اولاد، کتائی، خانہ داری اور دُھلائی وغیرہ کی تعلیم دی جائے جس سے وہ دیہاتوں میں لوٹ کر لڑکیوں کے اسکول کھولیں اور گاؤں کی عورتوں کی تنظیم کریں۔ اُستانیوں کا اس قابل ہونا ضروری

فیض آباد گرام سدھار لیڈیز ٹریننگ کیمپ میں لڑکیاں ڈرل کر رہی ہیں۔

تھا کہ وہ لکھ پڑھ سکیں۔ اس لئے ہم لوگوں نے طے کر دیا کہ عورتیں کم از کم درجہ ۴ تک پڑھی ہوں۔ دیہاتوں میں مدارس نسواں چلانے کی یہی ایک عملی اسکیم ہے جو مالی طور سے بھی خوب کارگر ہو سکتی ہے۔ ہم لوگوں نے کچھ عرصے تک باہر سے اُستانیاں بھیجنے کی کوشش کی۔ لیکن ایسی اُستانیاں دیہاتوں میں کبھی رہ نہیں سکیں۔ اُنھوں نے زیادہ تنخواہیں مانگیں اور گاؤں والے اُنھیں شبہہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔

پہلے ہم لوگوں کو یقین نہیں تھا کہ کم سے کم قابلیت کی عورتیں مل سکیں گی اور وہ کافی تعداد میں باہر آسکیں گی۔ اس لئے ہم لوگوں نے چھپے ہوئے پرچوں اور آرگنائزروں کے ذریعے ایسی عورتوں کی دیہاتوں میں تحقیقات کی۔ ہم لوگوں نے ایسی عورتوں کو اپنے اپنے دیہاتوں میں کچھ دنوں کے لئے مدارس نسواں چلانے کے لئے کہا۔ دو ماہ (ستمبر اور اکتوبر) میں ایسے کم از کم ۲۰ مدارس نسواں جاری ہو گئے۔ اور ہر ایک اوسطاً ۱۰ لڑکیاں حاضر ہوتی تھیں۔ ہم لوگوں نے اِن مدرسوں کا معائنہ کیا اور اُستانیوں کو انٹرویو کے لئے ۵ نومبر ۱۹۳۹ء کو فیض آباد بُلایا۔ اُن میں سے ۱۰ اُستانیوں کو چھوڑ کر بقیہ ۵۰ عورتیں داخل کر لی گئیں۔ اس طرح پہلی دقت ختم ہوئی۔

مگر ابھی بہت سی دقتیں درپیش ہونے والی تھیں۔ ۳ مہینے میں اتنی زیادہ تعلیم دینے والی اسکیم کو توڑنا مروڑنا بھی آسان نہیں تھا۔ ایسی قابل اُستانیوں کو تلاش کرنا اور بھی مشکل تھا جو بلا تنخواہ خدمت کر سکیں۔ لیکن افسران محکمہ تعلیم اور ضلع کی تعلیم یافتہ خواتین کی امداد سے مذکورہ دونوں دقتیں بھی دور ہو گئیں۔ کورس مقرر کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی کا تقرر ہوا۔ جناب ڈی۔ ڈی۔ جوشی انسپکٹر مدارس اِس کمیٹی کے چیرمین بنائے گئے۔ بلا تنخواہ تعلیم دینے کے لئے جن لوگوں نے اپنے نام پیش کئے ہیں وہ یہ ہیں:۔ مسٹر مکرجی، پرنسپل

پروفیسر امرناتھ جھا، وائس چانسلر الہ آباد یونیورسٹی نے فیض آباد کے لیڈرز ٹریننگ کیمپ کا افتتاح فرمایا۔ اس تصویر میں آپ جناب پنڈت بی۔ این سپرو کے ساتھ کھڑے ہیں۔

لیڈیز والنٹیر اور اُستانیاں

گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج، مس ایس، پرنسپل میتھاڈسٹ مشن اسکول، مسز لوتھر، اسسٹنٹ انسپکٹریس مدارس نسواں، مس شیوپوری، اسسٹنٹ مسٹرس گورنمنٹ گرلس ہائی اسکول، مسز پرشاد، لیڈی ہیلتھ وزیٹر ڈاکٹر بھٹناگر، ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ، مسز کرن اور آئی۔ اے۔ ایس۔ اے۔ کے مسٹر ڈی موز مدار۔ کیمپ کی کامیابی کا مس ایس۔ آغا۔ ایم۔ اے۔ گرلس اسکاؤٹ کمشنر یو۔ پی۔ کے سر سہرا ہے جنھوں نے پہلے ۱۰ میں ٹریننگ کیمپ کے ڈائرکٹر کا کام کیا۔ مندرجہ ذیل پروگرام مرتب کیا گیا ہے۔ جس کی باقاعدہ پابندی ہو رہی ہے۔

۵½ بجے سے (دن میں)	۶½ بجے تک	غسل اور کپڑے پہننا وغیرہ۔
۶½ " "	۸ " "	گرل گائڈنگ کسرتیں۔
۸ " "	۸½ " "	پڑھائی اور لکھائی کی تعلیم
۸½ " "	۹½ " "	" " "
۹½ " "	۱۱ " "	کھانا اور آرام۔
۱۱-۱۵ " "	۲-۱۵ " "	کتائی اور خانہ داری
۲½ " "	۳ " "	آرام، ناشتہ اور ہر دوسرے دن تعلیم دینے کے طریقے کی تعلیم۔
۳ " "	۴ " "	تربیت اولاد اور حفظانِ صحت۔
۴ " "	۶ " "	کیمپ فائر، موسیقی، کھیل وغیرہ۔
۶½ " "	(رات میں) ۷½ "	دیہاتوں کے لئے ہوئے والابراڈکاسٹ سُننا۔
۷½ " "	۱۰ " "	کھانا، گھر کا کام اور سونا۔

لیڈیز بورڈنگ ہاؤس کا ایک منظر

دوسری دقت جس کا ہمیں پہلے سے احساس نہیں تھا وہ تھی بچوں کا مسئلہ یہ بچے اپنی ماؤں کے ساتھ آئے تھے۔ ایسی ۲۰ عورتوں میں سے ۱۷ عورتوں کو ہم نے ہدایت کردی تھی کہ وہ گھر ہی پر بچے چھوڑ دیں۔ باقی ۱۲ اُستانیاں بچوں کی نگہداشت کے لئے اپنی بہنیں یا بھتیجیاں لائی تھیں آخر میں محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے ۱۵۰ روپئے کی گرانٹ ملنے پر کیمپ میں ایک زچہ بچہ خانہ کھولا گیا۔

یہ گھر ایک نرس کو سونپ دیا گیا ہے اور اُستانیاں اُسے باری باری سے مدد دیتی ہیں۔ اس طرح وہ تربیت اولاد کی عملی واقفیت بھی حاصل کر لیتی ہیں۔

آخیر میں مالی امداد کا سوال اُٹھا۔ سرکار سے اس اسکیم کے لئے ۴۰۰۰ روپئے کی غیر مستقل گرانٹ اور ۶۰۰۰ روپئے کی مستقل گرانٹ دینے کی درخواست کی گئی۔ لیکن پہلے تو ہمیں جواب ملا کہ حکومت کے پاس اس کے لئے کوئی فنڈ نہیں ہے۔ اس پر ہم لوگوں نے یہ درخواست کی کہ ۲۰۰۰ روپئے پبلک سے چندہ کی صورت میں وصول کرلئے جائیں گے اور باقی رقم حکومت منظور کرلے۔ ہم لوگوں نے ایچ۔ ایم۔ ڈی اور جناب منوہر داس چترویدی گاؤں سدھار افسر کی ہمدردی حاصل کی۔ ہم لوگوں کو تعلیم کی گرانٹ میں سے ۲۸۰۰ روپئے کی فاضل رقم اس مد میں خرچ کرنے کے لئے ملی۔ اس طرح ہم نے آدھی لڑائی سر کرلی۔ دسہرے کے ایک ہفتہ پہلے ہم نے جی کھول کر کام کیا۔ اور پبلک سے ایک ہزار روپئے ملے۔ لیکن دسہرہ، رام لیلا، گاندھی جینتی وغیرہ تقریبوں میں پبلک کا روپیہ خرچ ہو جانے کی وجہ سے ہم لوگوں کو چندہ وصول کرنے کا کام کچھ دنوں کے لئے ملتوی کر دینا پڑا۔ چندہ ایک غیر سرکاری کمیٹی وصول کر رہی ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ اس سال کے آخر تک ہم چیریٹی شو وغیرہ کے ذریعے پانچ ہزار کی بقیہ رقم جمع کرلیں گے۔ شروع اجودھیا کے راجہ سے ۵۰۱ روپئے کی رقم حاصل ہوئی ہے۔

کلاس روم

ہم لوگوں کو ۵۰ لڑکیاں، ایک لیڈی سپرنٹنڈنٹ ایک کیمپ ڈائرکٹر اور ملازموں کو رکھنے کے لئے کوئی کافی بڑا مکان نہیں ملا۔ اس لئے ہمکو کلاسوں اور باورچی خانے کے ایک بنگلے، پیوپل ٹیچروں کے لئے پھونس کے جھونپڑوں، لیڈی سپرنٹنڈنٹ کے لئے خیمہ اور کیمپ ڈائرکٹر کے لئے احاطے پر ہی قناعت کرنی پڑی۔ بنگلہ سول لائنس ہی میں گرلس اسکول کے پاس چُنا گیا جس سے اُستانیاں چھٹی ہوتے ہی پانچ منٹ میں وہاں پہنچ جائیں۔

۱۰ دور کئے ہوئے پاخانے اور ۱۰ غسل خانے بنائے گئے تھے۔ جھونپڑے چوکور بنائے گئے تھے۔ بیچ میں ایک شامیانہ تھا۔ اس میں ایک ریڈیو، کچھ کتابیں اور اخبار و رسالے رکھے گئے ہیں۔ یہ شامیانہ پیوپل ٹیچروں (ماسٹری کی تعلیم پانے والوں) کی ایک عزیز چیز ہے۔ سامنے کھلی ہوئی جگہ ہے جو بیچ میں پڑے ہوئے خیموں اور درختوں کی وجہ سے سڑک سے محفوظ ہے اِس کھلی جگہ کی داہنی طرف ایک کھیل کا میدان ہے جس میں لڑکیاں روزانہ مختلف قسم کے کھیل کھیلتی ہیں۔

ایک ہوٹل کا بھی انتظام ہے۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ سبھی لڑکیاں ایک صف میں بیٹھ کر ایک ہی آدمی کا پکایا ہوا کھانا کھاتی ہیں۔ اپنی آسائش کی سبھی چیزوں کا خود لڑکیاں انتظام کرتی ہیں۔ اُن میں سے کسی کے ذمّے ہوٹل ہے کسی کے ذمّے کھیل کود ہے اور کسی کے ذمّے کتب خانہ اور ریڈیو ہے۔

کیمپ کا افتتاح ۱۵ نومبر سنہ ۳۹ء کو پروفیسر امرناتھ جھا نے کیا۔ اس موقعہ پر سبھی معززین اور پبلک موجود تھی۔ یہ تقریب پوری پوری کامیاب رہی۔ سبھی لوگوں نے کیمپ کی طرف سے اطمینان ظاہر کیا۔ اُن کے شکوک رفع ہو گئے۔ اور اُن کی اُمیدیں بحال رہیں۔ پوری تعلیم دینے پر گاؤں کی لڑکیاں حیرت انگیز کام کر سکتی ہیں۔ دیہاتوں میں اب جو لڑکیاں دکھائی دیتی ہیں وہ اوسطاً شہر کی لڑکیوں کی بہ نسبت زیادہ تندرست، خوش، محنتی اور ہوشیار ہوتی ہیں۔ ہمیں یہ بات بھلا دینی چاہئے کہ گاؤں کی لڑکیاں شرمیلی اور بیوقوف ہوتی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جب یہ لڑکیاں دیہات واپس جائیں گی تو وہ ہندوستان کی آئندہ ہونے والی ماؤں کو بیدار کرینگی جنکی امداد کے بغیر گاؤں سدھار نہیں ہو سکتا۔ اس آزمائش میں کامیاب ہونے پر ہم اُمید رکھتے ہیں کہ حکومت اِسے آئندہ بھی جاری رکھے گی۔

امداد باہمی

از جناب محمد نبی اللہ محرّر ان رورل ڈویلپمنٹ آرگنائزر
حلقہ بیکاپور ضلع فیض آباد

پیٹ اپنا بھرنے کے لئے سو بند و بست ہیں
مر مر کماتے رہتے ہیں، پکے گرہست ہیں
پیارے کسان پھر بھی مگر فاقہ مست ہیں
فاقہ کشی سے حوصلے سب انکے پست ہیں
کوشش میں گرچہ ذرّہ برابر نہیں کمی
ہاں عیب ہے تو یہ کہ ہے کوشش جدا جدا
اپنی غرض سے رہتا ہے ہر اک کو واسطہ
امداد باہمی سے اگر کام لیں ذرا
تدبیر اُن کی اُن کو دکھائے وہ فائدہ
تقدیر کی خرابی کے پھر ہوں نہ ماتمی
فاقہ کشو! تمھارے لئے ہے یہی سوراج
یہ کل کے واسطے نہیں، کر ڈالو اس کو آج
جب فصل کوئی کٹ چکے، کچھ نقد یا اناج
محفوظ اپنا کر دو کہیں، کرکے کچھ اکاج
مشترکہ فنڈ کھول دو دس بیس آدمی
کچھ قطرے مل گئے تو ہے دریا اسی کا نام
دریا سے ہوتا رہتا ہے پھر کتنا فیض عام
مشترکہ فنڈ کا یوں ہی جب ہو گا انتظام
آسانی سے چلیں گے اسی سے تمھارے کام
پس کیوں نہ ایسے فنڈ کی کیجے فراہمی
ہاں اس کے واسطے بنیں کچھ قاعدے ضرور
قانون و قاعدے کے ہیں محتاج سب امور
پیدا ہو جمع خرچ میں جس سے نہ کچھ فتور
امداد باہمی کا بھی کچھ سیکھ لو شعور
دے گا مدد محکمۂ امداد باہمی

فیض آباد کے ٹریننگ کلاس کی آرگنائزرس ریڈیو سن رہی ہیں۔

نیوتہ

(از جناب مارکنڈے باجپئی - ایم - اے، ایل - ایل بی -)

نیوتوں میں بہت سے لوگ بہت سی جگہوں پر گئے ہونگے - شادیوں کے موسم میں سبھی گھروں میں دعوتوں کی باڑھ آجایا کرتی ہے اور کچھ دعوتوں میں تو جانا ہی پڑتا ہے لیکن میرے ماموں صاحب نے ایک ایسی برات کی جس کی کہانی آج تک مشہور ہے (میرے ماموں صاحب زمیندار کے بیٹے ہیں)۔ میرے نانا صاحب کی زمینداری بڑی تو نہیں تھی مگر اپنے علاقے میں بڑے رعب داب مانے جاتے تھے ٹھاکرون کے دیہاتوں میں زمینداری کا حصہ تھا اور اُس زمانے میں اُدھر کے ٹھاکر مشہور لڑاکو تھے - میرے نانا کے جسم میں بھی رانا سانگا کی طرح اسی لڑائیوں کے ۸۰ زخم تھے - مگر آخر کار فتح اُنھیں کی ہوئی اور اس گاؤں کے پورے مالک تو وہ ہو ہی گئے اور ادھر سے دُور دُور تک اُن کا نام مشہور ہوگیا - روپئے کی انھیں کبھی کوئی کمی نہیں تھی - زمینداری کے علاوہ تجارت تھی اور لاکھوں روپئے بھرے تھے۔ دیوالی کے دنوں میں ایک ایک داؤں پر پچاس پچاس ہزار روپیہ لگا کر بھی اُن کے کان پر جوں نہ رینگتی تھی - ایسے باپ کے میرے ماموں صاحب لڑکے ہیں - زمینداروں کی طرح دُنیا کی سیر کرنے اور نمائشیں دیکھنے میں لاکھوں روپئے لگا چکے ہیں - بچپن میں وہ اپنے ننہال جمنا پار میں پہلے تھے - وہاں اُس وقت ان کی صرف نانی زندہ تھیں اور بے شمار دولت بھری تھی - جب گاؤں والے اُس بوڑھی سے کہتے تھے کہ تمہارا نانی ہزاروں روپئے روز اُڑا رہا ہے تو اُن کا جواب ہوتا تھا کہ کرنے دو میرا اور کون بیٹھا ہے - اس بے شمار دولت اور وسیع زمینداری سے فائدہ اُٹھانے والا اور ہے ہی کون ؟ نانی نے بھی اگر عیش نہ کیا تو آگے اور کون کرے گا ؟ اور جتنی بار میرے ماموں روپیوں کی فرمائش کرتے تھے اُتنی بار وہ انھیں ایک نئی جگہ بتادیتی تھیں جہاں کھودنے سے اشرفیوں کی ایک بڑی دیگ نکلتی تھی -

جس وقت کا یہ واقعہ ہے اُس وقت میرے ماموں صاحب اپنے ننہال سے وہاں کی ساری دولت ختم کر کے واپس ہوئے تھے - وہاں ان کی آنکھ کے اشارے پر سو سو نوکر چلتے تھے سیکڑوں بیل پھلکتے تھے، سیکڑوں ہاتھی چنگھاڑتے تھے کہاں تک دماغ نہ چڑھتا - یہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ چچیرے بھائی کی سسرال سے نیوتہ آیا ہے - لڑکی کی شادی ہے اور برات میں شامل ہونا ہے مشورہ ہو رہا تھا کہ کون جائے ؟ وہاں سے پہلا نیوتہ تھا شادی حال ہی میں ہوئی تھی - اس لئے لڑکا اپنی سسرال خود نہیں جا سکتا تھا - بڑے بوڑھوں نے یہ طے کیا کہ ماموں صاحب برات کرنے جائیں - ان سے جب کہا گیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ وہ اس وقت جائیں گے جب اُن کی حسب مرضی اُن کے ساتھ ساز و سامان جائے گا - عزت اور ناک رہنے کے خیال ہی نے تو اس ملک کی یہ حالت خراب کر دی ہے - اُس زمانے میں ناک زرا اور بڑی ہوا کرتی تھی - میرے ماموں صاحب کے چچا یوں تو دُبلے پتلے تھے مگر تھے بڑی آن بان کے آدمی - زمینداری اور تجارت اُن کے یہاں بھی تھی اور دولتمندی میں وہ شاید میرے سگے نانا سے بھی بڑھ کر تھے - میرے ماموں کی بات سُن کر فوراً اُنھوں نے پنسل اور کاغذ اُٹھایا اور بولے - بھیا تمھیں جانا ہی ہے جو کہو سو حاضر کر دیا جائیگا ماموں صاحب بولتے گئے اور وہ لکھتے گئے - ماموں صاحب بولے - "چار ہاتھی" اُن کے چچا صاحب نے لکھکر کہا "پانچ ہاتھی"۔ ماموں صاحب نے کہا "چار سو آدمی"۔ چچا صاحب نے کہا "پانچ سو آدمی"۔ اسی طرح ۲۵ برہمن، سامان کے لئے پانچ گاڑیاں، دس رتھ، شامیانے، ڈیرے، گھوڑے اور اُن کے زیور، بیل اور اُن کے زیور - پانچ دن کی رسد وغیرہ وغیرہ سب لکھے گئے اور وقت پر حاضر کر دئے گئے -

خوب سج دھج کر ماموں صاحب برات کرنے چل پڑے - جدھر سے وہ نکل پڑتے تھے آسمان غبار سے بھر جاتا تھا - سب گاؤں والے سمجھتے تھے کہ کسی بڑے زمیندار کی برات جا رہی ہے - یہ کیسے معلوم تھا کہ محض ایک نیوتے میں میرے ماموں صاحب کی سواری جا رہی ہے - دوسرے روز شام کو نیوتے والے گاؤں کے پاس ایک تالاب کے کنارے پہنچے اور وہاں سجنے کے لئے رُک گئے بیچ میں ایک شگون ہو چکا تھا - جمنا پار کرتے وقت کشتیوں کا پل آدھا سامان اُس پار پہنچنے پر ٹوٹ گیا تھا - ایک ہاتھی کے دو پیر ایک کشتی پر تھے اور دو پیر دوسری کشتی پر اُسی وقت پل ٹوٹا تھا - اُس وقت ایک طرف پل کا ٹھیکیدار چلا رہا تھا کہ سارا پل ٹوٹ جائیگا اور اُدھر ہاتھی چنگھاڑ رہا تھا اور مہاوت باولا ہو رہا تھا بڑی مشکل ست ہاتھی کو پیچھے ہٹا کر پیرا دیا گیا - تب کہیں باقی پل ٹوٹنے سے بچا - دو گھنٹے پل کو ٹھیک ہونے میں لگے اس کے بعد باقی سامان اور لوگ پار ہوئے - تالاب کے کنارے پہنچکر لوگوں نے کچھ کھایا پیا اور پھر سج دھج کر چلنے لگے تو گاؤں والوں کو آمد کی اطلاع دینے کے لئے بندوقیں داغی گئیں - ہاتھیوں میں ایک شکاری ہاتھی تھا - بندوقوں کی آواز سن کر وہ سمجھا کہ شکار ہو رہا ہے اور آگے کی طرف جھپٹا - ایک رتھ کے ۲ بیل ہاتھی کو اپنی طرف جھپٹتے دیکھ کر تکّی بکّی بھول گئے اور رتھ کو گھسیٹتے ہوئے تالاب میں کود پڑے - رتھ چور چور ہوگیا اس کے مالک نے رونا شروع کیا تو ماموں صاحب نے ڈانٹ بتائی کہ کمبخت ! یہ خوشی تو نہیں مناتا کہ ابھی ابھی وہی رتھ چھوڑ کر ہاتھی پر بیٹھا ہوں - اگر رتھ ہی پر بیٹھا رہتا تو مرگیا ہوتا اُلٹا روتا ہے - رتھ تو میں لوٹ کر تجھے دوسرا بنوا دونگا - مگر میرے مرنے پر زمیندار صاحب کے دوسرا بیٹا کہاں سے آتا ؟ خیر ! وہ بیچارہ کسی طرح رو گا کر خاموش ہوا تو جلوس آگے بڑھا - یہ دوسرا شگون ہوا -

گاؤں والے پہلے تو یہ سمجھے کہ ڈاکو آگئے ہیں اور بندوق چلا رہے ہیں - مگر دن دھاڑے ڈاکے ذرا کم پڑتے ہیں - اس لئے گاؤں والوں نے یہ طے کیا کہ کوئی نیوتہری زمیندار صاحب کے یہاں آئے ہیں مگر نیوتے میں آنے والوں کی تعداد اور ساتھ کے ساز و سامان کو دیکھ کر زمیندار صاحب کے ہوش اُڑ گئے - مگر داماد کے یہاں سے آنے والے نیوتہریوں کا معاملہ ! وہ بیچارے

بھی کیا کرتے! ایک باغ بتا دیا گیا جس میں ماموں صاحب کی فوج نے ڈیرا ڈال دیا۔ ان کی فوج کے کھانے پینے کی بابت کسی کی ہمت ہی نہ پڑی۔ دن بھر کے مرے تھکے لوگوں کو خود ہی روٹی ٹھونکنی پڑی۔ تب تک اور نیوتہری بھی آ گئے تھے۔ اس گاؤں کے زمیندار صاحب کی ایک لڑکی ایک دوسری جگہ بیاہی ہوئی تھی۔ اُنھوں نے یہ فوج راستے میں دیکھی تھی تو اپنا رتھ لانے کے لئے اُلٹے پیروں لوٹ گئے تھے۔ وہ بھی تب تک آ گئے تھے۔ مگر کہاں یہ پوری فوج اور کہاں اُن بیچاروں کا ایک رتھ اور بیل گاڑی۔

دوسرے روز بارات روانہ ہوئی ماموں صاحب اپنی فوج کے ساتھ سب کے آگے تھے۔ برات میں تقریباً ہزار آدمی ہونگے جن میں پانچ سو صرف ماموں صاحب کے آدمی تھے۔ غنیمت یہ ہے کہ اب ایسی براتوں کا رواج اُٹھتا جا رہا ہے۔ ہزار آدمیوں کی برات جس کے دروازے پر پہنچے اس بیچارے کا تو دیوالہ ہی کھسک جائے، اُسے دیکھ کر ہی ہوش و حواس گم ہو جائیں۔ کھلانے پلانے کا سوال تو بعد میں پیدا ہو جہاں برات جا رہی تھی اُس گاؤں کے قریب پہنچنے پر پانی بڑے زوروں سے برسنے لگا۔ سب کو یقین ہو گیا کہ دولہا دلہن نے کڑھائی چاٹی تھی۔ کسی طرح کئی نالے پار کر کے گاؤں تک پہنچے۔ وہ گاؤں بڑا تھا۔ اتنا بڑا کہ وہاں کے آدمی ایک دوسرے کو اچھی طرح نہیں پہچانتے تھے تقریباً دس ہزار کی آبادی ہوگی۔ اس آندھی پانی میں کون کس کو پوچھتا۔ برات منتشر ہو گئی جس کو جہاں جگہ ملی وہیں اُس نے پناہ لی۔ صرف میرے ماموں صاحب کی فوج ترتیب سے چلی جا رہی تھی جو لوگ استقبال کے لئے آئے تھے اُنھوں نے اسی کو پوری برات سمجھ کر ایک باغ کی طرف اشارہ کر دیا اور پھر ایسے غائب ہوئے کہ اُن کا پتہ ہی نہ چلا۔ ماموں صاحب اس باغ میں تو گئے نہیں ایک بہت بڑی چوپال دیکھ کر اُسی پر قبضہ کر لیا۔ دیہاتوں میں یہ بات اچھی ہوتی ہے کہ لڑکی کی شادی کے وقت سارے گاؤں والے اپنے ہی لڑکی کی شادی سمجھتے ہیں۔ اس لئے کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ دوسرے روز کی شام تک کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ کون کہاں ہے؟ کھانے پینے کے بارے میں پوچھنا تو علیحدہ بات

تھی۔ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ گراموفون کی بات سن کر سارا گاؤں اکٹھا ہو گیا۔ گراموفون اس سے پہلے شاید کسی نے دیکھا نہیں تھا اس لئے کوئی کہنے لگا کہ صندوق میں کوئی بیٹھا ہوا ہے اور کوئی کہتا تھا کہ جادو سے گانا ہوتا ہے غرض جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔

دوسرے دن شام کو ناچ تھا۔ اس زمانے میں ناچ کی بڑی دھوم تھی اور جمنا پار اب تک یہ رواج ہے کہ ناچ کا بلاوا ڈیروں ڈیروں آتا ہے۔ محفل میں ماموں صاحب اور اُن کی فوج کے لئے ایک پورا بڑا قالین خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔ ماموں صاحب پہنچے تو سب لوگ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ناچنے والی نے بڑے تپاک سے مجرا کیا۔ ماموں صاحب تو سادے لباس میں تھے مگر ان کے ملازم زری کی اچکنیں اور صافے پہنے تھے اور زیوروں سے لدے تھے۔ اُنھوں نے ایک طرف منہ کیا تو ایک نوکر پان کا ڈبہ لیکر حاضر ہو گیا اور دوسری طرف منہ کیا تو اُگالدان پہنچ گیا۔ ناچ شروع ہوا تو باقاعدہ نیوچھاور ہوا۔ ماموں صاحب نے ناچنے والی کے آگے پانچ روپیہ کا نوٹ پھینک دیا۔ اُن کے ایک رتھ والے ساڑھو صاحب نے برابری میں پانچ روپئے پھینکے۔ دس روپئے، بیس روپئے، پچیس روپئے اور پھر اسی طرح پچاس روپئے نیوچھاور ہوئے۔ پھر ماموں صاحب نے تاؤ میں آ کر ہیرے کی انگوٹھی اُتار کر ناچنے والی کے آگے ڈال دی۔ اب تو ساڑھو صاحب گھبرا گئے۔ چاروں طرف سے آدمی بولے۔ ایک رتھ لیکر تو چلے ہو۔ راجوں کی برابری کرتے ہو۔ وہ بیچارے کھسیا کر رہ گئے۔ ذرا دیر بعد ماموں صاحب اُٹھ گئے اور اُن کے ساتھ ہی محفل بھی اُٹھ گئی۔

تیسرے روز برات رخصت ہوئی۔ ماموں صاحب اور ان کی فوج کو نہ تو براتیوں نے پانی کو پوچھا نہ گھراتیوں نے اتنا بڑا جنجال کون پالتا۔ ماموصاحب ناراض ہو کر سیدھے گھر لوٹ آئے۔ یہاں چچا صاحب کو سارا قصہ سنایا گیا۔ محض ناک رکھنے کے لئے ہزاروں روپیوں پر پانی پھر چکا تھا مگر انھیں پرواہ نہ تھی۔ انھوں نے اتنا ہی کہا۔ "بیٹا خوب کیا! اب وہ کمبخت پھر کبھی کس منہ سے نیوتہ دیں گے؟"

واقعی اُن لوگوں کا پھر کبھی نیوتہ دینا ناممکن ہی سا تھا۔ ایسا نیوتہری ہر کسی کے یہاں پہنچنے لگے تو نیوتہ دینے والے اور لڑکی والے دونوں کا دیوالہ نکل جائے۔ مگر ہمارے دیہات اسی قسم کے نیوتے، بے تحاشہ اخراجات اور بڑی ناکوں کے مارے ہی تو تباہ ہو چکے ہیں۔ جب تک قاعدے کے اخراجات اور قاعدے کی ناکیں ہمارے یہاں نہ ہوں گی تب تک یہی حال رہے گا۔ ہم لوگوں کو خواہ مخواہ بڑے آدمی بننے کی ہوس نہ جانے کیوں ہے اور ہمارے بڑے آدمیوں کو اس قسم کی تباہی کی عادت نہ جانے کیوں ہے؟

مجبوریاں

'سلام'

مجھے نفرت نہیں ہے عشقیہ اشعار سے لیکن
ابھی ان کو غلام آباد میں مَیں گا نہیں سکتا

مجھے نفرت نہیں ہے حسن جنت زار سے لیکن
ابھی دوزخ میں اس جنت سے دل بہلا نہیں سکتا

مجھے نفرت نہیں رنگِ گل و گلزار سے لیکن
ابھی ان آنسوؤں میں سوئے گلشن جا نہیں سکتا

مجھے نفرت نہیں پازیب کی جھنکار سے لیکن
ابھی تابِ نشاطِ رقص محفل لا نہیں سکتا

مجھے نفرت نہیں ہے شوق کے اظہار سے لیکن
ابھی خوابیدہ ارمانوں سے راحت پا نہیں سکتا

ابھی ہندوستاں کو آتشیں نغمے سنانے دو
ابھی چنگاریوں سے اک گلِ رنگیں بنانے دو

دیہاتی زندگی کی ۲ انمیل تصویریں

از پنڈت وینکٹیش نرائن تیواری

پنڈت وینکٹیش نرائن تیواری 'ہل' کے قارئین کے لئے ایک بہترین سلسلۂ مضامین لکھ رہے ہیں۔ اِس سلسلے کا پہلا مضمون "ہمارے دیہاتوں کی پکار"۔ 'ہل' کی دسمبر ۱۹۳۹ء کی اشاعت میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ اُس سلسلے کا دوسرا مضمون ہے۔ اِس میں قارئین کو دیہاتوں کے دیکھنے کا ایک بالکل نیا نقطۂ نظر ملے گا۔

دیہاتی گیت دیہاتی کے دل کی کھڑکیاں ہیں اُن سے جھانکنے پر ہمیں اس چھپی ہوئی دنیا کا بہت کچھ پتہ لگ سکتا ہے۔ ہندی والوں کی خوش قسمتی سے* ہندی میں دیہاتی گیتوں کا ایک مجموعہ موجود ہے جس کے لئے ہمیں پنڈت رام نریش ترپاٹھی کا دل سے ممنون ہونا چاہئے۔ ہمیں اُسمیں دیہاتی زندگی کو روشن کرنے والا کافی مسالہ ملتا ہے۔ اِس مجموعہ میں جمع شدہ گیتوں کی قیمت تو ہے ہی لیکن پنڈت جی کی لکھی ہوئی "تمہید" اور "گزارش" بھی بہت معنی خیز ہے۔ اُن کی وجہ سے اس مجموعے کی اہمیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ میں نے اسے از اوّل تا آخر پڑھا اور پڑھ کر میں ترپاٹھی جی کے اِس قول سے متفق ہوں کہ "دیہاتی گیت" قدرت' کے جذبات ہیں کیونکہ دیہاتیوں کے بیچ میں 'دل' نامی جگہ پر بیٹھ کر قدرت گایا کرتی ہے۔ انھیں گیتوں کی مدد سے ہم دیہاتوں کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ وہ تو دیہاتیوں کے سکھ دُکھ کی سچی کہانیاں ہیں۔ اسی لئے مَیں دیہاتوں کی فطرت کا نقشہ انھیں دیہاتی گانوں کی بنا پر کھینچنے کی کوشش کروں گا۔ کیونکہ اگر ہم اِن گیتوں کے مطالعے کے ذریعے دیہاتوں کا مطالعہ کریں تو ہمیں اُن کے سدھار کی تدبیریں سوچنے میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ ابھی تک ہمارے مصنفوں نے دیہاتیوں کی فطرت اُن کی عادت اور اُن کی دماغی اُلجھنوں اور پابندیوں کو نہ تو سمجھنے کی کوشش کی اور نہ اس طرف کوشش کرنے کی اُنھوں نے کوئی ضرورت ہی سمجھی۔ کامیاب طبیب تو وہی ہے جو مرض کی ظاہرا علامتوں کے ساتھ ساتھ اُس کی تاریخ اور مریض کے مزاج وغیرہ کی بھی صحیح تشخیص کرتا ہے۔ صرف مرض کی ظاہرا علامت سے جو طبیب علاج بتائے گا وہ کبھی کامیاب طبیب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دیہات کا مسئلہ تبھی حل ہو سکتا ہے جب ہم دیہاتی زندگی کی نفسیاتی نقطۂ نظر سے تحقیق کریں اور اس بات کے سمجھنے کی کوشش کریں کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے وہ اس وقت سراسیمہ بے حوصلہ اور اپنی ترقی سے مایوس ہو گیا ہے۔ ہم سب ماضی کے بھوت کے قیدی ہیں۔ اُس کے سخت ہاتھ ہمارے کندھوں پر ہیں اور ہم اُٹھنا چاہتے ہیں لیکن اُٹھ نہیں پاتے۔ آگے بڑھنا چاہتے ہیں لیکن اُس کے بوجھ سے ہمارے لئے پیر کھسکانا بھی مشکل ہو گیا ہے۔

x x x x

ہندوستانی کسان میں کوئی بنیادی خرابی نہیں ہے اور نہ اس کی جڑ میں کوئی زہریلا کیڑا ہی لگا ہے۔ جنھوں نے ہندوستان کے باہر نوآبادیوں میں شمالی ہند اور جنوبی ہند کے قلیوں کو دیکھا ہے اُن سے پوچھئے کہ ہندوستان کے دیہاتی میں کتنی عجیب قوت ہے یا اُس میں کتنی خصوصیتیں ہیں۔ میں نے ہندوستان سے ۱۳ ہزار میل دور برٹش گائنا میں شمالی ہند سے آئے ہوئے ہزاروں 'قلیوں' کو دیکھا ہے! ایسے ہی بھائیوں کے درشن ٹرینیڈاڈ میں بھی ہوئے۔ فیجی، نیٹال اور موریشس میں آباد ہندوستانی قلیوں کا حال مَیں نے پڑھا اور سُنا ہے اور جو کچھ میں نے پڑھا یا سُنا ہے اُن سب کا میرے اوپر ایک ہی اثر ہوا۔ ہندوستانی کسان کی بے نظیر اہلیت، قابلیت، ہمت، ضبط، مصائب برداشت کرنے کی جرات اور اُس پر قابو پا لینے کی حکمت عملی کو دیکھ کر کس کا سر عزت اور عقیدت سے جھک نہیں جاتا۔ لیکن جو دیہاتی غیر ملکوں میں قلی کی صورت میں ناممکن کو ممکن کر دکھاتا ہے وہی ہندوستان میں رہ کر، کیا وجہ ہے کہ نکما، اپاہج اور بیجان بن جاتا ہے۔ اُس میں طاقت ہے۔ اگر اُس میں طاقت نہ ہوتی تو وہ پردیشوں میں جا کر اتنی طاقت کہاں سے دکھاتا؟ پھر وہ کون سی پابندی ہے جس کی وجہ سے اُس کی وہ طاقت ہندوستان میں مُردہ سی پڑی رہتی ہے؟ کوئی تو ایسا سبب ہے جو ہمارے دیہاتیوں کو اُس کی مقام پیدائش نہ صرف ناکام بنا دیتا ہے بلکہ اُن کی اُٹھنے تک کی خواہش تک کو سرے سے مار دیتا ہے۔ وہ کون سا لقوہ ہے جو ہمارے کسانوں کے ضمیروں کو مُردہ کر دیتا ہے باہوشوں کو بیہوش بنا دیتا ہے۔ یہی حال ۱۹۲۰ء کے پہلے آئرلینڈ کے کسانوں کا بھی تھا۔ آئرلینڈ میں بھی اُن کی حالت اُتنی ہی خراب تھی جتنی خراب گاؤں کے رہنے والے ہمارے کسانوں کی ہے۔ لیکن وہی آئرش کسان جب آئرلینڈ چھوڑ کر امریکہ چلے جاتے تھے تو وہاں وہ ایک دم بدل جاتے تھے۔ جو اپنے ملک میں مٹی کے نرے لوندے تھے وہی آئرلینڈ کے باہر نکلتے ہی آگ کے پرکالے بن جاتے تھے۔ جو آئرلینڈ میں نکمے

---

* نوٹ۔ اُردو میں ابھی 'دیہاتی گیتوں کا ایک مجموعہ "دیہاتی گیت" کے نام سے شائع ہوا ہے جسے اعظم کریوی صاحب نے مرتب کیا ہے اور عصمت بک ایجنسی نے شائع کیا ہے۔

شمار کئے جاتے تھے اُنھیں کا امریکہ پہنچتے ہی کامیابوں میں شمار ہونے لگتا تھا۔ الہ آباد کا ایک مسلمان کسان اس ضلع میں پُشتہا پُشت سے کنگال بنا رہتا ہے لیکن اگر وہی کنگال مسلمان ”قلی“ ہوکر برٹش گائنا چلا جائے تو وہاں وہی قلی تیرہ مربع میل کے ایک فارم کا مالک بن جاتا ہے۔ ایک بھنگی فرخ آباد سے برٹش گائنا جاکر کروڑپتی ہو جاتا ہے۔ بہار سے جانے والے ایک قلی خاندان کا لڑکا کھیتی میں اپنی عجیب سوجھ بوجھ کے باعث امریکہ کے بڑے بڑے انجنیروں کے کان کاٹ لیتا ہے۔ لیکن کیا سبب ہے کہ وہی بھنگی اور وہی بہاری ہندوستان میں نکمّے اور اپاہج بنے رہتے ہیں؟ کیا ہندوستان کی آب و ہوا میں کوئی نقص ہے؟ یا ہماری دیہاتی زندگی میں کوئی خامی ہے جس کی وجہ سے ہونہار بروے پنپ نہیں پاتے اور اگر پنپے بھی تو فوراً ہی کیڑے اُن کی باڑھ کو مار دیتے ہیں۔ ایک شیو ٹہل اگر یوپی میں رہتا یا جگدیو بہار میں پیدا ہوتا تو ایک بھنگی کا بھنگی بنا رہتا اور دوسرا اپنا خون سُکھا کر کسی طرح زندگی گذارتا۔

× × × ×

جب مَیں ۱۹۲۲ء میں ٹرینیڈاڈ اور برٹش گائنا گیا تو وہاں کے بہت سے انگریز اور جنٹیلوں سے میرا تعارف ہوا۔ یہاں سے گئے ہوئے یا وہیں پیدا ہونے والے ہندوستانیوں کی مالی حالت کے مطالعے کا مجھے پورا پورا موقعہ ملا۔ برٹش گائنا میں تو مجھے معلوم ہوا کہ جس کام کو انگریز ’ڈچ‘ پرتگیز، چینی اور حبشی نہیں کرسکے وہ ہمارے ملک سے جانے والے قلیوں نے آسانی سے کر دکھایا۔ برٹش گائنا میں جہاں سیکڑوں ایکڑ دلدل تھے وہاں ان کی بدولت ہرے ہرے کھیت لہرانے لگے۔ ہندوستان کسان کی جتنی تعریف مَیں نے وہاں کے لوگوں سے سُنی اس کا مجھے خواب میں بھی خیال نہیں تھا۔ ان کی بہادری، ان کی مستعدی، انکی قابلیت اور ان کی انتظامی قابلیت کا ہر غیر ملکی کی زبان پر ذکر تھا۔ وہاں کا یہ حال تھا کہ آج کا ہندوستانی ملازم کل اپنے مالک کی زمین کا مالک بن جاتا تھا۔ بے ایمانی سے نہیں بلکہ اپنی کفایت شعاری سے۔ چھل کپٹ سے نہیں بلکہ اپنی محنت اور مشقت سے اس طرح برٹش گائنا کے بہت بڑے حصّے کی ملکیت ہندوستانیوں کے ہاتھ میں آئی۔ اسی طرح ٹرینیڈاڈ میں بھی تین چوتھائی کے قریب زمین ہندوستانیوں کے ہاتھ میں تھی۔

× × × ×

غور کرنے کی بات ہے۔ یہاں والے اپنے ملک سے ۱۱ - ۱۲ ہزار میل دور چلے گئے وہاں اُن کا کوئی پوچھنے والا نہیں، کوئی ساتھی نہیں، کوئی مددگار نہیں۔ نیا ملک، نیا قانون، نئی ریت نیا رواج۔ انھیں وہاں لیجانے والے تاجروں کو روپئے کمانے کی دُھن میں مست ہونے کے باعث ان کے ساتھ کوئی خاص ہمدردی نہیں، انھیں آگے بڑھانے کا کوئی خاص حوصلہ نہیں۔ وہاں کی زبان سے بھی یہ واقف نہیں ہندوستان تک ان کی آواز پہنچانے کا کوئی ذریعہ نہیں اور اگر آواز پہنچ بھی گئی تو اسکی شنوائی کی کوئی امید نہیں۔ یہ قلی تو دنیا کے اُن بدنصیبوں میں تھے جو غلام ملک میں پیدا ہوئے اور جنھیں سوتیلے لڑکے کی طرح مادرگیتی نے گھر سے باہر نکال پھینکا اور پھر جن کی یاد تک ہمیشہ کے لئے بھلا دی۔ قسمت کے مارے ہوئے اِن بدنصیبوں کا دُکھ میں کوئی ساتھی نہیں کوئی ہمدم نہیں۔ ایک بھگوان ضرور تھے لیکن دُکھ میں وہ بھی انھیں بھول سے گئے۔ اتنے پر بھی اِن لوگوں نے اُس دور دراز ملک میں کمال کا جوہر دکھایا اور اپنی مردانگی سے اپنے پہلے مالکوں کو پہلے ششدر پھر چوکنا اور اسکے بعد شکست ماننے کے لئے مجبور کر دیا۔

یہ طاقت اُن میں کہاں سے آئی؟ یہ زور اُنھیں کہاں سے ملا؟ یہ مستعدی اُن میں کہاں سے آئی؟ کیا سبب ہے کہ ہندوستان کا کنکر ہندوستان کے باہر جاکر ہیرا بن جاتا ہے؟ جس کو لوگ یہاں پیروں سے ٹھکراتے تھے اُسی کو باہر والے عزّت سے دیکھتے ہیں۔ نہ صرف دیکھتے ہیں بلکہ اُن کی عزّت کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔

یہ خون کا اثر ہے؟ ہندوستانیت کا جادو ہے؟ ہندوستانیت کی خاک کی خوبی ہے؟ اگر ہے تو کیا سبب ہے کہ ہندوستان میں وہ کنکر کا کنکر اور مٹّی کا مٹی ہی بنا رہتا ہے؟ جنکو ہندوستان کے دیہاتی کو پہچاننے اور سمجھنے کا اشتیاق ہو اُن سے مَیں کہوں گا کہ وہ اُسے گاؤں کی چوپالوں اور کھیتوں میں نہ تلاش کریں۔ اُنھیں تو اُن غیر ملکوں میں جانا پڑیگا جہاں پر شرط کے پابند ’قلی‘ بننے کے زمانے میں ہمارے بچھڑے ہوئے دیہاتی بھائی ہندوستان کے بندرگاہوں سے جہازوں میں بھر بھر کر بھیجے جاتے تھے۔ وہاں جاکر وہ دیکھیں گے کہ ہندوستانی کسان میں ترقی کرنے کی کتنی صلاحیت رہتی ہے یا اُس میں کتنی خوبیاں ہیں۔ ہندوستان میں اگر اُس سے سونا چھو جاتا ہے تو وہ مٹی ہو جاتا ہے لیکن ہندوستان کے باہر جاکر اُس نے جہاں کی بھی مٹّی چھوئی اُسی کو سونا بنا دیا۔ وہ تو پورا پارس پتھر ہے۔ پھر کیا سبب ہے کہ اپنے ملک میں وہی پارس پتھر اکارت پڑا رہتا ہے؟ کیا بات ہے کہ باہر جاتے ہی اُسمیں ازلی طاقتیں پھوٹ پڑتی ہیں اور قریب کے لوگوں کو چکا چوندھ کر دیتی ہیں۔

اس لئے ہم یہ کہیں گے کہ دیہاتوں کے مسئلے حل کرنے کی کوشش اُس وقت تک پوری طرح کارگر نہیں ہو سکتی جب تک ہم اپنے دیہاتوں کے ’مرض‘ کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش نہ کریں گے۔ لہذا یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم آئرلینڈ کے کسانوں کی مالی اور سماجی حالت کے ساتھ اپنے دیہاتوں کی سماجی حالت کا مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ دونوں میں کہاں تک یکسانیت ہے اور دونوں ملکوں میں کہاں تک یکساں وجوہ سے ایک سی رُکاوٹیں اور دقّتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ساتھ ہی ہمارا یہ بھی مشورہ ہے کہ ہماری یونیورسٹیوں کے بڑے بڑے عالم اور قابل حضرات دیہاتی زندگی کا سائنٹیفک طور پر مطالعہ کریں اور اس بات کا پتہ لگائیں کہ انکی دماغی بناوٹ یا قدیم رواجوں میں کون سی

خفیہ غلطیاں یا نقص موجود ہیں جن کی وجہ سے ہمارے گاؤں والوں کی ترقی مار ی گئی ہے۔

× × × × ×

سدھار کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ کچھ دن ہوئے میں اپنے ایک دوست سے اسی موضوع پر باتیں کر رہا تھا۔ باتوں ہی باتوں میں میں نے اُن سے کہا کہ سدھار کی تین قسمیں ہیں۔ میں نے اپنے قول کی وضاحت بھی کی اُسی کو اگر میں یہاں پر دُہرا دوں تو بیجا نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ ایک تو پاگل کی اوپری اصلاح ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک پاگل پاگل خانے میں بند ہے۔ پیشاب پاخانے سے اُسکے کپڑے وقت بے وقت خراب ہو جاتے ہیں بستر بھی خراب ہو جاتا ہے لیکن پاگل کو اس کی کوئی فکر نہیں۔ وہ خوش رہتا ہے۔ اُسکے سرپرستوں نے جب دیکھا کہ اسکے کپڑے خراب ہوگئے ہیں تو دوڑکر اسکے کپڑے بدل دئے بستر بھی بدل دیا۔ پاگل جتنا پہلے خوش تھا اُتنا ہی وہ کپڑے بدلنے کے بعد بھی خوش رہا۔ اُسے پہلی حالت سے نہ رنج ہوا نہ دوسری سے خوشی۔ بیہوش پاگل کو بھلے بُرے کا احساس کہاں؟ گندگی اور صفائی اُس کی نگاہ میں دونوں یکساں ہیں۔ یہ سدھار کی ایک قسم ہے۔ دوسرے کی مثال لیجئے۔ چھوٹا بچہ پاگل تو نہیں ہوتا لیکن خام عقل کا ضرور ہوتا ہے۔ اُس کی ماں اُسکو زبردستی پکڑ کر نہلاتی، دُھلاتی اور اچھے کپڑے پہنا دیتی ہے تھوڑی ہی دیر بعد سفید کپڑے مَیلے ہو جاتے ہیں اور صاحبزادے کے ہاتھ پیر اُن کی اُن میں مٹّی میں سن جاتے ہیں۔ خاک آلود ہونے پر بھی وہ اُتنا ہی خوش رہتا ہے جتنا نہلانے کے بعد تھا۔ دونوں حالات میں اُسے یکساں خوشی ہے۔ اُسے نہ صفائی سے خوشی نہ گندگی سے نفرت۔ اب سدھار کی تیسری مثال ملاحظہ فرمائیے۔ کسی سمجھدار کو لیجئے۔ اُسے صفائی کی اہمیت معلوم ہے نہ صرف اُسے صفائی کی اہمیت ہی معلوم ہے بلکہ صاف رہنے اور صاف کپڑے پہننے کی دلی خواہش بھی اُس میں موجود رہتی ہے۔ جہاں اُسے صفائی سے اُنسیت ہے وہاں گندگی سے نفرت بھی ہے۔ وہ بیماری کی حالت میں بھی یہی چاہتا ہے کہ اُسکے کپڑے مَیلے نہ رہیں اور اُس کا جسم بھی صاف رہے۔ غریبی کی وجہ سے اگر اُسے صاف کپڑے نہیں میسّر آتے تو مجبوری ہے لیکن مجبوری کی حالت میں بھی وہ یہی چاہتا ہے کہ مَیلے کپڑوں کی جگہ پر وہ صاف کپڑے پہنے اور گندا رہنے کے بجائے وہ صاف رہے۔

× × × ×

پاگل خانے میں بند مایوس پاگل کی سی ہی حالت ہمارے دیہاتیوں کی ہے۔ ہوش ہوتے ہوئے بھی وہ بیہوش ہیں۔ ظاہر کی آنکھیں کُھلی ہیں لیکن باطن کی آنکھیں اگر پھوٹی نہیں ہیں تو بند ضرور ہیں۔ انسانی جسم ہے لیکن اُس جسم کے اندر قیام ہے انسانی روح کا نہیں بلکہ پیڑ پودوں کی روح کا۔ ہمارا دیہاتی تو بیچ بیچ چلتا پھرتا کدو یا کھرا ہے۔ کھرے کو جتنا چاہو اُتنا صاف ستھرا کر دو یا اگر چاہو تو اُسے کیچڑ میں پھینک دو، اُسکے مالک کو اُس کی حالت دیکھ کر شائد خوشی یا رنج ہو لیکن اُسے کوئی احساس نہ ہوگا۔ ہمارا دیہاتی بھی ویسا ہی جاندار کھرا ہے۔ اور یہی شان شوکت کا اُسے کوئی خیال نہیں کیونکہ وہ اس سے بہت پرے ہیں۔ کوسوں دور ہیں۔ کیا ہماری سماجی زندگی کے اِس پہلو پر اِس بات سے کافی روشنی نہیں پڑتی کہ ہمارے سماج میں اگھوریوں کی بڑی عزّت ہے اور صفائی میں نہیں بلکہ گندگی میں بھگوان دکھائی دیتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ کسی دیہات میں یہ خبر پہنچے کہ مہینے میں ایک بار پڑوس کے اسکول کے لڑکے آکر صفائی کریں گے۔ یہ بھی فرض کر لیجئے کہ لڑکے ہر مہینے جاکر گاؤں کی صفائی بھی کر دیتے ہیں۔ اِدھر لڑکوں نے صفائی کی اُدھر ۲۹ دن تک پھر کوڑا جمع ہوتا رہے گا کیونکہ گاؤں کی حالت اِس وقت پاگل خانے کے پاگل کی سی ہے۔ وہ تو بیزار ہے اُسے صفائی سے اُنس نہیں۔ مَیل سے نفرت نہیں۔ صدیوں سے وہ گندگی میں رہا ہے۔ گندہ پانی اُس نے پیا، گندے پانی سے اُس نے برتن صاف کئے اور اپنا کھانا پکایا۔ پشتہا پُشت سے گاؤں والے کھارا پانی پیتے آئے یہی اُن کے پردادا نے کیا، یہی اُن کے دادا نے کیا۔ اُس نے دیکھا کہ یہی اُس کے باپ بھی کرتے تھے وہ کیوں بدلے؟ اُلٹ پھیر میں خطرہ ہے۔ نئی راہ اختیار کرنے میں جوکھم ہے۔ پُرانی لکیر پر گاؤں کی متعدد پشتوں سے دیہاتی زندگی کی لڑھیوں کے پہئے کھڑ مڑ کرکے چلتے رہے ہیں۔ لڑھیاں کبھی اُلٹیں نہیں، اُس کا کبھی کوئی چاک ٹوٹا نہیں، ہانکنے والے کو کبھی کسی مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑا پھر کیوں وہ پُرانی لکیر کو چھوڑ کر نئی لکیر کو اپنائے؟

× × × ×

سُدامَا کا قصّہ کس نے نہیں سُنا؟ دیہاتی گیتوں میں بھی سُدامَا کے متعدد گیت ہیں اُن میں سے ایک کو ہم ترپاٹھی جی کے "گرام گیت" سے یہاں پر نقل کرتے ہیں:۔

کرشن سُدامَا دونوں پڑھنے کو نکلے
باندھے کرشن کلیوا ہو رام
دھیرے دھیرے کھول گٹھریا سُدامَا
مُٹھی بھر چنا اُن پھانکے ہو رام
چھوٹے کنہیا بڑے ہو سُدامَا
چھوٹے کا حصّہ اُن کھایا ہو رام
جیہی کے دوارے کانہا ہتھیا بندھے رہیں
تیہی کے دوارے کتا بسیرا ہو رام
جن کے رہے کانہا سونے کی محلیا
تیہی گھر چھانی نہ چھپّر ہو رام
جیہی کی رسوئیاں کانہا کھیر یا کھیریا
تیہی گھر پُھٹا نہ دانا ہو رام
جیہی کے گھرے کانہا سونے کے تھارا
تیہی گھر مٹّی کے کُبھا* ہو رام
ایک دن بولی سُدامَا کی استری
جائے کندھیا جی تے بنولے ہو رام
کیسے کہ جاؤں رانی متر سے ملنے
نا انگ دھوتی نہ لنگوٹی ہو رام
اچرا پھاڑ رانی اُنھیں پہنائن
ہاتھ میں کُبھا پکڑائن ہو رام
ایک کھیت میں ساواں کے تندل
موٹھی بھر ساواں اُن باندھا ہو رام
جائے سُدامَا پہنچے کرشن دوردا
بیٹھولے راجہ در بنیا ہو رام
جائے کے بھیتر خبر جناؤ
آئے ہیں متر تمھارے ہو رام
پوجا کرت شری کرشن مُسکانے
آئے ہیں متر ہمارے ہو رام
کھرڑا منگائے بھر بھر رکمنی
دینی سُدامَا کے کدوا ہو رام
گھر کھرڑا لیجاؤ سُدامَا
یہی سے ملھیں اہار ہو رام

---

* کُبھا = مشکی۔

کے کمھڑا پچلے متھرا بجریا
بیچن بنیا کے ہاتھ ہو رام
کمھڑا سے بنیا گھر دھے آیو
سیر بھر دے کے اناج ہو رام
ہنسیا منگائے کمھڑا چیرس جو بنیا
مو ہر گئی چھترا سے ہو رام
جو نے بنیا پچلے سُدا ما
مہر دیہن چھترا سے ہو رام
بٹیا چلت آنکھ موندسے سُدا ما
اندھرا پچلے کیسے باٹ ہو رام
پوچھاکرت شری کرشن جی بوسے
سُنو ہو بات موری رکمنی ہو رام
جب ہم دیہیں راج سُداہیں
تبھی پہ ہتے اپار ہو رام
نہوائے کھوائے پہرائے پتمبر
دہنے انگ لیہن بٹھائے ہو رام
موٹھی کھول جب دیکھی کنہیا
پوچھے لاگے بھابھی کچھ پٹھیہن ہو رام
ایک پھنکا مارن دوسر پھنکا مارن
رکمنی پکڑن ہاتھ ہو رام
تینوں لوگ انھیں کو دیہو
کو اہل رہے تمہار ہو رام
پھر پتمبر ہاتھ سے کمبھے
منی پچلے پچھتات ہو رام
جہواں تھی وہ رام منڑیا
تہواں بھوپ اُترے آسے ہو رام
جہواں تہو تُلسی کا پیڑوا
تہواں کنچن کمبھ ہو رام
جہواں تھی موری دربل براہمنی
تہواں کھڑی ایک رانی ہو رام
جوگا ویں یہ سُداما چیر تر
ہوئی دیر در سب دور ہو رام

کیا ہمارے کثیر التعداد دیہاتی آج بھی اوپر کے گیت میں مذکور سداما سے کسی بات میں کم ہیں؟ دیہاتوں کے سداماؤں کو گرودنے والی خاموش مفلسی آج بھی کردا کرتی ہے۔ بھوکے اور پسماندہ دیہاتی اپنی قابل رحم حالت کی اصلاح کی خواہش میں آج بھی دوسروں کا منہ دیکھا کرتے ہیں۔ سُداما کی بربادی کا سبب بھی گیت سے ظاہر ہو جاتا ہے دھیرے دھیرے کھول گٹھریا اُس نے کرشن کے مٹھی بھر چنے پھانک لئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس کے دروازے پر ہاتھی بندھے تھے اُس کے گھر پھوٹا دانہ بھی نہ رہا۔ بھوک اور افلاس کی تباہی اور اس کا لالچ اور اُس لالچ کے سبب چوری ہماری سماجی زندگی کی ایک قابل غور تصویر ہے اُسے اس مصیبت میں اپنی اصلاح کا کوئی راستہ نہیں سجھائی دیتا۔ وہ چاروں طرف نظریں دوڑاتا ہے لیکن اُسے کہیں اُبھرنے کا سہارا نہیں نظر آتا۔ کنہیا جی سے فریاد کرد کی ایک ہلکی سی اُمید اُس کے دل میں ٹمٹما اُٹھتی ہے شاید غریبوں کی پکار دینا ناتھ سُن لیں۔ اگر دینا ناتھ پکار سنتے بھی ہیں تو رکمنی کے ہاتھ سے کمھڑے میں بھر کر اُسے مہریں ملتی ہیں۔ لیکن وہ پاگل باؤلا اتنا بیوقوف ہے کہ اُسے سیر بھر اناج کے بدلے بنئے کے ہاتھ بیچ ڈالتا ہے۔ رکمنی کی شکل والی زمین فصل کی شکل میں مہریں کمھڑے میں بھر کر کسان کو دیتی ہے اور سداما کی شکل کا کسان سیر بھر اناج کے بدلے میں اُس کمھڑے کو بنئے کے ہاتھ بیچ دیتا ہے۔ رکمنی پھر سڑکوں پر مہریں بکھرا دیتی ہے لیکن اس پر بھی بیوقوف سداما اندھے کی نقل اُتارنے کی ٹھان کر آنکھیں بند کر کے سڑک سے گزر جاتا ہے مجبوراً کرشن جی اُسے حکومت سونپتے ہیں تاکہ باؤلے سداما کو پیٹ بھر کھانا تو ملے۔ دیہات کی حالت پر اس گیت سے جو روشنی پڑتی ہے اس سے دیہاتی زندگی کے اندھیرے میں لگی چھپی ہوئی بھلائی اور برائی صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس غریبی، اس اپاہج پن، اس بیکسی، بھولے پن وغیرہ کی مثال کیا ہمیں کہیں اور بھی مل سکتی ہے؟ دیہاتی سداما دُنیا کی باتوں میں کتنا نادان اور ناسمجھ ہے۔ اُسے اپنے بھلے بُرے کا کتنا کم علم اور اپنی حالت سدھارنے وہ کتنا الہڑ ہے! اندھے کی طرح وہ اِدھر اُدھر بھٹکا کرتا ہے۔ کام کی بات سے کوسوں دور رہتا ہے یا بھاگ جاتا ہے۔ زندگی اس کے لئے ایک لاینحل معمہ ہے۔

× × × ×

ایک دوسرا گیت اور لیجئے۔ اس کو بہت غور سے ملاحظہ فرمائیے:-

چھا یک پیڑ بھوایا تہ پتوں گھیر۔
ارے رما، تیہی تر ٹھاڑھی ہرنیا تہ من اتی ان من۔
چرتے چرت ہرینواتہ ہرنی سے پوچھتی۔
ہرنی کی تو رچہ یا جھراں کہ پانی بنو مُرجھیو۔
ہرنا! آج راجہ جی چھٹی تھیں ماری ڈری ہیں ہو۔
چھیٹی بیٹھی کوسلیا رانی ہرنی ارج کرئی ہو۔
رانی سواتہ بھیٹی روسئیاں کھلریا ہیں دیئتو۔
پیٹواسے ٹنگ گئی کھلریا مت سمجھاڈب ہو۔
رانی! ہیری پھیری دیکھیں کھلریا جنک ہرنا جیتی۔
جاہو ہرنی گھر اپنے کھلریا نا ہیں دیبی ہو۔
ہرنی! کھلری کہ کھنجڑی مڑھ ہوٹ بٹی تہ رام مورکھیلھئی ہو رام۔
جب جب باجئی کھنجڑیا شبد سنئی اُن کے ہو۔
ہرنی ٹھاڑھی ڈھنکیا کے نیچے ہرن کا بسورلئی ہو۔

ہرنی کی گریہ وزاری میں کسانوں کی صدیوں سے چھپی ہوئی نااُمیدی کا رونا ہے۔ یہ ہرنی کا رونا نہیں ہے۔ یہ رونا ہے دیہاتی عوام کا۔ یہ تصویر ہے سرمایہ داروں کی خود غرضی اور سختی کا۔ صدیوں سے دیہاتوں پر ایسی ہی گزری ہے۔ کتنے غریبوں کو بڑوں کی "چھٹی کی سوغات" بننا پڑا ہے۔ جب اُنھیں کھال تک نہیں بچتی تو وہ کیوں پسیں مریں اور دولت کمائیں؟ ہرنی کے گیت میں دیہاتوں میں تساہل کا جو سبب ہمیں ملتا ہے وہی ہے ہماری مالی کمزوری اور بیجانی کی جڑ میں اسلئے رحیم کو کہنا پڑا:-

رحیمن چپ ہی بیٹھئے دیکھ دنن کو پھیر
جب نیکے دن آئی ہیں بنت نہ لگیہے بیر

غریبوں کو اس کے علاوہ اور کیا کہہ کر تسلی دی جاسکتی ہے کیونکہ تلسی داس کے الفاظ میں۔ ہوئی وہی جو رام رچی راکھا۔ کو کہی ترک بڑھاوے ساکھا؟ یہ دوسری بات ہے کہ کبیر داس سرمایہ داروں کو نیک راہ پر چلنے کا مشورہ یہ کہہ کر انھیں دھمکائیں۔

کبیر آہ غریب کو
ہری سوں سہی نہ جائے
موئی کھال کی چام سوں
سار بھسم ہوئی جائے

لاکھ کوئی کچھ کہے جی نہیں بھرتا۔ صدیوں کے بعد صدیاں گزر گئیں۔ ہزار لاکھ بار خزاں آئی، بہار آئی۔ جیٹھ کی دھوپ تپی اور ساون

بھادوں سے مینہ برسا، نہ جانے کتنی بار زمین
پھولی پھلی، بنی بگڑی، پشتوں پر پشتیں آئیں اور
گزر گئیں۔ سب کچھ بدلا صرف نہ بدلا تو غریبوں کا
سسکنا، کراہنا۔ اور یہ اسی لئے نہ بدلا کہ ہمارے
سماج میں بقول انور صابری :۔

ساتھیوں کو آزادی سنہے
بسے گھروں میں بسنے کی
جن کے سر میں زہر بھی ہے
اور عادت بھی ہے ڈسنے کی

پھر کیوں نہ ہم شری بھگوتی چرن ورما کے
الفاظ میں، دیہاتوں کو سینۂ زمین کے پھوڑے
کہیں :۔

میں کہتا ہوں کھنڈہر اُس کو
پر وہ کہتے ہیں اُسے گرام
جس میں روز بھرتی دھندلاپن
ناکامی کی صبح شام
پشو بن نر پس رہے جہاں
ناریاں جن رہی جہاں غلام
پیدا ہونا پھر مرجانا
یہ لوگوں کا ایک کام ہے

اور ان کھنڈروں کے رہنے والے پیدا
ہونے کے وقت سے چتا پر پہنچنے تک اپنی قسمت
کی گاڑی کو مسلسل چلا چلاتے اپنے بھینسوں
کی طرح ہی ہانپنے لگتے ہیں۔ اس گاڑی پر بیٹھا
جو دیہاتی گاڑی کو ہانکتا ہے اس کا حال بھی
ورما جی کی زبانی سنئے :۔

ہے اُسے چُکانا سود قرض
ہے اسے چکانا اپنا کر
جتنا خالی ہے اُس کا گھر
اُتنا خالی اُس کا اندر
نیچے چلنے والی پرتھوی ہے
اوپر چلنے والا امبر
اور کٹھن بھوک کی جلن لئے
پیچھے ہے پشوتا کا کھنڈر
دانوتا کا سامنے نگر
مانو کا کرشی کنکال لئے
چرمر چرمر چوں۔ چرر۔ مرر
جا رہی چلی بھینسا گاڑی
موت کی سواری بھینسا ہے موت کا پھندا

ہمیشہ کسان کے گلے میں پڑا رہتا ہے۔ پھندے
کو گلے میں ڈالے ڈالے وہ پیدا ہوتا ہے پھندا
ڈالے وہ زندگی کے دن کسی طرح کاٹتا ہے اور
جب مقررہ تاریخ آجاتی ہے تو اسی پھندے
کو کھینچ کر موت اُسے اپنا قیدی بنا کر گھسیٹتے
ہوئے ملک عدم کو چل دیتے ہیں

× × × ×

میں نے تاریخ میں پڑھا ہے کہ جب پردیسیوں
نے ہندوستان پر حملہ کیا تو ایک طرف سرکاری
فوجیں لڑا کرتی تھیں اور دوسری طرف کسان
اپنے کھیت جوتا کرتے تھے۔

کوئی نرپ ہوئی ہمیں کا ہانی۔
چیری چھوڑ نہ ہوبے رانی

کوئی راج کرے، بیچارے کسانوں کو اس
سے کیا سروکار؟ یہاں کا تو یہی حال رہا ہے
اس کا مقابلہ یورپ سے کیجئے۔ وہاں کے
آج کل کے یورپ کے نہیں بلکہ عہد وسطیٰ
کے یورپ کے۔ تاریخ کے ورقوں کو اُلٹ
جایئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہاں کے کسان
ملک کی قسمت کے فیصلے کے معاملوں میں
کتنی دلچسپی لیتے تھے اُن کو تو معلوم تھا کہ اگر
دوسروں کی حکومت ہوگئی تو ان کا سب کچھ
لٹ جائے گا۔ ہندوستان میں سکندر کے زمانے
سے نہ جانے کتنی بار لڑائی کے شعلے بھڑکے
اور انسانی خون سے زمین لال ہوگئی۔
بیشمار انسان کھیت رہے اور خون کی ندیاں
بہیں لیکن کسانوں کو نہ کوئی فکر تھی اور نہ
کوئی پروا۔ وہ تو کھیت جوتنے میں مگن رہے۔
انھیں فکر ہو تو کیسے اور کیوں وہ اپنی گردن
کٹانے کو تیار ہوتے؟ جب گدّی پر بیٹھنے
والے اور اُن کے سردار یا امیر اُمرا اُن کو
لوٹنے میں مصروف رہتے تھے۔ اُن کی
بربادی میں پردیسی اور دیسی کا ایک سا
ہاتھ رہا اور اُن کی کمائی کے میٹھے پھل کو
لوٹنے کی ایک سی خواہش ستاتی رہی۔ صدیوں
کی لوٹ کھسوٹ نے ان کو کام کے فضول
ہونے کا سبق پڑھایا۔ دیسی کی بے رحمی نے
انھیں پردیسی کی غلامی کی بے غرضی کو بھلا
اہل کاروں کی من مانی گھر جانی نے ان کی نگاہ
میں قانون کی وقعت کم کردی۔ سنتوں اور فقیروں
نے انھیں کرم کا سبق پڑھا کر ہمیشہ کے لئے نکما
بنا دیا۔ شک وشبہ اور بد اعتمادی انھیں آٹھوں
پہر گھیرے رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک بار کا
دودھ کا جلا مٹھا بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے سارے
دیہاتی تو صدیوں سے دودھ سے جلتے چلے آئے
ہیں۔ دوست، دشمن میں انھیں کوئی امتیاز نہیں
دکھائی دیتا۔ اپنوں نے انھیں خوب بہکایا،
پھسلایا اور چھلا۔ اپنے پرائے بن گئے اور
پرائے تو پرائے تھے ہی۔

اپنا نہ ہوا اپنا
بیگانے کو کیا کہئے

ہمیشہ انھیں دوسروں نے لوٹا اسلئے
انھیں دوسروں کی نیک نیتی پر اعتماد نہیں
رہا۔ برابر بہکائے جانے سے اُن کا اپنوں
پر سے بھی اعتبار اُٹھ گیا۔

× × × ×

الیکشن کے سلسلے میں جن لوگوں نے
دیہاتوں کی سیر کی ہے یا جو پبلک زندگی کی
وجہ سے کسانوں کے درمیان برابر آتے
جاتے رہتے ہیں انھیں یہ بتانے کی ضرورت
نہیں ہے کہ دیہاتیوں کے دلوں میں آج
بھی سفید پوشوں پر کتنا کم اعتبار ہے اور ان
کی نیک نیتی وخلوص پر انھیں کتنا کم بھروسہ
ہے۔ میں اپنی یا اپنے دوستوں کی بیتی کا ذکر
نہ کروں گا کیونکہ ہم لوگ سیاسی آدمی ہیں اور
بہت ممکن ہے کہ ناظرین کو یہ غلط فہمی ہو کہ ہمارے
سیاسی ہونے کے باعث گاؤں والوں کو ہم لوگوں
کے متعلق اکثر غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے
پنڈت رام نریش ترپاٹھی کے تجربوں کا انھیں
کے الفاظ میں ذکر کرنا ناظرین کی دلچسپی کے
لئے درج ذیل ہے۔

"اب ایک سماجی دشواری کا ذکر سنئے۔
دیہات کے لوگ بہت بیکار رہتے ہیں۔
کام کے دنوں میں بھی دوپہر کے بعد
ان کا سارا وقت کسی چوپال میں بیٹھ کر
گپیں ہانکنے، ایک دوسرے کی بُرائی کرنے
اور تمباکو کھانے و پینے میں

جاتا ہے۔ میں بھی اُنھیں میں جا بیٹھتا تھا مگر کسی سے
ملتا جلتا نہیں تھا۔ وہ بیچارے ایک میلی سی دھوتی
پہنے ننگ دھڑنگ بیٹھتے تھے۔ میں اُنکے بیچ میں ایک
سفید دھوتی کرتا اور ٹوپی پہنکر بیٹھتا تھا۔ کام
بھی کیا۔ گیت جمع کرنا جو بہت سے تعلیم یافتہ کہلانے
والوں کی نظر میں ایک پاگل پن سمجھا جاتا ہے۔
گنواروں کی نظر میں تو وہ ایک مذاق کے سوا
اور کچھ ہے ہی نہیں۔ میرے، کام کی اہمیت سمجھنا
انکی عقل سے بہت پرے تھا۔ اسلئے دل میں پیدا
ہونے والے اس شوق کو پورا کرنے کے لئے نئے
نئے تصور کرنے پڑتے تھے۔ کوئی کہتا بابو جی کسی
اور مطلب سے دیہات میں آئے ہیں۔ کوئی کہتا
ارے یہ کوئی خفیہ پولیس کا داروغہ ہے کسی بد
معاش کی ٹوہ لینے آیا ہے کوئی کہتا۔ بابو صاحب
عورت کی تلاش میں آئے ہیں، کوئی خوبصورت
عورت یا لڑکی دیکھیں گے تو لے بھاگیں گے۔ کوئی
کہتا۔ ارے یہ شہر میں کوئی جرم کرکے بھاگے ہیں
دیہات میں حضرت چھپے پھر رہے ہیں۔ اسی قسم
کے الفاظ کے تیروں کا نشانہ بنکر میں دیہات
میں رہتا تھا"

جب غیر سرکاری آدمیوں کی یہ حالت ہے تو
سرکاری ملازموں کے بارے دیہاتوں کے کیا
خیال ہوسکتے ہیں یہ اندازہ کرنا آسان ہے۔ یہ
بھی یاد رہے کہ آج کل کے سرکاری ملازموں کے
پیچھے ان کے اسلاف کی وہ لاتعداد پشتیں کھڑی
ہیں جن سے ہندوستان میں منظم حکومت قائم ہونے
کے زمانے سے گاؤں والوں کے اسلاف کو
واسطہ پڑتا رہا ہے۔ نہ جانے کتنی بار آج کل کے
کسانوں کے بزرگوں کو اہلکاروں کے پیشروؤں
نے جھانسے دیئے ہوں گے اور ایسی ایسی پٹی
پڑھائی ہوگی کہ گاؤں والوں کے دلوں میں
ان کی یاد اب تک موجود ہے۔ آج بھی تو گھر
لوٹتے ہی ہر کسان کو پتہ چلتا ہے کہ جس نے
اُس سے عدالت یا صاحب کے بنگلے پر میٹھی میٹھی
باتیں کی تھیں اُسی نے اس کی جیب بھی کتر لی
اور اُسلئے استرے سے حجامت بھی بنائی۔

x x

ایک پہلو سے ناظرین کو گاؤں کی دعوت
ملیں گی۔ لیکن اگر ہم جس ٹیلے پر اب تک
کھڑے تھے اس پر سے اُتر کر دوسرے ٹیلے پر چڑھ
جائیں تو ہمیں دیہاتی زندگی کے دو قطعی نئے اور
بے جوڑ تصویریں دکھائی دینگی۔ ریل پر بیٹھکر
سفر کرتے ہوئے ہم سب نے نہ جانے کتنی بار من
ہرنے اور دل لبھانے والی تصویریں دیکھی ہیں۔
برسات میں پانی سے لبالب بھرے ہوئے تالاب
اور کھیتوں میں دھانوں کی سرسبزی۔ جاڑے
میں سرچیتے سرسوں کے پھولوں کے رنگوں کا
دلکش منظر پھاگن میں ٹیسو کے لال پیلے پھول
بیساکھ میں آم کے بوروں کی بھینی خوشبو جس وقت
سورج دھیرے دھیرے آسمان سے بچھڑنے لگتا
ہے اور رخصت ہونے کے پہلے اُسے سُرخ کر دیتا
ہے اُس وقت گاؤں کو واپس ہوتی ہوئی گایوں
بھینسوں اور بھیڑوں کی پرشوق رفتار کو دیکھکر
کون خوش نہ ہوگا۔ طلوع آفتاب کے وقت
گاؤں میں جو بیشمار خوشبوؤں سے لدی بھینی
ہوا چلتی ہے یا درختوں پر چڑیوں کی بیشمار قسم
کی آوازوں کا شور سُنائی دیتا ہے اُن سے
دیہاتی زندگی میں عجیب بہار سی آجاتی ہے۔
جسکا بیان کرنا ناممکن ہے۔ گاؤں کے چھپّر
ہمیں بنوں اور پہاڑی غاروں کے رہنے
والے رشیوں اور فقیروں کی اُن کٹیوں اور
جھونپڑیوں کی یاد دلاتے ہیں جو ہمارے تمدن
کی یادگاروں کے کبھی نہ ٹوٹنے والے جزو ہیں۔
گھاس کے چھپر ہمیں آج بھی قدیم کٹیوں کی یاد
دلاتے ہیں۔ ہماری للچائی نظریں اس بیسویں
صدی میں بھی یکایک اِدھر اُدھر رشی کنو،
شکنتلا اور پرے وندا کو تلاش کرنے لگتی ہیں
گاؤں کے مندروں یا تالابوں کے کنارے
کے برگدوں کو دیکھکر جو بھولی ہوئی یاد اور
جذبات ہمارے دلوں میں پیدا ہو جاتے ہیں
وہ اس بات کی سچائی کے ثبوت ہیں ہمارے
دل کی آنکھیں آج بھی ریل کے ڈبے سے
دیہاتوں کو دیکھتی ضرور ہیں لیکن اُنھیں
اُس شکل میں دیکھتی ہیں جس شکل میں انکو
والمیک رشی نے اُنھیں دیکھا تھا یا شری رامچندر جی
نے دیکھا اور سیتا کے ساتھ اپنے بن باس
میں اپنے قدموں سے اُنھیں پاک بنایا تھا یا
بھگوان بدھ نے اپنے کئی سال گزارے تھے۔
لیکن جو دیکھنے میں اتنے سہانے ہیں، جن نے
قومی زندگی کے بیشمار اصلاحات کے تصور سے
متاثر ہوکر عشرت و انبساط کی خوبصورت تصویر
دیکھتے ہیں اور جو ریل کے ڈبے سے ہمیں اتنے دلفریب
و دلکش نظر آتی ہیں وہ درحقیقت نہ اتنی خوبصورت
ہیں اور نہ اتنی خوشگوار ہی۔ وہ تو موت کے
گھر ہیں۔ وہاں تو موت ہمیشہ سے پوشیدہ ہے
لگ چھپکر وہ کونوں انتروں سے جھانکا کرتی ہے
وہاں کنگالی ہے، وہاں حیوانیت رہتی ہے۔
وہاں مایوسی اور دکھ ہے۔ وہاں میل اور گندگی
ہے۔ وہاں زندگی کا زوال ہے اور روحوں کی
کمزوری ہے۔ اشوک کے راج محل ہرش کی
بے نظیر فیاضی، اکبر کے قلعے اور شاہجہان کے
تاج محل کو دیکھکر ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان
دنوں دیہاتوں کی حالت آج کی بہ نسبت کچھ
بدلی ہوئی تھی۔ کام کا الٹ پھیر وقت کی رفتار
کے ساتھ ساتھ ضروری ہوتا رہتا ہے۔ لیکن
گاؤں بڑی حد تک جیسے اب ہیں ویسے ہی پہلے
بھی تھے ان کی خراب حالت کے باعث اب شائد
پہلے سے مختلف ہوگئے ہوں لیکن نتیجہ ایک سا ہے۔

x x x

سنسکرت شعرانے دیہاتی زندگی کے جو تذکرے
کئے ہیں اُن میں سے کچھ سے پہلے واقفیت حاصل
کرلیجئے۔

(۱) لڑکے بھوک سے بیتاب ہوکر مردے
کی طرح ہوگئے ہیں اعزانے مُنہ موڑ لیا ہے اندُلی
کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا ہے۔ یہ سب مجھے
اتنی تکلیف نہیں دیتے جتنی تکلیف مجھے پڑوسن
کا یہ سلوک پہنچاتی ہے کہ جب اپنی پھٹی دھوتی
کو سینے کے لئے میری عورت اس سے سوئی مانگتی
ہے تو وہ طعنہ دے ہنسکر اس سے غصہ ہوتی ہے

(۲) یہ کپڑا میرے باپ کے جسم کا زیور رہا
ہے۔ جب یہ نیا تھا تو میرے باپ نے اسے
زیب بدن کیا تھا اب یہ میرے بیٹوں اور پوتوں
کے کام آئیگا۔ میں اسے پھول ہی کی طرح سنبھال
کر رکھتا ہوں۔

(۳) راستے میں کسی نے زور سے 'لادا'
کہا۔ بیوی نے اُداسی کے ساتھ بچے کا کان بند
کر دیا۔ تاکہ بھوکا بچہ لادا کا نام نہ سُن لے

ورنہ وہ اُسے مانگنے لگے گا۔ میں مجبور یہ دیکھکر میری بیوی کی آنکھیں بھر آئیں۔ یہی میرے دل کا کانٹا ہے۔ بھگوان! تمھیں اِسے نکالدو۔

(۴) اے بیٹے۔ مت رو۔ تمہارے باپ جب آئیں گے اور تمھیں بے لباس دیکھیں گے تو تمھیں کپڑے اور ہار دیں گے۔ غریب شوہر جھونپڑی کے پاس کھڑا تھا۔ بیوی کے یہ الفاظ سنکر اُس نے غم کی سانس لی۔ آنسو سے اس کا منہ بھیگ گیا اور وہ پھر لوٹ گیا۔

(۵) اے مالک! گدڑی کا ایک ٹکڑا مجھے دو۔ اس بچے کو تمھیں گود میں لے لو تمھارے نیچے پیال ہے۔ یہاں کی زمین خالی ہے۔ اس طرح بیوی و شوہر باتیں کر رہے تھے۔ اُسی وقت وہاں کوئی چور گھسا ہوا تھا۔ باتیں سنکر دوسری جگہ سے لائے ہوئے کپڑے کو وہ انکے اُوپر ڈال گیا اور روتا ہوا گھر سے باہر نکل گیا۔

(۶) بوڑھا اور اندھا شوہر کھاٹ پر پڑا ہوا تھا۔ چھپّر پر تھون ہی تھون باقی ہے۔ برسات سر پر ہے۔ پردیس گئے ہوئے لڑکے خیر و عافیت بھی نہیں مل رہی ہے۔ بڑی کوشش سے ایک ایک بوند کر کے جمع کئے ہوئے تیل کی کلھیا بھی ٹوٹ گئی اس طرح بیچین و بیقرار ہوکر اور اپنی بہو کو حمل کے بارے سُست دیکھکر ساس دیر تک روتی رہی۔

(۷) میرے گھر میں کھانا نہ ملنے سے) چوہیا جیسی بلی، بلی جیسی کتیا اور کتیا جیسی میری عورت ہے۔ اوروں کی تو بات ہی کیا؟ اس طرح مرتے ہوئے بچوں کو دیکھکر مکڑی کے جالے سے ڈھنکے ہوئے منہ والی چولہی جھینگر کی آواز سے رو رہی ہے۔

(۸) اے راجہ! رات میں میرا گھر پانی سے بھرے تالاب کی طرح ہو جاتا ہے اس میں پتلے تو کچھوؤں کی طرح، جھاڑ و مچھلی کی طرح تیرنے لگتی ہے کرچھلی سانپ کی طرح بچوں کو خوفزدہ کرتی ہے۔ عورت سوپ سے آدھا سر چھپا لیتی ہے اور دیوار گرنے ہی والی ہے۔

مذکورہ اشلوکوں میں دیہاتی زندگی کی جو تصویریں پیش کی گئی ہیں انھیں شاعروں کی مبالغہ آمیزی نہ سمجھئے۔ آج بھی دیہاتوں کی مفلسی اور تباہی کا وہی حال ہے۔ صوبائی اسمبلی کے پچھلے الیکشن کے وقت ایک خاتون کو کسی گاؤں میں جانا پڑا۔ وہاں دیوی جی کو یہ معلوم ہوا کہ کچھ بوڑھوں کے پاس جاڑے کی رات گزارنے کے لئے اوڑھنے کو نہیں ہے۔ اس لئے وہ پیال میں گھسکر رات کاٹتے ہیں دیوی جی کو ان پر بڑا ترس آیا اور اُنھوں نے کچھ کمبل تقسیم کئے۔ گھر گھر کچی گرہستی ہے اور بیشتر کی حالت خراب ہے۔ کسی دیہات میں آپ جائیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ ایک دھوتی ہی میں نہ جانے کتنے انسان برسوں اپنا جسم چھپاتے ہیں۔ ایک بار میں دیہات میں ایک دیوی جی کے ساتھ تقریر کرنے گیا۔ راستے میں بہت سی دیہاتی عورتیں دکھائی دیں۔ اُن کو دیکھکر دیوی جی کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ بار بار ان کے مُنہ سے یہ الفاظ نکل پڑتے ہیں کہ ہائے مفلسی کے باعث یہ جوانی ہی میں بڑھیا ہوگئی ہیں۔ ان کے پچکے گال، ان کی دھنسی ہوئی آنکھیں، ان کی تھکاوٹ سے سست اعضا کو دیکھکر آنکھوں سے آنسو برسنے لگے۔ اسی لئے اوپر کی مثالوں میں شعرا نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ دیہاتوں کی زبوں حالی اور دکھ درد میں اِتنی طاقت ہے کہ پتھر بھی پگھل جائیں۔ لیکن ہماری کم بختی ہے کہ سب دیکھتے ہیں سنتے ہیں، سب کچھ جانتے بوجھتے بھی ہیں پھر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ہمارے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی، ہم اپنی ادنیٰ خودغرضیوں اور فائدوں میں اتنے مصروف ہیں کہ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ فرد کی خوشحالی میں نہیں بلکہ سماج کی ترقی میں فرد کی اصلی بھلائی پوشیدہ ہے۔ ہماری روٹی اور ہمارے کپڑے ہمیں کیوں نہیں کاٹنے دوڑتے جب دیہات میں رہنے والے بیشمار انسان بھوک سے تڑپا اور چیتھڑوں کے لئے بیتاب گھوما کرتے ہیں یہی بڑے تعجب کی بات ہے۔

× × ×

ہندی کے متعدد شاعروں نے بھی دیہاتوں کا ذکر بڑے دردناک الفاظ میں کیا ہے۔ بہت مثالوں کی ضرورت نہیں "گرام گیت" سے یہاں دو گیت نقل کرنا کافی ہوگا۔

(۱) "ڑی جات باجی اور گیندگن اڑجات
شتر اکڑجات مشکل گوڑ کی
دامن اُٹھا پائے دھوکے جو دھرت ہوت
آپ گرگاپ رہی جات مؤکی
بنی کوَں کہیے دیکھ تھرتھر کانپ گات
رکھن کے پتھ نادید بردؤں کی
بار بار کہت بکار کرتار تاسوں
بیچ ہے قبول پر نہ لکھنوؤ کی

(۲) دھے دیتو رام ہمارے من دھیرجا
سب کے محلیا رام دیا برت ہے
ہرلیتو ہمرو اندھیر ہمارے
سب کے محلیا رام جیونا بنت ہے
ہر لیتو ہمرو بھوک ہمارے
سب کے محلیا رام سیجیا لگت ہے
ہر لیتو ہمرو نیند ہمارے

اگر ایسی حالت میں "رام ہمارے دل کو صبر دیدے" اگر دیہاتیوں کی زبان پر رام سے یہ مطالبہ ہو تو کیا تعجب؟

× × ×

صدیوں سے زمانے کی پگڈنڈی پر چلکر اگر ہم ہندوستان تواریخ کی تدریجی ترقی پر نظر ڈالیں اور ساتھ ہی یہ یاد کریں کہ کتنے ہزار برسوں سے ہندوستان کے اتر پچھم سے پردیسی فوجیں مار کاٹ کرتی ہوئی متعدد بار آئیں اور یہ بھی یاد کریں کہ ملک کے متعدد چھوٹے بڑے راجہ راؤ آئے دن کسی دوسرے پڑوسی راجہ کی لڑکی کی خوبصورتی کا حال سنکر اُس کو زبردستی بھگا لانے کی نیت سے اپنی فوجیں لے کر نکل پڑتے تھے یا سارے ملک کی بادشاہت کے لئے اپنی فوج کے ساتھ تمام ملک فتح کرنے کے لئے نکلنے والے چکرورتی راجہ کی یاد کریں تو ہمیں اس بات کا صحیح صحیح اندازہ لگے گا کہ ہندوستان کے کسانوں نے دنیا کو بیکار اور کام کو سب کچھ سمجھ لیا ہے۔ پردیسی فوجوں نے لوٹا، پردیسی راجاؤں نے

لوٹا، اپنے راجاؤں اور زمینداروں نے اُسے لوٹا۔ یہ حال نا معلوم زمانے سے ہوتا چلا آیا ہے۔ چوروں ڈاکوؤں لٹیروں اور ٹھگوں کا خوف اُسے دن رات ستاتا رہا۔ جسکی لاٹھی اس کی بھینس" والی مثل سے دیہاتی خوب واقف ہیں۔ جسکی کمر میں بل اور ہاتھ میں طاقت تھی اسے ایڑی چوٹی کا پسینہ ایک کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور کمزور کو کمانے کی کیا خواہش ہوسکتی ہے۔ جب اُسے معلوم ہے کہ دن بھر میں وہ جو کچھ کمانے گا اُسے شام کو دوسرا کوئی چھین لے جائیگا۔ پیٹ بھر کھانا اگر مل جائے تو بہت ہے نہ ملے تو بھی وہ بھگوان کا نام لیکر صبر کر لیتا ہے۔ کیئے کیسے کمائے، کسکے لئے کمائے؟ اسی لئے اُس نے لکشمی سے منہ موڑ لیا اور طرح طرح کے گیت بناکر اپنا دل بہلانے لگا۔ اِس دنیا سے منہ موڑ کر اس نے خواب کی دنیا سے رشتہ جوڑ لیا۔ اگر کشمیر میں ایک یہ گاکر دل بہلاتا ہے۔

کرم کھڑاو درم کھورن تراو
گچھ آتم تیرتھ تن من ناؤ
بکھج سر پریم لوال چھاؤ
نیندر موں تراؤ نیندر موں تراؤ

یعنی۔ کرم کی کھڑاؤں دھرم کے پاؤں میں پہنکر آتما کے تیرتھ میں چلو۔ بھگتی کے تالاب میں پریم کے پانی سے تن من کو دھو۔ اُٹھو نیند کو چھوڑو۔

تو یو۔پی میں دوسرا یہ گاکر اپنا دل بہلاتا ہے۔

اللہ میرے آئیں گے محمد آئیں گے
آگے گنگا تھام لی جمنا ہلورہیں لے
بیچ کھڑی بی بی فاطمہ اُمت بلیا لے
اُترا پسینہ نور کا ہوا چمیلی پھول
ملنیا گوندھے سہرا دولھا بنے رسول

× × ×

دنیا کے دیہاتی کی زندگی کی تہ میں کیا ہے؟ سُداما کی کہانی کیوں گاؤں کے بچے بچے کو یاد ہے؟ دل کا کونسا چھپا ہوا تار اس کہانی سے بج اُٹھتا ہے۔ اوتار واد ہمارے اوپر کیوں نہیں حاوی ہوگیا۔ زخمی اور دوڑایا ہوا شکار خوفزدہ اور ڈرا ہوا شکاری کتوں سے اپنی جان بچانے کے لئے کوشش تو کرتا ہے لیکن گھر جانے پر اُس کی آنکھوں میں جو بیکسی، جو درد اور جو پیر بھر آتی ہے وہی درد، وہی پیڑا وہی کمزوری، وہی مایوسی اور وہی تاریکی ہمارے دیہات کے رہنے والوں کی نگاہ میں آپ کو ملے گی صدیوں سے ان کی روحیں تڑپتی تڑپتی تھک گئیں۔ اب ان میں تڑپنے کی طاقت نہیں رہ گئی ہے۔ دنیا کی طرف سے انھوں نے منہ موڑ لیا ہے۔ ناکام ہوکر، ندامت اور شرمندگی سے اندر ہی اندر وہ کڑھتی رہتی ہیں اور کچھوے کی طرح اپنی خول کے اندر سر اور پیر سکوڑ کر وہ پژمردہ پڑی ہیں۔ تن پر خاک ہے لوٹ لیا یا نہیں ہے لوٹ کیا۔ ان کے لئے دونوں برابر ہیں۔ دونوں حالتوں میں وہ یکساں اداس بنی رہتی ہیں۔ پاگلخانے کے پاگل کی طرح دیہاتی روح کو اس بات کی خبر تک نہیں کہ اس کے لئے صفائی بھی ضروری ہے سُدھارنے اور سنوارنے کے لئے سدھارک خواہ ان کے گندے کپڑوں کو اتار کر اس کو صاف کپڑے پہنانے کی کوشش کریں۔ جس طرح صدیوں سے کنگال کی کنگالی کا خاتمہ لنگر خانے سے نہیں ہوتا اُسی طرح رُوح کے مریض کا مرض بھی اوپری علاج سے اچھا نہیں ہوتا۔ دیہاتیوں کو اکیلی جسمانی ہی تکلیف نہیں ہے۔ بلکہ روحانی تکلیف بھی ہے۔ اور یہ روحانی تکلیف دو چار دن کی نہیں ہے۔ یہ صدیوں پرانی ہے۔ صدیوں سے اس نے روح میں گھر کر لیا ہے۔ اِس مرض کی دوا کرنی ضروری ہے۔ یہی اصلی علاج ہے۔

خربوزے کو دیکھکر خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔

پرورش اولاد

از شریمتی تارا پانڈے

حالات کے لحاظ سے عورت یا مرد کوئی بھی ہو اُس کے خیالات تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ عموماً ہر عورت کی زندگی میں ایک ایسا وقت ضرور آتا ہے جب اُس کے دل میں یہ زبردست خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اُسے کوئی لڑکا یا لڑکی ضرور حاصل ہو۔ وہ ماں بنے' اور یہ خواہش بھی پوری ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بات صاف ظاہر ہوگی کہ اس خواہش کا بر آنا تو اتنا مشکل نہیں جتنا مشکل اس کے بعد لڑکے یا لڑکی کی پرورش اور اُن کی تربیت ہے۔ ہمارے ملک میں اس کے مناسب انتظام نہ ہونے کے کئی سبب ہیں ہماری غریبی اُن میں خاص ہے اس کے علاوہ اور بھی کئی ایسی دقتیں ہیں جو غریبی کے ہوتے ہوئے بھی یا نہ ہونے پر بھی ہم کو اپنے بال بچوں کی بہترین طریقے پر پرورش و تربیت نہیں کرنے دیتیں۔

ماؤں کا جاہل ہونا صرف اُن کے ہی لئے بُرا نہیں ہے بلکہ اولاد کی ترقی میں بھی رکاوٹ ہوتی ہے۔ جو عورتیں تعلیم یافتہ یا نیم تعلیم یافتہ ہیں اُنھیں بھی شائد اِس سلسلے میں زیادہ علم نہیں ہوتا۔ کیونکہ موجودہ تعلیم میں لڑکیوں کے لئے کوئی ایسے موضوع پڑھانے کا ہمارے اسکولوں میں انتظام نہیں کیا گیا۔ اب اس طرف محکمۂ تعلیم کی کچھ توجہ مبذول ہوئی ہے دوسرے مہذب ملکوں میں بچوں کی تعلیم کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ روس' جرمنی، نیز دیگر مغربی ملکوں میں جہاں بچے ملک کی دولت سمجھے جاتے ہیں چھوٹے چھوٹے بچوں

عقلمند مائیں اپنے بچوں کے سبھی سوالات کا موزوں جواب دیکر اور انھیں نئی نئی چیزیں دکھا کر اُن کی معلومات بڑھاتی ہیں۔

کی تربیت کا کام اُن عورتوں کو سونپا جانا چاہیے جو اس سلسلے میں خاص واقفیت رکھتی ہیں اور ان عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ علم الاجسام' خانہ داری اور نفسیات انسانی کا کافی علم ہوتا ہے۔ ان کو ان موضوعوں کا نہ صرف دماغی علم ہوتا ہے بلکہ ہر ایک عادت ایسی ہوتی ہے جن کی بچے خود ہی نقل کر لے

سیکھتے جاتے ہیں۔ سکھانے سے بچے اُتنی جلدی متاثر نہیں جتنی جلدی دوسروں کو دیکھ کر خود کرنے سے متاثر ہوتے ہیں۔ اِس موضوع پر تو اور کسی مضمون میں تفصیل سے لکھا جائے گا۔

عموماً ہر ماں کو بچے کی زندگی میں ایک ایسے وقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب وہ چھوٹا بچہ طرح طرح کے سوالوں کی جھڑی لگا کر دل میں مسرت پیدا کر دیتا ہے۔ اِنھیں سوالات کا مناسب جواب دیکر ایک قابل ماں اپنے بچوں کے دماغی خزانے کو آسانی سے پُر کر سکتی ہے۔

عام طور سے بچے جو سوالات کرتے ہیں اُنھیں کچھ حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ جیسے عام سوال کام کاج کے سلسلے کے سوال اور سائنٹفیک سوال وغیرہ۔ عام سوالوں کا جواب جلدی اور مختصر دیا جا سکتا ہے جیسے :-

بچہ پوچھتا ہے۔ دیکھو، یہ تصویریں نے کیسی اچھی بنائی ہے؟ یا میں یہ سلیٹ دھولاؤں؟ اب اِس وقت صرف ہاں یا نہیں کر دینے سے کام چل جاتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی ماں اُس کی باتوں پر دھیان نہیں دیتی اِس بچے کی حوصلہ افزائی نہیں ہوتی۔

کام کاج کے سوال بھی بڑے دلچسپ ہوتے ہیں۔ بچے جن کاموں کو دوسروں کو کرتے دیکھتے ہیں اُنھیں خود بھی کرنے لگتے ہیں۔ ماں کے چکّی پیستے، چرخا کاتتے، پانی بھرتے یا اور کوئی کام کرتے وقت بھی وہی کام کرنے کی خواہش ظاہر کرتے ہیں اور ضد کرنے لگتے ہیں۔ ایسے موقعے پر مناسب یہی ہے کہ ماں اُن کو پہلے ہی حکم دیدے اور اُن کے کام میں مدد دیکر اُن کی حوصلہ افزائی کرے اگر کبھی ایسا موقعہ ہو کہ ماں اُنھیں ایسا نہ کرنے دے سکے تو ماں کے لئے لازم ہے کہ وہ بچے کو سمجھا کر اُس کی توجّہ دوسری طرف ہٹا دے۔

سائنٹفیک سوالوں کا جواب کافی سوچ سمجھ کر دینا چاہئے۔ اگر ماں خود اُن سوالوں کا جواب دے کر بچے کی خواہش پوری نہ کر سکے تو اُسے چاہئے کہ بچے کو کسی ایسے آدمی کے پاس بھیجدے جو ان سوالوں کا مناسب جواب دیگے۔

بچے ماؤں سے روز پچاسوں سوال کیا کرتے ہیں اور اگر ماں اِن سوالوں کو کچھ بھی اہمیت دے تو بڑی آسانی سے بچوں کی معلومات میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ اگر مائیں چاہیں تو بچوں کو بڑی آسانی سے بہت سی باتیں سکھا سکتی ہیں اس سلسلے میں مجھے ایک ہندی شاعر کا ایک مصرعہ یاد آتا ہے۔

ماتا سب کچھ پُستر کو
سیجے سکت سکھائے

سب سے ضروری بات تو یہ ہے کہ بچے کے کسی بھی سوال کو بیکار نہ جاننا چاہئے۔

صرف بچوں کے سوالوں کا جواب دیدینے پر ہی اکتفا نہ کرنی چاہئے بلکہ موقعہ بموقعہ بچوں سے خود بھی کسی نہ کسی موضوع پر سوال جواب کرتے رہنا چاہئے تاکہ اُنکی یادداشت بڑھتی رہے۔

جب بچے اسکول، کچہری، تھانہ، اسپتال اور اسٹیشن وغیرہ کے بارے میں سوال کریں یا ریل، موٹر، کیمرہ، ہوائی جہاز اور ریڈیو وغیرہ کے بارے میں پوچھیں تو جہاں تک ممکن ہو اُن کو یہ جگہیں اور چیزیں ہی دکھائی جائیں۔

اِس مضمون میں جو کچھ لکھا گیا ہے جسے میں نے کئی بار دہرا بھی دیا ہے اُس کے متعلق ایک بار پھر کہدینا چاہتی ہوں کہ ماؤں کا بچوں کے سوالوں کی طرف دھیان نہ دینا یا اُنھیں بالکل بیکار سمجھنا بہت بُرا ہے چھوٹے بچوں کے سوالوں کا جواب بہت ضروری سمجھکر اور دلچسپ بنا کر دینا چاہئے۔ اگر مائیں ایسا کرینگی تو بچوں کی آگے کی تعلیم میں بہت مدد ملیگی۔ اور خوش اخلاق، واقفکار، قوم کے سچے خادم اور اپنے ملک کے بہترین باشندوں کا ہونا زیادہ آسان ہو جائیگا۔

علاءالدین اور چراغ

علاءالدین چراغ کی تلاش میں جا رہا ہے۔ بتاؤ وہ کس راستے سے جائے۔ راستے میں کوئی لکیر کاٹنی نہ پڑے۔

کھیتی باڑی

کھیتی کے متعلق قیمتی اطلاعات

محکمہ زراعت یوپی کا نوٹ

۱۔ گنّا

شاہجہاں پور فارم پر کوئمبٹور گنّا نمبر ایس۔ ۷۶ سب سے جلد تیار ہوتا ہے اور دیر سے پکنے والی قسموں میں کوئمبٹور گنّا نمبر ۴۲۱ اور نمبر ۳۱۲ سب سے زیادہ پیداوار دینے والے ثابت ہوئے ہیں۔

کھاد کی صورت میں دی ہوئی "نائٹروجن" ہی گنّے کی پیداوار کو بڑھاتی ہے فاسفیٹ اور پوٹاش سے گنّے کی پیداوار میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔

۱۸۰ اور ۲۰۰ من فی ایکڑ شیرہ کی کھاد دینے سے گنّے کی پیداوار کافی بڑھ جاتی ہے۔

۵۰ دن کے بعد سنئی کی ہری کھاد کو جوت کر گنّا بونے سے پیداوار بہت بڑھ جاتی ہے۔

جنوری فروری میں بویا ہوا گنّا بہت اچھا ہوتا ہے اور گنّے کے اوپر کا حصّہ کل گنّے اور نیچے کے حصّے کی بہ نسبت بونے کے لئے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔

.... ۸ گیلن فی سینچائی کے حساب سے پانچ سینچائی گنّے میں کرنے سے بجائے ..... گیلن پانی کے زیادہ فائدہ ہوا ہے۔

مظفر نگر فارم پر گنّا کوئمبٹور نمبر ۳۱۲ نے بہ نسبت کوئمبٹور گنّا نمبر ۳۱۲ اور نمبر ۴۴۲ کے زیادہ اور اچھی پیداوار دی ہے۔ اور کوئمبٹور نمبر ۴۴۲ تو پیداوار میں بالکل گر گیا ہے۔

کپاس کے بعد میں لی ہوئی پیڑی کی فصلوں میں کھاد کا اثر ہری کھاد کے بعد لی ہوئی فصل کی بہ نسبت اچھا پڑتا ہے۔

کوئمبٹور گنّا نمبر ایس۔ ۶ اور نمبر ۳۱۲ گنّے کی قسموں میں سوراخ کرنے والا کیڑا بہت کم اثر کرتا ہے۔ اور کوئمبٹور گنّا نمبر ایس۔ ۷۰ اور نمبر ۴۲۱ دیر پکنے والی قسموں میں اکوسے میں سوراخ کرنے والا کیڑا (Topborer) بالکل ہی اثر نہیں کرتا۔

موجودہ گنّے کی فصل پر خاص کر شمال مشرقی اضلاع میں ریڈ راٹ بیماری کا بہت بُرا اثر پڑا ہے لیکن محکمہ زراعت اور محکمہ کین ڈولپمنٹ کی کوششوں سے زیادہ نقصان پہنچنے سے بچ گئے ہیں۔ کاشتکاروں کو چاہئے کہ وسے اچھا بیج لیکر بوئیں اور اُن مریض فصلوں سے بیج نہ لیں۔

۲۔ تمباکو

ورجینیا تمباکو کی مختلف قسمیں جیسے ہریسن اسپشل۔ ایڈکاک وغیرہ پینے کے لئے بہت اچھی ہیں اور سگریٹ بنانے میں کام آتی ہیں اور ان کی قیمت بھی اچھی ملتی ہے۔ ان کے بیج امپیریل ریسرچ انسٹیٹیوٹ دہلی (Imperial Research Institute, Delhi) سے مل سکتے ہیں۔

فصلوں میں کنڈوہ کی بیماری لگ جانے سے ہزاروں من غلّہ کا نقصان ہوتا ہے۔ اور کھانے کے دانے کو بھی خراب کر دیتا ہے۔ جرمنی اور امریکہ میں اس بیماری کو روکنے کے لئے "دو مرکری ڈسٹ" پارے کا سفوف بہت فائدہ مند ثابت ہوا ہے۔ اس کے استعمال سے بیج کے جماؤ طاقت میں کچھ بھی فرق نہیں پڑتا۔

۳۔ ممالک متحدہ کے خشک علاقوں میں کامیاب کھیتی کرنے کی تدابیر

(از جناب مصری لال سکسینہ پبلیسٹی افیسر محکمہ زراعت لکھنؤ)

خشک علاقوں میں جہاں برسات بہت ہی کم ہوتی ہے اور نہروں کی بھی کمی ہو وہاں کامیابی کے ساتھ کھیتی کرنا مشکل ہے ایسے رقبوں میں بھی جہاں تقریباً ۱۵ - ۲۰ انچ سالانہ بارش ہوتی ہے حسب خواہش پیداوار نہیں ہوتی۔ ممالک متحدہ میں ایسے رقبے موجود ہیں جہاں ۲۰ انچ تو درکنار کبھی کبھی سال بھر میں ۱۰ انچ بھی بارش نہیں ہوتی۔ اضلاع متھرا۔ آگرہ اور بندیلکھنڈ کے زیادہ تر حصّے اس طرح کے رقبوں کی مثال ہیں۔ ایسے رقبوں میں نہروں کے ہونے پر بھی زیادہ تر رقبہ ایسا چھوٹ گیا ہے جہاں کسی قسم کا بناوٹی یا قدرتی پانی کا ذریعہ ہی نہیں ہے اور اس وجہ سے وہاں اچھی فصل نہیں لیجا سکتی۔ لوگوں کو برابر لگان دینے اور محنت کرنے پر بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ ان مشکلات کو دُور کرنے کے طریقے مندرجہ ذیل ہیں۔ جو معمولی کسانوں کے لئے مفید ثابت ہونگے اس طریقے میں یہ دکھایا گیا ہے کہ برسات کے ایک ایک قطرہ کا کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بھی ضروری جذب ہوئے پانی کو محفوظ رکھنا ہے۔ تاکہ فصل پھلنے پھولنے اور بڑھنے کے لئے کافی نمی ملتی رہے۔

یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ ممالک متحدہ کے ان ضلعوں میں لوگوں کو آئے سال قحط کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور غلّہ وچارے کی کمی کے باعث بہت تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے۔ خشک حصّوں میں ربیع کے فصلوں کی کامیاب کھیتی کرنے کے لئے کم از کم ماہ جولائی اور اگست کی بارش ضروری ہے۔ خواہ وہ کتنی ہی کم کیوں نہ ہو اور ماہ جون و جولائی میں بارش کا ہونا باجرے اور جوار جیسی خریف کی فصلوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔

مذکورہ رقبوں میں کھیتی کرنے کے لئے زمین کو ہموار کرنا ضروری ہے کھیتوں کے چاروں طرف مینڈیں بنانا بھی اسی قدر ضروری ہے۔ اور وہ ٹرن ریسٹ ہل سے بآسانی بنائی جا سکتی ہیں ٹرن ریسٹ ہل سے مٹی ایک طرف پھینکی جاتی ہے جو بعد میں کھرپے یا پھاوڑے سے برابر کیجا سکتی ہے اسی طرح مینڈ بنانا آسان اور ارزاں ہوتا

ہے۔ اچھی طرح کھیت ہموار کرنے اور چاروں طرف مینڈھ بنانے سے برساتی پانی کھیت میں کافی طور سے جذب ہوجاتا ہے۔ اور پانی زور سے گرنے پر بھی مٹی نہیں بہتی۔ اس طرح بارش کا جذب ہوا پانی آئندہ فصلوں کے لئے مفید ہوتا ہے۔

کھیت کو اچھی طرح ہموار کرنے اور مینڈھ بنانے کے بعد ہی خوب گہرا جوتنا چاہئے۔ اور وہ ہل ہے کے ہلوں سے اچھی اور گہری ہوسکتی ہے۔ گرجر ہل کام میں لایا جاسکتا ہے۔ پہلی جوتائی کے بعد اگر کھیت میں ڈھیلے ہوں تو ان کو توڑ دینا ضروری ہے۔ اس لئے ہر جوتائی کے بعد بھاری پاٹا دینا چاہئے۔ کبھی کبھی کھیت میں سے گھاس پھوس اور پچھلی فصل کے ٹھونٹھوں کو نکالتے رہنا چاہئے گہری جوتائی کرنے سے زمین میں نمی قائم رکھنے کی طاقت بڑھ جاتی ہے جوتائی کے بعد پاٹا پھیرنے سے کھیت کے اندر کی نمی زیادہ عرصہ تک قائم رہتی ہے۔ کیونکہ اس میں بھربھری مٹی کی ایک ایسی تہہ کھیت کے اوپر بن جاتی ہے۔ جس سے جذب کیا ہوا پانی بھاپ بن کر اڑنے نہیں پاتا۔ جہاں پر زمین گہری نہ ہو وہاں خریف میں باجرا اور ربیع میں چنا کی فصل لینا مفید ہوتا ہے۔

بوائی۔ خریف کی فصلوں کو ۳ - ۴ انچ کی گہرائی پر اور ربیع کی فصلوں کو ۵ - ۶ انچ کی گہرائی پر بونا چاہئے۔ دو قطاروں کے درمیان ۱۵ سے ۱۸ انچ تک کا فاصلہ ہونا چاہئے تاکہ ان میں نکائی، گوڑائی، باسانی کی جاسکے۔ جب فصل ۲ انچ کی ہوجائے تب کمزور پودوں کو نکال دینا چاہئے تاکہ تندرست پودے بغیر روک ٹوک کے سرسبز رہیں۔

دو قطاروں کی درمیانی زمین میں اکودہ یا کھرپا چلانا چاہئے۔ تاکہ نکائی اور گوڑائی کا کام آسانی سے ہوتا رہے۔ اس طریقے میں کامیابی کی اصل بنیاد کھڑی فصل میں کھیت کی وقتاً فوقتاً پر نکائی گوڑائی کرنا ہے۔ اس لئے فصل میں پھول آنے تک کھیت کو برابر دیکھتے رہنا چاہئے اوپر کی بھربھری مٹی کے باعث سورج کی کرنوں کا اثر کھیت کے نیچے کی نم تہوں تک نہیں ہوتا اور نمی بھاپ بن کر خارج نہیں ہوسکتی۔ خریف اور ربیع کی فصلوں میں بالترتیب ۴ - ۵ اور ۶ مرتبہ گوڑائی کرنی بہت ضروری ہے۔

مذکورہ کھیتی کے طریقے کو کام میں لانے کے لئے زیادہ خرچ کی ضرورت نہیں ہوتی اور اس میں بتلائے ہوئے کھیتی کے اوزار بھی پاس کے سرکاری غلہ گودام سے مل سکتے ہیں اور اہلکاران محکمہ زراعت اس کام میں کسانوں کی مدد کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے ہیں۔

۴۔ ہڈیاں اور بطور کھاد کے ان کی ضرورت

(از جناب مصری لال سکسینہ پبلسٹی افیسر محکمہ زراعت لکھنؤ)

بار بار فصل لینے اور کھیت کو کچھ بھی آرام نہ دینے اور ان میں فصلوں کا مناسب دورہ نہ ہونے کے باعث کھیتوں کی قوت زرخیزی دن بدن کم ہوتی جاتی ہے کھیت کی مٹی میں قوت زرخیزی بڑھانے والی چیزیں نائٹروجن۔ پوٹاش اور فاسفورک ایسڈ ہیں۔ یہ چیزیں کھیت سے ہر سال مختلف فصلوں کے ذریعہ مختلف مقدار میں نکلتی رہتی ہیں اور اس لئے زمین میں ان کی کمی پوری کرنے کے لئے کھاد کا دینا نہایت ضروری ہے۔ گوبر کی کھاد ایک نمونے کی اور ارزاں کھاد ہے۔ لیکن نہ تو یہ بموجب اصول تیار کی جاتی ہے اور نہ کافی مقدار میں ملتی ہی ہے۔ علاوہ اس کے اس کا اثر آہستہ آہستہ ہوتا ہے اسی لئے مقررہ وقت میں پورا فائدہ نہیں ہوتا۔

آج کل کسانوں کو اپنی موجودہ فصلوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی ایک دھن سی سوار رہتی ہے۔ لیکن وہ فصلوں کی ضروریات کو پورا کرنے میں اس قدر مجبور ہیں کہ جس کا حساب نہیں۔ ہر فصل کو اگنے اور پھل دینے کے لئے مذکورہ بالا تین ضروری چیزوں میں سے کسی نہ کسی کی ضرورت ہوتی ہے اس مضمون میں صرف فاسفورک ایسڈ اور اس کو حاصل کرنے کے لئے ایک خاص ذریعہ کا ذکر کیا جاتا ہے پھلدار اور دیگر فصلوں مثلاً دھان، گنا، گیہوں وغیرہ کے لئے ایک ایسی فاسفورک کھاد کی ضرورت ہے جو پھلوں کو بڑھنے اور ان میں مٹھاس قائم رکھنے میں مدد کرتی ہے۔ اور دیسی کھاد کے مقابلہ میں جلد اثر پہنچاتی ہو۔ ایسی بناوٹی کھاد بازاروں میں بکتی ہے لیکن معمولی کسان ان کو نہیں خرید سکتا۔ ایسی کھاد کا ہڈی بھی ایک جز ہے۔ جو صوبہ کے ہر گاؤں میں تھوڑی سی محنت کرنے پر بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ کسانوں نے ابھی تک ہڈی کے فوائد فصلوں اور پھلدار پودوں پر اس کے اثر کو نہیں سمجھا ہے۔

بدقسمتی سے اس ملک میں مذہبی خیال کے باعث اس روزگار پر بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ اور ہندوستان میں ہڈیوں سے اچھی طور پر کھاد بنا کر مناسب قیمت پر کسانوں کو دینے کے لئے کوئی انجمن نہ ہونے کا سبب بھی کسی حد تک "لکیر کا فقیر ہونا بھی کہا جا سکتا ہے"۔ لاکھوں من ہڈی ہر سال باہر جا رہی ہے اور بناوٹی کھاد مثلاً "سپر فاسفیٹ" وغیرہ کی شکل میں بعد کو یہی آتی ہے ایسی حالت میں پھر سبھی لوگ اس کو فصلوں کے لئے استعمال کرنے لگتے ہیں۔ صرف صورت تبدیل ہونے سے اتنا فرق ہوجاتا ہے۔

ہڈی کی کھاد کا استعمال خاص کر پھلدار پودوں کے لئے کیا جاتا ہے ایک طریقہ سے تیزاب کے ذریعے ہڈی گلائی جاتی ہے لیکن یہ گاؤں والوں کے لئے آسان نہیں سمجھا جاتا۔ کیونکہ اس میں خاص ہوشیاری اور خرچ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہڈیوں سے ایک مفید اور پُر اثر کھاد بنانے کی ایک بہت آسان ترکیب یہاں بتلائی جاتی ہے جن کو گاؤں کے کسان آسانی سے اور بغیر خرچ کے کام چلا سکتا ہے۔ اس کام کو گاؤں کے ادنیٰ ذات والے جیسے چمار، پاسی وغیرہ متحدہ روزگار کی صورت میں کر سکتے ہیں۔

ترکیب :۔ گاؤں کے آس پاس پڑی ہوئی ہڈیوں کو فرصت کے وقت اکٹھا کرنا چاہئے اور دو تین دن تک اُن کو خشک کرنا چاہئے۔ بخوبی خشک ہو جانے کے بعد ایک ڈھیر لگا دینا چاہئے۔ اس ڈھیر کے پاس ہی درختوں کی خشک اور سوکھی ٹہنیوں پتیوں اور گھاس پھوس کا دوسرا ڈھیر لگا دینا چاہئے۔ سب سے پہلے سوکھی گھاس اور ٹہنیوں کی موٹی تہ بچھانا چاہئے۔ اس کے اوپر ہڈیوں کی ایک تہ لگا کر اس کو گھاس پھوس کی دوسری تہ سے ڈھک دینا چاہئے۔ اس طرح گھاس پھوس اور ہڈیوں کی ایک کے بعد دوسری تہ لگاتے جانا چاہئے جب تک کہ ہڈیوں اور گھاس پھوس کے ڈھیر ختم نہ ہو جائیں آخر میں اس ڈھیر کو گھاس پھوس کی ایک موٹی تہ سے ڈھک دینا چاہئے اور پھر اس ڈھیر میں ہوا کے رخ کی طرف سے آگ لگانا چاہئے۔ تقریباً آدھ گھنٹہ جلنے کے بعد جب ہڈیاں جھلس جائیں تو ڈھیر کو ایک لکڑی سے بکھیر کر ہڈیوں کو پھیلا دینا چاہئے اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہڈیاں بالکل جل نہ جائیں بلکہ جھلس کر رہ جائیں۔ جھلسی ہوئی ہڈیوں کو ایک لکڑی سے پیٹ کر جانچ لینا چاہئے کہ آیا ہڈیاں پوری طور سے جھلس گئیں یا نہیں۔ اگر لکڑی مارتے ہی ہڈی ٹوٹ جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ تیار ہو گئی ہے۔ پھر ایک موٹے ڈنڈے سے ہڈیوں کو توڑنا چاہئے ایک آدمی ایک گھنٹہ میں یکمن کے قریب جھلسی ہوئی ہڈیاں توڑ سکتا ہے۔ اس طرح توڑنے کے بعد ہڈیوں کے باریک ٹکڑوں کو چونہ پیسنے والے چکوں میں پیسنا چاہئے۔ اور اگر ہڈیاں کم ہوں تو معمولی چکی ہی میں پیسی جا سکتی ہیں۔ اس طرح پسی ہوئی ہڈی کا چورہ کھیت میں درختوں کی جڑوں کے پاس ڈالنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

آم کے اُن درختوں میں جن میں سالوں سے پھل آنا بند ہو گیا ہو۔ یا پھل چھوٹے اور کم میٹھے آتے ہوں اگر یہ ہڈی کا چورہ دیا جائے تو حسب خواہش پھل حاصل ہو سکتے ہیں۔ پھلدار درختوں میں اس کھاد کو تنے کے چاروں طرف دو فیٹ دائرہ کا اور تین فیٹ گہرا گڑھا کھود کر دینا چاہئے اور اس گڑھے میں کمپوسٹ یا گوبر یا پتی کی اچھی سڑی ہوئی کھاد اور اس چورہ کو دو ایک کی نسبت سے ملا کر ڈالنا چاہئے۔ کھاد دینے کے بعد پودوں کو خوب سینچنا چاہئے۔ جیسا کہ اوپر دیکھا جا چکا ہے اس مفید کھاد کے تیار کرنے میں کوئی خاص محنت اور خرچہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اگر گاؤں کے ادنیٰ ذات والے جن کو پیسہ پیدا کرنے کے بہت کم ذرائع ہیں اس روزگار کو متحدہ طور پر یا کوآپریٹو اصول سے کریں تو اُن کے لئے یہ ایک اعلیٰ درجہ کا روزگار اور نفع بخش بھی ہو سکتا ہے اعلیٰ طبقہ کے لوگ بھی اس نفع بخش روزگار کو اپنانا چاہئے۔ اس کے لئے زیادہ سرمایہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مکڑی کے جالے کی تجارت

کیڑے کے کوے سے نکلے ہوئے ریشم اور اُس کے کیڑے کی تجارت ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں ہوتی ہیں۔ مگر مڈغاسکر میں ایک ایسی تجارت ہوتی ہے جو دُنیا میں سب سے عجیب کہا جا سکتا ہے۔

کچھ موسموں میں وہاں کے خاص شہر کے سارے باغوں میں ایک خاص ذات کی لاکھوں مکڑیاں بھر جاتی ہیں جن کی لمبائی ۲ سے ۳ انچ تک ہوا کرتی ہے۔ یہ ساری مکڑیاں ٹوکروں میں اکٹھا کر کے سوت کے ادزار خانے میں پہنچا دی جاتی ہیں جہاں اسی مقصد سے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے خاص آلے پر ایک طرف اُن کے جسم کا وہ حصہ لگا دیا جاتا ہے جہاں سے دھاگا نکلا کرتا ہے اور سر، سینہ و پیر بالکل آزاد رکھے جاتے ہیں۔

اِسکے بعد دھاگے کا سرا ایک ہُک پر لگا کر لڑکیاں آلے کو چلا کر اندر کا سارا دھاگا نکال لیتی ہیں

سارا جالہ ختم ہونے پر انھیں ایک ٹوکرے میں رکھے جاتے ہیں اور پھر باغ وغیرہ کی قدرتی حالت میں یہ رکھدی جاتی ہیں۔ وہاں دس ہی دنوں کے اندر اِن میں نئے دھاگے بدستور تیار ہو جاتے ہیں۔ اندازہ لگا کر دیکھا گیا ہے کہ ہر ایک مکڑی سے اُسکی زندگی بھر میں تقریباً چار ہزار گز لمبا دھاگا نکلتا ہے۔ اس دھاگے کی موٹائی اور مضبوطی کا اس سے کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس سے چڑیا باندھی اور لٹکائی جا سکتی ہے۔

(ماخوذ)

کُتّا

ہم نئی میں ایسے کھلونے بنانے کا طریقہ شائع کرتے آئے ہیں جو دیہاتوں میں کم خرچ ہی میں تیار کئے جا سکتے ہیں اس نمبر میں ہم کتا بنانے کا طریقہ درج کر رہے ہیں۔ یہ ہمیں شری ایس۔ بی ناشیٹر و۔ بی۔ ای ایم آئی۔ ای پرنسپل کارپنٹری اسکول بریلی سے موصول ہوا ہے اس طرح تیار کیا ہوا کتا سر اور دُم ہلا سکے گا۔ اسکے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہوگی اُنھیں ہم نیچے دے رہے ہیں۔

لکڑی

نمبر	ٹکڑے	تعداد	انچ	انچ	انچ
ا	سر	۱	۵ ۳/۴	۲	۵/۸
ب	کان	۲	۲ ۱/۴	۵/۸	۳/۱۶
س	دھڑ	۲	۶	۲ ۱/۲	۱/۴
د	دھڑ کا ٹکڑا	۱	۴ ۱/۴	۳/۴	۵/۸
ی	دھڑ کے ٹکڑے ..	۲	۳/۴	۱/۲	۱/۴
ت	دُم	۱	۴ ۱/۲	۱	۵/۸
گ	سامنے کی ٹانگیں ..	۲	۵ ۱/۸	۲	۱/۴
ہ	پچھلی ٹانگیں ...	۲	۴	۱	۱/۴
ی	ٹانگوں کا ٹکڑا ..	۱	۱ ۱/۴	۱/۲	۱/۴
ج	،، ،، ...	۱	۱ ۱/۴	۱/۲	۱/۴
ک	پہیے	۴	۱ ۵/۸	۱ ۵/۸	۱/۲

کُتّا
(سر اور دُم ہلتے ہیں)
لال شیڈ
سفید
سیسہ
ہلکا نیلا
گہرا نیلا
بینگنی
لال لائن
لال
ہرا نیلا
نیلا
کالا
سوراخ
ج اور ی

از رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر

۸ر نومبر ۱۹۳۹ء

میرا گذشتہ مضمون جب آپکی نظروں سے گزرا تھا اس وقت سے اب تک نئے واقعات کم و بیش آئے ہیں لڑائی ہو رہی ہے لیکن رفتار بہت سست ہے۔ گذشتہ مضمون میں مَیں نے دکھلایا تھا کہ بغیر بلجیم میں داخل ہوئے جرمنی فرانس پر کوئی بڑا حملہ نہیں کر سکتا اور ہالینڈ میں داخل ہوئے بغیر وہ انگلستان پر بمباری کرنے سے قاصر ہے پھر بھی ان دونوں غیر جانب دار ملکوں کی غیر جانبداری ختم کرنے میں اتنی زحمت ہے کہ بہت ممکن ہے کہ اسے بجائے فائدے کے نقصان ہو۔ کہتے ہیں کہ ہٹلر کا ایسا کرنے کا کچھ کچھ خیال تھا بھی لیکن اُس کے جنگی مشیروں نے اس کے برخلاف اپنی پختہ رائے ظاہر کی اسی لئے اکتوبر تک ایسا نہیں ہوا اور فرانس و انگلینڈ پر بڑا حملہ نہیں شروع ہوا ہے۔ بحری راستے سے بھی ان ملکوں پر حملہ ہو سکتا ہے لیکن اتحادی طاقتوں کے مقابلے میں جرمنی کی بحری فوج نہ ہونے کے برابر ہے اسلئے ایسا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بری فوجیں ابھی کچھ کام نہیں دے رہی ہیں۔ ہوائی جہاز کام کرتے ہیں لیکن جیسا کہ جرمنی کا خیال تھا کہ اس کی ہوائی طاقت اتحادیوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے یہ بات تجربہ سے صحیح نہیں ثابت ہو رہی ہے بلکہ اتحادیوں نے اِن دنوں ایسا قوی خیال ظاہر کیا ہے کہ خود اُن کے ہوائی جہاز جرمنی والوں سے بہت اچھے ہیں۔ ادھر ہالینڈ میں داخل ہو کر اتحادی ہوائی جہازوں نے جرمنی بحری بیڑے پر حملہ کیا اور نقصان بھی پہنچایا ہے۔ جرمنی نے برطانوی بحری بیڑے پر کئی بار ہوائی حملے کئے لیکن کامیاب نہیں ہوئے بلکہ ہوائی جہازوں ہی کو نقصان پہنچا۔ جرمنی کہتا تھا کہ اگر ایک جنگی جہاز کے ڈبونے میں سو ہوائی جہاز بھی تباہ ہو جائیں تو بھی فائدہ ہے۔ لیکن یہ اُمید بھی یاس میں بدل رہی ہے۔ (مسٹر چرچل نے کہا ہے کہ جرمن غوطہ خور کشتیاں بھی کچھ نہیں کر سکی ہیں او۔ آجکل ایسی کشتیاں بڑی تیزی سے برباد کیجا رہی ہیں اتنی تیزی سے تیار نہیں ہو سکتیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمن غوطہ خور کشتیوں کا اثر بھی زایل کیا جا چکا ہے۔

ادھر اتحادی حملے کے لئے جرمنی میں داخلے کی کوشش بھی نہیں کرتے بلکہ صرف سمندری ناکہ بندی ہی سے جیت جانے کی اُمید میں ہیں۔ خاص ناکہ بندی اُتری سمندر میں ہے۔ جب بحری فوج یا غوطہ خور کشتیوں اور ہوائی جہازوں سے جرمنی گھیرا کرنے والے جہازوں کو قابو میں نہ لا سکا تو اس نے سمندری سرنگوں کا استعمال شروع کیا۔ یہ سرنگیں پانی کے اندر رہتی ہیں لیکن جیسے ہی کسی جہاز کا پیندا ان سے ٹکراتا ہے یہ فوراً پھٹ کر اُسے تباہ کر دیتی ہیں جہازوں میں لوہے کا استعمال زیادہ تر ہوتا ہے جس سے اگر اِن سرنگوں میں مقناطیس کا استعمال ہو تو لوہے کی وجہ سے جہازوں کو زیادہ نقصان پہنچ سکتا ہے۔ پھر دنیا کی سب طاقتوں نے لڑائی کے وقت بھی ایسی کارروائی بیجا مان کر آپس میں سمجھوتہ کر لیا تھا کہ یہ چیز کبھی استعمال نہ ہو۔ یہ بات ہٹلر نے بھی مان لی تھی۔ پھر اُس نے اس کے خلاف اسی طریقے کی لڑائی شروع کر دی ہے۔ اس سے باخبر لوگوں کا خیال ہے کہ اُس کا آخری وقت آ چکا ہے اور کسی دوسرے طریقے سے بچاؤ کی اُمید نہ دیکھ کر بالآخر وہ اس حیوانیت پر اُتر آیا ہے۔ ہٹلر نے کہا تھا کہ اس کے پاس ایک خفیہ ہتھیار ایسا ہے جس کا سامنا کوئی نہیں کر سکتا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ شاید یہی مقناطیسی سرنگیں اسکا ہتھیار ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ خفیہ ہتھیار شاید ہوائی جہازوں اور بموں کے دشمن ملکوں میں خطرناک بیماریوں کے کیڑے پھیلانا ہو۔ ابھی تک کیڑے پھیلانے کا حربہ استعمال نہیں کیا گیا ہے لیکن مقناطیسی سرنگوں کا استعمال ہو رہا ہے یہ سرنگیں بڑی اور چھوٹی ہر قسم کی ہوتی ہیں۔ بڑی سرنگیں کشتیوں کے ذریعے بچھائی جاتی ہیں اور چھوٹی ہوائی جہازوں کے ذریعے۔ آجکل جرمنی اس حربے سے ناکہ بندی کرنے والے جہازوں کو ڈبونے کی فکر میں ہے۔ اُس نے صاف اعلان کیا ہے کہ اسی کے ذریعے فتح حاصل ہوگی۔

شروع میں تو ان سرنگوں سے کچھ زیادہ نقصان کا اندیشہ ہوا لیکن بعد کو اتحادیوں نے اس کا جواب بھی تیار کر لیا جسکی وجہ سے آجکل ان کے جہازوں کا بہت کم نقصان ہو رہا ہے۔ ہاں غیر جانبدار ملکوں کے جہاز زیادہ ڈوب رہے ہیں۔ اتحادی کہتے ہیں کہ جو غیر جانبدار ملک ایسے نقصانات سے بچنا چاہتے ہیں وہ اپنے جہازوں کو ہماری حفاظت میں دیدیں۔ جرمنی ان سرنگوں کے استعمال سے نہ صرف جنگی جہازوں کو جیتنے کی اُمید میں ہے بلکہ خود برطانیہ میں مال کے جہازوں کی آمد و رفت بند کر دینا چاہتا ہے ابھی تک تھوڑے سے جہازوں کے نقصان کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں برآمد ہوا۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ مقناطیسی سرنگوں کی ایجاد نہ تو نئی ہے اور نہ ناقابل برداشت اس کے متعلق مسٹر چرچل کی تقریر بہت اُمید افزا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کا استعمال بھی دوسری باتوں کی طرح روکا جا سکے گا۔ ادھر جرمنی کے ۲ پاکٹ

مسٹر کاسٹیلیا جو ۱۹۳۷ء سے فن لینڈ کے پریسیڈنٹ اور سپہ سالار ہیں

ٹیبل شپ اور ایک کروزر بحر اٹلانٹک میں نکل گئے ہیں اور وہ مال لیجانے والے جہازوں کو یا تو ڈبو رہے ہیں یا لوٹ رہے ہیں۔ غوطہ خورکشتیاں اُس طرف بھی کام کر رہی ہیں۔ برطانیہ نے اُن سے بچنے کے لئے ایک ہزار معمولی جہازوں کو بھی ایسے اسلحات سے آراستہ کر دیا ہے جن سے وہ غوطہ خورکشتیوں کا مقابلہ کرنے لگے ہیں۔ کچھ ہی عرصے میں دو ہزار ایسے جہاز کام کرنے لگیں گے مذکورہ تینوں جہاز ابھی تک بہت زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکے ہیں اور ان کی تلاش ہو رہی ہے۔ غوطہ خورکشتیوں کے لئے بہت ہوشیار ملاحوں کی ضرورت ہے جن کو ۶ سات سال کا تجربہ ہو۔ ساٹھ میں سے جرمنی کی ۳۰ سے زیادہ کشتیاں ڈبوئی جا چکی ہیں اس سے اس کام کے لئے ملاحوں کی بھی کمی ہوگئی ہے۔

اُدھر ناکہ بندی کا یہ عالم ہے کہ جرمنی کو کافی مال نہیں پہنچ رہا ہے۔ نہ تو کھانے کا پورا سامان ملک میں پہنچتا ہے نہ تجارت کے لئے کچا مال اور بنی ہوئی چیزوں کی بھی کھپت نہیں ہو رہی ہے۔ جرمنی کی مقناطیسی سرنگوں کی لڑائی سے ناراض ہوکر اتحادیوں نے اس کا سارا کاربار بند کرنے کا حکم دیدیا ہے۔ اس میں کئی غیر جانبدار ملکوں کا بھی کافی تجارتی نقصان ہوا ہے اور ان میں سے کچھ ملک شکایت بھی کر رہے ہیں۔ اتحادی انھیں کم سے کم نقصان پہنچا کر کام نکالنا چاہتے ہیں۔ ماہ دو ماہ میں ظاہر ہوگا کہ اس حکم کی تعمیل کہاں تک ممکن ہے۔ جرمنی اُمید میں تھا کہ اس اعلان سے غیر جانبدار ملک بھی جنگ کے لئے آمادہ ہو جائینگے۔ اُس نے ہالینڈ سے اسی قسم کا خیال ظاہر بھی کیا تھا لیکن وہاں سے صاف جواب مل گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اتحادی غیر جانبدار ملکوں کے ساتھ یہ معاملہ اس طرح طے کرلیں کہ جرمنی کا کافی نقصان ہو لیکن رکھنے والے غیر جانب دار ملکوں سے میل میں نہ فرق آئے۔

جرمنی کو اتری سمندر کے راستے سے جو مال ملتا تھا وہ ناکہ بندی کے سبب بہت گھٹ گیا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اور بھی گھٹے گا۔ روس سے جتنے مال ملنے کی توقع تھی اُتنا ملتا نہیں ہے صرف کچھ روپئے ملنے کی اُمید ہے۔ روس کے پاس صلح کے وقت بھی کافی مال نہیں تھا اور اُدھر وہ اپنا اثر بڑھانے کے لئے فن لینڈ سے لڑنے بھی لگا ہے نیز ناروے سوئیڈن اور رومانیہ سے بھی مڈبھیڑ ہونے کا خدشہ ہے اس لئے شائد ہی جرمنی کو روس سے بہت مال مل سکے۔ بلکہ تعجب نہیں کہ جو کچھ مل رہا ہے وہ بھی گھٹے جرمنی اور فرانس کے درمیان ڈینیوب نامی جو بڑا دریا ہے اس میں جہازی تجارتی راستہ بڑھانے کی ماضی قریب میں جرمنی نے کافی کوشش نہیں کی جس کی وجہ سے اُس پر اتحادیوں کا زیادہ دخل ہوگیا ہے۔ اب جرمنی کو بلقانی راستوں ہی سے مال ملنے کی توقع ہو سکتی ہے موجودہ جنگ کے پہلے اتحادی جرمنی سے بگاڑ نہیں چاہتے تھے۔ جس سے ان کی کوششیں ڈھیلی رہتی تھیں ادھر چھوٹی چھوٹی بلقانی ریاستوں کو زبردستی دبا کر جرمنی اپنا من مانہ سمجھوتہ کر لیا کرتا تھا جب سے جنگ شروع ہوئی ہے تب سے اتحادی ان کو ملانے کے لئے زیادہ کوشاں ہیں۔ ترکی اُن کی طرف ہو گیا ہے اور جرمنی سے اٹلی کی دوستی کم ہوگئی ہے اس لئے جس رومانیہ نے دبکر سمجھوتہ کیا تھا اُسے مال دینے کے بارے میں انکار کر دیا ہے۔ یوگوسلاویہ بھی اٹلی سے دوستی کرکے جرمنی کے اقتدار سے آزاد ہونے کی فکر میں ہے۔ دو چار مہینے میں ظاہر ہوگا کہ بلقانی ریاستوں سے مال حاصل کرنے کی کوشش

مسٹر کینجڈر فن لینڈ کے وزیر اعظم جنھوں نے استعفا دے دیا ہے۔

میں جرمنی کہاں تک کامیاب یا ناکام ہوا ہے اُسکو اُمید تھی کہ اپنی فوجی طاقت کی محض دھمکی سے پولینڈ میں اپنا مطلب حل کرے گا اور اتحادی لڑائی نہ کریں گے اور اگر کریں گے بھی تو اسکے اوپر حملہ کرنے میں ناکام رہیں گے۔ ادھر اتحادیوں نے لڑائی شروع تو کر دی لیکن حملہ کرنے کے بجائے صرف مال اور رسد روک کر اُسے جیتنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لڑائی میں جرمنی کی ہوائی اور سمندری فوجیں کام نہیں آ رہی ہیں اور غوطہ خورکشتیاں بھی بیکار ہو چکی ہیں۔ اب صرف مقناطیسی سرنگوں کی لڑائی سے جرمنی کو اُمید رہ گئی ہے۔ جس کا اثر ناکہ بندی توڑنے میں اب تک ناکام رہا ہے جرمنی سرنگوں سے اتحادیوں کے مالی جہازوں کا کم نقصان ہوا ہے اور غیر جانبدار ملکوں کا زیادہ۔ اس سے اس کی تجارت خود بخود کم ہو رہی ہے۔ یہ سب باتیں صرف اُتری سمندر میں ہیں اور اتحادیوں کا دوسرا کاربار حسب سابق چل رہا ہے۔ یہ معاملات بھی مہینے دو مہینے کے تجربوں سے اور واضح ہونگے۔

جرمنی کو توقع تھی کہ روس کے ساتھ سے اُسے تقویت پہنچے گی لیکن نتیجہ قطعی برعکس ثابت ہو رہا ہے۔ روس سوشلزم کا پرچار کرنے میں مصروف تھا اور آج کل ملکوں پر بھی قبضہ کر رہا ہے۔ پرانے سوشلسٹ اس بات کے خلاف تھے۔ لیکن وہاں کے موجودہ ڈکٹیٹر اسٹیلن کا

برطانیہ کے موجودہ وزیر خارجہ لارڈ ہیلی فاکس

انتظام بہت سی باتوں میں لڑائیوں اور جیتوں کے لئے قدیم زار شاہی کے طریقے پر آگیا ہے۔ اس لڑائی کے پہلے جرمنی چاروں بالٹک ریاستوں میں اپنا اقتدار بڑھا رہا تھا لیکن روس کی امداد یا شائد بہت سی دولت پانے کے لالچ میں اس نے چاروں ریاستوں کو روس کے لئے چھوڑ دیا ان میں سے تین سے روس کا من مانا سمجھوتہ ہوگیا ہے لیکن چوتھی ریاست فن لینڈ نہیں دبی اور اُس سے لڑائی ہو رہی ہے۔ اس معاملے میں جرمن حکام نے تو روسی اقتدار مان لیا لیکن رعایا اس کے خلاف ہے اور فن لینڈ سے اس کا جو گہرا میل ہے اس سے سخت دھکا لگ رہا ہے۔ سرکار کی غیر جانبداری کے ہوتے ہوئے بھی رعایا فن لینڈ کو امداد دے رہی ہے جس سے روس سے جرمنی کی دوستی گھٹنے کی اُمید ہے۔ اُدھر اٹلی بھی فن لینڈ کی وجہ سے روس سے بہت ناراض ہے اور جاپان کو بھی ناگوار ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ بھی روس سے سخت ناراض ہے۔ فن لینڈ والے بھی بڑی بہادری سے لڑ رہے ہیں اور اس وقت سخت سردی کے باعث حملہ آوروں کی دال نہیں گلتی اور فن لینڈ والے وہاں کے حالات موافق ہونیکے باعث لڑائی میں کافی کامیاب ہو رہے ہیں۔ پھر بھی آخرکار ان کی ہار یقینی سی ہے فن لینڈ کو جیت کر روس شائد ناروے اور سویڈن پر بھی پیر پھیلائیگا ناروے تک تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن سویڈن میں لوہے کی کانیں اتنی زیادہ ہیں کہ جرمنی اس کا بھی روس کے قبضے میں جانا شائد برداشت نہ کرے گا۔ ادھر رومانیہ پر بھی روس کا دانت لگا ہوا ہے۔ خیال ہے کہ دو چار مہینوں میں ایسے بڑے بڑے واقعات پیش آئیں گے اگر روس نے بلقان میں زیادہ دباؤ ڈالا تو اٹلی سے بھی اسکی مڈبھیڑ ضروری ہے۔ اسلئے اگرچہ اس وقت لڑائی کی رفتار سُست ہے پھر بھی فروری کے بعد اس کے بڑھنے اور پھیلنے کا خطرہ ہے۔ ابھی لڑائی کے مٹنے کی اُمید کم ہے اٹلی کا میل ان دنوں رفتہ رفتہ جرمنی سے ہٹکر اتحادیوں سے ہوتا نظر آتا ہے بلقان ریاستوں میں جرمنی اور روس کی جیسی پالیسی رہے گی ویسا ہی وہاں گل کھلنے کی توقع ہے۔ امریکہ دن بدن اتحادیوں کی طرف راغب ہو رہا ہے صدر امریکہ مسٹر روز ویلٹ ہمیشہ سے اسی طرف جھکتے تھے۔ لیکن سابق صدر مسٹر ہوور اور مسٹر بورا کی کوشش اسکے برخلاف تھیں۔ اس بار مسٹر ہوور بھی صدر روز ویلٹ کے خیالات کی تائید کر رہے ہیں۔ دوسری امریکن ریاستیں غیر جانبدار ہیں۔ اگرچہ وہ بھی کوئی تھوڑی اور کوئی زیادہ ممالک متحدہ کی ہی طرف جھکتی ہیں۔ جاپان آج کل روس سے دوستی بڑھاکر چین کو جیتنے کی فکر میں تھا۔ اگر چین کو روس کی مدد نہ ملے تو جاپان جیت کی بہت کچھ اُمید ہوسکتی ہے اور یورپ کی طرف لڑائی میں پڑنے سے شائد روس چین کو مدد دینا بند کر دیگا ایسی توقع ہے کئی باتوں میں روس کا جاپان سے سمجھوتہ ہوگیا ہے پھر بھی جاپان سمجھوتہ کرنے میں ہچکتا ہے کیونکہ اگر اتحادی اور امریکہ اس کی تجارت کو بگاڑنا چاہیں گے تو وہ فوراً کامیاب ہو جائیں گے۔ اس لئے جاپان اس پھیر میں ہے کہ اتحادیوں سے بگاڑ بھی نہ ہو اور چین کو مدد ملنا بھی بند ہو جائے اس دوران میں اُس طرف یہی معاملہ سامنے آیا ہے چین جاپان کی لڑائی بہت دھیرے دھیرے ہو رہی ہے۔

ادھر ہندوستان میں سات صوبوں میں کانگریس کے استعفے کی وجہ سے گورنر کی حکومت ہو رہی ہے اور آٹھویں صوبے آسام میں استعفے

برطانیہ کے موجودہ وزیر جنگ مسٹر انتھانی ایڈن

کے بعد سعد اللہ وزارت قائم ہوگئی ہے یو۔ پی کے تین بلوں میں سے قانون لگان اور بدری ناتھ کے مندر کا بل منظور ہوگیا ہے اور جو تنخواہوں پر ٹیکس لگایا گیا تھا وہ نامنظور ہوگیا ہے اور اس کے بارے میں گورنمنٹ آف انڈیا کے قانون میں بھی ترمیم ہو رہی ہے۔ مہاتما گاندھی کو اُمید تھی یا اب بھی ہو کہ سرکار سے کانگریس کا سمجھوتہ ہو جائے گا ادھر انگریزی سرکار اس بات پر زور دیتی ہے کہ پہلے مسلمانوں سے میل کرکے کانگریس جو بات کہے اس پر وہ غور کرے گی۔ مہاتما گاندھی کا خیال ہے کہ جب تک مسلمانوں سے سمجھوتہ نہیں ہوتا تب تک سول نافرمانی کی تحریک شروع ہونے سے باہمی خانہ جنگی ہوگی مسٹر سبھاش چندر بوس سول نافرمانی شروع کرنے کے حق میں ہیں۔ مسلم لیگ کی طرف سے سات کانگریسی صوبوں سے کانگریسی حکومت ختم ہونے پر خوشی منانے کا خیال ہے۔ لنکا میں ہندوستانی مزدوروں کا جو داخلہ بند ہوا ہے اس پر وہاں کی حکومت اپنے مزدوروں کو کام سکھانے کا انتظام کر رہی ہے۔ دیکھئے کہاں تک کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

ساڑھے چھ بجے سے سات بجے تک (وقت رات)

۱؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - پرارتھنا - ازجناب جنگ بہادر خبریں - مذاقیہ گانا - ازجناب ممتاز علی. گردن توڑ بخار - ایک مکالمہ - گیت - ازجناب جنگ بہادر - ترکاری پر نظم - ازشری بنسی دھر -

۲؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - دنیا کی کہانی (جغرافیائی بیان) ازشری بدھی بھدر - بھجن ازجناب جنگ بہادر - خبریں - گھسو اور متی کا گیت 'یو' بوٹ کیا ہے ؟ تقریر ازجناب ایچ انصاری -

۳؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - دیہاتی ٹھمری - ازشری رامیشور باجپئی - خبریں - نظم - ازشری بدھی بھدر زمین ازشری بدھی بھدر - راماین - ازشری رامیشور باجپئی -

۴؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - دیہاتی گیت ازجناب مرتضیٰ حسین خبریں - نظم - ازشری بنسی دھر مویشیوں کے لئے فسٹ ایڈ - مکالمہ - ازشری آر - ڈی شکل ٹھمری - ازجناب مرتضیٰ حسین -

۵ - جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - جانتے کا گیت - ازجناب جنگ بہادر - بچپن کی شادی تقریر ازشری سیتلا سہائے متی کا گانا - خبریں - چک بندی - مکالمہ کسانوں کی کہاوتیں ازشری بنسی دھر -

۶؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - برہا - ازشری گومتی پرشاد خبریں اور بازار نرخ - گھسو اور متی کا گیت موتی جھالا - مکالمہ ازشری بدھی بھدر - ساڑیاں ازشری گومتی پرشاد کیا دیکھا ؟ دیہاتوں میں ریڈیو لگائے جانے کے متعلق ہفتہ وار بات چیت -

۷؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے خاص پروگرام) بھجن ازشریمتی پدماوتی اور انکی پارٹی - عورتوں کی دلچسپی کی خبریں - کپڑا دھونا تقریر - ازشریمتی پدماوتی - کورس - دیہاتی عورتوں کی پارٹی - بھوت اور چڑیل - مکالمہ - دوا علاج ہوکھا -

۸؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - پرارتھنا - ازجناب جنگ بہادر - خبریں - پالا - ازشری آر - ڈی - شکل - بیوقوفی (کہانی) ازشری بنسی دھر -

۹؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء بھجن - ازکماری سدھا ماتھر - خبریں - جاپان - تقریر - ازشری بدھی بھدر - گیت - از کماری سدھا ماتھر آبپاشی کے لئے رہٹ - ازشری آر - ڈی شکل - راماین - ازشری جنگ بہادر -

۱۰؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء متی کا گانا - خبریں - برہا - از شری رام ہزاری تیواری - آلات زراعت ازشری آر - ڈی - شکل بھجن - ازشری رام ہزاری تیواری -

۱۱؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - قوالی - ازجناب مرتضیٰ حسین خبریں - امداد باہمی - ازشری ہرنام سنگھ چوہان متی اور جناب جنگ بہادر کا گانا - آسیا - نظم - ازشری بنسی دھر - گیت - ازجناب مرتضیٰ حسین -

۱۲؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء پرارتھنا - ازجناب جنگ بہادر خبریں - چیچک - ازشری متھرا پرشاد - گھسو اور جناب ممتاز کے گانے -

۱۳؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء ماگھ کا نہان - تقریر ازشری آر - ڈی - شکل - خبریں اور بازار نرخ - مذاقیہ گانا - ازجناب ممتاز علی - سدھار اور عورتیں تقریر - ازشری سرجیت لال - متی کا گانا -

۱۴؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے خاص پروگرام) سوہر - ازشریمتی پدماوتی معہ پارٹی - خبریں دیہاتی گیت - از دیہاتی عورتوں کی ایک پارٹی عورتیں اور خانگی کفایت شعاری - تقریر - ازشری متی دیاوتی سرن - گیت - ازشریمتی پدماوتی معہ پارٹی دوا دارو - جھوگا -

۱۵؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء دیہاتی گیت ازجناب جنگ بہادر خبریں - جاڑے کی رات - ازشری - جی - پی - مشر بھیڑ کی بارش (نظم) ازشری بنسی دھر - متی کا گانا -

۱۶؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - گیت ازجناب جنگ بہادر - خبریں نشہ (ایک خاص پروگرام) ازشری بھیا نتھ سنگھ -

۱۷؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء دیہاتی گیت ازشری گومتی پرشاد مشر - خبریں - کھیتی باری - ازجناب امین سلونوی - مذاقیہ گانا - ازجناب ممتاز علی - باپ اور بیٹا (نظم) ازشری بنسی دھر -

۱۸؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء بھجن ازجناب جنگ بہادر - خبریں میاں اور بیوی (کہانی) ازشری بنسی دھر - متی کا گانا - تربوز کی کھیتی - مکالمہ - ازشری امادت شکل -

۱۹؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء جیسے کا تیسا - ازشری آر - ڈی - شکل خبریں دیہاتی بھجن - ہنڈل (دیہاتی گانا)

۲۰؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء دیہاتی گیت - ازشری جگناتھ آزاد خبریں اور بازار نرخ - تاریک خواندگی - تقریر ازجناب قاضی محمد جلیل - من کی ہلاس (دیہاتی سنگیت)

۲۱؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کیلئے خاص پروگرام) بھجن ازکماری کسما ماتھر - نسوان دنیا - کی خبریں - گہنے تقریر ازشریمتی پدماوتی -

۲۲؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء زیرہ کی کھیتی - مکالمہ ازشری امادت شکل گیت - ازشری جگناتھ آزاد - خبریں - ماں کی دولت (کہانی) ازبنسی دھر - متی کا گانا -

۲۳؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - راماین ازجناب جنگ بہادر - خبریں - جانوروں کے ساتھ رحمدلی کا برتاؤ کرو. تقریر از ویٹرینری اسسٹنٹ جناب جنگ بہادر اور شری بلبھدر کا گانا - کسانوں کی کہاوتیں - ازشری بنسی دھر -

۲۴؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء رتوندی (کہانی) ازشری رام آسرے شکل بھجن - ازجناب جنگ بہادر - خبریں - مذاقیہ گانے - ازجناب ممتاز علی - ربیع کی سینچائی - مکالمہ - از شری آر - ڈی شکل -

۲۵؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء پہیلیاں - ازشری بنسی دھر بھجن ازشری سی - ایم - لہری - خبریں - بنسی بٹ - ازشری بلبھدر گیت - ازشری - سی ایم - لہری -

۲۶؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء گیت - ازجناب جنگ بہادر خبریں مودوتی کسان تقریر ازشری سیتلا سہائے بسنتی بہار (دیہاتی سنگیت) ازشری بلبھدر - آدرش گاؤں (نظم) ازشری بنسی دھر -

۲۷؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء خبریں اور بازار نرخ - کورس - دیہاتی گویئے جنگل لگانا - تقریر - ازشری گیان چند رشری واستو - مذاقیہ گانا - ازجناب ممتاز علی - دو بہرے دوست (کہانی) از شری بنسی دھر - راماین - ازجناب جنگ بہادر -

۲۸؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کیلئے خاص پروگرام) گیت ازکماری شانتا بھکے - نسوان دنیا کی خبریں - ساس بہو - ازشری بدھی بھدر و شریمتی پدماوتی دمینتی - (کہانی) ازشری متی شیلاوتی - دوا علاج - زچہ بچہ -

۲۹؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - پور - ازجناب جنگ بہادر - خبریں جیسی کرنی ویسی بھرنی (کہانی) ازجناب نسیم الغوثوی متی کا گانا - کسانوں کی کہاوتیں - ازشری آر - ڈی شکل -

۳۰؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - کسان کی لڑکی (کہانی) ازشری شرینا تھ سنگھ - جناب ممتاز علی اور گھسو کے گانے - خبریں - توہم پرستی - ازشری شیو بہاری - راماین - ازجناب جنگ بہادر -

۳۱؍جنوری سنہ ۱۹۴۰ء - کون کس کا (ناٹک) ازشری آر - ڈی - شکل - خبریں - متی اور جنگ بہادر کے گانے -

---

مویشیوں کی بیماریاں اوران کا علاج

(ازقلم خواجہ امین الدین غوری صاحب دشار د ایل - دی - پی - ویٹرنری افیسر کونسٹ اسسٹنٹ راجپوتانہ)

ان مضامین کے لکھنے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ مالکان کو ڈاکٹر بنا دیا جائے بلکہ یہ خیال ہے کہ وہ اپنے مویشیوں کو کس طرح تندرست رکھ سکتے ہیں اور جب اُن میں بیماری پھیل جائے تو کس طریقے سے ان کی مدد کر سکتے ہیں یہاں سوائے معمولی باتوں کے اور زیادہ کچھ نہیں بتلایا جاسکتا مالکان مویشی کو چاہئے کہ جب اُن کے مویشی بیمار ہو جائیں تو ڈاکٹر کی امداد حاصل کریں شفاخانے انھیں کے فائدے کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ ان مضامین میں سے وہ صرف ضروری موقعوں پر جب کہ ڈاکٹر کے آنے میں دیر ہو یا ڈاکٹری امداد نہیں مل سکتی ہو فائدہ اُٹھا سکتے ہیں انگریزی ممالک میں بہت سی خطرناک بیماریاں کافی محنت اور روپیہ خرچ کرکے روک دی گئی ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں ناسمجھی کے سبب ان بیماریوں سے ناقابل برداشت نقصان اُٹھانا پڑ رہا ہے۔ ان خطرناک بیماریوں کے بچے ہوئے کمزور و بیکار جانور مرے ہوئے جانوروں سے بھی بدتر ہوتے ہیں کیونکہ ان کو فضول کھلانا پلانا پڑتا ہے۔

اس سے پہلے کہ مویشیوں کی بیماریوں اور اُن کا دیسی علاج لکھا جائے یہ ضروری ہے کہ مالکان کو تندرست و بیمار جانوروں کی خاص خاص پہچان تبلا دی جائے تاکہ اُن کو اچھی طرح تندرست و بیمار جانور میں فرق معلوم ہوسکے اور ٹھیک علاج کرسکیں۔ تجربہ سے مالکان فوراً معلوم کر سکتے ہیں کہ ان کے جانور بیمار ہیں یا تندرست۔

تندرست مویشی ۔ تندرست جانور ہمیشہ چست چالاک دکھائی دیتا ہے۔ اس کی آنکھیں چمکیلی۔ تھوتھنی گیلی۔ کھال چکیلی اور لچکیلی ہوتی ہے وہ اپنا روزانہ کا کھانا اچھی طرح کھا لیتا ہے۔ ٹھیک وقت پر پانی پی لیتا ہے خوشی خوشی اپنا کام کرتا ہے۔ بیٹھ کر بآرام جُگالی کرتا ہے اس کی چال ڈھال اُٹھنے بیٹھنے میں کسی قسم کی بیماری کے آثار ظاہر نہیں ہوتے۔ اس کے روزانہ کے گوبر و پیشاب کی مقدار و رنگ میں کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا۔ گائے بھینس حسب معمول دودھ دیتی ہیں اور اُن کی روزانہ کی عادت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

بیمار مویشی :۔ بیمار جانور بیچین اور گھبرایا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس کی آنکھیں آدھی بند ہوتی ہیں۔ سر نیچا۔ تھوتھنی سوکھی اور رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اُن کے کھانے پینے۔ جگالی کرنے۔ دودھ دینے اور روزانہ کا معمولی کام کرنے میں کچھ نہ کچھ ضرور فرق ہو جاتا ہے۔ عادت بدل جاتی ہے۔ آنکھ۔ ناک اور مُنہ سے پانی بہنے لگتا ہے۔ مُنہ میں اکثر جھاگ دکھائی دیتے ہیں۔ گوبر۔ پیشاب کے رنگ و مقدار میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے یا بالکل بند ہو جاتے ہیں جانور چلنے پھرنے سے گھبراتا ہے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ جاتا ہوا پیچھے رہ جاتا ہے۔ کچھ بیماریوں میں جانوروں کو سانس لینے میں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ پیٹ کی طرف بار بار دیکھتا ہے۔ دودھ نہیں دیتا۔ لاتیں مارتا ہے۔ بچے کو پاس نہیں آنے دیتا اور بدن گرم ہو جاتا ہے بیمار جانور زیادہ تر ایک ہی جگہ بیٹھا رہنا پسند کرتا ہے۔ زبان نکالتا ہے چپ چپ کرتا ہے۔ دانت چباتا ہے اور پانی بہت کم پیتا ہے یا بالکل ہی پینا بند کر دیتا ہے۔

اپھارا۔ پیٹ پھولنا۔ پھوک یا اپھر جانا

اس بیماری میں پہلے مویشی کا پیٹ ہوا سے پھول کر ڈھول کی طرح ہو جاتا ہے ہوا اوجھڑی میں بھرے ہوئے سڑے چارے سے پیدا ہوتی ہے اور سڑے ہوئے کھانے میں اچھی طرح ملی رہتی ہے۔ یا کھانے اور پیٹ کی دیوار کے بیچ میں رہتی ہے۔ جگالی کرنے والے سب جانوروں میں خصوصاً مویشیوں میں گرم تر موسم میں جب مویشی باہر چراگاہوں میں چرنے جاتے ہیں۔ ایک یا دو یا بہتوں کو یہ بیماری ہو جاتی ہے جس سے دوسری خطرناک بیماریوں کا شک ہو جاتا ہے۔

سبب

یہ بیماری کھانے میں ایک دم تبدیلی کر دینے سے پیدا ہوتی ہے۔ اکثر شروع بارش میں سوکھی گھاس کھاتے ہوئے مویشیوں کو ہری گھاس یا گلا سڑا چارا زیادہ کھا لینے سے

یہ بیماری ہوجاتی ہے۔ دودھ پینے والے بچوں میں زیادہ دودھ پینے سے اپھارہ ہوجاتا ہے۔ پیٹ کی دیواروں کی کمزوری۔ مُنہ۔ گلے کی بیماری۔ کھانے کی نالی میں کچھ پھنس جانے اور ڈکار نہ آنے سے بھی یہ مرض ہوجاتا ہے دوسری چھوت والی بیماریاں بھی اس کے سبب ہیں۔

اپھارا تیز، معمولی، اور پورانا ہوتا ہے پرانے کا ذکر الگ کیا گیا ہے۔

تیز اپھارے کی پہچان

اس بیماری میں پیٹ ایک دم ہوا سے پھول جاتا ہے مویشی کھانا بند کردیتا ہے رال ٹپکتی ہے بیچین معلوم ہوتا ہے۔ پیٹ کی طرف بار بار دیکھتا ہے کمر ٹیڑھی یعنی کو بڑی کرلیتا ہے۔ ہوا کے اور زیادہ پیدا ہونے سے پیٹ اور سخت ہوجاتا ہے۔ مویشی دانت پیستا ہے۔ کراہتا ہے بہت مشکل سے سانس لیتا ہے نیچے بیٹھ جاتا ہے لیکن سانس رکنے کی وجہ سے فوراً پھر کھڑا ہو جاتا ہے۔ زبان باہر نکال کر سانس لینے کو مُنہ کھولتا ہے۔ چَپ چَپ کرتا ہے اور آنکھیں لال ہوجاتی ہیں۔ بُری حالت میں دم نکل جاتا ہے اور مویشی گھبرایا ہوا زمین پر گرکر مرجاتا ہے۔ ہوا سے بھرا ہوا پیٹ پسلیوں سے پیچھے بائیں جانب اُٹھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ بجانے سے ڈھول کی سی آواز ہوتی ہے۔ اگر کان لگایا جائے تو ایسی حالت میں جبکہ ہوا کھانے اور دیوار کے بیچ میں ہو گڑگڑاہٹ کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ ورنہ اس کے خلاف ٹپٹ ٹپٹ کی آواز اس صورت میں جب کہ ہوا کھانے میں ملی ہوئی ہوتی ہے سُنائی دیتی ہے۔ پیشاب و پتلا گوبر کم مقدار میں بہت جلد جلد گرتا ہے۔ یہ سب علامتیں فوراً پیدا ہوجاتی ہیں۔ اور مویشی نصف گھنٹہ میں مرجاتا ہے۔ کبھی کبھی ڈکاریں آکر یا ستے ہوکر مویشی اچھا ہوجاتا ہے۔

معمولی اپھارا

معمولی اپھارے میں یہ سب باتیں معمولی شکل میں ہوتی ہیں اور جانور علاج کرنے سے جلد اچھا ہوجاتا ہے۔

علاج

اگر جانور کی بیماری کا فوراً پتہ لگ گیا ہے تو کھانا بالکل بند کردینا چاہیئے لیکن پانی پلاتے رہنا فائدے مند ہے۔ مویشی کو ٹہلاتے رہنا چاہیئے۔ تاکہ ڈکار آکر ہوا نکل جائے۔ ڈکار آنے کے لئے مندرجہ ذیل ترکیبیں مفید ہیں:-

لکڑی کا ایک یا دو فٹ لمبا ٹکڑا لیکر دونوں سروں پر رسّی باندھ دے اس لکڑی کو مویشی کے مُنہ میں بطور لگام کے آڑا لگا دیں۔ اور دونوں طرف کی رسّیوں کے سروں کو اوپر سینگوں کے پیچھے باندھ دیں۔ اس سے مُنہ چھٹارے گا اسی وقت پیٹ کو بائیں طرف سے جیسے آٹا گوندھتے ہیں دبایا جائے اور خوب مالش کی جائے تو ضرور ڈکاریں آنا شروع ہوجائیں گی۔ اگر اس طرح ہوا نہ نکلے تو کچھ دیر بعد "پروبینگ" یا چھوٹے گول مُنہ والی ۶ فٹ لمبی۔ انگلی کی برابر موٹی بینت جس پر تھوڑی سی روئی یا کپڑا بندھا ہوا اور تیل سے چکنا ہو۔ حلق اور کھانے کی نلی میں ڈالی جائے۔ لیکن یاد رہے کہ بینت سانس کی نلی میں نہ چلا جائے۔ اس طرح بینت کو بار بار آگے پیچھے کرنے سے پہلے پتلا کھانا اور پھر ہوا نکلنا شروع ہوجائیگا۔ بینت کو پہلے اچھی طرح اُبال کر کام میں لایا جائے۔ بینت ڈالتے وقت ایک آدمی مُنہ کھولے رہے اور دوسرا آدمی ہوشیاری سے حلق میں چلا دے۔ گردن اور مُنہ ایک سیدھ میں رہے۔ بینت بائیں طرف جاتا ہوا دکھائی دیگا مویشی کو بیٹھنے نہ دیا جائے۔ کیونکہ پھیپھڑے پر دباؤ پڑنے سے دم نکل جاتا ہے۔ شروع کی معمولی حالت میں مندرجہ ذیل نسخے بہت مفید ہیں:-

۱۔ تیل السی ...... تین پاؤ
ہینگ پسی ہوئی ...... دو تولہ

ہینگ کو تیل میں اچھی طرح ملاکر پلادینا چاہیئے۔ یا

تارپین کا تیل ...... ۲ ۱/۲ تولہ
ہینگ ...... ۱ تولہ
تیل السی ...... دس چھٹانک

ان سب کو ملاکر پلا دینا چاہیئے۔ حاملہ کو تارپین کا تیل نہیں دینا چاہیئے اور تیل کی مقدار بھی کم کردینا چاہیئے۔ یا مندرجہ ذیل دوا کا استعمال کریں۔

۲۔ کھانے کا نمک یا ایپسم سالٹ ... ۸ چھٹانک
سونٹھ پسی ہوئی .. .. .. ۱ ۱/۴ تولہ
گندھک پسی ہوئی .. .. .. ۵ تولہ
گڑ کا شیرہ .. .. .. ۴ چھٹانک

ان سب کو ۱ ۱/۴ سیر گرم پانی میں خوب ملالیں اور جب ٹھنڈا ہوجائے تو نال یا چونگے سے پلا دیں۔ اگر مویشی بیماری سے بہت کمزور ہوگیا ہو تو بعد میں حسب ضرورت یہ نسخہ دیں:-

۳۔ شراب .. .. .. ۲ چھٹانک
سونٹھ پسی ہوئی .. .. .. ۲ ۱/۲ تولہ
کالی مرچ .. .. .. ۱۔ تولہ

ان سب کو تین پاؤ چاول کے مانڑ میں یا السی کی چائے میں ملاکر مویشی کو ہر چوتھے گھنٹہ پلاتے رہنا فائدے مند ہے۔ بعد میں درست ہونے پر ہاضمہ کو ٹھیک کرنے کے لئے:-

۴۔ نوسادر .. .. .. ۱ ۱/۴ تولہ
سونٹھ .. .. .. ۱ ۱/۴ تولہ
کچلا .. .. .. ۴ ماشہ
اجوائن .. .. .. ۱ ۱/۴ تولہ

ان سب کو ملاکر تین پاؤ چاول کے مانڑ میں یا السی کی چائے میں ہر چوتھے گھنٹہ پلانا مفید ہے۔

جب علاج سے کوئی فائدہ نہ ہو اور اپھرا بہت تیزی سے بڑھتا چلا جا رہا ہو۔ جانور بہت قیمتی ہو اور مرجانے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں یہ اچھی طرح پتہ لگا لینے کے بعد کہ ہوا۔ کھانے اور پیٹ کی دیوار کے بیچ میں ہے فوراً ٹروکار اینڈ کینولا ڈال دیں یا تیز نوکیلے چاقو سے پیٹ کے اونچے سے اونچے مقام کو ایک یا دو انچ چیر دینا چاہیئے۔ اس ترکیب سے ہوا ایک دم نکل جائیگی اور مویشی سانس ٹھیک طور سے لے سکے گا پیٹ کو ریڑھ کی ہڈی۔ کول کی ابھری ہوئی ہڈی اور پچھلی پسلی سے برابر فاصلے پر سب سے اونچی جگہ پر چیرنا چاہیئے۔ اس سوراخ میں فوراً ایک فیٹ لمبی اور ایک انچ چوڑی پولی بانس کی نلی ڈال دینا چاہیئے تاکہ اس میں ہوکر ہوا نکلتی

رہے۔ یہ کام بہت تیزی اور ہوشیاری سے کرنا چاہیئے ورنہ ہوا نکلنے کے بعد پیٹ سکڑ جائیگا بانس کا باہری مُنہ پتلی رسی سے باندھ کر پیٹ کے چاروں طرف باندھ دینا چاہیئے تاکہ وہ پیٹ کے اندر گر نہ جائے۔ بانس کو کئی گھنٹہ تک وہیں رہنے دینا چاہیئے۔ اور اسی کے ذریعہ پیٹ میں دوا ڈالتے رہیں۔ جب اس بات کا بھروسہ ہو جائے کہ ہوا پیدا ہونا اب بند ہوگیا ہے۔ تو پیٹ میں لگے ہوئے بانس کو نکال لینا چاہیئے۔ بانس کو نکالنے سے پہلے ایک پتلی لکڑی سوراخ میں ڈال کر اسکو صاف کرلینا چاہیئے تاکہ بانس نکالنے میں کھانا پیٹ یا باہری کھال کے بیچ میں نہ گر جائے۔ سوراخ صاف کرنے والی لکڑی کو بانس میں ہی لگا رہنے دینا چاہیئے۔ کھال کو بائیں ہاتھ سے دبا کر سیدھے ہاتھ سے بانس نکالنا چاہیئے۔ جب بانس ایک انچ اندر رہ جائے۔ تب تیزی سے بچے ہوئے حصّے کو فوراً باہر نکال لینا چاہیئے اور باہری پھٹی ہوئی کھال کو صاف کر کے چاروں طرف گوند لگا کر روئی لگا دینا چاہیئے۔ تاکہ مٹی نہ داخل ہو سکے صاف کرتے رہنے سے زخم خود بخود اچھا ہو جائیگا۔

پرانا اپھارا

اس کے سبب خراب کھانے کے علاوہ مویشیوں کا تار۔ کیل۔ جوتے۔ سوئیاں ٹین کے ٹکڑے چاقو وغیرہ کھا لینا بھی ہے۔ کیڑے۔ رسَولی بھی پیٹ کی دیواروں کی طاقت کمزور کر دیتے ہیں اور پُرانے اپھارے کا سبب ہوتے ہیں۔

پہچان:۔ اس اپھارے میں مویشی کی بائیں بغل پھولی رہتی ہے۔ ہوا کھانے میں خوب ملی ہوئی ہوتی ہے۔ کھانا کھانے کے تھوڑی دیر بعد دیکھا جائے تو کوکھ اُبھری ہوئی دکھائی دیتی ہے اور کھانا نگلنے کے وقت ہوا نکل جانے سے پیٹ کا اُبھار کم ہو جاتا ہے۔

علاج:۔ اس میں اکثر علاج ناکامیاب رہتا ہے۔ جہاں تک ہو سبب معلوم کیا جائے کہ خراب کھانا اس کا سبب ہے یا کیل۔ جوتے وغیرہ۔ مویشی کو اچھی غذا اور پانی دینا چاہیئے۔ اور مذکورہ بالا دوا یہاں دینا مفید ہے۔ اگر مویشی دوا نہ پی سکے تو یہ کرنا چاہیئے کہ نمک اور گڑ برابر برابر زبان پر لکڑی کے چاقو سے خوب چُپڑ دیا جائے تاکہ پیاس خوب لگے۔ اس کے بعد دو چھٹانک یا کچھ زیادہ نمک ہر وقت پینے والے پانی میں ڈال دیا جائے۔ اس ترکیب سے گوبر نرم پڑ جائیگا۔

نوٹ:۔ السی کی چائے و چاول کا مانڑ اس طرح بناتے ہیں:۔

السی کی چائے۔ ایک حصّہ السی کو ۱۵ یا ۲۰ حصّہ کھولتے ہوئے پانی میں دو گھنٹے تک بھگوئے رکھتے ہیں۔ اس کے پانی ہی کو چائے کہتے ہیں۔

چاولوں کا مانڑ:۔ ایک پاؤ چاول لیکر ایک سیر پانی میں اُبالیں۔ جب تین پاؤ پانی رہ جائے تو ٹوکری میں چھان کر مانڑ نکال لیں۔

یوپی میں مویشیوں کی بیماری کے اکتوبر ۱۹۳۹ء کے اعداد شمار

مریض مویشی۔ مویشیوں کی بیماری کے اکتوبر ۱۹۳۹ء کے اعداد شمار بتاتے ہیں کہ ۸،۱۸۱ مویشیوں کو کھر پکا مرض ہوا۔ گذشتہ ستمبر میں ۸،۰۶۳ مویشیوں کو یہ مرض ہوا تھا۔ رینڈر پیسٹ کی بیماری ۲،۳۲۲ مویشیوں کو ہوئی۔ ستمبر میں یہی مرض ۲۹۵۰ مویشیوں کو ہوا تھا۔ ہیم پیسٹ نامی مرض ۱،۰۵۵ مویشیوں کو ہوا۔ جب کہ ستمبر میں ایسے مویشیوں کی تعداد ۲،۰۰۶ تھی۔ اس طرح ان دونوں مرضوں میں اس ماہ بہت کمی ہوئی۔ اکتوبر میں ۳۰ مویشیوں کو پھوڑا اور ۴ مویشیوں کو بلیک کوارٹر نامی مرض ہوا پچھلے مہینے یہ اعداد بالترتیب ۵۲ اور ۱۰۶ تھے۔ اور بیماریوں میں صرف تین مویشی مبتلا ہوئے۔ اکتوبر میں کل ۲۳،۳۴۷ مویشیوں کو بیماری ہوئی۔ ستمبر میں یہی تعداد ۱۴،۹۳۳ تھی۔

موتیں۔ رینڈر پیسٹ میں سب سے زیادہ تعداد میں مویشی مرے۔ اس بیماری میں ۱۴،۲۳۲ مویشی مرے۔ ۸۰۷ فیصدی موتیں ہیم پیسٹ بیماری سے ہوئیں۔ کھر پکا سے ۱۳۴۷ مویشی مرے مختلف بیماریوں سے مرنے والے مویشیوں کی تعداد ۲۲۳۳۱ ہے ستمبر میں یہی تعداد ۴،۹۲ تھی۔

ضلع کے الگ الگ اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ رینڈر پیسٹ حسب ذیل اضلاع میں زیادہ تھا۔ میرٹھ میں (۲۸۵ مویشیوں کو بیماری ہوئی جن میں سے ۲۵ مرگئے) (الہ آباد ۲۸۵ مویشیوں کو بیماری ہوئی جس میں سے ۱۵۶ مرگئے) بارہ بنکی (۲۳۹ مویشی بیمار ہوئے جن میں سے ۱۸۲ مرگئے) باندہ (۱۸۱ مویشی بیمار ہوئے جن میں سے ۹۴ مرگئے) بستی (۱۷۰ مویشی بیمار ہوئے جن میں سے ۸۵ مرگئے) کھر پکا مُنہ پکا کی بیماری سہارن پور اور نینی تال اضلاع میں بہت تیز ہوئی۔ سہارنپور میں ۱،۴۵۲ مویشیوں کو یہ بیماری ہوئی جن میں ۴ مرگئے۔ نینی تال میں ۱،۴۱۰ مویشیوں کو یہ بیماری ہوئی جن میں سے ۱۳ مرگئے۔ پیلی بھیت میں ۱۴۸ مویشیوں کو ہیم سیپٹ نامی بیماری ہوئی جن میں سے مویشی مرگئے۔ دوسرے ضلعوں میں ۱۰۰ سے کم مویشیوں کے بیمار ہونے اور مرنے کی اطلاع ملی ہے۔ ۱۵ ضلع اس بیماری سے بچ گئے تھے۔ ۱۹ ضلعوں میں رینڈر پیسٹ اور ۱۰ ضلعوں میں مُنہ پکا کھر پکا کی بیماریاں نہیں ہوئیں۔ ۵ ضلعوں میں مویشیوں کو پھوڑے ہوئے اور ۲ ضلعوں میں بلیک کوارٹر نامی بیماری ہوئی۔

مختلف اضلاع میں مویشیوں کی بیماری روکنے کے لئے اس ماہ رینڈر پیسٹ کے معمولی سے رنگ کی ۶ ہزار خوراکیں اور خاص سیرم کی ۵۰۰ خوراکیں دی گئیں۔ بلیک کوارٹر سیرم اس ماہ نہیں بانٹا گیا۔ مختلف سیرم اور ٹیکے کی خوراکوں کا کل میزان ۴۶،۰۷۰ ہے۔

(پبلک انفارمیشن بیورو سے موصول)

ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں

الہ آباد کی نمائش میں کوآپریٹو کورٹ

الہ آباد سودیشی نمائش میں محکمہ امداد باہمی کی طرف سے ایک کوآپریٹو کورٹ کھولا گیا تھا۔ سندیلیہ اسٹورس، یو-پی کوآپریٹو نیٹنگ فیکٹری، کانپور، ٹنگرا دلن فیکٹری نجیب آباد، ایمبرائڈری سوسائٹی الہ آباد وغیرہ صوبے متعدد صنعتی اداروں نے اپنی چیزیں بھیجی تھیں اور فروخت کرنے کے لئے اپنے آدمی بھی تعینات کئے تھے۔ دیرہ دون کی بسومتی کوآپریٹو رائس سوسائٹی نے نمائش اور فروخت کے لئے کئی بورے چاول بھیجے تھے۔ ان میں سے کچھ سوسائٹیوں اور گوداموں کو علٰحدہ علٰحدہ جگہیں دی گئی تھیں اور چیزوں کی فروختگی کی ذمہ داری اُنکے آدمیوں پر رکھی گئی تھی۔ ان میں سے بیشتر سوسائٹیوں نے کافی بکری کی اور کچھ چیزیں اس شرط پر محفوظ رکھ لی گئی تھیں کہ خریدار اُنھیں نمائش کے آخری روز لیجا سکیں گے۔

الہ آباد کی کٹرہ کوآپریٹو ڈیری سوسائٹی نے کوآپریٹو کورٹ میں دودھ کی ایک دکان کھولی تھی۔ روزانہ کافی مقدار میں دودھ بکتا تھا اور کبھی کبھی دودھ کی مانگ اتنی بڑھ جاتی تھی کہ پوری نہیں ہوسکتی تھی۔

محکمہ امداد باہمی کے کاموں کے متعلق کئی چارٹ اور پوسٹر کورٹ میں لگائے گئے تھے۔ سپروائزر اُن کے متعلق لوگوں کو سمجھا دیتے تھے۔

کوآپریٹو کورٹ میں شہد کی مکھی پالنے کا طریقہ بھی دکھایا گیا تھا جس کے لئے مسٹر وشنو رام مہتہ اور مسٹر وی بھارگو کی اعزازی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔

ایک دوسرا حصّہ جسے زیادہ لوگوں کو اپنی طرح راغب کیا تھا وہ تھا "ردّی چیزوں سے دولت" یعنی جن چیزوں کو لوگ ردّی سمجھتے ہیں اُنھیں کام میں لاکر فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ ردّی اور پھینکی ہوئی چیزوں سے بنائی ہوئی چیزیں صرف کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبروں ہی سے نہیں منگائی گئی تھیں بلکہ اس کے لئے عام لوگوں سے درخواست کی گئی تھی۔ اس طرح ایک اچھا مجموعہ تیار ہو گیا تھا۔

کوآپریٹو کورٹ روزانہ سینکڑوں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا رہا۔ کئی معزز اصحاب جن میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں قسم کے لوگ شامل تھے، اِس کورٹ میں آئے اور اُنھوں نے اپنی رائے دی۔ اُن میں پنڈت جواہرلال نہرو، ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو، پنڈت اقبال نرائن گرٹو، مسٹر امرناتھ جھا، مسٹر وشنو سہائے آئی۔ سی ایس اور مسٹر ایشور سرن کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

اس کورٹ کی تجویز مسٹر ڈی۔ اے مہتہ انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز الہ آباد نے کی تھی اور آپ آخر تک اِسکے انچارج رہے۔

الہ آباد سودیشی نمائش میں محکمۂ امداد باہمی کی طرف سے کھولے گئے کوآپریٹو کورٹ کی باہری تصویر

کوآپریٹو کورٹ کے متعلق شریمتی سروجنی نائیڈو کا اظہار خیال

الہ آباد سودیشی نمائش کے کوآپریٹو کورٹ میں محترمہ مسز سروجنی نائیڈو بھی تشریف لائی تھیں۔ آپ نے کورٹ کے متعلق حسب ذیل اظہار خیال کیا:

میں نے بڑی خوشی سے سودیشی نمائش کا کوآپریٹو کورٹ دیکھا۔ وہ حصہ جو "ردّی چیزوں سے دولت" کہلاتا تھا بہت دلچسپ اور نصیحت بخش تھا۔ یہ تعمیری ابتدا کا ایک قابل قدر نمونہ تھا۔ وہ ایسی چیزوں کو نئی زندگی بخشنے کا ایک ذریعہ تھا جو عام طور پر کوڑے میں پھینک دی جاتی ہیں۔ میں نے چیتھڑوں سے بنا ہوا غالیچہ بسکٹ اور چائے کے پرانے ڈبوں سے تیار کیا ہوا آئیس کریم فریزر، پرانے لوتھڑ: تھوں سے بنے ہوئے صندوق، پرانی ساڑیوں کے کنارے سے تیار کی ہوئی رنگین گدیاں، پرانے فلیٹ ہیٹ سے تیار کئے ہوئے چپل نیز دیگر چیزیں دیکھیں ایسے لوگوں کی کوششیں اور ارادے بجا دیں واقعی قابل تعریف ہیں جنھوں نے ایسی خوبصورت چیزیں تیار کی ہیں۔ میں اُن لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے ہمیشہ پرانی چیزوں کی مدد سے نئی چیزیں تیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے مجھے اس حصّے سے خاص دلچسپی ہوئی۔ میں اُمید کرتی ہوں کہ سبھی لوگ جنھوں نے یہ چیزیں دیکھی ہیں ان مفید اور خوبصورت چیزوں کو بنانے کی کوشش کریں گے۔"

ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو کا کوآپریٹو کورٹ کے متعلق اظہار خیال

ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو بھی کوآپریٹو کورٹ میں تشریف لائے تھے۔ آپ نے اُس کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر فرمائی ہے:-

مجھے الہ آباد میں ہونے والی سودیشی نمائش میں کوآپریٹو کورٹ بہت دلچسپ معلوم ہوا۔ یہ کورٹ خوب سجایا گیا ہے۔ یہ ہر ایک دیکھنے والے کو سبق آموز معلوم ہوا ہوگا۔ سبھی صنعتی کوآپریٹو سوسائٹیوں نے اس کورٹ کے لئے چیزیں بھیجی ہیں۔ "ردّی چیزوں سے دولت" کا حصّہ خاص طور سے خوبصورت ہے اور اسی طرح کشیدہ سوسائٹی کے کشیدے بھی خوبصورت ہیں۔

الہ آباد کی دودھ کوآپریٹو سوسائٹی نے دودھ کی ایک دکان کھولی ہے جسے لوگ بہت زیادہ پسند کر رہے ہیں مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ کورٹ اُس نئی طاقت کا مظہر ہے جو یو-پی کے سبھی کوآپریٹو کاموں میں نظر آرہی ہے میں کورٹ کی کامیابی کا خواہاں ہوں۔ میں اتنا اور کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اٹاوہ اور سندیلیہ ہینڈ لوم اسٹورس نے اچھی چیزیں دکھائی ہیں۔

یو۔پی میں تعلیم امداد باہمی

محکمہ امداد باہمی کی طرف سے تیار ہونے والے وسیع پروگرام کے مطابق کوآپریٹو سوسائٹی کے ممبروں خصوصاً پنچوں اور سکریٹریوں کی تعلیم اب شروع ہوگئی ہے۔ بجٹ میں ۲۶،۰۰۰ روپئے کی رقم طے کی گئی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ یہ رقم سال رواں میں خرچ کی جائے گی۔

یہ تعلیم کوآپریٹو ٹریننگ اور تعلیمی اسکیم کا ایک حصّہ ہے جس کے لئے حکومت ہند ۱۹۳۶ء میں دی ہوئی اپنی ۹۰،۰۰۰ روپئے کی گرانٹ میں سے مالی امداد دیتی ہے۔ اس اسکیم پر گذشتہ ۳ سال سے عمل درآمد ہورہا ہے اور اب یہ اسکا چوتھا سال ہے۔

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے پنچوں کی تعلیم کے لئے کھولا گیا ایک کلاس

اس پروگرام کے مطابق جو ضلع کوآپریٹو بینکوں کے مینیجنگ ڈائرکٹروں، اسسٹنٹ رجسٹراروں اور کوآپریٹو سوسائٹیوں کے انسپکٹروں کے پاس بھیجا گیا ہے، ۲۰۰ سنٹروں میں تعلیم دیجائیگی۔ اِس طرح اس صوبے کے سبھی اسسٹنٹ رجسٹراروں کے حلقوں میں تعلیم دیجائیگی۔ مجموعی طور پر ہر سنٹر میں ۳ کلاس کھلینگے۔ ۲ کلاس پنچوں کے لئے اور ایک کلاس سکریٹریوں کے لئے اس کلاس میں ۳۰ پنچ رہیں گے۔ اور سکریٹریوں کے ہر ایک کلاس میں صرف ۱۵ سکریٹری تعلیم پاسکیں گے۔ ایسے پنچ جنھیں تعلیم ملنے پر فائدہ ہونے کی توقع ہے کلاسوں میں داخل کرلئے جائیں گے۔ پنچوں کو ۶ دن تعلیم دی جائیگی اور سکریٹریوں کو ۱۰ روز تک ہر ایک درجے کے پنچوں اور سکریٹریوں کے سفر خرچ، بھتّہ اور دیگر خرچ کے لئے ۶۰ روپئے کی رقم دی گئی ہے۔

یہ ٹریننگ کلاس صوبے کے ہر سنٹر میں ایک ہی وقت میں نہیں کھلیں گے بلکہ یہ

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ایک کلاس کا منظر
ایجوکیشن انسپکٹر بڑے منسٹر کو حساب سمجھا رہے ہیں۔

بتدریج کھلیں گے تاکہ انسپکٹر تعلیم ہر ایک اسسٹنٹ رجسٹرار کے حلقوں کے زیادہ سے زیادہ کلاسوں کا معائنہ کرسکیں۔ ایسے ہی سپروائزروں کو مذکورہ تعلیم دینے کا کام سونپا جائے گا جو پنچوں اور سکریٹریوں کو تعلیم دینے کی ٹریننگ حاصل کرچکے ہیں۔ سرکل آفیسر اپنے سپروائزروں کے کلاسوں کا معائنہ کریں گے اور حسب ضرورت ہدایتیں بڑھا سکیں گے۔ اِس اسکیم کا مقصد ممبروں کو امداد باہمی کے اصول، اُن کے اختیارات اور اُن کی ذمّہ داری میٹنگ کرنے کے قاعدے اور حساب ٹھیک رکھنے کی تعلیم دینا ہے۔ یہ سبھی باتیں اُنھیں اس خیال سے سکھائی جائیں گی کہ اُن کی امداد باہمی سے متعلق واقفیت بڑھ جائے اور وہ اپنا کام دوسرے سے کرانے کی بہ نسبت خود کرلیں۔ امید کی جاتی ہے کہ اس صوبے کی تقریباً ایک تہائی سوسائٹیوں کے ۱۲،۰۰۰ پنچوں اور ۳،۰۰۰ سکریٹریوں کو ۱۹۳۹-۴۰ء میں تعلیم دی جاسکے گی۔

بستی کوآپریٹو کانفرنس

کوآپریٹو اور ایکھ سدھار کے متعلق مہاراج گنج ضلع بستی میں ایک کانفرنس زیر صدارت سری رام چرتر پانڈے ایم۔ ایل۔ اے منعقد ہوئی۔ اس موقعہ پر ۲،۰۰۰ سے زیادہ کسان جن میں کوآپریٹو اور ایکھ سدھار سوسائٹیوں کے ممبر بھی شامل ہوئے تھے۔ مسٹر پی۔ ڈبلیو۔ ریڈیچی آئی۔ سی۔ ایس۔ کلکٹر بستی۔ مسٹر ڈی۔ آر۔ نارنگ منیجر بستی اور والٹر گنج شوگر ملس۔ مسٹر مہادیو پرشاد ڈپٹی ایکھ سدھار افسر۔ مسٹر دھرم ناتھ مینیجنگ ڈائرکٹر بستی کوآپریٹو بینک جیسے مشہور سرکاری وغیر سرکاری حضرات بھی کانفرنس میں شامل تھے۔

مسٹر ڈی۔ آر نارنگ نے اپنی تقریر میں بتایا کہ کس طرح ایکھ سوسائٹیاں ملوں میں ایکھ پہنچانے میں امداد دیتی ہیں — آپ نے یہ رائے دی کہ ان سوسائٹیوں کے ممبر دیہاتوں سے ملوں تک سڑک بنوانے اور اُس کی مرمت کے لئے کارخانوں کو دیجانے والی ایکھ میں سے ایک پیسہ فی مَن کے حساب سے الگ رکھ دیں۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ ان سوسائیٹیوں کے مشورہ دینے پر کارخانے بھی اس کے لئے مالی امداد دیں گے۔ مسٹر مہادیو پرشاد نے کسانوں کو بیج کے لئے صرف تندرست بیج چُننے کی رائے دی ہے کیونکہ ایسا نہ کرنے پر کسی کسی گاؤں یا جگہ کی ایکھ کی ساری فصل خراب ہو جائے گی۔

آپ کے بعد مسٹر جے۔ پی مشر پبلسٹی آفیسر محکمہ امداد باہمی نے کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیوں کے مقاصد لوگوں کو بتائے آپ نے موجودہ ایکھ سدھار سوسائٹیوں کو کثیر المقاصد سوسائٹیوں کی شکل میں بدلنے پر زور دیا تاکہ کسانوں کی حالت میں پورا سدھار ہو جائے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ اس قسم کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کو بڑھانے کا یہ بہترین وقت ہے۔ لیکن جبتک دیہاتوں کے لوگ خود اپنی کوششوں سے اپنی حالت سُدھارنے کا تہیّہ نہیں کرلیتے اُس وقت تک پوری اصلاح نہیں ہوسکتی۔

تقریروں کے بعد ایکھ سدھار اور اُسکی

زودخنگی، کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیاں کھولنے اور دیہاتوں کی سڑکوں کے لئے رقم جمع کرنے وغیرہ کے سلسلے میں کئی اہم تجویزیں منظور ہوئیں۔

کانفرنس میں ایک نمائش بھی کی گئی جس میں پوسٹرا دیہات میں ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزیں اور صنعتی سوسائٹیوں کی چیزیں دکھائی گئیں تھیں ساتھ ہی اصلاح شدہ اور دیسی ایکھ کے بیج کی بوائی کا مظاہرہ بھی کیا گیا۔ رات میں دیہات سدھار پر ایک ڈرامہ دکھایا گیا تھا جسے دیکھنے کے لئے تقریباً ... ۵ آدمی آئے تھے۔ اس کانفرنس کا انتظام مسٹر آر۔ ادجھا اور پنڈت بینی رام چترویدی، انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز بستی نے کیا تھا۔

دہلی میں رجسٹراروں کی کانفرنس

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے رجسٹراروں کی تیرھویں کانفرنس گذشتہ ۱۱-۱۲ دسمبر کو دہلی میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں یو۔پی گورنمنٹ کے نمائندے کی حیثیت سے گورنر صاحب کے مشیر مسٹر پی۔ ڈبلیو۔ مارش۔ سی۔ ایس آئی، سی۔ آئی۔ ای، آئی۔ سی۔ ایس اور مسٹر آر۔ ایل چترویدی، رجسٹرار محکمہ امداد باہمی۔ مسٹر ایس۔ ایس۔ حسن آفیسر ان اسپشل ڈیوٹی اور ڈاکٹر ڈی۔ ایل۔ دوبے پرفیسر میرٹھ کالج شامل تھے۔

یو۔پی۔ کوآپریٹو یونین کا اجلاس

گذشتہ ۱۹ نومبر کو یو۔پی کوآپریٹو یونین کی ورکنگ کمیٹی کا ایک اجلاس صدر یونین پنڈت رادھے لال چترویدی کی صدارت میں بمقام لکھنؤ منعقد ہوا۔

سنٹرل کوآپریٹو بینکنگ یونین بستی صوبہ کوآپریٹو یونین کا ایک عام ممبر مان لیا گیا۔ یونین کے گذشتہ اجلاس میں رڑکی سنٹرل کوآپریٹو بینکنگ یونین بھی صوبہ کوآپریٹو یونین کا ایک ممبر مان لیا گیا تھا۔ اس طرح اب صرف جبر ولی کا بینکنگ یونین ہی صوبہ کوآپریٹو یونین کا ممبر نہیں ہے۔

چک بندی کے متعلق قانون بنجانے سے یہ تجویز منظور ہوئی کہ چک بندی کے لئے یونین کی طرف سے بھرتی ہونے والے سپروائزروں سے اشاعت کا کام لیا جائے تاکہ مقامی محکمہ مال کے ذریعے دیہاتوں میں چک بندی کا کام آسانی سے ہو سکے۔

آمد و خرچ کے متعلق نوٹ اور اُس کی پابندی کی رپورٹ پر غور کیا گیا اور یونین کے آفس کے کاموں کی اصلاح کے لئے ضروری کارروائیاں کی گئیں۔

سپروائزروں کی تعلیم کے لئے اُمیدواروں کو آخری طور سے چننے کے لئے صدر اور تین غیر سرکاری ممبروں کی ایک سنٹرل کمیٹی بنائی گئی۔

فیض آباد میں ہونے والے دوسرے اجلاس کے لئے ۱۷ دسمبر کی تاریخ پہلے ہی سے مقرر کرلی گئی۔

ضلع اٹاوہ میں کوآپریٹو کانفرنس

پبلسٹی آفیسر کوآپریٹو ڈپارٹمنٹ یو۔پی۔ مطلع کرتے ہیں:۔

ضلع اٹاوہ کے موضع بکیور میں حال ہی میں ایک کوآپریٹو کانفرنس ہوئی جس میں یہ تجویز پاس ہوئی کہ گھی سوسائٹیوں سے کسانوں کا بڑا فائدہ ہو رہا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ان کی تعداد اور بھی بڑھائی جائے اور گھی میں ملاوٹ روکنے کے لئے جو کچھ کارروائی ہو سکے کی جائے۔

بنسپتی گھی بازار میں کافی فروخت ہو رہا ہے اور کسان لالچ میں پڑ کر اُس کو خالص گھی میں ملا دیتے ہیں۔ ایسا کرنے میں فی الحال اُنھیں فائدہ نظر آتا ہے لیکن آگے چل کر اُن کی تجارت میں دھکا لگتا ہے۔ یہ بات سوسائٹیوں کے پنچوں کو سمجھائی گئی کہ وہ ممبروں سے گھی جمع کرتے وقت یہ اچھی طرح دیکھ لیں کہ گھی میں کسی قسم کی ملاوٹ تو نہیں ہے اور اگر ہے تو اُسے نہ لینے میں کوئی پس و پیش نہ کریں۔

کانفرنس میں ٹھاکر رگھوپتی سنگھ جی پنڈت سبحے ہی۔ مشر پبلسٹی آفیسر اور شری بھگوانداس کپور انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز اٹاوہ وغیرہ حضرات نے مختلف موضوعوں پر تقریریں فرمائیں۔

کانفرنس کے ساتھ ساتھ نمائش بھی کی گئی جس میں دیہاتی دستکاری وغیرہ کی چیزیں دکھائی گئیں۔ دنگل اور نمائش مویشیان میں بڑی دلچسپی لی گئی اور جیتنے والوں کو انعام دئے گئے۔

دلچسپ باتیں

سب سے بڑی جھیل

بحر کیسپین کو ہم دُنیا کی سب سے بڑی جھیل کہہ سکتے ہیں۔ اس کا ایک حصّہ ایشیا میں اور دوسرا یورپ میں ہے۔ اس کی لمبائی ۷۶۰ میل اور چوڑائی ۱۱۵ سے ۲۸۰ میل تک ہے۔ کُل رقبہ ۱۷۰۰۰۰ مربع میل ہے۔

× × × × ×

ٹھنڈے ملک کے لئے گرم جہاز

روس کی طرف سے ہالینڈ میں جوزف اسٹیلن نام کا ۱۰ ہزار ٹن کا ایک مال اور مسافر لیجانے والا جہاز بنایا جا رہا ہے۔ یہ جہاز آرکٹک کے برفیلے سمندر میں مسافروں کو لانے لے جانے کا کام کرے گا۔ اس جہاز کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مسافروں کو تکلیف قطعی نہ ہوگی۔

× × × ×

چوہے پالنے والی بلی

لومڑیوں کے ذریعے انسانی بچوں کی پرورش کی بہت سی مثالیں ہیں۔ جرمنی میں بولین فورت نامی گاؤں میں ایک مرغی نے اپنے گھونسلے میں چوہے کے ۱۲ بچّے پال رکھے ہیں۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز کینٹ (انگلینڈ) میں دیکھی گئی۔ ایک بلی نے اپنے پانچ بچوں کے ساتھ ۲ چوہے بھی پال رکھے تھے۔ گذشتہ سال ویلس (انگلینڈ) میں ایک کسان اپنی بھیڑیں تلاش کرتے کرتے سیار کی ایک ماند میں پہنچا۔ وہاں سیار کے ساتھ ساتھ اسکی تین بھیڑیں بھی موجود تھیں۔

گھاگھ کی ڈائری

اس ڈائری کے مضمون نگار جناب "گھاگھ" صاحب پُرانے خیال کے ایک بوڑھے زمیندار ہیں اور کسی قسم کا سُدھار پسند نہیں کرتے۔ تحریک گرام سُدھار سے ان کے دل میں کیا کھلبلی مچ گئی یہ ان کے اس خط میں پڑھئے۔

جناب ایڈیٹر صاحب

مجھے افسوس ہے کہ پچھلے مہینے میں اپنی ڈائری "دہل" میں بغرض اشاعت نہ بھیج سکا۔ اگر آپ کا زبردست تقاضہ نہ ہوتا تو ابھی میں کم ازکم ۲ مہینے اور چیلر مارنے میں لگاتا مجھے یہ کام اتنا پسند ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ آج کل سنہری دھوپ میں بیٹھے بیٹھے جب میں چیلر مارتا ہوں تو مجھے یورپ کے محاذِ جنگ کا خیال آجاتا ہے وہاں بھی ٹھیک اسی طرح آدمی مارے جاتے ہیں اور مرے ہوئے لوگوں کی وہاں اسی طرح کسی کو فکر بھی نہیں ہوسکتی۔

× × ×

میں اپنے اس عظیم کام میں اتنا مصروف رہا کہ مجھے معلوم ہی نہ ہوا کہ جناب جناح صاحب کا یوم نجات کب آیا اور کب چلا گیا۔ میرے دل میں آیا کہ میں بھی اس روز کسی قریبی مسلم لیگ کے جلسے میں شرکت کروں اور خدا کا شکریہ ادا کروں کہ کانگریسی منسٹر میدان سے ہٹ گئے لیکن پھر میں نے سوچا کہ اس میں خدا کا شکریہ ادا کرنا فضول ہے کیونکہ ان منسٹروں کو خدا نے تو ہٹایا نہیں۔ یہ تو خود ہٹے ہیں جس وقت مسلم لیگ کی طرف سے خدا کا شکریہ ادا کیا جا رہا تھا اس وقت میں برابر یہ سوچ رہا تھا کہ اگر اسی وقت یہ منسٹر پھر اپنی جگہوں پر واپس آجائیں تو کیا مسلم لیگ والے خدا کو کوسنے لگیں گے کیونکہ اگر یہ وزارتیں اپنی جگہ واپس آنا چاہیں تو انھیں کوئی روک نہیں سکتا۔

× × ×

بچپن کی ایک بات مجھے یاد ہے۔ میرے پڑوس میں ایک کوری رہتا تھا۔ وہ اپنے ہر کام میں گالیاں اور کوسنے دیا کرتا تھا۔ اگر اس کا کوئی کام نہیں ہوتا تھا تو وہ ایشور کو ایک سانس میں کم ازکم ایک ہزار گالیاں دیا کرتا تھا اور مجھے جہاں تک یاد ہے اس کا کام ہو بھی جاتا تھا۔ جس طرح کانگریسی وزیروں کے ہٹ جانے سے یوم نجات منایا گیا ہے اور خدا کا شکر ادا کیا گیا ہے کیا میں اُمید کروں کہ جب کانگریس والے حکومت کی باگ ڈور پھر اپنے ہاتھ میں لینگے تو یوم نجات کے برعکس کوئی یوم منایا جائیگا اور خدا کو بُرا بھلا کہا جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ جناب جناح صاحب کے دل میں یہ خیال ضرور ہوگا اور اگر اُس روز ان کو کوئی ساتھی نہ ملیگا تو میں ضرور ان کا ساتھ دوں گا اور اگر وہ مبارک دن جاڑے میں آیا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ایک دن کے لئے اپنا یہ چیلر مارنے کا کام ملتوی کردوں گا۔

× × ×

میں سمجھتا تھا کہ اچھوت صرف ہندوؤں ہی میں نہیں ہیں بلکہ سب جگہ ہیں۔ لیکن مجھے کوئی ثبوت نہیں ملتا تھا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ اب مجھکو اس بات کا ثبوت مل رہا ہے کہ اچھوت سب کہیں ہیں اور وہ جہاں کہیں ہیں وہیں آگے بڑھنے کے لئے اعلیٰ نسب والوں کی ناک کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرے ایک دوست کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں میں اچھوت نہیں ہیں لیکن گورکھپور میں مومنوں کی جو کانفرنس ہوئی اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں بھی اُسی طرح اچھوت موجود ہیں جس طرح ہندوؤں میں ہیں۔ مومنوں نے یہ تجویز پاس کی ہے کہ انکو بھی وہی حقوق دیئے جائیں جو ہندوؤں کے اچھوتوں کو دیئے جارہے ہیں۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ جس طرح ہندوؤں میں برہمنوں اور ٹھاکروں کی مٹی پلید ہو رہی ہے اسی طرح کچھ دنوں میں بیچارے شیخ سیّدوں کی بھی ہونے لگے گی۔

× × ×

کل ہندو رنا شرم سوراج سنگھ کو میں مبارکباد دیتا ہوں کہ اس نے کانگریس کے وزیروں کے اختیارات واپس کردینے پر ایک عقلمندی کا کام سوچا ہے یعنی اس نے گورنر مدراس اور وائسرائے سے بھی درخواست کی ہے کہ مدراس میں کانگریسیوں نے اچھوتوں کو مندر میں داخل ہونے کا جو بل پاس کیا تھا وہ رد کردیا جائے۔ جناب جناح صاحب کے ساتھ اکھل بھارتیہ ورناشرم سوراج سنگھ پورا پورا شامل ہوجاتا تھا اگر وہ یوم نجات میں یہ مطالبہ بھی شامل کرلیتے۔

× × ×

سدھارک کہا کرتے تھے کہ جیسے ہر مسلمان کو مسجد میں جانے کا حق ہے اسی طرح ہر ہندو کو مندر میں جانے کا حق ہونا چاہئے۔ مَیں مسجد میں نہ کبھی گیا تھا نہ یہی جانتا تھا کہ مسلمانوں میں بھی اچھوت ہوتے ہیں اور وہ مسجد میں جانے سے روکے جاتے ہیں۔ لیکن اب میری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ مسلمانوں میں اچھوت ہوتے ہیں اور وہ مسجد میں نہیں جانے پاتے اب اچھوتوں کو مندر میں داخل کرنے کے لئے سدھارک کیا دلیل دینگے؟

× × ×

آگرے کی ایک خبر ہے کہ حکومت یو۔ پی کے سابق وزیر مسٹر رفیع احمد قدوائی وہاں کے ایک جلسے میں تقریر کرنے گئے تھے اور جب تقریر کرکے لوٹ رہے تھے تو کچھ قوم پرور مسلمان پاس کی ایک مسجد میں نماز پڑھنے چلے گئے۔ ان مسلمانوں پر مسلم لیگی مسلمانوں نے حملہ کردیا اور اُنھیں نماز نہیں پڑھنے دی۔ جن مسلمانوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا گیا وہ کہتے تو یہ ہیں کہ قوم پرور مسلمان تھے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ضرور مسلمانوں کے اچھوت ہیں اور اسی لئے مسجد میں داخل ہونے سے روکے گئے۔

× × ×

پُرانے زمانے میں ہر ایک کام میں برہمن بھوجن ضرور ہوتا تھا اور اسی لئے سب کام بھی ہوجاتے تھے۔ جرمنی نے جو پندرہ دنوں میں پولینڈ فتح کرلیا اس کی اور کوئی وجہ نہیں سوائے اسکے ہٹلر نے کہیں نہ کہیں چپکے سے برہمن بھوجن کرایا ہوگا کیونکہ ہٹلر ایشور کے نام پر اسی طرح مرنے مارنے کو تیار رہتا ہے جس طرح ہمارے ملک میں ہندو اور مسلمان اور اسی لئے یہ دونوں قومیں زندہ

ہیں۔ لیکن روس جیسا بڑا ملک معلوم ہوتا ہے کہ فن لینڈ سے ہار جائیگا۔ اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ روس نے برہمن بھوجن نہیں کرایا۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ سوشلسٹ ہے۔ ایشور اور اوتاروں کو قطعی نہیں مانتا۔

× × ×

ابھی تک برہمن بھوجن کرانے والے کہیں بھی اور کسی کام میں نہیں ہارے ہیں اس کے خلاف صرف ایک ہی ثبوت ملتا ہے۔ بنارس کے "گرہست" نامی رسالے میں ایک "جھجھو" نے لکھا ہے کہ میں پیشوا اور جھانسی کی رانی لکشمی بائی نے گوالیار کا قلعہ لے لیا تھا۔ پیشوا اور رانی دونوں قلعہ میں داخل ہونا چاہتے تھے لیکن برہمنوں نے آگے بڑھکر کہا کہ قلعہ میں آپ اس وقت تک داخل نہ ہوں جب تک دروازے پر برہمن بھوجن نہ کرا دیں۔ اسی سے آپکی مضبوطی ہوگی چنانچہ قلعہ کے دروازے پر برہمنوں کا بھوجن ہونے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی فوج وہاں آپہنچی اور بھگدڑ مچ گئی اگر پیشوا اور رانی برہمن بھوجن نہ کراتے" اور قلعے کے اندر چلے جاتے" تو شائد وہ وہاں بہت دیر تک لڑ سکتے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ان کی ہار کی وجہ یہ ہوگی کہ انگریزی نے ان پر حملہ کرنے کے پہلے ان سے بھی کہیں زیادہ برہمن کھلائے ہونگے جب ایسی ایسی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ مسلم لیگ اور مہا سبھا کانگریس والوں سے کیوں ڈرتی ہے؟ کیوں نہ وہ اپنے ہر ایک جلسے میں برہمن بھوجن کرائیں؟

× × ×

میں اِدھر اُدھر کی باتوں میں کافی بہک گیا۔ گاؤں سدھار کا اصلی موضوع تو چھوٹا جا رہا ہے۔ جب کانگریسی وزاتوں نے استعفیٰ دیدیا تھا تو مَیں نے سوچا تھا کہ چلو اب گاؤں سدھار کی بیچ بیچ سے جان بچی۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ کام بدستور جاری ہے ایسی حالت میں یوم نجات منایا جانا کہاں تک درست ہے یہ جناب جناح صاحب ہی جانیں ہر گاؤں میں یہ کوشش ہو رہی ہے کہ پنچایت گھر کھڑے کر دیئے جائیں ایسے پنچایت گھر جن میں اونچے نیچے کا کوئی خیال نہ کیا جائیگا۔ برہمن، بھنگی، شیخ اور مومن ایک ساتھ بیٹھکر بحث کریں گے اور اس طرح گاؤں کا پرانا قاعدہ توڑا جائیگا مناسب تو یہی تھا کہ بجائے پنچایت گھر کے گاؤں میں کہیں مندر اور کہیں مسجد بنوائی جاتی اور انکے اندر اچھوتوں کو داخل ہونے سے روکا جاتا۔ جب یہ ہو جائیگا تبھی تو سچا یوم نجات ہوگا۔ خدا اس ملک والوں کو نیک عقل دے اور کیا کہوں؟

× × ×

مَیں نے سُنا ہے کہ لکھنؤ کے آس پاس دیہاتوں میں پنچایت گھر بنوا کر ان میں ریڈیو سیٹ لگایا جا رہا ہے تاکہ گاؤں والے گانے، ناٹک ناچ کے تال، خبریں اور لیکچر سنیں۔ اور لوگ چاہے جو کہیں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس طرح پنچایت گھر اور ریڈیو سیٹ کے ذریعے گاؤں والوں کو کاہل بنایا جا رہا ہے۔ بھلا جو پنچایت گھر میں بیٹھکر ریڈیو سنے گا وہ کھیت میں جاکر کیا خاک کام کرے گا؟ یہ تو گاؤں والوں کو سُدھار نہیں بلکہ انکو بگاڑنا ہے۔ ہم اور آپ کچھ کہیں، زمانہ بدلا ہے اور حکومتیں بھی بدلی ہیں۔ کہا یہی جاتا ہے کہ گاؤں والوں کو بھی دل بہلانے کی ضرورت ہے اور نہ ان کو بھی دنیا میں کیا ہو رہا ہے یہ جاننا چاہئے۔ گویا ان کے باپ دادا اپنا دل نہیں بہلاتے تھے اور دنیا کی خبریں نہیں جانتے تھے تو ان کا کام ہی نہیں چلتا تھا۔ لیکن ایک لحاظ سے میں دیکھتا ہوں کہ یہ پنچایت گھر اور ریڈیو ٹھیک ہی ہیں کیونکہ جب گاؤں والے صاف ستھرے کپڑے پہنیں گے اور میری طرح ان کے پاس گھنٹوں بیٹھکر چیلر مارنے کا کام نہیں رہے گا تو آخر وہ کیا کریں گے؟ لیکن یہ دل بہلانے کا کام اتنی ہی دیر کے لئے ہونا چاہئے جتنی دیر میں کہ پرانے وقت کے لوگ یا میرے جیسے لوگ آج کل بھی چیلر مارا کرتے ہیں۔

آپ کا
گھاگھ

گوری گاؤں کی گاؤں سُدھار نمائش

از جناب پریے پال گپت۔ ایم۔ ایس۔سی (زراعت) ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ

گوری گاؤں ضلع لکھنؤ میں ایک نمائش گذشتہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۹ء سے ۲۵ اکتوبر تک منعقد ہوئی۔ اس نمائش میں سبھی اصلاحی محکموں نے حصّہ لیا۔ اس کا افتتاح شری منوہر داس چترویدی گرام سُدھار افسر نے ۲۳ اکتوبر کو فرمایا۔ آپ نے سرکاری محکمہ اصلاح کی طرف سے کھولے جانے والے مختلف کورٹ ملاحظہ فرمائے نمائش نے بہت زیادہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ پہلے روز نمائش دیکھنے والوں کی تعداد ۱۰۰۰ سے کم نہیں تھی آخری دو دنوں میں آنے والوں کی تعداد ۳۰ ہزار تھی۔ جانوروں کا میلہ، گاؤں والوں کا دنگل۔ کوئی سمیلن مشاعرہ، نوٹنکی۔ میجک لالٹینوں کے ذریعے نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ اصلاح شدہ طریقے سے کھیتی کرنے اور پھلدار درخت لگانے کے مظاہرے بھی کئے گئے۔ ہل جوتنے کے مقابلے ہوئے اور لوگوں کو انعام تقسیم کئے گئے گڑ بنانے اور مرغی وغیرہ پالنے کے مفید اور سبق آموز مظاہرے ہوئے۔ اس نمائش میں ڈسٹرکٹ پبلک ہیلتھ صنعتی تعلیم کوآپریٹو اور گاؤں سُدھار کے محکمے شامل تھے۔ محکموں کی طرف سے سبق آموز اور مفید نمونے دکھائے گئے حاضرین کو سبھی باتیں سمجھا دی گئی تھیں۔

صنعت و حرفت کے اسکولوں کے لڑکوں نے صنعتی کام دکھائے خیرآباد کا بنائی کا اسکول بہت پسند کیا گیا۔ عورتوں کا ایک جلسہ ہوا اور صدارت ڈاکٹر مسز ایر نے قبول فرمائی۔ تندرست بچوں کو انعام دیے گئے اور بےبی شو میں حصّہ لینے والے سبھی بچوں کو مٹھائی دی گئی گاؤں کے کھیلوں کا انتظام کیا گیا اور ٹورنامنٹ بھی کئے گئے۔ لکھنؤ کرسچین کالج کے ڈائرکٹر صحت مسٹر ای۔ ڈبلیو مبی کا خاص طور سے شکریہ

گوری گاؤں (ضلع لکھنو) میں پرشین وہیل کا مظاہرہ۔ تصویر میں مسٹر آنند سروپ سکریڑی گاؤں سدھار ایسوسی ایشن اور شری وشنو شرما، ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت کھڑے ہیں۔

ادا کیا جانا چاہئے کیونکہ آپ نے گوری حلقے کے نوجوانوں کو کھیل کے متعلق ٹریننگ دی تھی۔ زندگی سدھار سوسائٹیوں کی ایک کانفرنس زیر صدارت رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی، رجسٹرار محکمہ امداد باہمی گذشتہ ۲۴ر اکتوبر کو منعقد ہوئی۔ بہت سی زندگی سدھار سوسائٹیوں کے ممبروں نے اپنی مشکلات بیان کیں۔ صدر نے ایک اہم تقریر فرمائی اور سبھی تجویزیں پاس ہوگئیں صحت و گاؤں سدھار کی موثر دل سے شام کو گاؤں والوں کی کافی تفریح ہوئی گذشتہ ۲۳ و ۲۴ر اکتوبر کو اصلاح شدہ نوٹنکی کے کھیل ہوئے جنھیں دیکھنے کے لئے بہت سے لوگ آئے۔ مقامی زمیندار شری لالہ رادھے لال رستوگی نے ۲۵ر اکتوبر کو میلے میں آئے ہوئے افسروں کو اور عوام کو دعوت دی ایک بازار کھولا گیا جو ہفتے میں دو روز لگا کرے گا۔ بازار کی بنیاد ۲۴ر اکتوبر شری منوہر داس چترویدی گاؤں سدھار افسر نے رکھی۔ مویشیوں کے میلے میں ۲۰۰ سے زیادہ مویشی فروخت ہوئے۔ اس میلے کا افتتاح لکھنؤ حلقے کے سول ویٹرینری محکمے کے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے فرمایا۔ نمائش اور میلے کی کامیابی دیکھتے ہوئے یہ اُمید کی جاتی ہے کہ ہر سال مذکورہ گاؤں میں اس قسم کا اہتمام ہوا کرے گا۔

میلے اور نمائش کا افتتاح

گوری گاؤں (ضلع لکھنؤ) کا ایک گاؤں سدھار اسپتال

لارڈ زیٹلینڈ کی تقریر

[وزیر ہند لارڈ زٹلینڈ نے ہاؤس آف لارڈس میں ہندوستان کے موجودہ حالات پر ایک تقریر فرمائی جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔]

حالانکہ جرمنی ریڈیو اور دوسرے ذریعوں سے ہمارے خلاف پروپیگنڈہ کر رہا ہے پھر بھی ہندوستان کے والیان ریاست اور عوام نازی جرمنی کے مظالم کے خلاف صاف صاف اظہار نفرت کر رہے ہیں پنجاب کے ایک ضلع میں ہندوستانی کسانوں نے بلا مانگے ہوئے ۱۷۰۰۰ روپئے دئے، میرے خیال میں یہ امداد ہندوستانی عوام کے خیالات کی ترجمان ہے۔ بہت سے والیان ریاست کو یکمشت رقمیں دیکر ہی اطمینان نہیں ہوا۔ بلکہ وہ جب تک جنگ رہے گی اُس وقت تک اپنی آمدنی کا فیصدی کچھ حصہ برطانیہ کو دیتے رہیں گے۔ مہاراجہ گونڈل نے "رائل روک" جہاز کے جو آدمی مرگئے اُن کے پسماندگان امداد کے لئے ۵۷۰۰ پونڈ، نظام حیدرآباد نے ہوائی بیڑا قائم کرنے کے لئے ایک لاکھ پونڈ اور نواب رام پور نے اسپتال کی لاریوں کے لئے ایک لاکھ روپیہ دیا ہے۔

پنجاب، بنگال اور سندھ میں صوبجاتی حکومتیں کامیابی کے ساتھ کام کر رہی ہیں آسام میں نئی وزارت مرتب ہوگئی ہے۔ بقیہ سات صوبوں میں کانگریسی وزارتوں کے مستعفی ہونے کے باعث گورنروں نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری خواہش کے خلاف ۳۰ پہلے کی سیاسی حالت قائم ہوگئی یعنی وہی حالت جو ہمارے منٹو آئین مرتب ہونے کے قبل تھی۔ یہ سب ہوا ضرور مگر پالیسی میں کوئی اہم ردّوبدل نہیں کیا گیا۔ موٹے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ وزارتیں جو انتظامات کرنا چاہتے تھے اور جنھیں اسمبلیوں نے منظور کیا تھا اُن پر گورنر عملدرآمد کر رہے ہیں۔

کانگریس اور مسلم لیگ میں اختلاف ہے۔ کانگریس ورکنگ کمیٹی یہ اعلان کرتی ہے کہ کانگریس کے مطالبات پورے کرنے میں کوئی فرقہ وارانہ سوال نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن ملک معظم کی حکومت یہ تسلیم نہیں کر سکتی۔ اس کی رائے میں جب تک اقلیتیں کسی آئین کو تسلیم نہ کرلیں اُس وقت تک یہ اُمید نہیں کی جا سکتی کہ وہ کامیابی کے ساتھ عمل میں لایا جا سکے گا۔

یورپ کے اقلیتوں کا مقابلہ ہندوستان کی مُسلم اقلیت سے نہیں ہو سکتا۔ یورپ کی اقلیتیں آج دُنیا میں بڑے جھگڑے پیدا کر رہی ہیں۔

۲۵ نومبر کے ہریجن میں گاندھی جی نے لکھا ہے کہ اقلیتوں کو اطمینان دلاکر نمائندہ اسمبلی بلائی جائے۔ ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ آئینی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ان فرقوں سے سمجھوتہ جہاں تک ہو سکے اُن کی منظوری حاصل کرلی جائے۔ ہم اُن پر کوئی سمجھوتہ لاد نہیں سکتے۔ ہندوستانی خود ایسا سمجھوتہ کر سکتے ہیں۔

وزیر ہند نے کانگریس اور مسلم لیگ کے لیڈروں کو آپس میں ملانے کے لئے وائسرائے ہند کی کوششوں کا بھی ذکر کیا۔ اُنھوں نے اُس "یوم نجات" کا بھی ذکر کیا جسے منانے کے لئے مسٹر جناح نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے۔ انھوں نے دونوں جماعتوں سے عارضی صلح کرنے کے لئے درخواست کی تاکہ دونوں جماعتوں میں بات چیت ہو اور مہاتما گاندھی جو سمجھوتہ چاہتے ہیں وہ ہو سکے۔ انھوں نے یہ اُمید ظاہر کی کہ جناح بھروگفت وشنید سے یہ سمجھوتہ ہونے میں بڑی مدد ملے گی۔ اُنھوں نے مزید کہا جب تک اسمبلیوں کی پارٹی بندی سیاسی بنیاد پر نہ ہوکر فرقہ وارانہ بنیاد پر ہوگا اس وقت تک کوئی ہر دلعزیز دستور نافذ ہونے میں بڑی دقتیں پیش آئیں گی۔

وزیر ہند نے آگے کہا۔ اقلیتوں کے مسئلوں کے علاوہ اور سوال بھی ہیں۔ ہندوستان کی حفاظت، والیان ریاست کے متعلق ہمارے فرائض، اور ہمارے آدمیوں نے ہندوستان میں اپنی محنت سے جو حالت پیدا کی ہے اُس کے متعلق بھی مسئلے ہیں پھر بھی اقلیتوں کا مسئلہ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

بقایا لگان معافی بل

'آج' اپنے ایک مقالہ افتتاحیہ میں لکھتا ہے :-

یوپی کے سابق گورنر سر ہیری ہیگ نے اپنے عہدۂ گورنری سے رخصت ہونے کے پہلے یوپی اسمبلی سے پاس شدہ زرعی بل پر اپنے دستخط کردیئے اس کے لئے ہم سر ہیری ہیگ کی تعریف کر چکے ہیں اور اُنھیں مبارکباد دے چکے ہیں۔ لیکن زرعی بل پر دستخط کرکے بھی انھوں نے کچھ ضروری بلوں کو کیوں پڑا رہنے دیا؟ سر ہیری ہیگ رخصت ہوگئے اور دوسرے گورنر صاحب اُن کے جانشین ہیں۔ نئے گورنر صاحب بہار سے آئے ہیں اور کچھ عرصہ پہلے اس صوبے میں قائم مقام گورنر کی حیثیت سے حکومت کر چکے ہیں۔ ہم نے یہ بھی سُنا ہے کہ آپ ترقی پسند خیالات حامل ہیں اور کسانوں کے مفاد اور حقوق نیز اُن کی ترقی کے خواہاں ہیں۔ یہ ہوتے ہوئے بھی کسانوں سے متعلق کچھ بلوں پر اب تک دستخط نہیں ہوئے یہ بات

موجب حیرت ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تاخیر کا سبب کیا ہے؟

جس بل پر دستخط نہ ہونے کی ہم بات کہہ رہے ہیں وہ بقایا لگان کی معافی کے متعلق ہے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ کانگریسی وزارت نے عہدے قبول کرتے ہی یہ حکم جاری کیا تھا کہ ۱۳۴۴ فصلی خریف تک کے سارے بقایا لگان کی وصولیابی ملتوی کردی جائے بعد میں حکومت نے اس حکم کو قانونی صورت دینے کے لئے ایک بل پیش کیا جو اسمبلی میں پاس ہوگیا۔ زرعی بل کے پاس ہونے کے پہلے ہی اسمبلی نے اسے پاس کردیا تھا۔ اس بل کے مطابق وہ سارا بقایا لگان، جس کی وصولیابی روک دی گئی تھی۔ کچھ شرطوں کے ساتھ معاف کردینے کا انتظام کیا گیا تھا۔ بقایا لگان کی معافی کے بل پر اگر گورنر نے دستخط نہ کیا تو اس کا انجام اس صوبے کے لئے افسوسناک ہوگا۔ کسان نہ صرف زرعی بل سے ہونیوالے فائدوں سے پورا فائدہ اٹھا سکیں گے بلکہ ان کی حالت پہلے کی بہ نسبت اور زیادہ خطرناک ہوجائے گی۔

زرعی بل اور لگان معافی بل درحقیقت ایک دوسرے کو پورا کرنے والے ہیں اور دونوں کے بغیر وہ اسکیم پوری ہی نہیں ہوتی جس کے لئے زرعی بل بنایا گیا ہے۔ ہم اس صوبے کے گورنر کی توجہ سابق وزیر مال مسٹر رفیع احمد قدوائی کے بیان کی طرف مبذول کراتے ہیں۔ زرعی بل میں ایسی دفعات ہیں جن کا تعلق لگان معافی بل سے ہے۔ وہ دفعات اسی یقین کے ساتھ رکھی گئی تھیں کہ لگان معافی بل بھی قانون بن جائے گا۔ مسٹر رفیع احمد قدوائی نے بتایا ہے کہ زرعی بل کے مطابق وہ کسان جو یکم اپریل ۱۹۳۷ء سے پہلے لگان ادا نہ کرنے کے باعث بیدخل ہوگئے ہیں اس بات کے مستحق ہونگے کہ وہ اپنے بیدخل کھیتوں پر پھر قبضہ پا جائیں زرعی بل کی دفعہ ۲۹۴ جس کے مطابق مذکورہ انتظام ہوگا اسی لئے رکھی گئی کہ لگان معافی بل کے قانون بن جانے کی پوری اُمید کی گئی تھی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ لگان معافی بل منظور نہ ہوا تو حالت کیا ہوگی؟ پُرانے بقایا لگان کے لئے زمینداروں کو اختیار ہوگا کہ وہ اُسے وصول کرنے کی کوشش کریں کسانوں پر دعوے ہونگے، ڈگریاں ہونگی اور کسان ڈگری کی ادائیگی میں بیدخل ہونگے، جو ڈگریاں ہوچکی ہیں وہ اجرا کرائی جائینگی جس کا نتیجہ سوائے بیدخلی کے اور کیا ہوگا؟ کسان آج بھی تباہ ہیں۔ اُن کی مالی حالت بہت گری ہوئی ہے۔ جن کے لئے حال کا لگان ادا کرنا ہی مشکل ہے وہ تین تین چار چار سال کا پُرانا بقایا کیسے ادا کریں گے؟ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ پُرانی حکومت کی پالیسی کے باعث اُن کسانوں کو یقین سا ہوگیا تھا کہ پُرانا لگان ادا کرنا نہیں ہے۔ اب اس کی وصولیابی کے باعث جو تکلیف ہوگی اس کا اندازہ بآسانی کیا جاسکتا ہے۔ اس کے سوا ایک مسئلہ اور بھی کھڑا ہوگیا ہے ۱۹۳۲ء میں جو چھوٹ ملی تھی اس کی میعاد اب ختم ہو رہی ہے۔ اسی سال سے وہ چھوٹ ختم ہوجائے گی۔ لہذا لگان بڑھے گا اور کسان کو زیادہ دینا پڑے گا۔ صوبے میں اسی حالت کے باعث نفسی نفسی مچی ہوئی ہے۔ اب اگر بقایا لگان بھی ادا کرنا پڑا تو حالت بلا شبہ خطرناک ہوجائیگی۔

نئی زندگی کی طرف

[یوپی کے دیہاتوں میں لوگ کس طرح نئی زندگی کی طرف بڑھ رہے ہیں اس کا اندازہ ہریجن میں شایع ہونے والے شری پربھو داس گاندھی کے مندرجہ ذیل مضمون سے کیا جاسکتا ہے:۔]

موضع آصف پور (ضلع بدایوں) میں تین سال میں کئے جانے والے کام کی روئیداد گاندھی جینتی پر سُنائی گئی تھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ بحث مباحثے سے جو بات گاؤں والوں کی سمجھ میں نہیں آتی اُسے وہ براہ نام تجربے میں آنے پر بڑی خوشی سے اپنا لیتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اعداد شمار اور تجربے سے یہ واضح ہوجائے گا۔

پہلی ہولی پر میل ملاپ کے موقعہ پر میں اکیلا ہی ہریجن بستی میں جاکر مہتر بھائیوں کو نمسکار کر آیا تھا۔ دوسری ہولی پر موضع کانگریس کمیٹی کے صدر کے یہاں مہتروں کو بڑی محبّت سے بٹھالا گیا تھا۔ تیسری ہولی پر موضع کے کئی پر جوش برہمن اور اعلیٰ ذات کے لوگ مہتر بھائیوں کے پاس پہنچے تھے۔ چرخہ جینتی تقریب کا اختتام ہریجنوں کے ساتھ کھانے سے کیا جاتا ہے۔ اس کھانے کو پہلے گاؤں والوں نے حیرت سے دیکھا۔ دوسری بار رامیشوری بہن کے ساتھ دعوت دینے ہریجن بستی میں گئے۔ اس وقت ہمارے ساتھ گاؤں کے بڑے گھرانوں کے لوگ بھی شامل ہوئے۔ مہتر بھائیوں نے کھانا چنا۔ جینتی کے دوسرے روز گاؤں کے کچھ لوگوں نے غصّے میں آکر ہریجنوں سے ہمدردی رکھنے والوں کو بُرا بھلا کہا۔ لیکن ان غصہ ور حضرات سے بھی سہولیت سے باتیں کرنے کی وجہ سے جھگڑا آگے نہ بڑھ سکا۔ بالآخر گاؤں ہی کی بہت بڑی اکثریت نے ہریجنوں سے میل بڑھانے کا خیر مقدم کیا۔

جس چیز کو اعداد شمار سے نہیں بتایا جاسکتا دیسی ترقی ہاتھ کی چکّی کی ہوئی۔ کچھ لوگوں نے نہایت استقلال کے ساتھ نئی مشین چکّیوں کے آگے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ چنانچہ قریب قریب ہر گھر کی چکّی زندہ رہی اور مشین چکّی بند ہوگئی۔ اور بک گئی۔ اس طرح یہاں گائے کا دودھ ملنا مشکل تھا وہاں اب وہ ہر جگہ دستیاب ہوسکتا ہے۔ دودھ کے لئے بھینس سے زیادہ گائے مقبول ہوگئی ہے۔ صفائی کرنے کی عادت اور گھور کے رکھنے کی احتیاطیں گاؤں آگے بڑھ رہا ہے اس کے بھی ثبوت ہیں۔

اور یہ سب بغیر کسی جوش کے ہوتا ہے۔ تقریر، تذکرہ اور رہاؤڈالنے والی تنظیم جیسی گاؤں میں کوئی چیز نہیں ہے۔ ہر فرد آسانی سے اس طرف مائل ہو رہا ہے۔

گاؤں کے کونے کونے میں امید پیدا ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ پچھلی جینتی کے بعد ایک ہی مہینے میں سُتے محلّے میں دُھنکیوں کی آواز سنائی دینے لگی ہے۔ ایک ایک کُنبے میں دو دو تین تین بہنیں دھنکی چلانا سیکھنے لگی ہیں اور ذرا سی اطلاع دینے پر گھر گھر میں سال بھر کے لئے کپاس رکھ لیا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ کپاس نہ بیچنے کی عادت لوگوں میں پیدا ہو گئی ہے۔ اِس سال صرف ۱۴ گھر ایسے ہیں جہاں ۷۰ فی صدی سے زیادہ کھادی کا استعمال ہے۔ ۲۷ ویں چرخا جینتی پر ۲۷ ایسے گھر بنانے کی ہماری کوشش ہوگی ۲۰۰ گھر کے گاؤں میں ۲۷ گھروں کا ۷۵ فی صدی کھادی استعمال کرنے لگنا مشکل کام نہیں ہے۔ بشرطیکہ گاؤں کے خادموں کی جماعت شک و شبہ میں نہ گرفتار ہو یا تکان محسوس نہ کریں۔

دو لفظ شہر بریلی کے امداد باہمی کے متعلق ہیں۔ گذشتہ سال یہاں ۹ لاکھ گز کتائی ہوئی تھی۔ اِس سال گاندھی جینتی کی وجہ سے ۱۴ لاکھ گز ہوئی ہے۔ جس میں پانچ لاکھ گز سوت تو ایک ہی گھر میں کاتا گیا۔ بریلی کے پڑوسی دیہات میں رہنے والے تیری چتر سنگھ ٹھاکر جو ضعیف ہیں اور بڑی مشکل سے اپنے یہاں ڈیڑھ سال سے چرخہ بسایا ہے اُن کے حسب ذیل الفاظ قابل غور ہیں:۔

"دو سال پہلے ۳۰۰ گز کپڑا سالانہ خرید کر بھی ہم لوگ نصف ننگے رہتے تھے اور سو روپئے سے زیادہ خرچ ہو جاتا تھا۔ بچوں کے تن اچھی طرح ڈھنک نہیں پاتے تھے۔ اب سال بھر میں پچیس روپئے جیب سے نہ خرچ ہوئے ہوں گے اور ہر ایک بچے بوڑھے کے پاس تین تین جوڑ کپڑے ہیں۔ زندگی میں کبھی ایسی برکت نہیں دیکھی تھی۔ یہ صرف دو چرخوں کی برکت ہے، ہم دونوں کاتتے ہیں۔ لڑکا اور بہو کبھی کبھی چرخے کو ہاتھ لگاتے ہیں وہ اپنی کھیتی باڑی سے فرصت بھی نہیں پاتے اب تو میں نے قسم کھالی ہے کہ ایک پیسے کا کپڑا بھی کبھی نہ خریدوں گا۔ خواہ ننگا ہی کیوں نہ رہنا پڑے۔"

جن کے بال پک گئے ہیں اور جن کی کمر کمان کی طرح جھک گئی ہے۔ ایسے ضعیف انسان کا سا جوش ہم سب کے دل میں پیدا ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔

سیوک دیو دوت

مسٹر پیریرا ایلون ہریجن سیوک میں لکھتے ہیں:۔

جب میں بچّہ تھا تو میں نے "سیوک دیو دوت" نام کی ایک پریوں کی کہانی پڑھی تھی اُس میں ایک دیو دوت تھا۔ جو سب طرح کا مشکل، اوسط درجے کا اور چھوٹا موٹا کام کیا کرتا تھا۔ جس کو بڑے اور زیادہ چمک دمک کے پروں والے دیوتا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ دیو دوت اِتنا ضروری ہو گیا کہ ہر ایک کو اُس کی ضرورت ہونے لگی لیکن عام انسانوں کی ضرورتوں سے مُنہ موڑنے سے اُس نے ہمیشہ انکار کیا۔ آخر میں یہ ہوا کہ وزیر اعظم نے اُسے بُلانے کے لئے ضروری پیغام بھیجے۔ اُس نے کہا کہ "جب تک میں ایک چھینے بچے کو جو اپنی ماں سے بچھڑ گیا ہے، بہلانے میں لگا ہوں اور جب تک اُسے سکون نہیں ہو جاتا اور اُس کے گھر وہ واپس نہیں پہنچایا جاتا تب تک آپ کی پاگل پن کی لڑائی کی میں فکر نہیں کر سکتا۔" یہیں پر کہانی ختم ہوتی ہے۔

ٹھکر بابا بھی اُس سیوک دیو دوت ہی کی طرح ہیں۔ آپ اُنھیں تھکا نہیں سکتے، اپنے مقصد سے اُنھیں ہٹا بھی نہیں سکتے اور نہ چیزوں کی قیمتوں کے بارے میں اُن کے استقلال میں خلل نہیں ڈال سکتے اُن کی قیمتوں کے اندازے کے مطابق ایک کم تنخواہ والا مہتر، قحط زدہ بھیل کا بچہ، بیکار اور بھوکا چمار یہ سب اُتنے ہی قیمتی ہیں جتنے کہ وزارتوں کے استعفے اور لڑائی کا اعلان ہاں آپ کہتے ہیں کہ ہم تو یہ سب جانتے ہیں کہ یہ باتیں اہم ہیں۔ بیشک لیکن ٹھکر بابا اُن کی خدمت کرتے ہیں۔

دور، لمبے، گرد آلود اور تھکا دینے والے سفر پر وہ تیسرے درجے میں چلے جاتے ہیں اسی طرح طول طویل اور ہڈیوں کو جھنجھوڑ دینے والے سفر موٹر لاریوں میں طے کر لیتے ہیں دیہاتوں کی گلیوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ پہاڑی سڑکوں پر دھکّے کھاتے ہیں۔ کیچڑ میں دھنس جاتے ہیں، ندیوں کو ہاتھ پیر بیٹ کر پار کرتے ہیں اور دقت، لمبی سانسیں لیتا ہوا فضول اُن کا پیچھا کرتا ہے اُنھیں تو خدمت کرنی ہے۔ اِدھر اُدھر وہ جاتے ہیں، پوچھ تاچھ کرتے ہیں۔ دلچسپی لیتے ہیں، سب کچھ لکھتے ہیں، بات کرتے، سنتے اور کام پورا کرتے جاتے ہیں، کنوئیں، اسکول، اسپتال، صنعت گھر، اخبار گھر کمیٹیاں، سڑکیں اور پُل اُنھیں کی چوکی میں اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اُن کا مقصد "ائیر فورس کے بیڑے کا اکثر دہرایا جانے والا مقصد" میں اپنے پر پھیلاتا ہوں اور اپنے قول پر عمل کرتا ہوں" کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اُن کا نصب العین تو ہمیشہ تعمیر محبت اور زندگی کا ہے۔

آپ یہ خیال کر کے اُن سے دور مت بھاگئے کہ یہ سیوک دیو دوت جو ہمیشہ کاموں میں لگا رہتا ہے پریشان کرنے والا اور دوسروں کے کاموں میں ٹانگ اڑانے والا آدمی ہے اور سچائی و قابلیت تو اُس میں ہے ہی نہیں۔ ٹھکر بابا کا حساب بڑا مزیدار ہوتا ہے وہ بڑے چالاک اور زندہ دل ہیں۔ میرے ذہن نے کہا ہے کہ "مذاق اُس بالدار بلی کے بچے کی طرح ہے جو مزے سے چکر لگانے کے لئے دبے پاؤں نکل جاتا ہے۔ ٹھکر بابا کا مذاق بھی اسی قسم کا ہے۔ بہت سے سوشل کارکنوں کی طرح وہ تنگ دل نہیں ہیں اور نہ اُن میں

اُتنی ہٹ دھرمی ہے۔ مجرم کے لئے وہ بڑے رحمدل رہتے ہیں اور اچھے واونچے شخص کا وہ ہمیشہ اعتبار کرتے ہیں۔ وہ ایک سچے دوست ہیں، اُن کی معلومات غیر محدود ہیں اور اُن کا دماغ نازک اور باعمل ہے۔ جب وہ کوئی کام کرتے ہیں تو پوری ہوشیاری اور اعتبار کے ساتھ کرتے ہیں۔

ٹھکر باپا نے صرف ہریجنوں ہی کی خدمت نہیں کی بلکہ غریبوں اور بیکاروں کے لئے بھی اُتنا ہی اہم رہا ہے لیکن جب معمولی آدمی اور عورتیں ضرورتمند ہوتی ہیں، خاص طور سے اُس وقت جبکہ اُنھیں نظرانداز کیا جاتا ہے یا اُس سے نفرت کی جاتی ہے تبھی یہ سیوک دیوددت وہاں پہنچ جاتا ہے۔ اُسکے ہاتھوں نے آج کے کسی بھی شخص کی بہ نسبت زیادہ لوگوں کی تکلیف دور کی ہے۔

لڑائی کی دلچسپ خبریں

لڑائی کی یہ دلچسپ خبریں یہاں "پرتاپ" سے نقل کی جاتی ہیں۔

"میں ساری دنیا کو کیسے جیت سکتا ہوں"

ڈینزگ سٹیٹ کے سابق نازی صدر ڈاکٹر ہرمن رشننگ نے "ہٹلر اسپیکس" (ہٹلر کی باتیں) نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ اِس کتاب کو غور سے مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہٹلر شروع ہی سے دنیا کو جیتنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ وہ اپنی طاقت کو ہمیشہ ناقابل تسخیر سمجھتا رہا ہے اور اُسے اس بات کا کامل یقین رہا ہے کہ وہ دُنیا کے بڑے سے بڑے ملک کو گویا پھونک مار کر گرا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں اُس نے ایک بار کہا تھا "بسمارک کا قومی نظریہ بہت تنگ تھا۔ جرمنی کی حکومت سارے یورپ پر ہونی چاہئے۔ میں جرمنی کو یوروپ کی مرکزی طاقت بنا دوں گا اور بتدریج، بوہیمیا، مرادیا، پولینڈ، بالٹک اسٹیٹس، ہنگری، بلقان، یوکرین، دولگا اور جارجیہ بھی اس مرکزی قوت میں شامل ہو جائیں گے۔ یہی نہیں ہٹلر کو تو یہاں تک کہنے کی جرأت ہوتی تھی کہ اُسکے ایجنٹ ممالک متحدہ امریکہ میں انقلاب کر سکتے ہیں۔ فرانس کے ٹکڑے کر سکتے ہیں۔ برزیل کو بھی جرمنی کی ملکیت بنا سکتے ہیں اور بالآخر ہالینڈ، بلجیم، اور سویڈن کی طرف سے حملہ کرتے ہوئے برطانیہ کو بھی فتح کر سکتے ہیں۔

سواستکا جھنڈا کہاں سے آیا؟

کوبے کے دجاپان کرانیکل اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ جب روس سے سمجھوتے کی بات جیت کرنے کے لئے جرمنی کے وزیر خارجہ ربن ٹراپ ہوائی جہاز سے ماسکو میں آترے تو اُن کا شاندار استقبال کیا گیا۔ لال قالین، لال ہنسیا ہتھوڑا اور دیگر سبھی سامان وہاں موجود تھے۔ اور جو چیز وہاں سب سے مزیدار تھی وہ تھا جرمنی کا سواستکا جھنڈا۔ معلوم ہوا ہے کہ "اسٹیٹ تھیٹر" (سرکاری اسٹیج) سے یہ جھنڈا استقبال کے لئے اُدھار لیا گیا تھا۔ تھیٹر میں یہ چیز نازیوں کے خلاف مظاہروں میں استعمال کی جاتی تھی۔

جرمنی میں پورا سکون

برٹش رائل ایر فورس (ہوائی فوج) کا ایک ہوا باز جرمن ہوائی جہاز سے پرچے گرا کر چار گھنٹے دیر میں واپس ہوا اُس کے افسر نے دیر کا سبب دریافت کیا اُس نے جواب دیا حضور! وہاں اتنا سکون تھا کہ جرمن لوگ مجھے سب سوتے ملے۔ میں ہوائی جہاز سے اُترا اور پورے اطمینان کے ساتھ پرچوں کو دروازے کے اندر رکھسکا یا اور تب واپس ہوا۔

ہوائی حملے کا وقت

انگلینڈ کے لئے صوبے کے بیکن ہم اسکول کی ۵۰۰ لڑکیوں کو حکم ملا ہے کہ اُن میں سے ہر ایک کو تین چھوٹی چھوٹی مداحیہ کہانیاں سیکھ لینی چاہئیں اور انھیں کسی کو نہ بتانا چاہئے جس وقت دشمنوں کا ہوائی حملہ ہوگا اُس وقت یہ لڑکیاں گھنٹوں تک محفوظ سرنگوں میں بیٹھ کر اپنی مزیدار کہانیاں سُناتی رہیں گی اور خوف زدہ عوام کی تفریح ہوتی رہیگی۔

بدنصیب اندرا

آج لکھتا ہے:۔

ایک بہت ہی دردناک معاملے کی اپیل کا ابھی اودھ چیف کورٹ نے فیصلہ سنایا ہے۔ اندرا اہیر ذات کی ۲۰ سال کی دوشیزہ ہے۔ اُس کے ماں باپ نے اُس کی شادی اُس وقت کر دی تھی جب وہ پانچ چھ سال کی تھی۔ شادی کے سات آٹھ سال بعد ہی یعنی جب اندرا ۱۴-۱۳ سال کی تھی اُس کا وہ شوہر مرگیا۔ اِدھر اندرا کے ماں باپ بھی کنیا دان کا مقدس فرض ادا کر کے مرگئے۔ غریب اندرا اپنے شوہر کے چچا کے گھر رہنے لگی۔ وہ حاملہ ہوگئی پیٹ بڑھنے کی وجہ پوچھنے پر اُس نے کہا کہ بیماری ہو گئی ہے۔ ایک روز یکایک بیماری غائب ہوگئی۔ پھر گاؤں والوں کے دریافت کرنے پر اُس غریب نے کہدیا کہ اُسکے مرا ہوا بچّہ پیدا ہوا جو اُس کی کوٹھری میں گڑا ہے۔ پولیس کو پتہ لگا۔ بچے کی لاش نکالی گئی۔ امتحان سے معلوم ہوا کہ وہ گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا۔ بارہ بنکی سیشن جج نے اندرا کو عمر بھر کالے پانی کی سزا کا حکم سنا دیا مگر حکومت سے اپیل کی کہ سزا کم کر کے تین سال کی کر دی جائے۔ اِدھر معاملے کی اپیل ہو۔ اودھ چیف کورٹ نے بھی اندرا کا جرم تو صحیح پایا مگر اُسکی سزا تین سال سے بھی کم ہونا مناسب سمجھا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یو پی کی حکومت اُس بدنصیب کو بالکل رہا کر دیگی۔ اُسے اُسکے جرم کی پوری سزا مل چکی ہے مگر دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا انصاف کی نظر میں اندرا ہی مجرم ہے اُسے حاملہ بنانے والا امر دکیا قصوروار نہیں ہے؟ اور کیا وہ سماج مجرم نہیں ہے جو نوجوان بیواؤں کے لئے ایسا حادثہ ہو جانے پر خودکشی، اسقاط حمل اور بچوں کے قتل کے سوا اور کوئی راستہ نہیں رکھتا؟ یہ سوال ہیں جنکا جواب سماج کو دینا چاہئے۔ یہ انسانیت کی پکار ہے۔ قانون کی پابندی تو عدالتوں نے کر دی لیکن انسانیت کی حفاظت کون کرے گا؟

تصویروں کا مجموعہ

بریلی میں گھریلو دستکاری کی ترقی اور حفاظت مویشیان

مسز میسن (روہیلکھنڈ ڈویژن کے کمشنر صاحب کی اہلیہ) نے دو ڈیکنا لوجسٹ یو۔پی کے موضع دیو چارا ضلع بریلی میں گاؤں سدھار کی طرف سے قائم ہونے والے لکڑی کے کھلونے بنانے والے کلاس کا معائنہ فرمایا۔ موصوفہ نے اس کلاس میں گاؤں کے بوڑھے آدمیوں اور نوجوانوں کو لکڑی کے کھلونے تیار کرنے اور رنگتے ہوئے دیکھا۔ موصوفہ کو یہ دیکھکر خوشی ہوئی حالانکہ لکڑی کے کھلونے بنانے کا یہ سنٹر ابھی چند ماہ ہی سے قائم ہوا ہے پھر بھی اس کے بنے ہوئے کھلونوں کی بازار میں کافی فروخت ہو رہی ہے۔ مسز موصوفہ نے گاؤں سدھار کی طرف سے قائم ہونے والا آیورویدک دواخانہ بھی ملاحظہ فرمایا آپ نے ایس۔ پی۔سی۔ ایسوسی ایشن بریلی کے پریسیڈنٹ کی حیثیت سے گاؤں کے گرد دورہ فرمایا اور تحفظ جانوران کے کاموں میں کافی دلچسپی کا اظہار کیا۔ آپ نے گاؤں والوں کے سامنے تقریر میں فرمایا کہ اُنھیں اپنی اولاد کی طرح بے زبان جانوروں کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ نیز گاؤں والوں کو آپ نے یقین دلایا کہ اگر وہ حفاظت مویشیان میں دلچسپی لینگے تو موصوفہ ایس۔ پی۔سی ایسوسی ایشن کا ایک انسپکٹر بھیج دیں گی جو تحفظ جانوران کے کاموں میں ان کی امداد کرے گا موصوفہ نے دیو چارا اسکول کے طلبا اور اس موقعہ پر آئے ہوئے دیگر طلبا کو مٹھائی تقسیم کی۔

موضع دیو چارا میں گاؤں سدھار کی طرف سے قائم شدہ لکڑی کے کھلونے بنانے کے کلاس کے طلبا کام کر رہے ہیں۔ مسز میسن کلاس کا معائنہ فرما رہی ہیں۔

دیو چارا کے گاؤں سدھار کی طرف سے قائم شدہ لکڑی کے کھلونے بنانے کے کلاس کے طلبا مسز میسن کو کھلونے بنانے اور رنگائی کرنے کا کام دکھا رہے ہیں۔
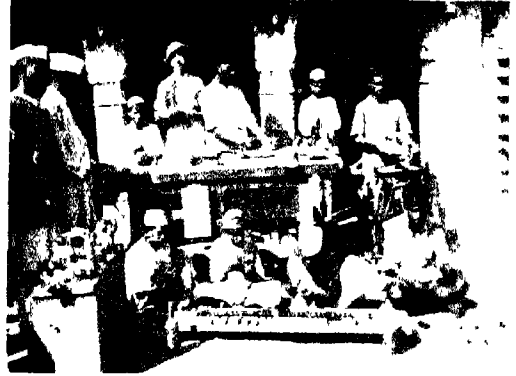
مسز میسن ایس۔پی۔سی۔ ایسوسی ایشن بریلی کے پریسیڈنٹ کی حیثیت سے موضع دیو چارا میں تحفظ جانوران کے موضوع پر تقریر فرما رہی ہیں۔

مسز میسن موضع دیو چارا کے لکڑی کے کھلونے بنانے کے سنٹر میں گاؤں کے لڑکوں کو مٹھائی تقسیم کر رہی ہیں۔

پنچایت گھر کا قیام

وزارت سے استعفا دینے سے پہلے ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے چاند پور (ضلع فرخ آباد) کے ایک پنچایت گھر کا سنگ بنیاد رکھا تھا یہ تصویر اسی موقعہ پر لی گئی ہے -

مدرسہ تعلیم بالغان، گورکھپور

گورکھپور میں مسٹر مانڈھلے کی امداد سے مدرسہ تعلیم بالغان قائم ہوا ہے۔ یہ تصویر اس موقع پر لی گئی تھی جب مدرسہ مذکور کے فارغ التحصیل طلبا کو گاؤں سدھار افسر شری منوہر داس چترویدی نے سند عطا فرمائی تھی۔ چترویدی جی درمیاں میں تشریف فرما ہیں۔

اپنے خیالات

سر ہیری ہیگ کا قابل تعریف کام

یو۔ پی کے سابق گورنر سر ہیری ہیگ کا نام اس صوبے کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیگا۔ انھوں نے حق آراضی بل پر زمینداروں کی سخت مخالفت کے باوجود دستخط کر کے اپنے حقیقی آئینی گورنر ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ کانگریسی وزرا کے استعفیٰ دیدینے سے زمینداروں کو یہ اُمید ہو چلی تھی کہ قدرتی طور پر گورنر صاحب اس بل پر دستخط نہ کرینگے۔ وہ اس مقصد سے ان کے پاس ڈیپوٹیشن بھی لیکر گئے تھے اور لڑائی میں زمینداروں کی امداد کی اہمیت بھی اُنھیں بتائی تھی یہ سب ہوتے ہوئے بھی سابق گورنر سر ہیری ہیگ نے اپنے جانے سے پہلے دستخط کر کے اپنے انصاف پسند ہونیکا ثبوت دیا۔ موصوف آج اس ملک سے بہت دور ولایت میں ہیں اور بڑے بڑے زمینداروں و تعلقداروں کے علاوہ کسی سے ان کی خط و کتابت بھی نہ ہوگی لیکن اپنے جانے سے پہلے موصوف نے جو قابل تعریف کام کیا ہے اس کا ذکر آج گاؤں گاؤں میں ہو رہا ہے۔ آج ہر کسان کی زبان پر سر ہیری ہیگ کا نام ہے۔

اب سے تقریباً ۳۴ سال پیشتر موصوف آئی۔ سی۔ ایس ہو کر ہندوستان آئے تھے۔ اس صوبے میں آپ بنارس و آگرے میں کلکٹر کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ حکومت ہند کے کتنے ہی اہم عہدوں پر رہ چکے ہیں۔ پچھلے پانچ برسوں سے وہ اس صوبے کے گورنر رہے ہیں۔ اِنھیں کے عہد حکومت میں نئے دستور کے مطابق اس صوبے میں کانگریسی وزارت قائم ہوئی اور اس وزارت کے ساتھ آپ نے جس میل اور فیاضی کے ساتھ کام کیا اس سے صوبے میں آپ کی ہر دلعزیزی میں اور اضافہ ہو گیا۔ گاؤں سدھار

ممالک متحدہ کے سابق گورنر سر ہیری ہیگ

کی طرف گورنر موصوف کی خاص طور سے توجہ تھی ہل کے صفحات میں ایسی تصویریں شائع ہو چکی ہیں جن میں آپ گاؤں میں درختوں کے نیچے یا کسانوں کے جھونپڑوں کے سامنے بیٹھے یا کھڑے نظر آتے ہیں۔ جن دنوں گاؤں سدھار ہفتہ منایا گیا تھا اُن دنوں آپ نے اس ہفتے کی کامیابی کے لئے جو پیغام بھیجا تھا وہ قارئین ہل کو بھولا نہ ہوگا۔ موصوف کی یہ خواہش تھی کہ تحریک گاؤں سدھار کے ذریعے صوبے کے دیہاتوں کی بیکاری، بیماری جہالت اور گندگی سب دور ہو جائے اور کسان خوش حال نظر آئیں۔ جس کے دل میں کسانوں کا اتنا درد اور محبت ہو وہ بھلا حق آراضی قانون پر دستخط کیسے نہ کرتا۔ ان کے اس کام کے لئے ہم دل سے ان کے شکر گزار ہیں۔

سر ہیری ہیگ کی جگہ سر مارس ہیلٹ اس صوبے کے گورنر ہوئے ہیں۔ اسکے پہلے موصوف بہار میں گورنر رہ چکے ہیں۔ آپ بھی سر ہیری ہیگ کی طرح انصاف پسند اور دیہاتوں میں رہنے والے عوام کی بھلائی کے خواہاں ہیں اس کا سب سے بڑا ثبوت آپ نے حق آراضی بل قانون کو پہلی جنوری ۱۹۴۰ء سے نافذ کر کے دیا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ کسانوں کی بھلائی میں جو اور بھی قانون بنے ہیں اُنھیں بھی آپ جلد نافذ کر دینگے۔

یوم نجات

گذشتہ ۲۲ دسمبر کو مسلم لیگ کی طرف سے سارے ہندوستان میں یوم نجات منایا گیا اس روز کے لئے مسلم لیگ کے صدر مسٹر جناح نے ایک تجویز تیار کی تھی وہی سب جلسوں میں پڑھا گیا۔ اس تجویز میں یہ بات کہی گئی ہے کہ آٹھ صوبوں میں کانگریسی حکومتیں وہاں کے مسلمانوں پر بہت بڑا ظلم کر رہی تھیں کانگریسی وزیروں کے استعفا دینے سے وہ ظلم رک گیا ہے۔ اسلئے خدا کا شکریہ ادا کیا جائے کہ مسلمانوں کو کانگریسی وزارتوں سے نجات ملی۔ جب مسٹر جناح نے یہ یوم منانے کا اعلان کیا تھا تو مہاتما گاندھی، مولانا ابوالکلام آزاد، بابو راجندر پرشاد اور دیگر کانگریسی لیڈروں نے ان سے یہ درخواست کی تھی کہ جب تک اس معاملے میں صحیح تحقیقات نہ ہو جائے اس وقت تک وہ مسلمانوں سے خدا کے سامنے ایسی دعا نہ کرائیں کیونکہ اگر یہ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے ساتھ کوئی ظلم نہیں ہوا تو یہ دعا ایک غلط مقصد کے لئے ہوگی۔ نہ صرف کانگریسی لیڈروں کو بلکہ کچھ مسلم لیگی لیڈروں کو بھی اس تجویز پر اعتراض تھا لیکن وہ نہ مانے اور یوم نجات منایا گیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو یا اس ملک کو اس یوم نجات منانے سے کیا فائدہ پہنچا؟ اس سے پہلے پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر جناح میں

مسلم لیگ پریسیڈنٹ مسٹر جناح
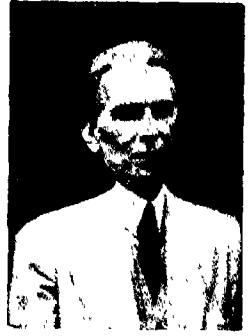
سمجھوتہ کی بات چیت ہونے والی تھی۔ لیکن شاید اب وہ باتیں نہ ہوں گی اور فرقہ دارانہ کشیدگی اور بڑھیگی پنجاب کے وزیر اعظم سر سکندر حیات خاں نے کہا ہے کہ اگلے تین چار ماہ بڑے خطرے کے ہیں اگر ان تین چار مہینوں میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی سمجھوتہ نہ ہوگیا تو ملک کی ترقی کو بہت صدمہ پہنچے گا۔ بنگال کے پروفیسر ہمایوں کبیر صاحب نے کہا ہے کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا ظلم کیا یا مسلمانوں نے ہندوؤں پر کیا ظلم کیا اس سوال کو نہ اٹھاکر اب یہ سوچنا چاہیئے کہ ہندو اور مسلمان دونوں کس طرح ملکر اپنے اور ملک کے مستقبل کو روشن کر سکتے ہیں۔ مشہور انگریزی اخبار نویس سر اسٹریفورڈ کریس نے جو حال ہی میں ولایت سے آئے ہیں اور ہندوستان کے بڑے بڑے لیڈروں سے ملے ہیں یہ کہا ہے کہ کانگریسی حکومتوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر کوئی ظلم نہیں ہوا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو جن گورنروں سے اس بات کی شکایت کی گئی تھی وہ کوئی نہ کوئی کارروائی ضرور کرتے۔

اس نوٹ میں کانگریس کی حمایت اور جناح صاحب کی مخالفت کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہندوستان کی بھلائی اسی وقت ہوسکتی جبکہ ہندوستان کے ہر خیال کے لیڈر آپس میں ملکر اسکو کرنا چاہیں۔ جہاں ملک کی بھلائی کا سوال ہو وہاں فرقہ دارانہ سوال اٹھانا ٹھیک نہیں ہے اس قسم کے جھگڑوں کا اثر دیہاتوں میں بھی پڑسکتا ہے۔ ابھی تک تو ہندو مسلم فساد صرف شہروں ہی تک محدود تھے لیکن اگر فرقہ پرستی کی یہ آگ اسی طرح بھڑکائی جاتی رہی تو یہ جھگڑا دیہاتوں میں پہنچے گا اور دیہاتوں میں بھی جہاں ہندو مسلمان بھائی بھائی کی طرح رہ رہے ہیں، فساد کھڑے ہو جائینگے اور ان کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے گی

'ہل' کے اس نمبر میں سابق وزیر گاؤں سدھار ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے فرقہ دارانہ مسائل پر ایک اہم مضمون لکھا ہے۔ 'ہل' کے ناظرین سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اس مضمون کو ضرور پڑھیں اور اس کے مطابق کارروائی کرنے کی کوشش کریں بداعتمادی اور نفرت سے نہیں بلکہ اعتماد اور محبت ہی سے ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کو اپنے بس میں کرسکتے ہیں۔ بدلہ لینے کے خیال سے نہیں بلکہ معاف کرنے کے خیال سے جب دونوں ایک دوسرے سے ملیں گے تبھی انھیں خوشی حاصل ہوگی اور تبھی وہ اپنے اور اپنے ملک کی بھلائی کرسکتے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ 'ہل' قارئین ان موٹی باتوں کو دھیان میں رکھیں گے اور ایسے وقت میں جبکہ شہروں کے اوپر سے فرقہ وارانہ کشیدگی کا دھواں اٹھ رہا ہے، وہ دیہاتوں کو اس دھوئیں سے کالا ہونے سے بچائیں گے کیونکہ اصلی ہندوستان تو دیہاتوں ہی میں آباد ہے

جرمنی کی پہلی شکست

ہٹلر نے جرمن باشندوں کو یہ یقین دلایا ہے کہ وہ بجلی کی سی تیز رفتاری سے لڑائی کرے گا اور اس بار جرمنی کو نہ تو بہت دنوں تک لڑائی کے بوجھے ہی کو اپنے کندھے پر اٹھانا پڑے گا اور نہ شکست کی شرمندگی ہی اٹھانی پڑے گی جرمنی کے عوام کچھ تو اس امید سے اور کچھ خوف سے ہٹلر کے ساتھ ہیں۔ پولینڈ میں ہٹلر کی طرف سے جس بیرحمی کا مظاہرہ ہوا اس کا ذکر ہم 'ہل' کے ان صفحات میں کرچکے ہیں۔ یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ ہٹلر کی ان بیرحمیوں کی داستان جرمنی کے باشندوں کے کان تک نہ پہنچی ہو اور انھوں نے یہ سمجھا ہو کہ ہٹلر نے ۱۵ روز کی قلیل مدت میں پولینڈ کو جرمنی کے ماتحت کرلیا ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح کوئی گا بجا کر گھر میں دلہن لاتا ہے۔ اس سے ممکن ہے کہ جرمنی کے عوام ابھی تک اسی دھوکے میں ہوں کہ پولینڈ کی طرح ہٹلر برطانیہ اور فرانس کو بھی بڑی آسانی سے ہرا دے گا۔ لیکن پچھمی مورچے پر اور سمندر میں جیسے جیسے لڑائی کے دن گزر رہے ہیں ویسے ویسے ہٹلر کا یہ خواب مٹتا جا رہا ہے اور جرمنی کے عوام کے سامنے حقیقت ظاہر ہوتی جا رہی ہے۔

پچھلے دن امریکہ کے ساحل پر جرمنی کے "پاکٹ بیٹل شپ گراف اسپی" اور انگلستان کے کروزروں میں جو لڑائی ہوئی وہ جرمنی کی پہلی شکست کا مظہر ہے جرمنی کے پاس اس قسم کے جہاز کم ہیں۔ ان کے بارے میں کہا یہ جاتا ہے کہ ان کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا ہے اور نہ ان کے پاس دشمن کے جنگی جہاز پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بہت دور تک گولے پھینک سکتے ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود گراف اسپی کو برطانیہ کے تین کروزروں کے مقابلے میں بھاگنا پڑا اور آخر میں خودکشی کرنی پڑی یہ کہا جاتا ہے کہ انگلینڈ کے تین جہازوں کے مقابلے میں وہ تنہا جہاز کہاں تک لڑتا؟ لیکن اگر جرمنی کے اس جہاز اور برطانیہ کے ان تینوں جہازوں پر غور کیا جائے تو برطانوی سمندری فوجوں کی تعریف کرنی پڑیگی کیونکہ برطانیہ کے ان جہازوں نے اس کی مار کے اندر پہنچکر اس کو شکست دی۔ تین میں سے ایک جہاز بیکار ہوکر لڑائی کے میدان سے ہٹ بھی گیا تھا۔ برطانوی جہازرانوں کی ہوشیاری اور نشانہ بازی کی گراف اسپی کے کپتان نے بھی تعریف کی ہے۔

یہ جہاز امریکہ کے بندرگاہ ماؤنٹ ویڈیو میں داخل ہوگیا تھا وہاں وہ کافی دنوں مرمت کے لئے رہنا چاہتا تھا لیکن اسے تین روز سے زیادہ رہنے کی اجازت نہ ملی۔ تین دن میں یا تو وہ اپنی پوری مرمت نہیں کرسکتا تھا یا برطانیہ کے جہازوں سے جو اسے گھیرے کھڑے تھے لڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے اپنے آپ کو ڈبو دیا۔ اس جہاز پر تقریباً ایک ہزار سپاہی اور دیگر ملازم تھے۔ ان سب کے صحیح سلامت اتر جانے پر جہاز کے کپتان نے بھی خودکشی کرلی۔ کچھ لوگ اسے کپتان کی خودداری اور کچھ لوگ اسے ہٹلر کا ناجائز حکم بتاتے

ہُل

ہیں۔ جو کچھ بھی ہو۔ اس لڑائی سے یہ ثابت ہوگیا کہ جرمنی سمندری لڑائی میں برطانیہ اور فرانس کے مقابلے میں نہیں ٹک سکتا۔ اور جس تیزی سے فرانس و برطانیہ ہوائی جہاز و لڑائی کے دیگر سامان بنا رہے ہیں انکو دیکھتے ہوئے یہ آسانی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آئندہ بھی لڑائی میں جرمنی کو شکست ہوگی۔

ناکام آرگنائزر

آرگنائزروں کے چوتھے جتھے کی ٹریننگ گذشتہ ماہ اکتوبر میں ختم ہوئی اور آرگنائزروں کا امتحان لیا گیا۔ گاؤں سدھار افسر شری منوہر داس چترویدی نے اس جتھے کے ناکام آرگنائزروں کی فہرست شائع کی ہے جسے ہم یہاں شائع کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی ان اضلاع کے نام بھی شائع کر رہے ہیں جہاں سے یہ آرگنائزر ٹریننگ کیلئے بھیجے گئے تھے یہ ناکام آرگنائزر یکم ستمبر ۱۹۳۹ء سے ملازمت سے علٰحدہ کر دیئے جائیں گے۔ بقیہ سبھی آرگنائزروں کی کامیابی کا اعلان ہوا ہے اور وقت پر ان کے پاس سند بھی بھیج دی جائے گی۔

نام	ضلع
۱ - بھکن سنگھ	میرٹھ
۲ - گوپی لال شرما	بلند شہر
۳ - منوہر سنگھ	"
۴ - نصیب یاب خاں	علیگڈھ
۵ - بابو لال	کانپور
۶ - بھگوتی پرشاد سنگھ	الہ آباد
۷ - لکشمی نرائن سنگھ	"
۸ - سادھو رام دوبے	"
۹ - رجبت رام	"
۱۰ - جے کمار شرما	مرزاپور
۱۱ - گر پرشاد	جون پور
۱۲ - ببول رام	"
۱۳ - رام سروپ پانڈے	غازی پور
۱۴ - دوارکا پرشاد پانڈے	گورکھپور
۱۵ - کاشی پرشاد دوبے	"
۱۶ - بندھیاچل مشر	"
۱۷ - رام چندر شرما	"
۱۸ - رام آگیا سنگھ	"
۱۹ - رام کومل سنگھ	"
۲۰ - جیتن سنگھ	"
۲۱ - بلرام داس	گورکھپور
۲۲ - بدری پرشاد چاکر	"
۲۳ - دریودھن پرشاد	"
۲۴ - عابد علی	"
۲۵ - شیوجی سنگھ	اعظم گڑھ
۲۶ - کوبر راے	"
۲۷ - مہیش پرشاد گپت	"
۲۸ - رام دیو پرشاد	"
۲۹ - رام ادھل	"
۳۰ - محمد وکیل خاں	"
۳۱ - جیوانند	نینی تال
۳۲ - نیاری رام آریہ	"
۳۳ - وشنو گری	"
۳۴ - جیون سنگھ	"
۳۵ - جے کرشن جوشی	الموڑہ
۳۶ - کلیان سنگھ	"
۳۷ - پریم سنگھ مہتہ	"
۳۸ - دھنی رام جوشی	گڑھوال
۳۹ - گنگا پرشاد	اُناؤ
۴۰ - راج کشور	راے بریلی
۴۱ - محمد احمد	"
۴۲ - گجادھر پرشاد	"
۴۳ - چندرکا پرشاد	سیتاپور
۴۴ - ہزاری لال	ہردوئی
۴۵ - سیتارام مشر	کھیری
۴۶ - سنت بخش سنگھ	گونڈہ
۴۷ - سید محمد اصغر رضوی	"
۴۸ - راجیندر پرشاد ورما	"

(ہٹا دیئے گئے)

۴۹ - محمد مہندی	بہرائچ
۵۰ - امرناتھ کھتری	سلطان پور
۵۱ - اجودھیا پرشاد باجپئی	بارہ بنکی

درجہ اوّل کے آرگنائزر

شری منوہر داس چترویدی گاؤں سدھار افسر نے اوّل درجے کے آرگنائزروں کی فہرست شائع کی ہے۔ ان آرگنائزروں کو یکم نومبر ۱۹۳۹ء سے ۲۵ روپیہ ماہوار تنخواہ اور ۵ روپیہ مستقل سفر خرچ ملے گا۔ یہ انتخاب گذشتہ امتحان کی بنا پر کیا گیا ہے ہر ایک مرکز سے قابلیت کے امتیاز کے مطابق پہلے چار آرگنائزر درجۂ اوّل کے لئے منتخب کئے گئے ہیں۔ مکمل فہرست ذیل میں شائع کیجا رہی ہے۔

(۱) میرٹھ مرکز

۱ - نند کشور	بلند شہر
۲ - ودّیا پرکاش	نینی تال

(۲) فیض آباد مرکز

۱ - برج ناتھ سہائے	جون پور
۲ - سیتارام ترپاٹھی	"

(۳) گورکھپور مرکز

ا - گنیش پرشاد اپادھیائے	گونڈہ
۲ - مارکنڈے سنگھ	اعظم گڈھ

نشہ بندی کی اشاعت کا کام

شری ایم۔ ڈی۔ چترویدی گاؤں سدھار افسر نے یو۔ پی۔ گورنمنٹ کی نشہ بندی کی اسکیم کے سلسلے میں گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے جس میں آپ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ کارکنان گاؤں سدھار محکمہ نشہ بندی کے کارکنوں کو اشاعت کے کام میں امداد دیں۔ شری چترویدی جی کی یہ ہدایت ہے کہ آرگنائزر و گاؤں سدھار انسپکٹر اشاعت پر خاص زور دیں دورہ کرتے وقت انھیں اس سلسلے میں بڑے بڑے جلسے کرنے چاہئیں جن میں گاؤں والوں کو نشیلی چیزوں سے ہونے والے نقصانات اور پرہیز کرنے کے فائدے سمجھائے جائیں موصوف کی یہ بھی ہدایت ہے کہ اس سلسلے میں گاؤں سدھار کی موٹر لاریاں استعمال کی جائیں۔ کیونکہ ان موٹر لاریوں میں ضبط و پرہیز کی تعلیم دینے والی فلمیں ہیں۔ دیکھنے والوں کو فلم کی سبھی باتیں سمجھا دی جائیں ٹیکنیکل افسروں و ٹکنیکوں کا فرض ہے یہ کام

آگے بڑھاکر لوگوں کو فائدہ پہنچائیں اور عوام کی ہمدردی حاصل کریں۔ ایسے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن جن کے پاس میجک لالٹینیں ہیں ضبط و پرہیزگاری پر تقریریں کرانے کا انتظام کریں۔ اس سلسلے کے پوسٹر تیار کئے جارہے ہیں اور تیار ہونے پر دیہاتوں میں بھیجے جائینگے چترویدی جی جن کی یہ بھی ہدایت ہے کہ یہ اشاعتی کام ایٹہ، مین پوری، بجنور، بدایوں، جونپور اور فرخ آباد اضلاع میں زور سے کئے جائیں کیونکہ ان اضلاع میں نشہ بندی اسکیم پر عملدرآمد ہورہا ہے۔

اپنے خرچ سے ٹرینگ پانے والے آرگنائیزر

گاؤں سدھار افسر شری منوہر داس چترویدی نے گاؤں سدھار سکریٹریوں کے پاس اُن کامیاب اُمیدواروں کی فہرست بھیجی ہے جنھیں آرگنائیزروں کے چوتھے جتھے کے ساتھ اپنے خرچ سے ٹرینگ حاصل کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ آئندہ جب آرگنائیزروں کے لئے جگہیں خالی ہونگی تو ان کا انتخاب انھیں میں سے کیا جائے گا۔ چترویدی جی نے یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ تقرر کے وقت آرگنائیزروں کی قابلیت وغیرہ کا بھی خیال رکھا جائے۔ پوری فہرست درج ذیل ہے۔

نام	قابلیت	پتہ
۱۔ شیام سنگھ تیاگی	میٹرکیولیٹ	موضع دڈاکخانہ اسورا، ضلع میرٹھ
۲۔ رسال سنگھ	ہائی اسکول	شیر کوٹ اسٹیٹ، پوسٹ دھامپور ضلع بجنور
۳۔ وکٹر روہن سنگھ	״ ״ ״	ایم۔ ای مسن بدایوں
۴۔ امبیکا پرشاد سنگھ	״ ״ ״	موضع بختائی، ڈاکخانہ چند داک، ضلع جونپور
۵۔ رام نریش سنگھ	ورناکیولر فائنل اور خاص قابلیت (ہندی)	موضع ٹیگھرا، ڈاکخانہ بیکنٹھ پور ضلع گورکھپور
۶۔ جے پرشاد	انٹرمیڈیٹ	جوشی مٹھ۔ ضلع گڑھوال
۷۔ شری دھر پرکاش جوشی	ایچ بی	موضع بھٹیانا پٹی، پٹاری ہل بلا بادھن، ڈاکخانہ تھرائی ضلع گڑھوال
۸۔ خیش رام پوکھریال	ایچ۔ ایم۔	موضع برتھ پٹی گجرد، ڈاکخانہ کسونا ضلع گڑھوال
۹۔ شیوناتھ سنگھ	ورناکیولر فائنل	موضع بسئی خورد، ڈاکخانہ بڑاگاؤں ضلع فیض آباد
۱۰۔ کیسو پرشاد	״ ״ ״	جبیت پور ساآدن، ڈاکخانہ ساآدن ضلع فیض آباد
۱۱۔ پیارے لال ورما	״ ״ ״	موضع ہررد، ڈاکخانہ سترکھ، ضلع بارہ بنکی

زندگی سدھار سوسائٹیوں کا معائنہ

زندگی سدھار سوسائٹیوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اُن کا باقاعدہ معائنہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اس سلسلے میں شری منوہر داس چترویدی گاؤں سدھار افسر نے حال میں ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے نام ایک نوٹس بھیجی ہے۔ اس نوٹس کے مطابق جہاں تک زندگی سدھار سوسائٹیوں کا تعلق ہے آرگنائیزر اور انسپکٹر محکمہ امداد باہمی کی نگہداشت میں کام کرینگے۔ اس طرح آئندہ کارکنان محکمہ گاؤں سدھار کے مذکورہ کارکن محکمہ امداد باہمی کے کارکنوں کی طرح اسسٹنٹ رجسٹرار، محکمہ امداد باہمی کے زیرنگرانی ہونگے اور انھیں کی ماتحتی میں کام کریں گے محکمہ گاؤں سدھار کے مذکورہ کارکنان کو آپریٹو اسٹاف کے ایکس آفیشو سمجھے جائینگے اور انھیں زندگی سدھار سوسائٹیوں کا کام دیکھنے اور اس پر نگرانی رکھنے کا حق حاصل ہوگا۔ محکمہ امداد باہمی کے اسسٹنٹ رجسٹرار کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ آرگنائیزروں کے اعمال ناموں کی خانہ پوری کرکے ان کی ترقی یا تنزلی کے لئے سفارش کریں۔ ضلع ایسوسی ایشن کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ گاؤں سدھار افسر کے پاس ایسے معاملات مناسب کارروائی کے لئے بھیجے۔ ساتھ ہی اپنا فیصلہ بھی بھیجے۔ محکمہ امداد باہمی کے اسسٹنٹ رجسٹرار سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ زندگی سدھار سوسائٹیوں کے سلسلے میں انسپکٹر سے ہونیوالی غلطیاں گاؤں سدھار افسر یا سکریٹری گاؤں سدھار کے پاس تحریر کریں ساتھ ہی مناسب کارروائی کے لئے رائے بھی دیں۔

گاؤں سدھار انسپکٹروں کو یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ وہ اپنے حلقے کے رجسٹرار کے پاس زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم کرنے اور اُن کے معائنے کے بارے میں رجسٹرار محکمہ امداد باہمی کے ذریعے منظور شدہ طریقے پر ہر ماہ رپوٹ بھیجا کریں۔ رپورٹ کی ایک کاپی گاؤں سدھار افسر کے پاس بھی بھیجی جائے گی۔ اسسٹنٹ رجسٹرار سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ خود اپنے حلقے کے انسپکٹر کے پاس زندگی سدھار سوسائٹیوں کے متعلق ہدایتیں بھیجیں۔ آرگنائیزروں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ایسی ہدایتوں کو وہ فوراً عمل میں لائیں۔

تصحیح

نومبر کے ہل، میں صفحہ ۱۰۸۱ پر مسن کوآپریٹو فیڈریشن بارہ بنکی کے متعلق ایک نوٹ شائع ہوا ہے۔ غلطی سے میشن کے معنی سنگتراش لکھ دیا گیا ہے۔ دراصل یہ نورباخوں کی جماعت ہے اُمید ہے قارئین اس غلطی کی تصحیح فرمالیں گے۔ اس جماعت کی سالانہ رپورٹ ہمیں ملی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جماعت بہت اہم کام انجام دے رہی ہے اور پچھلے دو ہی سالوں میں اس نے قابل رشک ترقی کی ہے۔ جس کا مذکورہ نوٹ میں ذکر نہیں کیا گیا تھا۔

اسکاؤٹ ماسٹروں کا تقرر

اسکاؤٹ ماسٹروں کی ٹریننگ ختم ہوگئی اور اُن کے تقرر و تنخواہ کے بارے میں شری منوہر داس چترویدی گاؤں سدھار افسر نے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے۔ اسکاؤٹ ماسٹروں کے دو درجے مقرر کئے گئے ہیں۔ درجہ اوّل و درجہ دوئم سے متعلق

کے اسکاؤٹ ماسٹروں کو ۲۵ روپیہ ماہوار تنخواہ اور ۱۵ روپیہ مستقل سفرخرچ ملے گا۔ درجہ دوم کے اسکاؤٹ ماسٹروں کو ۲۰ روپیہ ماہوار خرچ اور ۱۵ روپیہ مستقل خرچ ملے گا۔ فہرست نمبر ۱ کے ۱۲ اسکاؤٹ ماسٹروں کا تقرر ۱۶ نومبر ۱۹۳۹ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۴۰ء تک کے لئے ہوا ہے۔ یہ اسکاؤٹ ماسٹر اپنے درجہ کے مطابق تنخواہ پائینگے اور اس ضلع میں کام کرینگے جو اُنکے نام کے آگے درج ہے۔

فہرست نمبر ۲ کے آرگنائزروں کا تقرر بھی ۱۶ نومبر ۱۹۳۹ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۴۰ء تک کے لیے کیا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ ایسے آرگنائزر تھے۔ جنھیں آزمائش کے طور پر ٹریننگ حاصل کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور کچھ اپنے خرچ سے ٹریننگ حاصل کرنے والے آرگنائزر تھے جو تقرری کے بعد اسکاؤٹنگ کی تعلیم کے لئے بھیجے گئے تھے مذکورہ دونوں قسم کے آرگنائزر اپنے درجے کے مطابق تنخواہ اور ۱۵ روپیہ ماہوار مستقل سفرخرچ پائیں گے۔ یہ آرگنائزر اُسی ضلع میں کام کریں گے جو ان کے نام کے آگے لکھا گیا ہے۔

اپنے خرچ سے ٹریننگ یافتہ پرائیوٹ اُمیدواروں کے نام فہرست نمبر ۳ میں درج کئے گئے ہیں۔ ان امیدواروں کا تقرر بھی ۱۶ نومبر ۱۹۳۹ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۴۰ء تک کے لئے ہوا ہے۔ یہ اُمیدوار اپنے درجے کے مطابق تنخواہ پائیں گے اور اُن ضلعوں میں کام کریں گے جو اُنکے نام کے آگے درج ہے۔

بیشتر اسکاؤٹ ماسٹر اسی ضلع میں مقرر کئے گئے ہیں جس ضلع سے اُنھیں تنخواہ ملا کرتی تھی مگر جیسا فہرست نمبر ۴ میں دکھلایا گیا ہے۔ کچھ تبادلے روکے نہیں جا سکے۔ ایسے لوگوں کی ۱۵ نومبر ۱۹۳۹ء تک کی پچھلی تنخواہ ان کی پہلی جگہوں سے نئی جگہوں میں بھیج دی جائے گی۔ گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے ایسے سکریٹریوں سے جہاں تبادلے ہوئے ہیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ وہ اسکاؤٹ ماسٹروں کی پچھلی تنخواہ پہلے کی طرح انکے پاس بھیجنے کا انتظام کردیں۔ جن اسکاوٹ ماسٹروں کا تقرر ہوا ہے انھیں ۵ دسمبر ۱۹۳۹ء کو کام پر پہنچ جانے کا حکم ملا ہے۔

فہرست نمبر ۱

نام	درجہ	مقام تعیناتی
۱۔ کپل دیو پانڈے	اوّل	بلیا
۲۔ عالم سنگھ	"	نینی تال
۳۔ جگناتھ پرشاد آزاد	دوم	الہ آباد
۴۔ مدن گوپال اگنھوتری	اوّل	ہردوئی
۵۔ بھگوان بخش سنگھ	دوم	سلطانپور
۶۔ بشمبھر دیال	اوّل	مین پوری
۷۔ کے۔ پی۔ کھنڈوالکر	"	جھانسی
۸۔ سیّد عبدالحکیم شاہ افغانی	دوم	آگرہ
۹۔ آر۔ پی۔ ترپاٹھی	"	گورکھپور
۱۰۔ رام سرن سنگھ	اوّل	پرتاپگڈھ
۱۱۔ بال کرشن آزاد	دوم	لکھنؤ
۱۲۔ ٹی۔ این۔ سکسینہ	"	پیلی بھیت

فہرست نمبر ۲

(الف) آزمائش کے طور پر ٹریننگ کے لئے بھیجے جانے والے آرگنائزر۔

نام	درجہ	مقام تعیناتی
۱۔ دلاور عباس	دوم	فیض آباد
۲۔ پورن چند پانڈے	"	الموڑہ
۳۔ تیوہاری پانڈے	اوّل	اعظم گڑھ
۴۔ دین دیال شکل	"	سیتاپور
۵۔ جگدیش پرشاد گپت	"	مظفرنگر
۶۔ سونے لال پانڈے	دوم	بدایوں
۷۔ لالتا پرشاد	"	دہرہ دون
۸۔ اودے سنگھ	اوّل	شاہجہانپور
۹۔ تیج دت	دوم	بلندشہر
۱۰۔ اُنکار پرشاد شریواستو	"	بارہ بنکی
۱۱۔ گوپال دت پراشر		ایٹہ
۱۲۔ تریراری لال	"	متھرا
۱۳۔ ارجن سنگھ	اوّل	اٹاوہ
۱۴۔ بھبش دت مشر	دوم	مرزاپور
۱۵۔ محمد رضا قریشی	"	بنارس
۱۶۔ شیام سندر لال	"	رائے بریلی
۱۷۔ رام دت تیواری	اوّل	گونڈہ
۱۸۔ شری رام ترپاٹھی	دوم	بہرائچ
۱۹۔ چتربھج سنگھ	"	اُناؤ
۲۰۔ دیاپرکاش شکل	"	میرٹھ

(ب) اپنے خرچ سے ٹریننگ پانے والے اُمیدوار جو آرگنائزر مقرر ہوجانے پر اسکاؤٹنگ کی ٹریننگ کے لئے بھیجے گئے تھے۔

نام	درجہ	مقام تعیناتی
۲۱۔ سورج مل ورما	دوم	سہارنپور
۲۲۔ سریندرپال کانت	"	کانپور
۲۳۔ وشوناتھ سنگھ	"	فتح پور
۲۴۔ سید جان رضوی	"	جونپور
۲۵۔ بھگوت پرشاد شکل	"	باندہ
۲۶۔ رام شکل پرشاد رائے	"	بستی
۲۷۔ گرودت پنت	"	بجنور
۲۸۔ ریوتی رمن	"	بریلی
۲۹۔ شیر بہادر سنگھ	"	کھیری
۳۰۔ کوشل بہاری شریواستو	دوم	غازیپور
۳۱۔ *رام پرشاد دنیٹیال	"	گڑھوال

* رام پرشاد کے متعلق حکم جاری کیا جا چکا ہے۔

فہرست نمبر ۳

نام	درجہ	مقام تعیناتی
۱۔ کامتا پرشاد	دوم	علیگڈھ
۲۔ لچھمن پرشاد مشر	"	مرادآباد
۳۔ برجی پرکاش	"	فرخ آباد
۴۔ بی۔ ڈی۔ شریواستو	"	جالون
۵۔ جے نندن پرشاد	"	حمیرپور

فہرست نمبر ۴

اسکاٹ ماسٹر کا نام	مقام جہاں سے تبادلہ ہوا	مقام جہاں کے لئے تبادلہ ہوا
۱۔ جے۔ کے۔ آزاد	فیض آباد	لکھنؤ
۲۔ گرودت پنت	گڑھوال	بجنور
۳۔ ریوتی رمن	اُناؤ	بریلی
۴۔ سورج مل	میرٹھ	سہارنپور
۵۔ محمد رضا قریشی	مرزاپور	بنارس
۶۔ پورن چند پانڈے	نینی تال	الموڑہ
۷۔ کشن بہاری شریواستو	بارہ بنکی	غازیپور
۸۔ اُنکار پرشاد شریواستو	بہرائچ	بارہ بنکی
۹۔ سونے لال پانڈے	ایٹہ	بدایوں
۱۰۔ تریراری لال	مین پوری	متھرا

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

ضروری ہدایات (۱) صاحبِ فرمائش کو اپنا نام اور پتہ خوش خط اور مفصل لکھنا چاہئے۔

(۲) جو کتابیں کسی فرمائش کی بنا پر روانہ ہوں گی وہ کسی صورت میں واپس نہ ہو سکیں گی۔

(۳) بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں اس لئے اگر فرمائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ختم ہو گئیں تو اُن کا مہیا کرنا مشکل ہو گا۔

(۴) کتابیں منگا کر ان کو بہ مد انکاری واپس کرنا ایک قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو صرفہ روانگی بھیجدینا چاہئے۔

(۵) چھوٹی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ہمیں کچھ عذر نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ایک روپیہ سے کم کی ہے تو قیمت نقد بھیجدی جائے۔

(۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش کا جواب نہ ملے تو خیال کر لینا چاہئے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں ملا۔

(۷) صرفہ روانگی (پیکنگ و محصول ڈاک وغیرہ) ذمہ خریداران ہو گا۔

(۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کیجائیں:-
منیجر صاحب بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

رُوحِ انیس مرحوم

فردوسیِ ہند میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے بہترین مرثیوں، سلاموں اور رباعیوں کا مجموعہ۔ ملک کو سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم۔ اے (صدر شعبہ فارسی و اردو، لکھنؤ یونیورسٹی) کا شکرگذار ہونا چاہئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ کے بعد اس مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے۔ شروع میں ۸۴ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں میر انیس مرحوم کے حالاتِ زندگی اور کلام پر مختصر تبصرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی شہادت کا مختصر بیان، مرثیہ اور اشخاص مرثیہ کے تحت میں نہایت ضروری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ آخر میں ۷۰ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی حواشی ہیں۔ کتاب کا یہ حصّہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ شروع میں میر انیس مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی تحریر، مکان، مدفن و ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے۔ جلد پر کربلائے معلی کا سنہرا نقشہ ہے۔ دیدہ زیب طباعت، خوبصورت جلد، ۶۰۳ صفحات تقطیع کلاں۔ قیمت تین روپئے۔

جذباتِ بسمل

منشی سُکھدیو پرشاد صاحب سنہا بسمل الہ آبادی کا مجموعہ کلام "کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو فن شاعری میں آپ ناصدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلند پایہ تلامذہ میں ہیں"۔

جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔ زبان کی سادگی کی وجہ سے اُنکا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آجکل جتنے اچھے اُردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزیّن ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل جسٹس سر عبد القادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ ۱۲ تصویروں سے "جذبات بسمل" مزیّن ہے جس میں زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے متعلق صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ایسی نفاست و خوشنمائی سے کوئی کتاب اُردو زبان کی آج تک شائع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ (مجلد)

پیامِ رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر بی۔ اے "مع تقریب" از آنریبل سرشاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ و "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور۔

میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اُسے زبان اردو کی بہترین اور پائدار تصنیفات کے ساتھ جگہ دیجائے۔ اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لائق شاعر کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ پبلک انھیں وہ داد دے گی، جس کے وہ مستحق ہیں"۔ (میاں بشیر احمد بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر، ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور۔

"افسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اُن کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ پیام رُوح ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو گا"۔

(آنریبل سر شاہ سلیمان صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل ڈی چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد)۔

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں۔ اس مجموعہ سے کتب خانے خالی نہ رہنا چاہئے۔ قیمت صرف تین روپیہ۔

صبحِ وطن و مضامینِ چکبست

صبح وطن یعنی مجموعۂ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم) "چکبست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے اور کبھی کوئی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائر خیال کو پرواز میں لاتا ہے کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچّی تصویر کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے۔ برج نرائن چکبست دور جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائیگا اور اُردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائیگی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشو و نما پانے کا موقع

ملے گا' اسی قدر برج نرائن چک بست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آئندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کرلیں گی کہ وہ دور جدید کے رہنماؤں میں سے ہیں۔ (سر تیج بہادر سپرو)

مضامین چک بست - پنڈت برج نرائن چک بست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں سوانحی، تنقیدی، تاریخی، قومی وغیرہ مضامین ہیں، اور بہت خوب ہیں۔

صبح وطن مجلد قیمت دو روپئے۔ (عـ۲ر)

مضامین چک بست - حجم ۳۵۰ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے (عـ۸ر)

یادگار نسیم

یعنی منشی دیاشنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی "گلزار نسیم" و انتخاب "دیوان نسیم" مع حواشی و مقدمہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں:-

"یادگار نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شائع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے انھوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار کو حذف کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں۔۔۔۔۔۔ حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو اس کے شایان شان ہے" طباعت دیدہ زیب، خوش نما جلد قیمت دو روپئے (عـ۲ر)

کلام الملوک

یعنی شہزادگان دہلی کے کلام کا مجموعہ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبان اردو کا مرکز تھا۔ یہاں وہ لوگ جمع تھے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور زوردار معنی میں استعمال کرتے تھے اور انھیں کی زبان آج صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ شہزادگان دہلی کا کلام بھی اسی لحاظ سے قابل قدر ہے۔ محاورات و اصطلاحات روانی، صحت وزن، سلسلہ خیالات، بلند آوازی نازک خیالی، جوش بیان، نشست الفاظ اور عمدہ بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح، تکلف اور ابتذال نام کو نہیں۔ اگر زبان کا خاص رنگ اور شاعری کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت دس آنہ

معراج سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج مرحوم المتخلص بہ "دولھا صاحب" نبیرہ ناخدائے سخن میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ میں حسب ذیل مراثی ہیں:-

۱- ہے زیور عروس فصاحت سخن مرا - ۱۱۹ بند
۲- خلق میں خلقت آدم کا سبب کون ہوا - ۱۰۴ بند
۳- صبح عاشور محرم ہے قیامت کی سحر - ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈیمی صوبجات متحدہ نے فاضل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے۔ زبان کے فدائیوں کے لئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عـ۸ر)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مؤلفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم۔ اے ر۔ اے۔ ایس)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟ اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ مختصر فسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸ر)

بہترین ناول وافسانے

فردوس خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔ منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح اخلاق و معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا، خوف خدا، محبت اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب فرمائیے۔ سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے۔ ۳۰۷ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ (عـہ)

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے "جلوۂ ایثار" میں اُن حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے متحرک ہوئے تھے حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حب قومی وجودت روحانی سے معمور ہیں۔ اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری! سونے پر سہاگا ہے واقعی قابل مطالعہ ناول ہے ۳۳۴ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنہ۔

ڈالی کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مسٹر حامد اللہ افسر (میرٹھی) کے گیارہ فسانوں کا مجموعہ۔ یہ تمام فسانے مختلف اوقات میں بعض اردو جرائد میں شائع ہو کر خلعت قبولیت حاصل کرچکے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قدر مقبول ہوگئے ہیں کہ انگریزی، ہندی، اور گجراتی میں بھی ترجمے ہونے والے ہیں۔ فوٹو بلاک کی چند تصویریں بھی شامل ہیں۔

قیمت ایک روپیہ

شاما

مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ۔

یہ ایک دکھیاری کی درد بھری داستان ہے۔ اقبال کا یہ شعر اس پر صادق ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

سادھو اور بیسوا

یعنی دو حرماں نصیبوں کی کایا پلٹ۔ ایک جگ بیتی کہانی مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی۔ فرانسیسی اناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول "تائیس" کو پڑھنے کے بعد اسکی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔ "سادھو اور بیسوا" میں اسی خیال کی پیروی اور تصور کے تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو "تائیس" کا امتیازی جوہر ہے۔ اس کے باوجود نہ یہ اُس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ۔ نہایت دلچسپ ناول ہے۔ سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے۔

قیمت بارہ آنے۔

"انور"

"شمیم" کے مشہور و معروف مُصنف مسٹر فیاض علی ایڈوکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر۔ دلپذیر۔ انقلاب انگیز شاہکار۔ اور......... زبان اُردو کا بہترین ناول.... ۷۵۰ صفحے۔ کاغذ۔ کتابت۔ طباعت نہایت عمدہ مجلد نفیس۔ ۶ عدد تصویریں بہت ہی دلکش اور خوبصورت

قیمت ع۴ر

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کرنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے! اس سلسلہ کی ایک ایک کتاب ایک ایک ملک کے متعلق ہے۔ ملک کی مفید اور کار آمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ کوئی ضروری بات نظر انداز نہیں کی گئی۔ کتابوں کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جسکے باعث نو عمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد عبور ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں۔

(۱) تحفہ جاپان	(۲) تحفہ چین۔
(۳) تحفہ مصر و حبش	(۴) تحفہ لندن
(۵) تحفہ فرانس	(۶) تحفہ جرمنی
(۷) تحفہ آسٹریلیا	(۸) تحفہ فلسطین
(۹) تحفہ امریکہ	(۱۰) تحفہ روس

ہر کتاب میں متعدد تصاویریں ہیں اور سرورق نہایت خوبصورت۔ قیمت ہر کتاب کی چھ آنے۔

آئی۔سی۔ایس

اُردو کے بہترین فسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی، ایم۔ اے۔ مصنف رفیق تنہائی، سر سید احمد پاشا، وغیرہ کے چودہ انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ۔

قیمت صرف عہ

خدمت خلق

(مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول الہ آباد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے ہیں جس سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ کتاب بہت اچھی، اور عجیب و غریب اخلاقی نکات و روحانی لطائف پر مشتمل ہے حکومت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مولف کو انعام بھی عطا فرمایا ہے۔

قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں، اور شاید یہی وجہ کہ اُردو زبان میں ایسی کتابیں بھی بہت کم ہیں جنہیں بچے دلچسپی اور شوق سے پڑھیں۔ تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد نے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے چھاپی ہیں۔ جن کو بچوں کی دلچسپی کا سامان کہا جا سکتا ہے۔

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے منے بھائی کے لئے ہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے۔ زبر، زیر، اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف۔ ۲۲ عکسی تصویریں۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمایئے ورنہ بچے آپس میں لڑیں جھگڑینگے۔

قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں۔ زبان بہت آسان۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے۔ ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے۔ خوبصورت کتاب ہے بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت ۴ر آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

"یہ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی قابل قدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب اُردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے۔ اس قدر اچھے اہتمام سے بہت کم کتابیں اُردو میں چھپی ہیں۔ تشریح مطالب کے لئے جا بجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں"

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲ر

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۲۶۰ برس قبل پیدا ہوا تھا۔ حکیم ایسپ انسان کی پند و نصیحت کے لئے مختلف قسم کی فرضی حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا۔ انھیں کہانیوں کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے۔ اس مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شایع کی گئی ہیں چھیاسی تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث یہ مفید کتاب اور زیادہ دلچسپ ہو گئی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے۔ کتاب مجلد ہے۔

قیمت دو روپئے

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلبا

کو اسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے، حالانکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں بعض اسی قسم کے واقعات نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں ہیں ہاف ٹون عکسی تصویریں قیمت ۱۰/

شیخ چلی کی کہانیاں

شیخ چلی کا نام آپ نے ضرور سُنا ہوگا۔ یہ وہ جادوئی ہستی ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں ہمیشہ موجود رہی ہے اس کتاب میں آپ ہی کے کارنامے درج ہیں جو گیارہ کہانیوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہر کہانی اس قدر پرلطف ہے کہ انسان بھوک پیاس بھول جاتا ہے۔ پڑھتے جایئے اور ہنستے جایئے۔ لکھائی چھپائی ایسی عمدہ ہے کہ بچوں کو بطور انعام دی جا سکتی ہے۔ دوسو صفحات کی کتاب کی قیمت صرف دس آنے۔

داستان عجم

بچے بادشاہوں کے قصے بہت شوق سے پڑھتے ہیں لیکن جھوٹے بے اصل قصوں سے یہ بہتر ہے کہ انھیں بادشاہوں کے تاریخی قصے پڑھنے کو دئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے داستان عجم بہت اچھی کتاب ہے خلاق سخن فردوسی کے "شاہنامہ" میں جن بادشاہوں اور بہادروں کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں انھیں کو اس کتاب میں بچوں کے لئے بہت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ضرور منگائیے۔

قیمت حصہ اوّل دس آنے

" حصہ دوم دس آنے

رابنسن کروسو

ایک نوعمر لڑکا گھر سے فرار ہوکر بحری سفر اختیار کرتا اور طرح طرح کے مصائب اٹھاتا ایک غیر آباد جزیرہ میں پہنچتا ہے اور بیس پچیس برس تک مجبوراً وہیں رہتا ہے اتنی مدت اس نے کیونکر بسر کی؟ اور پھر یہاں سے کیسے نکلا؟ وغیرہ واقعات نہایت دلچسپ ہیں۔ اس کتاب کو نوعمر بچے بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ ہاف ٹون بلاک کی چھ تصویریں شامل کتاب ہیں جن میں ایک سہ رنگی ہے حجم ڈھائی سو صفحات سے زیادہ اور قیمت صرف بارہ آنے۔

لال کٹھور

اس کتاب میں "بہرام" کو بالکل نئے لباس میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے جدید کارنامے اس قدر دلچسپ ہیں کہ کتاب شروع کرکے ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

کھیل تماشا

یہ کتاب کچھ نظم میں ہے اور کچھ نثر میں۔ اس میں چھوٹی چھوٹی نصیحت آموز حکایتیں اور چٹکلے ہیں۔ بچے اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں، کیونکہ یہ انھیں کی زبان میں اور ان کے مذاق کے موافق لکھی گئی ہے۔ مضمون کی وضاحت کے لئے تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ چھپائی رنگین اور صاف

قیمت ۳/ آنہ

ہونہار لڑکا

(مؤلفہ شاکر میرٹھی)

یہ کتاب ایک غریب لڑکے کی سچی داستان پر مشتمل ہے جس نے اپنی بلند ہمتی اور نیک طبعی کے باعث بڑی عزت و شہرت حاصل کی۔ عبارت سلیس اور عام فہم۔ قصہ اتنا دلچسپ کہ بچے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے کتاب کو تصاویر سے مزین کیا گیا ہے۔ اور سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت صرف پانچ آنے

تالیفات مولوی ظفر عمر

بہرام کی گرفتاری

"نیلی چھتری" کے نامور مؤلف ظفر عمر صاحب بی اے نے اس کتاب کے ہیرو "بہرام" کو اس عمدگی سے اردو پبلک سے روشناس کرایا ہے کہ لوگوں نے اپنے فسانوں میں اس کا چربہ اتارنے کی خوب خوب کوشش کی مگر وہ بات کہاں؟ اصل ہے "بہرام کی گرفتاری" نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے۔ ضرور منگایئے۔

قیمت ایک روپیہ

چوروں کا کلب

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو و لعب سے سیر ہو گئے ہیں اور معمولی مشاغل میں چنداں تفریح حاصل نہیں ہوتی . . . . . . اور محض دل بہلانے اور چوری کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اسی قدر دلچسپ ہے کہ تیسری بار شائع ہوئی ہے۔

قیمت ۹/ آنے

علم قدرت کی تعلیم

رائے صاحب ڈی۔ این، مکرجی۔ سکریٹری یو۔پی ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ بورڈ

قیمت بارہ آنہ (۱۲/)

ادبی افسانہ

محسن محی الدین عباسی

قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔

مختصر تاریخ اردو ادب

سید اعجاز حسین اعجاز ایم۔ اے لکچرر شعبہ اردو الہ آباد یونیورسٹی مصنف آئینۂ معرفت وغیرہ

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ۔

نذر احباب

جناب شیخ مہدی حسین صاحب ایم۔ اے۔ ناصری لکھنوی۔

قیمت دو روپیہ۔

دنیا کی سچی کہانیاں

حصہ ۱، ۲، ۳، ۴

علیم الدین نیرنگ ہاشمی

قیمت آٹھ آنہ۔

ثمرۂ تجارت

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت چھ آنہ۔

یورپ کے سیارے

مولوی سید ظفر حسن صاحب ام دہوی فاضل و منشی فاضل۔ ہیڈ مولوی پارکر ہائی اسکول مظفر نگر

قیمت چھ آنہ

مونگے کا جزیرہ

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت بارہ آنہ۔

بالشتیوں کی سرزمین

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت دس آنہ۔

آئینۂ قدرت

سید وقار عظیم صاحب ایم۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

اچھوتی کہانیاں

سید وقار عظیم صاحب ایم۔ اے

قیمت چھ آنہ

افسانۂ ادب

سید وقار عظیم صاحب ایم۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

انوار حیات

سید وقار عظیم صاحب ایم۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

دیوزادوں کا ملک

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت آٹھ آنہ۔

رسیلی کہانیاں

سنت رام، بی۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

نیک بچوں کی کہانیاں

سنت رام، بی۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

نصیحت بھری کہانیاں

سنت رام، بی۔ اے...... قیمت آٹھ آنہ۔

ہل کے قواعد

۱۔ 'ہل' ہر ماہ میں ہندی، اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ محصول ڈاک سمیت اس کی سالانہ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے۔ ایک نمبر کی قیمت ۶/ ہے۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے۔ برہما کے لئے پانچ روپیہ آٹھ آنہ ہے۔ (صبر)

۳۔ جن صاحب کو کسی ماہ میں 'ہل' نہ ملے انھیں پہلے اپنے ڈاک خانہ میں دریافت کرنا چاہئے پتہ نہ لگنے پر ڈاک خانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں لکھے ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہئے۔

۴۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے ورنہ جواب ملنا مشکل ہوگا

۵۔ مضمون، تصویر، تبصرہ کے لئے کتابیں اور تبادلے کے لئے اخبارات وغیرہ بنام اڈیٹر ہل، انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد، بھیجنا چاہئے

۶۔ 'ہل' میں صرف دیہاتیوں کی دلچسپی اور گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اسکی زبان ہندوستانی یعنی آسان اردو یا آسان ہندی ہے۔ 'ہل' کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔

۷۔ کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور اُسے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی اڈیٹر کو ہے واپس شدہ مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا بغیر اس کے مضامین نہ واپس ہوں گے۔

۸۔ نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے۔ جگہ کے مطابق مضامین ایک یا زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔

۹۔ جن مضامین میں تصاویر ہوں گی ان تصاویر کے ملنے کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کر دیں گے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے۔ اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائیگا۔

ہل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ	۶۰	روپیہ ماہوار
" " تیسرا "	۶۰	" "
" " چوتھا "	۱۰۰	" "
مضامین کے اختتام کے سامنے کا صفحہ	۴۵	" "
" " " کا ایک کالم	۱۵	" "
" " " ۲ کالم	۳۰	" "
" " " ۳ کالم یا صفحہ	۴۵	" "

عام اجرت

ایک صفحہ یا ۳ کالم کی اُجرت	۴۰	روپیہ ماہوار
½ کالم " "	۲۵	" "
¼ " " "	۱۲	" "
⅛ " " "	٦	" "

۱۔ 'ہل' میں مخرب اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے۔ لہذا گندے اور عریاں اشتہار نہ بھیجئے۔

۲۔ ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو 'ہل' بلا قیمت بھیجا جاتا ہے۔

۳۔ اُجرت اشتہارات جو اوپر درج کی گئی ہے وہ مکمل (Final) ہے۔ اس کے لئے خط و کتابت کرنی بیکار ہے۔

۴۔ اشتہار کی اجرت پیشگی لینے کا قاعدہ ہے۔

خط کتابت کا پتہ

منیجر 'ہل' شعبہ اشتہار

انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

منیجر بک ڈپو۔ انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

I always get my seeds direct from Pocha's.
Yes, I know — because Pocha's have no agents.
No agent can and will do all the regular testing and careful storing of Seeds that Pocha's themselves do in Poona.
And I also know you can always get the freshest seeds direct from them
MILLERO
Pestonjee P. Pocha & Sons
Seed Merchants, 8, Napier Road, Poona

مارچ سنہ ۱۹۴۰ء

جلد ۲ نمبر ۳

یو، پی گورنمنٹ کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

سالانہ قیمت ۱۲

سنہ ۱۹۴۰ء

ایک پرچہ ۱/

किसान की लड़की

کسان کی لڑکی

باتصویر ماہوار رسالہ

مارچ ۱۹۴۰ء جلد ۲ نمبر ۳

آیا پھاگن

(از ایک دیہاتی)

آیا پھاگن کھلیان لگے
گاؤں کے پھر ارمان جگے
چھنٹ گئے اداسی کے بادل
بیکاری کے شیطان بھگے

راتوں میں گرماہٹ آئی
بدلی پیڑوں کی پرچھائی
جو کھیت کٹے کل آج
وہاں چاندنی چاندنے بکھرائی

چٹکی کلیاں گلیاں مہکیں
بن، باغوں میں چڑیاں چہکیں
چرواہوں نے دی ڈال ڈھیل
کچھ گائیں بھینسیں بھی بہکیں

گلزاروں میں کوئل بولی
مستی سے سب بستی ڈولی
دکھ درد کسانوں کو بھولا
ہے چڑھا پھاگ آئی ہولی

مت آج قرض کی بات کرو
میلی نہ چاندنی رات کرو
اے مہاجنو! تم گاؤں چھوڑو
جاکر کہیں دور تم ڈوب مرو

تم اپنا لٹھ دکھاؤ مت
ہے وقت بہت گھبراؤ مت
اے زمیندار کے کارندو!
تم آج ادھر سے آؤ مت

آئیگی تیری بھی باری
ہے پڑی زندگی ہی ساری
اپنا بستہ مت کھول آج
اے خون کے پیاسے پٹواری

دو ایک روز تو ستا لو
پگڑی بیٹھی گھر میں ڈالو
ہے وقت سنا لینا کل کو
ٹک آج ٹر کو تھانے والو

کھلیانوں میں بکھرا دانا
چوپالوں میں ہوتا گانا
دو چار خوشی کے یہ دن ہیں
پھر تو ہے دکھ ہی کا بانا

لے گھوم رہے پھیری والے
سوئیاں، کنگھی، ٹکلی، تالے
ہے یہی جھونپڑوں کی رانی
موقعہ، جو چاہے منگوا لے

تو بھول نیم کے پیڑ پھول
ہنس لے تھوڑا تو بھی ہبول
جس سے کسان بھی دنیا کی
کڑواہٹ کانٹے جائیں بھول

ہو بسی یا کہ اجڑی بستی
ہو چھائی مہنگی یا سستی
دو دن تو دل کو بہلا لو
آیا پھاگن آئی مستی

تقریبوں میں فضول خرچی

از رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز یو۔ پی

ایسے وقت میں جبکہ ہمارے کسان بھائی کوڑی کوڑی کو ترس رہے ہیں۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ تقریبات میں جو فضول خرچی رہی ہے وہ قطعی بند کر دی جائے۔ اس سلسلے میں جو لوگ دھرم کی دہائی دیتے ہیں وہ رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی کے اس مضمون کا بغور مطالعہ کریں۔ اس مضمون میں موصوف نے ہندو دھرم شاستروں سے ناقابل تردید شہادتیں دیکر یہ ثابت کیا ہے کہ ہمارے کسان بھائی شادی اور غمی وغیرہ کے مواقع پر جو فضول خرچی کرتے ہیں وہ دھرم کے خلاف ہے۔ دھرم شاستروں نے کہیں بھی ایسے اخراجات کی اجازت نہیں دی۔

ہمارے ملک کے کسان بہت غریب ہیں۔ دنیا میں شائد ہی کہیں کسان اتنی محنت کرتے ہوں اور پھر بھی اتنے غریب ہوں۔ کون نہیں جانتا کہ یہ دن بھر دھوپ میں کام کرتے ہیں اور رات کو فصل کی رکھوالی کرتے ہیں۔ مگر اتنی محنت کرنے پر بھی وہ اتنا نہیں کما سکتے کہ شادی یا غمی کے موقعہ پر بغیر قرض لئے ہوئے اپنا کام چلا سکیں یہ لوگ گیہوں پیدا کرتے ہیں۔ لیکن عموماً چنا یا باجرے پر گذر اوقات کرتے ہیں۔ کسان کپاس پیدا کرتے ہیں۔ مگر ان کی عورتوں کے کپڑوں میں سینکڑوں پیوند ہوتے ہیں اور مردوں کے جسم پر زیادہ تر لنگوٹی ہی نظر آتی ہے اگر تاپنے کے لئے الاؤ یا دھوپ نہ ہو تو سینکڑوں بھائی ٹھنڈ سے ٹھٹھر کر مر جائیں۔ ملک میں دودھ صرف ۱۲ آدمیوں ہی کے لئے کافی ہوتا ہے اور معمولی کسان کو دودھ یا گھی اِنے گِنے موقعوں ہی پر میسر ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ معمولی بیماری سے یا تو بہت کمزور ہو جاتے ہیں یا دنیا سے گزر جاتے ہیں۔ جبکہ دیگر ممالک میں زندگی کا اوسط ۴۷ سے لیکر ۵۵ سال کا ہے، ہمارے ملک میں (جس میں روپئے میں ۱۲ آنے کسان ہیں) زندگی کا اوسط ۲۳ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ ہمارے ملک کے کسان نہ تو کھاد ہی کے صحیح استعمال سے واقف ہیں نہ اچھے ہلوں یا بیجوں سے کام لیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیداوار بہت کم ہوتی ہے جہاں تک دیکھا گیا ہے گھر میں جتنے آدمی ہوتے ہیں وہ گھر کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے اور روز بروز غریب ہوتے جاتے ہیں۔

اپنی غریبی کے ذمہ دار خود کاشتکار ہیں

کاشتکار ہی خود اپنی غریبی کے لئے ذمہ دار ہیں۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہ کیا ہے۔ اپنی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے کاشتکاروں کو اوّل تو پیداوار بڑھانی چاہئے اور دوسری طرف شادی و غمی کے اخراجات کم کرنے چاہئیں۔ یہ دونوں باتیں ان کے ہاتھ کی ہیں بغیر اچھے بیج طاقتور کھاد اور عمدہ ہلوں کے پیداوار نہیں بڑھ سکتی۔ شاستروں میں لکھا ہے کہ پُرانے زمانے میں آٹھ، چھ اور چار بیلوں کے ہل چلا کرتے تھے آٹھ بیلوں سے چلنے والے ہل کو دھرم ہل کہتے تھے اور دو بیلوں کے ہل، جوتنے والے کو پاپی سمجھا جاتا تھا۔ جو ہل آٹھ اور چھ بیلوں سے چلایا جاتا تھا وہ زمین کی کھودائی بہت گہری کرتا تھا اور پیداوار بہت اچھی ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ کاشتکار ہر صورت سے آسودہ خوشحال رہتے تھے۔ پرانے زمانے میں ہر گھر میں کم از کم ایک دودھ دینے والی گائے ضرور رہتی تھی۔ اترّی مُنی کہتے ہیں کہ جس گھر میں کم از کم ایک دودھ دینے والی گائے نہ ہو وہ پاپی ہے۔ اُس کا نہ کبھی منگل ہو سکتا ہے نہ اس کے گناہ کبھی معاف ہو سکتے ہیں۔ شاستروں میں شادی وغیرہ رسوم میں فضول خرچی کا نام نشان بھی نہیں ہے اور سکھی ہونے کی وجہ یہی تھی کہ پیداوار بہت زیادہ اور خرچ بہت کم تھا۔ ہمارے کسان آجکل شادی یا غمی کی تقریبات میں پاگل کی طرح اپنا روپیہ پھونکتے ہیں ان کا خیال ہے کہ ایسے مواقع پر مذہب کی رو سے خرچ کرنا ضروری ہے۔ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے اور اِس مضمون کا یہی مقصد ہے کہ شاستروں کے حوالے دیکر اس ناسمجھی کو دور کیا جائے اور بتایا جائے کہ رشی منیوں نے اِن مواقع پر فضول خرچی کو منع ہی نہیں کیا بلکہ اِسے بہت بُرا کہا ہے۔

تقریبات کے متعلق شاستروں کی رائے

خاص خاص تقریبات پانچ ہیں۔ چوک، منڈن کان چھدائی۔ جنیو اور شادی شاستروں کے مطابق عورت کے پہلے حمل کے چار ماہ سے آٹھ مہینے تک چوک کی تقریب ہونی چاہئے کہیں کہیں اس موقعہ پر بھائی برادری کو دعوت دینے کی رسم جاری ہے۔ شاستروں نے اس دعوت کے کھانے کو بہت بُرا کہا ہے۔ کھانے والے کے گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے لئے ایک اشلوک میں بتایا گیا ہے اُس کے معنی یہ ہیں کہ عورتوں کے پہلے حمل ہونے اور چوک وغیرہ کے وقت جو کوئی دعوت میں شامل ہو اسے چاندراین برت کرنا چاہئے۔ وَعومیہ رشی نے بھی اس کھانے کو بُرا کہا ہے اور پریوگ پارجیت کی بھی یہی رائے ہے۔

"رگ ودھان" میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص بیخبری کے عالم میں چوک میں کھانا کھائے تو گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے لئے سو بار 'اریتو' منتر کا جپ کرے۔ دھرم سندھو میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ منڈن میں خاص طور سے دعوت منع کی گئی ہے۔ کچھ رشیوں کے قول سنئے۔ آپستمبسمرتی میں لکھا ہے۔

جو کنبے والے نہ ہوں اُن کو کسی بچے کی

کی پیدائش وغیرہ کی تقریب میں یا کسی کی موت کی تقریب میں اور خصوصیت کے ساتھ سنڈن میں کھانا نہیں کھانا چاہئے

انگرا رشی بھی یہی کہتے ہیں۔

پراشر رشی کہتے ہیں۔

چوڑا ہوم کے بعد اور نام رکھنے کے پہلے اور تقریب ولادت میں اگر کوئی کھانا کھائے تو سانت پن درت کرنے سے گناہ سے آزاد ہوتا ہے بڑے بڑے شاستر کار، آشولاین، آپستمب منو اور گوبھل کان چھیدنے کو کوئی تقریب ہی نہیں مانتے۔ اور جہاں کہیں یہ مانا گیا ہے وہاں اس موقع پر دعوت وغیرہ کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اِس لئے اِس موقع پر روپیہ خرچ کرنا فضول ہے۔ دونوں کانوں میں صرف دو ہی چھید کرنے چاہئیں خواہ وہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو۔ چھید بھی بہت پتلے ہونے چاہئیں۔ دھرم سندھو میں لکھا ہے کہ بڑے چھید کرنے سے پاپ ہوتا ہے۔ جنیو میں لڑکا سب دیوتاؤں سے اس بات کی دعا کرتا ہے کہ وہ اس کے برہم چریہ رکھنے میں معاون ہوں۔ تاکہ وہ وید اور دیگر علوم حاصل کر سکے۔ جنیو کے موقعے پر پرانے دھرم شاستر یعنی گرہ سوتر اور سمرتیوں میں برادری کو کھلانے کا کہیں ذکر نہیں آیا ہے یہ کھانے کھلانے کی بات جیت حال کی لکھی ہوئی کتابوں میں پائی جاتی ہے اور ماننے کے قابل نہیں ہے۔

شادی سب سے بڑی تقریب ہے۔ شاستر کے مطابق شادی کا منشا یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں ملکر نسل اور مذہب کو قائم رکھنے کے لئے بچے پیدا کریں۔ شادی کے بعد ہی ادھورا آدمی پورا ہوتا ہے ایک ہستی کا دوسری ہستی سے زندگی بھر کے لئے رشتہ جوڑ دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے اور اسی لئے منتروں پر جو ایک کو دوسرے سے جوڑتے ہیں بڑا زور دیا گیا ہے۔ ہوم اور پھیرے وغیرہ کے منتر بڑے معرکے کے ہیں اور شادی کے وقت اچھی طرح سمجھ لینے سے لڑکا اور لڑکی بڑی محبت اور آرام سے زندگی گزار سکتے ہیں۔ اس تقریب کی اہمیت کا باعث بھی صرف منتر ہی ہیں اور جس شادی میں لڑکا اور لڑکی منتروں کو نہیں سمجھتے وہ صرف ایک سوانگ ہے۔ پراشر منی کہتے ہیں کہ بغیر منتروں کی شادی مثل اُس دھندلی تصویر کے ہے جس میں صرف لکیریں ہی نظر آئیں۔ مگر نہ رنگ ہو نہ چمک اس تقریب کا ذکر گرہ سوتروں میں بڑی تفصیل کے ساتھ ملتا ہے لیکن آج کل کے خرچیلے رواجوں کا وہاں نام نشان بھی نہیں ہے شاستروں کے مطابق تو دو چار پیسے کی لکڑی، دو چار آنے کا گھی اور ایک پیسے کی کھیل شادی کے لئے کافی ہے۔ ان شاستروں میں برات کا کہیں ذکر بھی نہیں ہے اور آج کل کے رواج کے مطابق لڑکی والا جو اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر یا روپیہ قرض لے کر براتیوں اور گھراتیوں کی دعوت کرتا ہے وہ شاستروں کو بدنام کرتا ہے۔ لڑکی والے سے جو بن سکے وہ لڑکی کو دے۔ شاستروں نے اِس کا نام، استری دھن رکھا ہے لیکن دوسرے لوگوں کو کھلانا پلانا تو شاستروں پر لات مارنا ہے اور ایسی عظیم تقریب میں رنڈی بھانڈ اور شراب میں روپیہ برباد کرنا ایک ایسا گناہ ہے جس کا کفارہ بھی ادا نہیں ہوسکتا۔ گرہ سوتروں کے مطابق شادی کی رسم تین چار گھنٹے میں ادا ہو جاتی ہے اور شادی ہو جانے کے بعد لڑکی اپنے باپ کے گھر میں ٹھہرنے کا حق نہیں رکھتی۔ شاستر کہتے ہیں کہ اگر شادی رات میں ختم ہوئی ہو تو لڑکا اور لڑکی کسی ایسی برہمنی کے گھر میں رات گزاریں جس کا شوہر زندہ ہو اور جو بانجھ نہ ہو۔ صبح ہوتے ہی ان دونوں کو لڑکے والے کے گھر روانہ ہو جانا چاہئے۔ شادی کے بعد تین رات کا برہمچریہ، چترتھی کرم وغیرہ وغیرہ جو رسوم ہیں وہ لڑکے والے کے گھر ہی پر ادا ہونی چاہئیں۔ اس سے ثابت ہے کہ جہاں کہیں بارات آتی بھی ہو تو وہ ایک دن سے زیادہ لڑکی والے کے یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔ جہاں ایک روز سے زیادہ بھی برات ٹھہری تو شادی کے بعد کی سب کارروائی شاستر کے خلاف ہو جاتی ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے آخری صفحے پر کچھ گرہ سوتر بچن دے گئے ہیں۔

جب ویدوں کے لکھے کے مطابق شادی ہونی بند ہوگئی تو یہ گونے کا رواج شروع ہوا۔ اِس رواج کا ذکر پرانے پرانے شاستروں میں کہیں ہے ہی نہیں۔ اور اس بات کو فوراً بند کر دینا چاہئے۔ ناک کے چھیدنے کا کسی شاستر میں ذکر ہی نہیں ہے۔ یہ رسم حال کی ایجاد ہے اور اسے ضرور بند کر دینا چاہئے۔ اسی طرح دانتوں کو کمزور بنانے والی چونپ پہننے کا رواج بھی حال ہی کا ہے اور ناک چھیدنے کی رسم کے ساتھ اس کو بھی اُٹھا دینا چاہئے۔ ہم انگرا اور آپستمب رشیوں کے قولوں سے اوپر ہی ثابت کر چکے ہیں کہ پیدائش وغیرہ کے وقت بششھوں وغیرہ میں کھانا کھانے سے پرائشچت کرنا پڑتا ہے۔ شرادھ میں فضول خرچی بالکل منع ہے اور اس کے بارے میں دوسرا مضمون لکھا جا چکا ہے

مرنے اور جینے کا سوال

ہم اوپر دکھلا چکے ہیں کہ کسان بھائیوں کی آمدنی بہت تھوڑی ہے ہمارے ملک میں ہر چیز بہت مہنگی بک رہی ہے۔ اگر بچوں کا پیٹ کاٹ کر ہم بھتگھموں کے کھلانے میں یا ناچ تماشے میں روپیہ پیسہ برباد کرتے ہیں تو اپنے ہاتھوں سے ہی اپنے پیروں پر کلہاڑی مارتے ہیں۔ ان اخراجات کی زیادتی کے باعث کسان بھائیوں کے پاس جو کچھ گھر کی زمین تھی وہ بہت کچھ نکل گئی اور نکلتی جا رہی ہے۔ بڑی بڑی

ہی
دعوتیں دینے سے لڑکی کے پاس کچھ نہیں
پہنچتا اور لڑکوں کی گردن ہمیشہ کے
لئے کٹ جاتی ہے۔ کسان بھائیوں کے
سامنے ایک بڑا سوال درپیش ہے۔
ان کو اس دنیا میں زندہ رہنا یا مرنا ہے
ایک شاعر نے کہا ہے کہ دنیا میں دو طرح
کا مرنا ہے چنتا (فکر) سے اور چتا سے
چتا پر آدمی تھوڑی دیر میں بھسم ہو جاتا
ہے۔ مگر فکر دھیرے دھیرے ان کو کھا
کر مارتی ہے۔ غریب کسان کے یہاں لڑکی
پیدا ہوتے ہی گھر والے سمجھتے ہیں کہ ان
پر ایک بڑی ڈگری ہوگئی۔ اگر چنتا سے
بچکر خوش رہنا چاہیں تو کاشتکار بھائیوں
کو یہ فضول خرچی فوراً بند کر دینی چاہیئے۔
ہمارے شاستر بنانے والے بڑی
اونچی سمجھ کے آدمی تھے۔ اور ان کے
اقوال پر عمل کرنے ہی سے ایک گرہست
آدمی سکھ سے رہ سکتا ہے۔ اگر ایک
آدمی کوئی نئی بات کرے تو برادری
میں اس کی بدنامی ہو سکتی ہے لیکن
اگر جگہ جگہ کی پنچایتیں اپنے اپنے یہاں
خرچ کم کرنے کی تجویزیں پاس کریں تو
اس بدنامی کا جھگڑا ہی مٹ جاتا ہے
دیگر ممالک کے کسان سب سے پہلے
اچھا کھانا کھاتے ہیں جس سے ان
کی تندرستی بڑھتی ہے صاف کپڑے
پہنتے اور اچھے مکان میں رہتے ہیں
اس سے وہ ہر قسم کی بیماریوں سے
بچتے ہیں۔ پسماندہ سرمایہ اپنی اور اپنے
بچوں کی تعلیم میں خرچ کرتے ہیں جس
سے جہالت دور ہوتی ہے اور دنیا کی
نئی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں یہاں تک تو
لکیر کے فقیر ہونے سے خود مرتے ہیں اور
بچوں کو مارتے ہیں۔ اپنے لئے آپ خود
گڑھا کھودتے ہیں اور پھر الزام دیتے
ہیں قسمت یا خدا کو جب تک خود اپنے
ہاتھ سے پہنی ہوئی بیڑیاں نہ کاٹیں گے
تب تک ان کی نجات نہیں ہو سکتی۔
خدا انھیں توفیق دے تاکہ جلد یہ آپ اپنا
سدھار کر سکیں۔

ضمیمہ

سیت لکھمن نے شادی پوری ہوتی
ہے۔ آشوالاین رشی کہتے ہیں کہ شادی
پوری ہونے کے بعد ہی لڑکی کو لڑکے
کے گھر روانہ ہونا چاہیئے۔ اگر شادی
رات کو ختم ہو اور لڑکے کا مکان دور
ہو تو کسی ایسی برہمنی کے گھر میں رات
گزارنی چاہیئے جس کا شوہر زندہ ہو
اور جو بال بچوں والی ہو۔ اگر لڑکے
کا مکان قریب ہو تو اسی وقت لڑکے
کے گھر کو روانہ ہونا چاہیئے۔ شادی
کے ختم ہوتے ہی گوبل کہتر یہ میں
لکھا ہے کہ اسماپت سودھی ہنت اس
کے اوپر شرن چند۔ کانت ترکالنکار نے
یہ تشریح کی ہے کہ شادی کے ختم ہوتے
ہی لڑکی کو لڑکے والے اپنے گھر لے
جاتے ہیں۔ آپستمب گرہ سوتر میں یہ
لکھا ہے کہ شادی ختم ہوتے ہی لڑکی
کی روانگی لڑکے کے گھر کو کرائی جاتی
ہے۔ سب سوتروں سے یہی پتہ چلتا
ہے کہ شادی کے بعد لڑکی فوراً روانہ
ہو اور شادی کے بعد تین رات تک دونوں
برہمچریہ سے رہیں اور پھر لڑکے ہی کے مکان پر
شادی کی چوتھی رات کو چترتھی کرم ہو۔ اسکے بعد
دونوں ہمبستر ہو سکتے ہیں۔

بھارت کی جہالت ہم دم بھر میں مٹا دینگے

از جناب اندرجیت شرما میرٹھ

بگڑی ہوئی بھارت کی تقدیر بنا دیں گے
ہیں اس کے سپوت ایسے دنیا کو دکھا دینگے

افسوں سا جگا دینگے جادو سو چلا دیں گے
بچہ کو پڑھا دینگے بڈھے کو پڑھا دیں گے
بھارت کی جہالت ہم دم بھر میں مٹا دینگے

ہر گاؤں میں ودیا کا پرچار کریں گے ہم
در در پہ صدا دیکر ہشیار کریں گے ہم
سوتے ہوئے لوگوں کو بیدار کریں گے ہم
غفلت کا ہر اک دل سے پردہ ہی اٹھا دینگے
بھارت کی جہالت ہم دم بھر میں مٹا دیں گے

گمنام جہالت میں اب دل نہ رہے کوئی
تہذیب کے عالم میں غافل نہ رہے کوئی
اندھوں کی جماعت میں شامل نہ رہے کوئی
ظلمت سے نکلنے کی تدبیر سکھا دیں گے
بھارت کی جہالت ہم دم بھر میں مٹا دینگے

اچھی کھیتی کرنے والی انجمن

جناب ایس۔ بی سنگھ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی ایچ ڈی (کینٹب)
ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت مشرقی سرکل پرتاب گڈھ اودھ

کسی بھی گاؤں کے کسان چاہیں تو آپس میں مل کر اچھے بیج اور کھیتی کے لئے اچھے آلات کا انتظام اور کھیتوں کی معقول حفاظت اور سینچائی کا پورا انتظام کرسکتے ہیں۔ اور مزہ یہ کہ اس میں جو خرچ ہوگا وہ انھیں نہیں کے برابر معلوم ہوگا۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے یہی بات اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے بڑی خوبی سے بتائی ہیں۔

کھیتی کے بہت سے کام ایسے ہیں جن کو اکیلا کسان خواہ کتنی ہی محنت کرے پورا نہیں کرسکتا ہے کبھی اس کو پیسے کی کمی ہوگی تو کبھی زمین پر اسکا پورا قبضہ نہیں ہوگا وغیرہ۔ ان کاموں کو مناسب طور سے کرنے کے لئے عمدہ کھیتی کرنے والی انجمن ہر گاؤں میں ہونا ضروری ہے۔

ان عمدہ کھیتی کرنے والی انجمن یا پنچایتوں کی رجسٹری سرکار کی طرف سے ہو جاتی ہے۔ رجسٹری شدہ پنچایتوں کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ اپنے ممبروں سے چندہ وصول کرکے گاؤں کی ترقی کے لئے خرچ کرسکیں اس کے علاوہ جن کاموں کے لئے زیادہ پیسے کی ضرورت ہوتی ہے ان کے واسطے سرکار سے تقاوی مل سکتی ہے۔ انھیں پنچایتوں سے کھیتی کی ہر طرح کی ترقی کیجا سکتی ہے۔ مثال کے لئے ان پنچایتوں کے کچھ کام مندرجہ ذیل ہیں:۔

بیج:۔ اچھی کھیتی کے لئے عمدہ بیج بہت ہی ضروری ہے۔ لیکن ہمارے کسانوں کو عمدہ بیج کی تو بات ہی کیا۔ کسی کسی موقعے پر بیج کا ملنا ہی ناممکن ہوجاتا ہے۔ اکثر ہر گاؤں میں ایک ایسا مہاجن ہوتا ہے جو کہ کسانوں کو سوائی یا ڈیوڑھے پر بیج دیتا ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں دیکھتا کہ جو غلہ بیج کے لئے دیا جا رہا ہے وہ اچھا ہے یا خراب۔ عمدہ بیج تقسیم کرنے کے لئے کچھ سرکاری گودام کھلے ہوئے ہیں جن سے پنچایتوں کو عمدہ بیج اپنے ممبروں کو تقسیم کرنے کے لئے مل سکتا ہے۔ گرام سدھار والے گاؤں میں اس غلہ کی سوائی میں سے ۱۰ فیصدی سرکاری گودام کو واپس کرنا پڑتا ہے اور ۱۵ فی صدی پنچایتیں اپنے پاس رکھ سکتی ہیں۔ فرض کیا جائے کہ ایک گاؤں کے پنچوں کو ۱۰۰ من بیج کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ پنچایت سرکاری گودام سے ۱۰۰ من بیج لاکر کے اپنے ممبروں کو تقسیم کرے اور ان سے ۱۲۵ من غلہ وصول کرے۔ جس میں سے کہ ۱۱۰ من غلہ سرکاری گودام کو واپس کر دیوے اور ۱۵ من اپنے پاس رکھ لیوے۔ اس طرح سے دوسرے سال پھر سرکاری گودام سے بیج لاوے اور سوائی کا ۱۵ من اپنے پاس رکھ لے۔ ایسا کرتے رہنے سے پنچایت کے پاس قریب ۵ سال میں بونے بھر کو بیج اکٹھا ہو سکتا ہے۔ پھر اگر پنچایت چاہے تو وصول کردہ سوائی کو کسی اور کام میں لگاوے یا اپنے ممبروں سے سوائی وصول کرنا بند کر دے پنچایتی گودام رکھنے سے اچھا بیج ہمیشہ ملتا رہیگا۔ سوائی سود اور ڈھلائی کے خرچ سے کسان بچ جائینگے۔ یہ خرچ فی بیگھہ ایک روپیہ سے ڈیڑھ روپیہ تک ہر فصل پر ہو جاتا ہے۔

اچھے اوزار:۔ سنئی کی جوتائی کے لئے پنجاب اور وکٹری ہل ضروری ہیں کٹی کاٹنے کی مشین۔ منڑائی کرنے کے لئے اور لیڈ تھریشر اور دانہ صاف کرنے کی مشین یا "بنوور" زیادہ قیمت کے ملتے ہیں۔ ایسی مشین ہر ایک کسان نہیں خرید سکتا لیکن پنچایتوں کے لئے ان کا خریدنا آسان ہے۔ پنچایتیں ان کو خرید کر اپنے ممبروں کو تھوڑے کرایہ پر بھی دے سکتی ہیں۔ کسانوں کے لئے ان پنچایتوں کے ذریعہ کولھو اور کڑھاؤ کا بھی بند و بست کیا جا سکتا ہے۔

بہت سے مقامات پر جنگلی جانوروں سے کھیتی کو بہت نقصان ہوتا ہے ان سے بچنے کے لئے کھیتوں کے چاروں طرف کانٹے دار تار لگانا ہی سب سے بہتر ہے لیکن کانٹے دار تار اگر ہر کھیت یا ہر کاشتکار کی زمین پر الگ الگ لگایا جائے تو خرچہ زیادہ ہوگا۔ اور اگر چند کسانوں کی زمین کا ایک چک بناکر اسکے چاروں طرف تار لگایا جائے تو جنگلی جانوروں سے اتنی ہی بچت ہوجائیگی جتنی علحدہ علحدہ تار لگانے سے ہوسکتی ہے لیکن خرچہ میں بہت کمی ہو جائے گی۔ کیونکہ ایسی حالت میں تار بہت کم لگانا پڑے گا جیسا کہ نیچے بنے ہوئے نقشہ سے معلوم ہوگا۔

الگ الگ کھیتوں کی رکھوالی کرنے یا ان کے چاروں طرف تار لگانے سے خرچہ دس گنا سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ جو کسی اکیلے کسان کی طاقت کا نہیں ہے۔ ایک ہزار گز کانٹے دار تار کی قیمت تقریباً بتیس (۳۲) روپیہ ہوتی ہے۔ اسی شرح سے حساب لگایا گیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ اگر ایچ تار لگائے جائیں تو ۲ ½ بسوہ کھیت میں مبلغ تیرہ روپیہ کا تار لگے گا یعنی ایک سو چھپن روپیہ فی ایکڑ تار لگانے کا خرچہ ہوگا۔ مگر نصف ایکڑ کھیت میں بتیس (۳۲) روپیہ خرچ ہوگا یعنی چونسٹھ روپیہ فی ایکڑ خرچ ہوگا۔ اگر دو ایکڑ کا ٹکڑا ہو تو چونسٹھ روپیہ خرچ ہوگا یا بتیس روپیہ

فی ایکڑ اور دس ایکڑ کے ٹکڑے میں ایک سو دس روپیہ کا تار لگے گا یعنی گیارہ روپیہ فی ایکڑ - اور اگر ۱۶۰ ایکڑ کا مربع ٹکڑا ہو تو اُس میں پانچ سو چھہتر روپیہ کا تار لگے گا یعنی قریب تین روپیہ نو آنہ چھ پائی فی ایکڑ خرچہ ہوگا - اور ۶۴۰ ایکڑ کا مربع ٹکڑا یعنی ایک مربع میل ہو تو گیارہ سو بیس روپیہ تار میں خرچ ہوگا اور اس طرح ایک روپیہ بارہ آنہ فی ایکڑ خرچ پڑیگا - اگر پورا گاؤں اپنے کھیتوں کی حفاظت کے لئے تار وغیرہ لگانا چاہے تو بہت تھوڑے سے خرچ میں سب کھیتوں کی حفاظت ہو سکتی ہے - لیکن ہر کسان الگ الگ اپنے کھیت کو چاہے تو اتنا زیادہ خرچ پڑے گا کہ کوئی کسان نہیں ادا کر سکتا ہے -

کھیتی کی رکھوالی کا کام بھی اگر پنچایت کرے تو بہت سستے میں سب کی فصلوں کی حفاظت ہو سکتی ہے - لیکن اگر الگ الگ ہر ایک کسان اپنے کھیت کی رکھوالی کرے تو بہت محنت اور بہت زیادہ خرچہ ہوگا - گاؤں میں پنچایتی رکھوالے اب بہت جگہ فصل کی حفاظت کے لئے آپس میں چندہ کر کے کسانوں کی طرف سے رکھے گئے ہیں -

آبپاشی :- عام طور سے گاؤں میں کنواں تالاب یا نہر کے پانی سے سینچائی ہوتی ہے - جہاں پر نہر سے سینچائی ہوتی ہے وہاں کسی خاص طرح کی تکلیف کاشتکاروں کو پانی کے لئے نہیں ہوتی - تالاب سے سینچائی ہونے والے مقامات میں بھی کسانوں کو پانی سستا ملجاتا ہے لیکن جہاں صرف گہرے کنوؤں سے سینچائی ہوتی ہے وہاں کسانوں کو بہت دقت اور محنت سے پانی ملتا ہے - کنوؤں سے سستا پانی لینے کے لئے ان میں بورنگ کرانا - رہٹ لگانا یا کہیں کہیں پر انجن اور پمپ لگانا ضروری ہو جاتا ہے - ان سب کاموں میں زیادہ خرچ ہوتا ہے جو چھوٹے چھوٹے کسانوں کی طاقت کے باہر ہے لیکن پنچایتیں ان کاموں کو آسانی سے کر سکتی ہیں اور سنا ہے گورنمنٹ بھی پنچایتوں کو تقاوی وغیرہ کی مدد مل سکتی ہے جس سے یہ سب کام بآسانی ہو سکتے ہیں بہت سے مقامات میں چھوٹی چھوٹی نہریں - گولیں - اور نالیاں آبپاشی کے لئے بنانی پڑتی ہیں - یا پانی کے نکاس کے لئے نالے کھودنے پڑتے ہیں - اس طرح کے کاموں کو کوئی کسان اکیلا نہیں کر سکتا - مگر پنچایت کے روپئے یا ممبروں کی محنت سے یہ سب کام آسانی سے کئے جا سکتے ہیں اور سرکار بھی ان پنچایتوں کی اچھی طرح مدد کرتی ہے -

مویشی پالنا :- یہ مانی ہوئی بات ہے کہ اچھے سانڈ کا اچھا بچہ اور چھوٹے سانڈ کا چھوٹا بچہ ہوتا ہے اور کھیتی کے لئے اچھے بیل ہونے ضروری ہیں - یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ ایک کسان جس کے پاس ایک ہی گائے اور دو چار بیل ہوتے ہیں ایک سانڈ نہیں رکھ سکتا - ہمارے ملک میں پہلے بھی یہ رواج تھا کہ سانڈ گاؤں میں آزاد رمنانی گھوم کر چرتے تھے لیکن اب آہستہ آہستہ یہ رسم بند ہوتی جا رہی ہے - اس لئے مجبور ہو کر سانڈوں کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرنا پڑتا ہے، سانڈ پالنے کا کام بھی ایسا ہے جس کو صرف پنچایت ہی کر سکتی ہے - ان خاص کاموں کے علاوہ پنچایت اور بھی بہت سے کاموں کو جتنی آسانی سے کر سکتی ہے اُتنی آسانی سے ہر کسان الگ الگ نہیں کر سکتا -

اسی طرح فصل کی حفاظت کا کام پنچایت کے ذریعہ سستا اور اچھا ہو سکتا ہے - جن گاؤں میں - ایکھ باجرہ یا مکا جیسی فصلیں بوئی جاتی ہیں اُنھیں تقریباً سبھی کسان بوتے ہیں - اور ہر ایک کسان کو اپنے کھیت کی رکھوالی کا الگ الگ بندوبست کرنا پڑتا ہے - اگر کسی کے گھر میں رکھوالے کافی نہیں ہیں تو وہ حسب خواہش بو ہی نہ سکے گا ورنہ جانوروں سے بہت نقصان ہو جاتا ہے اور اگر رکھوالا مزدوری پر رکھیگا تو خرچہ اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ اُس فصل سے بچت بہت کم رہ جائے گی - اگر کچھ کسان ملکر ایسی فصلوں کو ایک جگہ میں بو دیں اور باری باری سے رکھوالی کریں یا چندہ کر کے ایک یا دو رکھوالے رکھ لیں - تو بہت سہولیت ہو جائے اور خرچ کم پڑے - خلاصہ یہ ہے کہ پنچایت بنا کر کسان کم سے کم خرچ میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں -

ہندوستان میں پنچایتی تجویز کچھ جدید نہیں ہے - یہ رواج ہمارے ملک میں زمانہ قدیم سے ہی ہے - ایسی گری ہوئی حالت میں بھی ہماری کھیتی پنچایتی کھیتی کہی جا سکتی ہے -

دیکھئے کھیتی کرنے کے لئے محض کسان اور مویشی ہی کافی نہیں ہیں ایک کسان کو بڑھئی - لوہار - کمہار - چمار - کہار - نائی اور دھوبی وغیرہ کی بھی ضرورت ہے - اگر کسان ان سب کو مزدوری دے کر کام لیں تو اتنا پیسہ کہاں سے پا سکتے ہیں - اس زمانہ میں بھی یہ سب ہمیشہ ورمل جلکر کام کرتے ہیں اگر ایک ہل بناتا ہے تو دوسرا پھال - ایک کھیتوں پر کسان کو پانی پلاتا ہے تو دو

سوت یا چرسہ تیار کرتا ہے ۔ ایک کپڑوں کو دھوتا ہے تو دوسرا برتن بناتا ہے۔ یہ سب روزگاری اپنے اپنے فرض اور روزگار بغیر پیسہ پائے کسان کی مدد سال بھر کرتے ہیں اور فصل آنے پر پیداوار میں اپنا اپنا حصہ تقسیم کر لیتے ہیں ۔ ایک قسم سے سب کسان ملکر پنچایتی طریقے سے لوہار ۔ بڑھئی وغیرہ کو نوکر رکھے ہوئے ہیں یہی مقصد ہم بڑے سے بڑے کام میں بھی رکھ سکتے ہیں ۔ اور مذکورہ بالا فائدے اُٹھا سکتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو دنیا کا سبھی آرام کسان کو پنچایت اور ایکتا کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے ۔

مسٹر مارش کا فیض آباد میں دورہ

گذشتہ ۱۰ دسمبر کو ہز ایکسیلنسی گورنر صاحب یو۔پی کے مشیر مسٹر پی ڈبلیو مارش گاؤں سدھار کا کام دیکھنے ضلع فیض آباد تشریف لے گئے آپ کے ساتھ جناب منوہر داس چیتر ویدی افسر صاحب محکمہ گاؤں سدھار بھی تھے ۔ مارش صاحب نے باری پور اور رودہی نامی دو دیہات ملاحظہ فرمائے اور وہاں گاؤں سدھار کے جو کام ہوئے ہیں اس سے خاص متاثر ہوئے رودہی میں مارش صاحب نے ہندوستانی میں تقریر بھی فرمائی اور گاؤں والوں سے باتیں کیں آپ نے دونوں مرکزوں میں اسکاؤٹوں کو مٹھائی کھانے کے لئے پانچ روپئے دیئے ۔ اس کے علاوہ موصوف نے گرل گائیڈ ٹریننگ اور بیبی ویل فیر کیمپ کا معائنہ بھی فرمایا۔ بیبی ویل فیر کے لئے موصوف نے سوا پچیس روپئے کا چیک دیا۔ ضلع فیض آباد گاؤں سدھار میں سب سے آگے ہے ۔ یہاں کی گاؤں سدھار سے متعلق کتنی ہی تصاویر ہم ہل کی گذشتہ اشاعتوں میں شائع کر چکے ہیں ۔ یہاں تین تصویریں اور شائع کیجاتی ہیں۔

مسٹر مارش ، مسٹر بینیٹ ڈسٹرکٹ جج ، کلکٹر ضلع اور گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے ممبر گرل گائیڈ ٹریننگ کیمپ میں

گاؤں سدھار بوائے اسکاؤٹ (فیض آباد) مارش صاحب کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں

گاؤں سدھار اسکاؤٹ کے رضا کار ضلع فیض آباد کے موضع رودہی میں مارش صاحب کا استقبال کر رہے ہیں ۔

محکمہ زراعت یوپی سے مدد و مشورہ لیجئے

(از جناب بصری لال سکسینہ پبلسٹی آفیسر محکمہ زراعت یو۔پی۔ لکھنؤ)

ڈائرکٹر محکمہ زراعت یو۔پی۔ محکمہ ہذا کے صدر ہیں۔ آپ کا دفتر چھوٹا چھتر منزل لکھنؤ میں ہے۔ محکمہ کی دیکھ بھال اور کام کی سہولیت کے لحاظ سے صوبہ جات متحدہ کی تقسیم ذیل کے چھ سرکلوں میں کی گئی ہے۔

نمبر شمار	نام سرکل	اضلاع سرکل
۱۔	سارداسرکل صدر دفتر لکھنؤ	لکھنؤ۔ کان پور۔ بارہ بنکی۔ سیتاپور۔ رائے بریلی۔ اُوناؤ۔ ہردوئی اور کھیری لکھیم پور۔
۲۔	بندیل کھنڈ سرکل صدر دفتر جھانسی	جھانسی۔ جالون۔ باندہ۔ ہمیر پور۔ آگرہ۔ اٹاوہ۔ اور تحصیل متھرا و چھاتہ ضلع متھرا۔
۳۔	روہیلکھنڈ کمایوں سرکل صدر دفتر بریلی۔	بریلی۔ مراد آباد۔ بجنور شاہجہاں پور۔ پیلی بھیت بدایوں۔ الموڑہ۔ نینی تال۔ اور گڈھوال۔
۴۔	مشرقی سرکل صدر دفتر پرتابگڈھ اودھ۔	پرتاب گڈھ اودھ۔ الہ آباد مرزاپور۔ بنارس۔ غازیپور۔ فتح پور۔ جونپور۔ فیض آباد اور سلطان پور۔
۵۔	شمال مشرقی سرکل صدر دفتر گورکھپور	گورکھپور۔ اعظم گڈھ۔ بلیا۔ بستی۔ بہرائچ اور گونڈہ۔
۶۔	مغربی سرکل صدر دفتر علیگڈھ	علیگڈھ۔ بلند شہر۔ میرٹھ مظفرنگر۔ سہارنپور۔ مین پوری فرخ آباد اور تحصیل سعدآباد و مانٹ ضلع متھرا۔

ہرایک سرکل ایک ڈپٹی ڈائرکٹر کے تحت ہے۔ محکمہ ہذا کی طرف سے ترقی نسل مویشیان کا کام ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت بندیل کھنڈ سرکل جھانسی کے سپرد ہے۔

ان چھ سرکلوں کے علاوہ ایک اور سرکل ہے جس کو "سرکل باغات" کہتے ہیں۔ یہ ڈپٹی ڈائرکٹر باغات کے ماتحت ہے جن کا صدر دفتر سہارن پور میں ہے۔ ڈپٹی ڈائرکٹر باغات کے ماتحت ۴ سپرنٹنڈنٹ باغات ہیں جن کے صدر دفتر آگرہ۔ الہ آباد۔ چوبٹیا اور لکھنؤ میں ہیں۔ باغ اور پھلواڑی کے متعلق ہرطرح کی صلاح و مشورہ کے لئے ان افسران سے خط وکتابت کرنا چاہئے۔

کھیتی باڑی سے تعلق رکھنے والے آلات کے لئے محکمہ انجینیرنگ ہے جو "اگریکلچرل انجینیر" یو۔پی کے دیکھ ریکھ میں ہے اور ان کا صدر دفتر و کارخانہ کان پور میں ہے۔ ہرایک ڈپٹی ڈائرکٹر کے صدر دفتر میں ایک اسسٹنٹ ایگریکلچرل انجینیر رہتا ہے۔ جو ٹیوب ول میں پمپ لگانے۔ آبپاشی و دیگر کھیتی باری سے تعلق رکھنے والی مشینوں اور اوزاروں کے متعلق رائے دیتا ہے۔

ہرایک سرکل پھر اور چھوٹے چھوٹے حلقوں میں منقسم ہے جن میں ۳۔۴ ضلاع تک ہیں۔ یہ سرکلیں اسسٹنٹ ڈائرکٹر محکمہ زراعت اور ڈویزنل سپرنٹنڈنٹ محکمہ زراعت کے ماتحت ہیں۔ جن کے صدر دفتر مندرجہ ذیل ہیں۔

نام سرکل	صدر دفتر اسسٹنٹ ڈائرکٹر محکمہ زراعت اور ڈویزنل سپرنٹنڈنٹ محکمہ زراعت
۱۔ سارده سرکل	۱۔ کان پور۔
	۲۔ ہردوئی۔
۲۔ بندیل کھنڈ سرکل	۱۔ جھانسی۔
	۲۔ آگرہ۔
۳۔ روہیلکھنڈ کمایوں سرکل	۱۔ مراد آباد۔
	۲۔ بھوالی۔
	۳۔ شاہجہاں پور۔
۴۔ شمال مشرقی سرکل	۱۔ بہرائچ۔
۵۔ مشرقی سرکل	۱۔ الہ آباد۔
	۲۔ بنارس۔
۶۔ مغربی سرکل	۱۔ میرٹھ۔
	۲۔ مین پوری۔

ہرایک ضلع میں ایک انسپکٹر زراعت رہتا ہے جو اس ضلع کے لوگوں کو کھیتی باری کے متعلق صلاح دیتا ہے اور سرکاری غلہ گوداموں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ ہرایک انسپکٹر زراعت کے ماتحت کئی سپروائزر ہوتے ہیں۔ جو کہ انچارج غلہ گودام کہے جاتے ہیں۔ ہر غلہ گودام پر تین کامدار رہتے ہیں۔ ان سپروائزروں اور کامداروں کے کام محکمہ زراعت کے ترقی دادہ کھیتی کے طریقوں اور ترقی شدہ بیجوں کی عمدہ اقسام کی اشاعت اور مظہر کرنا ہے۔ کامدار اپنے صدر دفتر کے گرد و نواح کے گاؤں میں جایا کرتا ہے اور کاشتکاروں کو کھیتی باری کے متعلق باتیں بتلایا کرتا ہے اور اگر اس کے حلقہ میں کوئی فصلوں یا جانوروں کی بیماری دیکھتا ہے تو فوراً اس کی رپورٹ انچارج غلہ گودام اور انسپکٹر زراعت ضلع کو دیتا ہے۔

پراونشل مارکیٹنگ افسر کا صدر دفتر لکھنؤ میں ہے جو خرید و فروخت اور اس کے متعلق باتوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں آپ کے ماتحت مندرجہ ذیل اہلکاران ہیں۔

نام افسر	کام
۱۔ فروٹ یوٹیلیزیشن اور مارکیٹنگ افسر صدر دفتر لکھنؤ۔	پھلوں کو محفوظ رکھنا نیز اُن سے چٹنی۔ اچار مربہ وغیرہ بنانا۔
۲۔ اسسٹنٹ مارکیٹنگ افسر صدر دفتر ہاپوڑ ضلع میرٹھ۔	انچارج غلہ، گڑ اور تیل
۳۔ اسسٹنٹ مارکیٹنگ افسر صدر دفتر کانپور۔	انچارج تلہن اور گھی
۴۔ اسسٹنٹ مارکیٹنگ افسر صدر دفتر آگرہ۔	انچارج متعلق مویشیہ وغیرہ اور چمڑے سے والی چیزوں کے۔

ان افسران کے پاس پیداوار۔ درآمد برآمد۔ مانگ ۔ قیمت اور دیگر زراعتی چیزوں کے متعلق اعداد رہتے ہیں جس کسی کو ان کی ضرورت ہو۔ مذکورہ بالا افسران سے خط وکتابت کر سکتے ہیں۔

"ایگریکلچرل پروڈوس (گریڈنگ اور مارکیٹنگ) ایکٹ ۱۹۳۷ء کے مطابق محکمہ ہذا کے افسران کھیتی کی پیداوار کی ترقی کے لئے کام کرتے ہیں اور بازار کے نرخ ۔ وزن و باٹ وغیرہ کا ٹھیک رکھنا ۔ پیکنگ ۔ مال کی نکاسی بھاؤ کی خبریں اور مال رکھنے کے طریقے وغیرہ بتلانا بھی ان کے مخصوص کام ہیں۔

پراونشیل مارکیٹنگ افسر یو'پی فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ کے سکریٹری بھی ہیں اسکے متعلق بھی اُن سے خط وکتابت کرنا چاہئے

زراعتی کالج کانپور میں محکمہ ہذا کے بہت سے سائنس داں افسران کے صدر دفتر اور لیبوریٹریز ہیں جو کہ خاص خاص زراعتی فصلوں اور اُن سے تعلق رکھنے والے مسئلوں کی کھوج کرتے ہیں ان افسران کی فہرست پرچہ ہذا میں شامل ہے۔

محکمہ زراعت کی طرف سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے لئے ایک زراعتی کالج موجود ہے جس میں ۴ سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد کامیاب طلبہ کو آگرہ یونیورسٹی کے ذریعہ بی۔ ایس ۔ سی (اے ۔جی) کی ڈگری ملتی ہے ۔ علاوہ اسکے بلندشہر اور گورکھپور میں دو زراعتی اسکول ہیں جہاں زمینداروں اور کاشتکاروں کے لڑکوں کو علمی زراعتی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اسکولوں کا کورس دو سال کا رکھا گیا ہے اور ہر طالب علم کو ورناکیولر فائینل پاس ہونا ضروری ہے۔

لکھنؤ میں محکمہ زراعت کے مندرجہ ذیل دو افسر اور رہتے ہیں۔

۱۔ جوائنٹ ڈائرکٹر محکمہ زراعت یو'پی۔
۲۔ ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت انچارج اشاعت اور گنا۔

محکمہ زراعت کے فارموں کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ رایا فارم متھرا۔
۲۔ کلیان پور فارم ۔ کانپور۔
۳۔ کلائی فارم ۔ علی گڈھ۔
۴۔ بلندشہر فارم۔
۵۔ میرٹھ فارم۔
۶۔ مین پوری فارم۔
۷۔ فرخ آباد فارم۔
۸۔ نواب گنج فارم بریلی۔
۹۔ ہردوئی فارم۔
۱۰۔ فیض آباد فارم۔
۱۱۔ بنارس فارم۔
۱۲۔ اٹاوہ فارم۔
۱۳۔ بچپوری فارم آگرہ۔
۱۴۔ اُترا فارم ۔ باندہ۔
۱۵۔ اوناؤ فارم۔
۱۶۔ بارہ بنکی فارم۔
۱۷۔ حیدر گڈھ فارم۔
۱۸۔ نگوہی فارم۔
۱۹۔ ٹرنر فارم ۔ رائے بریلی۔
۲۰۔ پرتاب گڈھ اودھ فارم۔
۲۱۔ گورکھپور فارم۔
۲۲۔ جیولیکوٹ فارم ۔ نینی تال۔
۲۳۔ انسٹرکشنل فارم کانپور۔
۲۴۔ اسکول فارم بلندشہر۔
۲۵۔ اسکول فارم گورکھپور
۲۶۔ ریسرچ فارم کانپور۔
۲۷۔ مظفرنگر فارم۔
۲۸۔ شاہجہاں پور فارم۔
۲۹۔ نگینہ فارم ۔ بجنور۔
۳۰۔ بیلا تال فارم۔
۳۱۔ ہردوئی فارم۔
۳۲۔ منجھا فارم۔

کیٹل بریڈنگ (گائے بھینس اور سانڈوں کے) فارم

۳۳۔ مادھری کنڈ ۔ متھرا۔
۳۴۔ ہیم پور ۔ نینی تال۔
۳۵۔ بھراری ۔ جھانسی۔

کانپور میں رہنے والے افسران محکمہ زراعت

۱۔ اکونومک بوٹینسٹ ٹو گورنمنٹ یو'پی تلہن ریشہ اور جئی کے انچارج ہیں۔
۲۔ اکونومک بوٹینسٹ ٹو گورنمنٹ یو'پی۔ گیہوں، جوار کپاس کے انچارج ہیں۔
۳۔ اکونومک بوٹینسٹ ٹو گورنمنٹ یو'پی۔ گنا اور دھان کے انچارج ہیں۔
۴۔ پلانٹ پیتھولوجسٹ ٹو گورنمنٹ یو'پی۔ فصلوں کی بیماریوں اور ان کے علاج کے انچارج ہیں۔
۵۔ انسٹومولوجسٹ ٹو گورنمنٹ یو'پی۔ فصلوں کے نقصان دہ کیڑوں اور انکے علاج کے انچارج ہیں۔
۶۔ ایگریکلچرل کیمسٹ ٹو گورنمنٹ یو'پی ۔ زمین کی جانچ کھاد وغیرہ کے انچارج ہیں۔
۷۔ ایگریکلچرل انجینیر ٹو گورنمنٹ یو'پی ۔ کھیتی باری کی مشینوں ۔ پانی اُٹھانے کے پمپ ۔ انجن اور ٹریکٹر (انجن سے چلنے والے ہل) وغیرہ کے انچارج ہیں۔
۸۔ آفیسر انچارج ایگریکلچرل لائبریری ۔ صوبے کی زراعتی کتابوں کے انچارج ہیں۔

(ریڈراٹ کی بیاری روکنے کے لئے حکومت کی طرف سے محکمہ زراعت میں رکھے جانے والے ملازم اپنی ماہوار میٹنگ کرنے کیلئے گورکھپور میں جمع ہوئے ہیں)

کانا ناٹک

(از مسٹر اے ۔ آر ۔ پربھاکر ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت شمال مشرقی سرکل گورکھپور)

[کانا گنے کی ایک قسم کی بیاری ہے جسے کنا سرفا یا ریڈرار کہتے ہیں اس بیاری سے گنے کی فصل کیونکر بچائی جاسکتی ہے یہی بات اس ناٹک میں بڑی خوبصورتی سے سمجھائی گئی ہے ۔]

مقام ۔ ایکھ کے سوکھتے ہوئے کھیت کی مینڈ۔

بھیا رام رام

گھرہو ۔ نرہو بھیا رام رام ۔

نرہو ۔ گھرہو بھیا جے رام ۔

گھرہو ۔ کہو کشل منگل ۔

نرہو ۔ کا کہی دیکھتیو ناہی کہ سب گنوا مجرائے کے بلان جات ہے ۔

گھرہو ۔ دیکھت کا ہے ناہی ۔ سب دیکھت ہے ۔ ئی سب اپنی کرنی کا پھل ہوئے ۔

نرہو ۔ ئی کرنی ورنی کچھ ناہی دایو کا مار ہوئے ۔

گھرہو ۔ دایو کا مار ۔

نرہو ۔ ئی کے آوت ہیں ؟

گھرہو ۔ کا جنی کے ہوئیں ۔ دو چار دن سے گاؤں ۔ گاؤں ما گھومت ہیں او کہ کھدائے کھدائے جرگادت ہیں ۔

آگنتک ۔ کہو بھائی ۔ کس اداس بیٹھا ہو؟

نرہو ۔ گھرہو ۔ کا اتنو عقل ناہی ہے گنا مجرائے گا ۔ تہرے آنکھی کے سمنوے تو ہے ۔

آگنتک ۔ ہم یہی پائے آئن ہے ۔ سرکار ہم سب کا یہی کے خاطر نوکر راکھس ہے تنی پھر دہاے آؤ تب ہم ئی سب کا ایک جتن بتائی ۔

نرہو ۔ سنت ہن کہ تم کھیت کھود کے اجار کے دیت ہو ۔ نا بھیا نا کا تھیں پھر دہا دیکے جون دو ایک ہر برا او کہ رہی گے ہے تو لو کھدائے کے چو پٹ کرائی ۔ جون دایو کرے او ہے ہوئے ۔

آگنتک ۔ ہم کا دایوے ہٹھن ہے ۔ او اونہی کا بتا وا تھیں بتائب ۔ جونے سے تمھار گنوا نہ مجرائے ۔

گھرہو ۔ اچھا بھائی پھر دہا دے دیو ۔ دیکھی تو دایو کا بھیجا کا دیکھاوت ہیں ۔

نرہو ۔ لیٹوے لیو ۔

آگنتک ۔ دیکھو بھائی تمھار گنا کنا (کانا) سے مجرات ہے ۔ یہ چھوا چھوت کیر بیاری

"دیکھو بھیا یہی لال دھبہ کانا کی بیماری ہے ہوئے"

ہے ۔ اوئی روگھا بیاسے اور پھیلت ہے ۔ (سوکھتے ہوئے گنا کو چیر کر) دیکھو بھیا لوگ گنے کے گچھا ما یئے لال لال دھبا اور چھینھ ہے ۔ یہے تو کانا کی بیاری ہوئے ۔ (اب سب تھان کو جڑ سے کھود کر) اوئی گیڑی ہوئے جون بویو رہا ۔ ایک پھاڑ کر دیکھو تو او ہے للائی ہیو ۔

نرہو ۔ گھرہو ۔ دیکھو بھیا ٹھیک کہت ہو ۔

آگنتک ۔ ہم کھیتی کیر او کین ڈبلیو کیر نوکر رہا ہوئی ۔ ہمار کام کھیتی کے او نتیہ کرب اور یہ سا گنا کیر بیاری کا دور کرب ہے ۔

نرہو ۔ گھرہو ۔ اب تو بھیا ہم لوگ او کھیا نہ بوئب ۔ اور جو بوئب تو دیسی سروتی بوئبے جس پرکھا پرنین کے بات چھوڑ کیر ئی سب آفت مول لین تس پائن ۔

گھرہو ۔ ہاں بھیّا ٹھیک ہے ۔

اوکھ سروتی سریا دھان

انھیں چھانڑ جن بویو آن

آگنتک ۔ تنک سوچو بچارو اپنے پیرا خود ہی کلہاڑی نہ مارو کچھ عقل سے کام لیو ۔ سروتی سے اُتنا پیسہ کہاں مل ہے ؟ اوکا مل مول لیئی ۔ جتنا یہ سے فائدہ ہوئے اتنا کھاد دیئی کا چاہی جب سروتی سے تگنا ۔ چوگنا یہ اوکھ ما بہاں ہوت ہے تو اوکا اتنے کھادو دیئی کا چاہی نا ۔

نرہو ۔ گھرہو ۔ ہاں بھیّا ٹھیک تو ہے ۔ کہو بھیا اور کہو ۔ پہلے تو تم ئی بتا ؤ کہ تمھارا ناؤں کا ہے ۔

آگنتک ۔ ہمارا ناؤں ؟ ہمارا ناؤں ہے اچھّا پورن ۔

گھرہو ۔ اچھّا بھیّا اچھّا پورن ۔ اچھّا پوری کرو ۔

اچھّا پورن ۔ اچھا تو سنو ۔ من لگائے کے سُنو ۔ ناہی تو چلو گاؤں ما چلی وہیں سب کا بٹورکے بتائے دیئی جو نے سے سب کا فائدہ ہوئے ۔

نرہو ۔ گھرہو ۔ ٹھیک ہے بابو صاحب ہوُئے کے ٹھکانے پر چلو ۔

اچھّا پورن ۔ بابو صاحب کے ٹھکانہ پر کہ پنچایت گھر پر ؟

نرہو ۔ گھرہو ۔ ٹھیک ٹھیک وہیں ٹھیک پر ہے ۔

(پنچایت گھر پر پہنچتے پہنچتے کئی آدمی بچے ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں ۔)

بچے ۔ ئی تو اوہے بابو صاحب ہوئیں ۔ جون کا لھ پروں گونئی اور نیک نیک باتیں بتاوت رہن اور گنا کیہ بیماری نیک کرے کیر ترکیبیا بتاوت رہن ۔

اچھا پورن ۔ تنی سب گاؤں وا ین کا بٹورتو لیو ۔ سب کا وہے بات بتائی جون تھیں سکھائن ہے ۔ (بچے جاتے ہیں)

(برساتی کا گھر)

بچے ۔ دُکھو سُکھو ۔

دُکھو سُکھو ۔ چلو (دوڑکے ساتھ ہو لیتے ہیں)

دُکھنی (دُکھو سکھو کی ماں) ہے دکھوا ہے سکھوا کہاں جات رہس ؟ اہر آؤ ۔

دُکھو سُکھو ۔ چھن بھرے ما آیت ہے ۔

چھن بھرے ما آیت ہے

دُکھنی ۔ اچھا کا گور د بچھ دسب بھوکے رہی ہیں ؟ لوٹ کے کہاں ۔

کھیبو ۔ رمہ بیا کے چاچا تنی رڑکو ۔

برساتی ۔ ہم ہو تو جا ئت ہے ۔ سُنن ہے کہ بابو نیک نیک بات بتاوت ہیں ۔

دکھنی ۔ تہوں مت گے ہیں ہو ٹھرو متی ہر گئے ہے ۔ تُہار کھیت کھود کے اجار دئے تنی چوا چا نگر جون کھائے کا پاوت ہیں تو نو بلائے جائے ۔

(گھر کا کواڑ بند کر لیتی ہیں ۔ برساتی گڑگڑاتا ہے)

برساتی ۔ ہار سب بات بگڑ جائی ہم تو گاؤں کا سرپنچ ہوئی ہمرے بنا گئے نہ بنی ۔

دکھنی ۔ جب سے ئی گاؤں سدھار چلا ہے تب سے ہمار گھر بلائے گا ۔ لڑکا ۔ پڑکا ۔ بال بچہ ۔ بوڑھ جوان سب کیو بورائے گئے

ہمارے بغیر گا سئے نہ بنے ۔

سب کے متی ماری گئے ۔

(اتنے میں بلّی دودھ کی ہنڈیہ کھڑکاتی ہے دُکھنی دَوڑ کر ادھر جاتی ہے ۔ برساتی پنچایت گھر پر پہنچتا ہے وہاں پر بہت سے کاشتکار ۔ بوڑھے ۔ بچے ۔ جوان اکٹھا ہوتے ہیں اور اچھا پورن اپنی پہچان کراتے ہیں)

اچھّا پورن اپنا تعارف کراتے ہیں

اچھا پورن ۔ ہم کھیتی کے دفتر کی طرف اور گنّا سدھار (کین ڈیلو) کی طرف سے خاص کے سے اس گنّا کے روگ کا ناش کرے کے خاطر نوکر راکھا گئین ہے ۔ جیسے ایکر ناس کین جائی سب ہم کا بتاوا گوا ہے ۔ ہمرے ذمّہ پانچ سات گاؤں ہیں جونے ما ہم گھوم گھوم کے یہی روگ کے ناس کرے کے اُپائے کا پرچار کرت ہے ۔ اور نیک کھیتی کرے کا ڈھنگ بتاوت ہے ہمرے اوپر انسپکٹر لوگ ہیں جے سب کا نیورا ۴ سال تک کھیتی کی سب ودّیا پڑھ چکا ہیں ۔

ہم میں سے [illegible]

وہی ہمار کھیت دیکھت ہین ۔ اور جون بات ہم سے ناہی آوت ہے اوکا ہیں بتاوت ہیں ۔ اور جون بھر نئی نئی بات کھیتی کے بارے میں دیس بدیس ما ہوت ہیں او ہے سب دیس ما پھیلاوت ہیں ۔ ان کے اوپر کئی کئی ضلعوں میں ایک ڈپٹی ڈائرکٹر یا کین ڈیلمنٹ افسر ہوت ہیں جے کھیتی کی سب باتن کی انتظام

کرت ہیں ان سے ملے سے اور چیٹھی جو پاتی لکھے سے سب بات معلوم ہوئے جات ہیں۔ ایکر کونیو فیس و خرچہ ناہی لین جات ہے۔ سب اپنے خرچہ سے آوا جاوا کرت ہیں اور چیٹھی کے جوابو دین کرت ہیں۔ (ان کے بعد وہ گنے کے بیمار تھانوں کو معہ اس گیڑی کے جو بوئی گئی تھی، دکھاتے ہیں۔ گیڑی کا گودا سب لال ہو کر مڑ کر سوکھ گیا ہے۔ نقصان کا سوکھا ہوا گنا۔ بیچ سے چیر کر اس میں لال دھبے دکھا دکھا کر یہ بتاتے ہیں) دیکھ لیو یہ لال دھبہ اور معاری گنا۔ کا نام سرخی یعنی ریڈ راٹ کی بیماری ہوئے۔ (جو گنے ہرے دیکھتے تھے اُن کو بھی چیر چیر کر دکھایا۔ ان میں بھی لال لال دھبے دیکھنے میں آئے۔ تب انھوں نے کہا) دیکھو سب نقصان کے نقصان روگان ہیں۔ اور سب کے سب اکھاڑ کے جلائے دیئے کا چاہی۔

(گنا بونے کے لئے کھیت پلیھر کی طرح کمائے جاتے ہیں)

بولو بچے

اِچھا پورن۔ اوکھی سوکھی کا ہے؟
برساتی۔ ریڈ راٹ کے آئے۔
اِچھا پورن۔ اب کا جتن کرائی؟
برساتی۔ ایکا کھود جرائی۔
اِچھا پورن۔ بولو بچے۔
برساتی۔ ہم ہیں پکے پودے بچے۔
اِچھا پورن۔ کیا کروگے؟
برساتی۔ کھیتیا سدھار۔
اِچھا پورن۔ کیا کروگے؟
برساتی۔ کانے گنے کا ناش۔
اِچھا پورن۔ کیا کروگے؟
برساتی۔ اچھے گنے کا پرچار۔
اِچھا پورن۔ کیسے؟
برساتی۔ کانا گنا جڑسے کھدا کے۔
اِچھا پورن۔ کیسے؟
برساتی۔ گیڑی تک اس کی نکلا کے۔
اِچھا پورن۔ کیسے؟
برساتی۔ ٹھیک طرح سے اُسے جلا کے۔
اِچھا پورن۔ کیسے؟
برساتی۔ مشٹن ہل سے کھیت جتا کے۔
اِچھا پورن۔ کیسے؟
برساتی۔ اُن میں بڑھیا کھاد دلا کے۔
اِچھا پورن۔ کیسے؟
برساتی۔ بڑھیا بڑھیا بیج دلا کے۔ دور دیش سے بیج منگا کے۔
اِچھا پورن۔ کیسے؟
برساتی۔ ٹھیک طرح سے انھیں بُوا کے۔
اِچھا پورن۔ کیسے؟
برساتی۔ ٹھیک طرح سے انھیں کما کے۔
اِچھا پورن۔ کیا کروگے؟
برساتی۔ کنگالی ناس۔ دلیس سدھار۔ کرش سدھار۔ اچھے گنے کا پرچار۔
برساتی۔ گانا سنائی۔
اِچھا پورن۔ ارے اب ہمن ناہی۔ اوکا جب سمے آئے تب۔
(برساتی۔ پانچو۔ رجب کسانوں کی بیٹھت)
ہاں۔ ہاں سمجھا۔ جون گنوا جھرائے گا ہے اوکا جڑسے اوکھاڑ کے معہ گیڑی کے جلائے دیئے کا چاہی۔
اِچھا پورن۔ نا بھائی نا۔ سنو سب گڑ گوبر نہ کرو۔ جو گنا کا ناکی بیماری ستے جھرات ہے۔ اوکا کھود کے جلا دے کا چاہی۔
کاشتکار۔ تو کا اَور و کونیو کارن سے گنا جھرات ہے؟
اِچھا پورن۔ ہاں کا ہے ناہی۔ سوکھا پرے سے یا پانی نہ پائے سے گنا جھرائے لاگت ہے۔ کا اوکا جلئیبو؟ او تو پانی دیے سے ٹھیک ہوئے جائی۔ دیمکو لاگے سے گنا سوکھت ہے۔ اوکا پانی دبے سے اور گوڑے سے اوکر سوکھب بند ہو جات ہے۔ چھدا۔ کنسوا یا پھیکا سے بھی گنا جھرائے لاگت ہے۔ اوکرے سوکھے حصہ کا کاٹ کے جلائے دے کا چاہی جون گنا یہ کا ناوالی بیماری سیتر سوکھت ہوئے وہی کا جڑسے معہ اُس گیڑی کے جو بوئی گئی رہی ہوئے کھود کا جلا دے کا چاہی۔
اب من لگائے کے سنو۔ ہم یہ بیماری کیر پہچان بتائت ہے گنا کی سب پاتی مرجھائے کے سوکھے لاگت ہے اور نیچے کا جھک جات ہیں۔
کسان لوگ۔ ہاں۔ ہاں۔ پیارائے جات ہیں اور گانٹھ سکھائے لاگت ہے۔
برساتی نرہو وغیرہ۔ ارے گنٹھ وے کا سب گنے جھرائے جات ہے۔ کھیت کا کھیت جھرائے جات ہے۔
اِچھا پورن۔ اب دیکھو یہ چیرے پھٹے گنے کا دیکھو اور سونگھو۔
کچھ کسان و بچے۔ ہاں ہو گندھات ہے سڑی اور کھٹی سی گندھ آوت ہے۔
اِچھا پورن۔ ہاں ٹھیک سمجھیو۔ کیا ء۔
کچھ بچے۔ ہاں بیماری کیر۔ پہچان۔ گانٹھ کا سکھاب۔ گودا ما لال دھبہ اور کھٹی سی مہک اور پھر سب فصل کیر سکھائے جاب۔
پانچو۔ پہچان تو بتایو۔ اب علاج تو چاہی۔
اِچھا پورن۔ سنو اور سجے پڑھے ہوئیں تے لکھ لیئیں۔ جن اوکھن ما ہیاں ئی بیماری لاگ ہوئے اوکا بودے کے کام ما نہ لاؤب اور وہ کھیتے سے بیا تک نہ لیب۔
نرہو۔ ہاں ئی تو سمجھن جون آپ گانٹھا کھود کے دکھائن۔
اِچھا پورن۔ یہ چھوت کیر بیماری ہے۔ ئی بیماری گنا، دیمکو کے کاٹے بھئے جگہ سے یا کنسوؤں کے چھیدوں سے پہونچت ہے۔ اور بیمار گنن کے پاتن سے ایکرے ذریعے نیک گنن پر گر کے جوان ما کونیو زخم ہوئے تو وہی سے بیماری پہونچاوت ہیں۔ یہ ہوا۔ ماٹی اور پانی سب طرح سے پھیلت ہے یہ سے بچو بتاؤ کا کرے کا چاہی۔
ملھو۔ جونے گڑاس یا پھروہا سے بیمار گنا کاٹا گا ہوئے اُسے بیا کے خاطر گنا نہ کاٹے کا چاہی۔
شکھو۔ بیا کی گیڑی کا دونوں سرا دیکھ لیئے کا چاہی۔ جونے ما لال دھبہ کی شک تک ہوئے اوکا نہ بویا جائے۔

پاکھنڈی ۔ کھیت اُگے بہ جون بوئی مُرجھات ہوئے اوکا دیکھے کا چاہی ۔ اگر دیمک۔ پھیکا وغیرہ سے نہ سوکھتا ہوئے تو اوکا کھود کے دیکھا چاہی ۔ جو لال دھبّہ ہوئے تو اوکا نکار کے جرائے دیوے کا چہی ۔

جیاؤن ۔ دُور دُور سے گنّا لائے کے بوئے سے فصل اچھّی ہوت ہے اور بیماری کم لاگت ہے ۔

دُکھو ۔ بیمار گنّا کے کھیت سے ہوئیکے نیک گنّا کے کھیتے ما پانی نہ جائے کا چاہی۔

جوکھو ۔ ارے پانی کون چیز ہوئے ماٹی تک نہ جائے کا چاہی ۔

اِچھّا پورن ۔ اور

لٹاون ۔ کھیتے کا خوب کمائے کا چاہی۔ اور خوب کھاد دیئے کا چاہی ۔

اچھّا پورن ۔ اور پیڑی ؟

بچّے ۔ بالکل نہ راکھے کا چاہی ۔ پیڑی راکھب آپن موت بلائب ہے ۔

اچھا پورن ۔ اور فصل اول بدل کے۔

برساتی ۔ بونا چاہی ۔ جلدی جلدی گنّا کے کھیتے ماگنّا نہ بودے کا چاہی ۔ چوتھی سال سے پہلے گنا کیرے کھیتے ماگنا نہ بودے کا چاہی جو دھان کے بعد مٹر (کراؤ) اور مٹر کے بعد گنّا بووت ہیں او آپن ناس کرت ہیں ۔ کاہے

گنّے کھودے جاتے ہیں

سے کہ زمین کا کچھ آرام ناہی ملت ہے ۔ اور نہ اوہما طاقت رہت ہے بہ سے دھان کے بعد کھیت پلمبر کی طرح کمائے کے گنّا بونا چاہی ۔ جو کراؤ بودے کا ہوئے تو کراؤ کے بعد سنئی بو کر چھ ہفتہ بعد کھیتے ما جوت کے کھاد بنائے دے کا چاہی ۔ پھر اگلے سال اوہما گنا بودے کا چاہی

اِچھّا پورن ۔ اور کھلار کھیتے میں ؟

برساتی ۔ گنّا نہ بودے کا چاہی ۔

اِچھّا پورن ۔ کاہے کا ؟

برساتی ۔ پانی بھرا رہے سے دیہا روگ لاگت ہے ۔

اچھا پورن ۔ تو وے کھیت خالی پڑا رہیں؟

برساتی ۔ ناہی اُن ما دھان بو وا جائے۔

اِچھّا پورن ۔ اور ۔

برساتی ۔ اور فصل کے آخر ما اوکھ کے جڑن کا چاہے وہ اوگان ہوئیں چاہے ناہی۔ معہ گانڑا کے جون بوواگوا ہو نکار کے اور جمع کئے کے جلائے دیوے کا چاہی یا جلونی کے کام ما لاوے کا چاہی ۔ مسٹن یعنی ماٹی پلٹے والے ہر سے گہری جوتائی کئے کے کھلا چھوڑ دیب ٹھیک ہوت ہے ۔

برساتی ۔ خوب پڑھا لِو بابو صاحب خوب کچھ آپو کہو ۔ ہم آپے کے مہاسے کچھ سُنے کا چاہت ہے ۔

اِچھّا پورن ۔ ئی سب ہم سُنی بتائن ہے۔ تو لیو سُنو ہم آخری بات بتائت ہے یہی سے سب قسم کی کھیتی ما ہیاں نفع ہوئی ۔

۱ ۔ کھاد کا اچھّی طرح تیار کرو ۔ گوبر ۔ کوڑا کرکٹ وغیرہ کا گڈہا میں ہیاں جمع کرو ۔ جب گڈھا بھر جائے تب اوکا ماٹی سے توپ دیو اور چھ مہینہ بعد کام میں لاؤ ۔

۲ ۔ گھاس ۔ پھوس ۔ کوڑا کرکٹ وغیرہ کا کمپوسٹ بناؤ ۔ یہو ایک طرح کے کھاد ہے جون گڈھا کے کھاد سے بھی جلدی تیار ہوت ہے ۔ گھاس پھوس میں گوبر ۔ پانی ۔ دہیا ۔ راکھی وغیرہ ملا کے راکھ کے بار بار پلٹے کا چاہی۔ یہ گڈھا کی کھاد سے نیک ہوت ہے ۔

۳ ۔ جہاں گائے بھینس باندھا جات ہوئیں دہاں ایک بتیا ماٹی جمع کئے کے موت سوکھے کا انتظام کرو ۔ جب پیچھے والی ماٹی موت سے بھیج جائے تب اوکا کھونٹا کی اور کھونٹا کی اور کی ماٹی پیچھے کرو ۔ ایکا کبوں کبوں گوڑ دو ۔ جونے سے پشو کا بیٹھکا ملائم رہے ۔ کبوں مُدت بیکا نہ ہے پادے ۔ کاہے سے کہ موت کھیتن ما اوتنے لاگت ہے ۔ جتنا گوبر ۔ گائے بھینس دہن ہیں۔

گنّے کھودے جاتے ہیں

ان کا اچھّا راکھے سے اور ان کے ذات کی ترقی کیے سے آپ مال و مال ہو جا بو ۔ ہم بائیس روپیہ ماہیاں اچھّی نسل کا سانڈ دیوائے دیب ہے

۴ ۔ سنئی ۔ ڈھینچہ وغیرہ کیر ہری فصل کا جوتے کھاد کے کام ما لاؤ ۔

۵ ۔ انڈی ۔ نیم ۔ مہوہ وغیرہ کی کھلی اور امونیم سلفیٹ وغیرہ جیکر کھیتی کا محکمہ سفارش کرت ہے کھاد کیرے کام ماہیاں لاوے کا چاہی۔ یہی سے پیداوار بڑھجات ہے ۔ جونے کھیتن ما کوڑا وغیرہ کیر کھاد ناہی رہت وہما امونیم سلفیٹ ڈالے سے پورا نفع ناہی ہوت ہے ۔

۶ ۔ کھیت کا مسٹن ہر سے جوت کے کھلا چھوڑ دیو ۔ یہ سے نیچے کی ماٹی اوپر اور اوپر کی نیچے ہو جات ہے ۔ گھاس پھوس سب نیچے پہنچکر کھاد کا کام دیت ہیں ۔ گھاس کم ہوت ہے ۔

ہم آپ لوگن کا یہاں جمع ہوئے کے من لگائے کے سُنے کے واسطے بہت بہت دھنّیہ باد دیت ہے ۔ اور ئی بنے کرت ہے کہ سب جنے مل کے یہ بیماری اور دوسری بیماری کا ہیاں دیس سے نکار کے اچھّی کھیتی کئے کے دھن دھانیہ سے سُکھی رہو ۔

کسان لوگ ۔ دھنّیہ باد تو ہم کا دیئے کا چاہی۔

برساتی ۔ بابو صاحب گانا ۔

اِچھّا پورن ۔ گاؤ ۔

بچّے گاتے ہیں ۔

گانا

(۱)

یئی کارن بھرائی لسان اوکھیا
پیڑی میں پیڑی رکھی ۔ کری اوکھ میں اوکھ
بہت لگین بیماریاں ۔ اوکھ گئی سب سوکھ

یہی کارن کسان بھنو تو دُکھیا
کھیت میں نہ کھاد ڈالا رہ گیا وہ ریت سا
اوکھ کا تم بیج بویا پائے کانے کھیت کا
یہی کارن بلائی تھار کھیتیا
کھیت سینچے جو دھان کے انھیں کری تم نے جو اوکھ
پانی بھرے کی وجہ سے وہ گئی ساری ہی سوکھ
انھیں دھان کرو نہ کرو اوکھیا
بیج لاؤ چھانٹ کے اور دیکھ لو دونوں سب
کیڑی جو کالو بیج کی کالی نہ ہو منتر دمرے
بو ؤ کھیتوں میں جنمیں گوڈائی کھدّیا
پھیر کر فصلوں کو بوؤ بڑھیا پیداوار ہو
چار برسوں سے نہ پہلے اسیں ایکھ رہنا رہو
جس سے پیسے دیو حال بڑھیا
سنئی ڈھینچہ جوت کر یا کھیت میں دیکھلی
یا گڈھے میں رکھ کے گوبر کھیت میں جو تو بھلی
جس سے خوب بڑھے نہ جھائے اوکھیا
جڑ سے موگیڑی کے کھود دو جنہیں لگی ہو بیڈ راٹ
ڈھیر کر ان کو جلا دو جیہیں بڑھی ہو ریڈ راٹ
نہی تو ساری نسائے تھار کھیتیا
بعد اس کے جوت دو دشمن سے کھیت
چھوڑ دو ان کو کھلا ہی دھوپ میں گرمائے کھیت
مٹے جس سے بیاری نہ ہو مال گھٹیا
ایک دن وہ آئیگا جب ایکھ ہوگی ہی نہیں
گر چال یہ بدلی نہیں کھیتی ایسی ہی رہی
چاہو اپنا بھلا مانو متر دہتیا

نمبر ۲

پیڑی میں پیڑی رکھی۔ کری ایکھ میں ایکھ
لگیں بہت بیاریاں مانگے ملے نہ بھیکھ
مانگے ملے نہ بھیکھ ایکھ کانا سے سوکھی
سوکھ گئو سب کھیت بھی نہی ایکو اوکھی
کہیں پر بھا کر متر ا بوؤ بن کالی گیڑی
فصلیں بوؤ پھیر رکھو مت کوئی پیڑی
نیچے ما اوکھی کری بھرگئو پانی تال
کھیتی ساری جرگئی بھوئیں تنکو مال
بھوئیں تنکو مال حال سب ہو گئو پتر و
جو کہوں بوتے دھان نہ رہتو نیکو خطرو
کہیں پر بھاکر متر ا رہو مت آنکھیں نیچے
سیٹے کو بیو کھول کر و مت اوکھی نیچے

گھٹیا تو کھیتی کری دیو ؤ نہ نیکو کھاد
اب پچھتائے ہوت کا گھر ہو گیئو برباد
گھر ہو گیئو برباد سوا کچھ نیک نہ آیو ؎
بنو اچھی گو بھینس کھو پھر کون کمایو
کہیں پربھا کر متر ا رکھو تم اچھی نٹیا
خوب کماؤ کھیت کرو مت کھیتی گھٹیا
بیا لینے ہو گئے لاسے کانی اوکھ
کھیتی سب چوپٹ بھئی گھر کی گئی نہ بھوکھ
گھر کی گئی نہ بھوک ہوک سینے میں بھاری
کانے آوے پوٹ گئی سب سود ھا ماری
کہیں پربھاکر متر ا نہ یار و کوئی بتیا
کبھوں کرشی کے لوگ دکھاویں انچھا بیا

اچھی کھاد

کھاد جا نو کھیتوں کا پران
مٹی میں مل کر دیتا پودے کو جیون دان
اس سے ہی پودے بڑھتے ہوتے ہیں بلوان
کھیتوں کی اس سے بڑھتی ہے ان دن طاقت مہان
اُربر ہو جاتی ہے دھرتی جو سونے کی کھان
پیدا وار بڑھا دیتی ہے گنا۔ گیہوں دھان
دس من ہوتا جہاں وہاں دونا ڈیوڑھا پرمان
گوبر۔ موٹ کچار سڑا ؤ ڈالو کھیت کسان
سنئی بو کر اسے جوت دو ڈھینچہ بساؤ ٹھان
نیم کھلی کی کھاد بہت ہی بڑھیا اپنی جان
ڈال انھیں بو کر کے دیکھو ہے گنے کی کھان
کھادوں پر جو نشدن دیتے بیچ بیچ اپنا دھیان
رام پت جگ میں ہے پورا جانو وہی کسان

”کسنواں“

دو کر جوڑ کر بنتی کرت پانی
سن دیہو عرض ہمار ہو کسنواں
جوسے رسے گنوا میں پڈ راٹ لاگت باٹیں
تو سے کے کوڑ پھونک دیہو رے کسنواں
یہی سب کیڑے سے تھر و بھلائی با ٹیر
نا ہی جائب تو بلائے ہو کسنواں
دیسی ہلوا سے کھتوا بنت ناہی
سشن سے کر تو ہو جوتائی ہو کسنواں

گڈھا جو کھود کر کھد یا تیار کر
بھوا اٹھاؤ کھیت ڈار ہو کسنواں
گنوا منگاؤ تم کو ئمبٹور نمبر
تب ہو ہیں زیادہ پیداوار ہو کسنواں
گیڑیاں کاٹت دونو سر وادیکھی لیو
کو نو بیاری جن ہوسکے ہو کسنواں
گیڑیاں کے سر وا میں سرخی لاگل ہو کے
تو سے کے دیہہ تو ہی چھانٹ ہو کسنواں
گنواں میں لہا تو ہیں اچھا اچھا بجواسے
گنوا میں لاگی نا بیاری ہو کسنواں
عرض ہمار ہوسے مرضی تو ہار ہو سے
اب ہوسے کیل سدھار ہو کسنواں

(سب بچے اور آدمی برساتی کے گھر پر)

برساتی۔ چلو۔ تم آپن۔ آپن کھیت کھود کے جراسئے دیو تب ہم سب جرائی۔ ہم سب پھروا کدار لیکے آپے کے کھیت پر پہونچت ہیں۔

(گنے کھودے جا رہے ہیں)

(دکھنی روکتی ہے اور سب کو کوستی ہے) سب کا یہیں آئے آئے کے اوکھ پرے کا چاہی ؟ داڑھی جارے مُنہ بھوں سے سب گنوا کھود کے ہر یہ ہریہ چارا دار سب کچھ چوپٹ کردیئے ہیں۔ ان سب کا دیوسے کے من ہوئیگے ہے۔

(گنے کھود کر جلائے جارہے ہیں)

(برساتی۔ دُکھو۔ منگھو وغیرہ پھروا لیکر جاتے ہیں۔ سب گاؤں والے مل کر سب بیار کھیتوں کو کھود کر جلاتے ہیں۔ یا اپنے گھر جلونی کو لے آتے ہیں۔ ہرے ہرے گینڑ اپنے مویشیوں کے لئے لاتے ہیں۔)

؎ کانا یا سوکھا کی بیاری۔

یو۔پی میں گھی سوسائٹیاں

از جناب جے۔ پی۔ رستوگی۔ ایم۔ اے پبلسٹی آفیسر محکمہ امداد باہمی۔ یو۔پی

آجکل بازاروں میں خالص گھی کا ملنا مشکل ہے یہ اس لئے کہ بیوپاری ان میں اکثر ملاوٹ کر دیتے ہیں جہاں قوم کی صحت خراب ہوتی ہے وہاں کسان کو بھی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ بیوپاری اس سے بہت سستے میں گھی خریدتے ہیں

گھی اُن ہندوستانی غذاؤں میں سے ہے جو لوگوں کی اطمینان بخش صحت اور جسمانی نشو ونما کے لئے ضروری ہیں۔ بہت سے لوگوں کے لئے یہ تقریبات کی ایک ضروری چیز ہے اور کچھ لوگ اسے مثل دوا کے ایک مفید چیز سمجھتے ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ یہ زیادہ مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ ۲۴۰۰ ...... ۲۳ من سے زیادہ گھی جسکی قیمت .... ۱ روپیہ ہے ہندوستان میں ہر سال پیدا ہوتا اور فروخت ہوتا ہے۔

پیداوار اور تجارت

گھی بنانا پوری طرح کسانوں کے ہاتھ میں ہے اور یہ انکی آمدنی کا بالائی ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ یو۔پی کے مشرقی اضلاع جیسے اٹاوہ، مین پوری، آگرہ علیگڈھ اور میرٹھ میں گھی کی پیداوار اتنی اہم ہے کہ کانپور، کلکتہ اور رنگون کے تاجروں نے وہاں اپنے برانچ قائم کر دیئے ہیں یا باقاعدہ کافی گھی مہیا کرنے کے خیال سے گھی کے کچھ مشہور مرکزوں میں اپنے خاص نمائندے مقرر کر دئے ہیں۔ خورجہ، چندوسی، ہاتھرس، علیگڈھ، شکوہ آباد، اٹاوہ، اوریا اور بھرتنا میں ترقی کرنے والی منڈیاں کھل گئی ہیں اور میرٹھ سے کانپور تک گھی بیلٹ، بن گیا ہے۔ گھی کی تجارت کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے ہو سکتا ہے کہ تقریباً ۴۰ ہزار من گھی ہر سال صرف اٹاوہ ہی کے بازار سے باہر بھیجا جاتا ہے۔

ملاوٹ

صحت کے خیال سے گھی ایک ضروری چیز ہے۔ پھر بھی یہ بات افسوسناک ہے کہ اس میں تیل اور چربی ملا دی جاتی ہے۔ ملاوٹ اتنی زیادہ ہے کہ عوام خالص گھی کو ایک خیالی چیز سمجھنے لگے ہیں۔ ڈاکٹر این۔ سی۔ رائٹ ہندوستان کے مویشیوں اور ڈیری کی ترقی کے متعلق کچھ عرصہ پہلے کی شائع شدہ اپنی رپورٹ میں لکھتے ہیں:۔ مجھے اس بات کی برابر شکایت سنائی دی ہے کہ عام بازاروں میں خالص گھی خریدنا ناممکن ہے۔ سرکاری اعداد اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ سرکاری طور پر تحقیقات شدہ گھی کے نمونے ۷ سے ۶۵ فیصدی تک ملاوٹی گھی کے ہیں“۔ حکومت ہند کے پبلک ہیلتھ کمشنر کی رپورٹ جو ابھی حال میں شائع ہوئی ہے ایسی باتیں ظاہر کرتے ہیں جو اور بھی خراب ہیں۔ اس میں لکھا ہے ”سبھی جگہ دودھ اور دودھ سے تیار ہونے والی چیزوں میں ملاوٹ ہے ایک صوبے میں تحقیقات شدہ گھی کے ۳، دودھ کے ۵۰، اور مکھن کے ۴۵ فیصدی نمونوں میں ملاوٹ پائی گئی اس لئے یہ بات تعجب خیز نہیں ہے کہ لوگ زیادہ تعداد میں ملاوٹی گھی استعمال کرنے لگے ہیں جو کئی طرح ان کی صحت کی خرابی اور کمزوری کا ذمہ دار ہے۔ گھی پیدا کرنے والے کسان، منڈیوں میں گھی کے تاجروں یا دیہاتوں میں ان کے نمائندوں سے مناسب قیمت نہیں پاتے۔ انھیں بازار نرخ سے ۱۵ سے ۲۵ روپئے فی من کم دیا جاتا ہے اور ساتھ ہی دلالی کاٹی جاتی ہے، دھوکا دینے والے باٹ رکھے جاتے ہیں اور حساب دھیرے دھیرے چکایا جاتا ہے۔

گھی سوسائٹیاں

اس لئے ایسی اسکیم جو لوگوں کو خالص گھی دینے کا انتظام کر سکتی ہے، گھی بنانے والوں کو سب سے زیادہ قیمت دلانے کا یقین دلا سکتی ہے اور انھیں گھی بیچنے والے تاجروں کے پھندے سے نجات دلا سکتی ہے جو عام طور سے فائدہ بڑھانے کے خیال سے ملاوٹ کے لئے ذمہ دار ہیں۔ ایسی اسکیم کا ایک نہایت نفع بخش ذریعے کی صورت میں خیر مقدم ہوگا۔ اور ایسا ہونا ممکن ہے۔ یہ یو۔پی میں کھلنے والی سرکاری گھی سوسائٹیوں نے دکھلایا ہے پہلی سوسائٹی ۱۹۲۹ء میں آگرہ کے چوبوں کا پورہ نامی مقام میں قائم کی گئی۔ اس سوسائٹی کی کامیابی دیکھکر اس قسم کی سوسائٹیاں نہ صرف اس ضلع میں بلکہ پڑوس کے اضلاع مین پوری اور اٹاوہ میں بھی کھول گئیں۔ بعد میں میرٹھ اور بلندشہر کے اضلاع بھی اس حلقے میں آگئے اور حال میں ضلع باندہ و اناؤ میں بھی کام شروع کیا گیا ہے اب صوبے بھر میں گھی سوسائٹیوں کی تعداد تقریباً ۴۰۰ ہے اور ان کے ممبروں کی تعداد ۶ ہزار سے زیادہ ہے۔ ان سوسائٹیوں کے ذریعے ۳۹-۱۹۳۸ء میں کل ساڑھے پانچ ہزار من گھی فروخت ہوا اور اس سے ۲۸۶۰۰ روپئے کا فائدہ ہوا۔

گھی تیار کرنیوالوں کیلئے اچھی قیمت

سوسائٹیاں ایک گاؤں کی سوسائٹی کے اصول پر کھولی جاتی ہیں۔ ہر شخص جس کے پاس دودھ دینے والی ایک گائے یا بھینس ہو یا جو ایسا جانور خریدنا چاہتا ہے سوسائٹی کا ممبر بن سکتا ہے۔ بھینس رکھنے والے کو ترجیح دی جاتی ہے ساجھے داری کا رواج نہیں ہے لیکن سوسائٹی کے ممبر ہونے والے لوگوں کو ایک روپیہ فیس داخلہ دینی پڑتی ہے سوسائٹی کے قرض کے لئے ممبروں کی مشترکہ ذمہ داری نہیں ہے اور اس کے لئے ہر ممبر ۵۰ روپیہ تک دینے کا ذمہ دار ہے سوسائٹی اپنے ممبروں میں سے ایک پنچایت چن لیتی ہے جو سپروائزر انچارج کی مدد سے اپنے کاروبار کا انتظام کرتی ہے۔ جیسے ہی ممبر کے دودھ دینے والے کسی مویشی کے بچہ پیدا ہوتا ہے، سوسائٹی گھی کی ایک مقررہ مقدار کے لئے جو عموماً ایک سے دو من فی بھینس کی درسے ان سے ٹھیکہ کر لیتی ہے

یونین میں ریبیکٹو میٹر کے ذریعے گھی کی جانچ ہو رہی ہے

سوسائٹی کا گھی بیل گاڑی میں یونین لایا گیا ہے یونین کے ملازم پیپوں کو اُٹھا اُٹھا کر گودام میں رکھ رہے ہیں

نرخ عام بازار نرخ سے آٹھ سے ۱۲ روپیہ فی من کم کرکے حساب سے مقرر کیا جاتا ہے۔ گھی کے تاجر اس کے لئے بازار نرخ سے ۱۵ سے ۲۵ روپیہ فی من کم کے حساب سے نرخ مقرر کرتا ہے۔ ٹھیکے کا کل روپیہ جو ایک لمبی رقم ہوتی ہے، ممبر کو دے دیا جاتا ہے جسے وہ بہت پسند کرتا ہے۔ تاجر اُسے رُک رُک کر روپیہ دیتے ہیں یا اُسے چیز کی شکل میں ادا کرتے ہیں جس سے اُسے نقصان ہوتا ہے سوسائٹی کو اس جگہ کے ضلع کوآپریٹو بینک سے مالی امداد ملتی ہے۔ سوسائٹی ایسے بینک کا ممبر ہونے کے لئے کم از کم ایک حصہ خریدتی ہے ممبر روپیہ پانے پر اپنی طرف سے گھی کی فروخت کے لئے ایک اقرارنامہ لکھ دیتا ہے

ٹھیک تول

گھی سوسائٹی کی پنچایت کے ذریعے ہر پندرھویں روز تولا جاتا ہے اور ہر سوسائٹی کے لئے ایک دن معیّن ہے۔ ممبر اپنا گھی لیکر ایک مرکز پر جمع ہوتے ہیں جہاں گھی یونین کا ایک تولنے والا آدمی بھی اپنے ٹین اور گاڑی کے ساتھ موجود رہتا ہے۔ پنچایت کے ممبروں میں سے ایک ممبر اور عموماً سرپنچ ہر ایک ممبر کا گھی تولتا اور اُسے گھی کے پیپے میں رکھتا ہے۔ صرف ایسا ہی گھی جو خالص اور اچھا ہوتا ہے منظور کیا جاتا ہے پنچایت خاص طور سے اس بات کی نگرانی کرتی ہے کہ گھی ٹھیک تولا جاتا ہے اور اُس کا حساب ٹھیک رکھا جاتا ہے جس سے سبھی ممبر اطمینان ہیں۔

سرپرستوں کا روپیہ واپس دینا

جیسا اوپر بتلایا جا چکا ہے سوسائٹی کے ذریعے گھی کا نرخ بازار نرخ سے ۴ سے ۱۲ روپے فی من کم رکھا جاتا ہے۔ اس نرخ میں پیشگی دی ہوئی رقم کا سود، انتظام کا خرچ، ریزرو یا دیگر فنڈ پورے ہو جاتے ہیں۔ اس رقم کا کچھ حصہ ممبروں کو پیشرو نیز ریفنڈ یا بونس کی صورت میں ان کے ذریعے جمع کئے جانے والے گھی کی مقدار کے مطابق مل جاتا ہے۔ ایسی مثالوں کی کمی نہیں ہے کہ ممبروں کو اس طرح ۵ سے ۶ روپئے تک فی من بونس دیا جاتا ہے اور اس طرح انھیں قریب قریب بازار کی پوری قیمت مل جاتی ہے۔

یونین

مرکزی کوآپریٹو بینکوں کے علاوہ جو مالی امداد دیتے ہیں، سوسائٹیاں مرکزی کوآپریٹو گھی یونین کی صورت میں شامل ہیں جس کے لئے وہ فی من گھی کے حساب سے تھوڑی رقم دیتی ہیں۔ ان یونینوں کا خاص کام سوسائٹیوں کا گھی اکٹھا کرنا اُس کی فروخت کا انتظام کرنا اور ان کے کاموں کو ایک کرنا اور انھیں مضبوط بنانا ہے۔ اصلاح شدہ قسم کے دودھ دینے والے مویشی جاری کرنا چارہ فراہم کرنا ہے اور یہ گرمی کے موسم کے لئے کھاد کے گڈھے کھودنے وغیرہ کے کام بھی کرتے ہیں۔

خرچ کرنے والوں کے فائدے

اس قسم کے صوبے بھر میں ۵ یونین ہیں۔ چوبولا کا پورہ (آگرہ)، اٹاوہ، دری (بلندشہر) شکوہ آباد (مین پوری) اور ماول (میرٹھ) ان میں سے ہر ایک جگہ ایک یونین ہے یونینوں میں جمع ہونے والا سب گھی منڈیوں کی آڑہت کی دوکانوں میں بھیجے جانے کے پہلے تول اور جانچ لیا جاتا ہے منڈیوں میں گھی کے مقامی تاجر یا دوسری جگہ کے تاجروں کے نمائندے گھی خریدتے ہیں۔ اگر یہ براہ راست خرچ کرنے والوں کے ہاتھ فروخت کیا جائے یا ایسے تاجروں کے ہاتھ فروخت کیا جائے جو براہ راست عام لوگوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں تو یہ دینے کے پہلے گرم کیا جاتا ہے درجوں میں تقسیم کیا جاتا۔ ٹین میں رکھا جاتا اور مہربند کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح عام لوگوں کو بازار نرخ ہی پر خالص گھی آسانی سے مل جاتا ہے۔ عام لوگوں سے براہ راست تعلق رکھنے کے لئے یونین کی ایجنسیاں دوسرے قصبوں میں قائم کرنے کی تجویزوں پر غور کیا جا رہا ہے

قانون

گھی سوسائٹیوں کے قانون کے مطابق گھی میں ملاوٹ کرنے والے ممبروں پر جرمانہ کیا جا سکتا ہے اور سزا ہو سکتی ہے۔ ممبروں کے خود ملاوٹ میں حصہ

یونین کی دوکان میں خالص گھی خریدنے کے لئے لوگوں کی بھیڑ جمع ہے

گھی سوسائٹی کی پنچایت ممبروں سے گھی اکٹھا کر رہی ہے۔ جانچ کرتے وقت ایک ممبر کے گھی میں ملاوٹ ہونے کی وجہ سے اسکے اوپر سو روپیہ جرمانہ کیا جا رہا ہے اور اس کا گھی پھینکا جا رہا ہے۔

لینے کی بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔ جب گھی سوسائٹیوں سے یونین میں بھیجا جاتا ہے اسوقت اس کی پوری نگرانی کیجاتی ہے۔ منڈیوں میں بناسپتی گھی کی فروخت زیادہ ہونے سے یہ شک رہتا ہے کہ شائد ملاوٹ کے لئے ممبر اُسے خرید نہ لیں۔ اسے روکنے کے لئے محکمہ کی طرف سے زیادہ سے زیادہ سزا کا انتظام کرنے کے لئے سوسائٹیوں کے قانون میں تبدیلی کرنے کی ہدایات دی گئی ہیں۔

حکومت اسمبلی میں ملاوٹ روکنے کا بل پیش کرنے کا بل جلد ہی تجویز کرنے والی ہے۔ یہ بل شائع ہو چکا ہے۔ بل حکومت کو ملاوٹی گھی برباد کرنے کا اختیار دیتا ہے اس میں بناسپتی تیل اور چربی خالص گھی کی شکل میں فروخت کرنے والے یا انھیں گھی میں ملاکر فروخت کرنے والوں کو سزا دینے کا انتظام ہے اس بل کے مطابق مجرموں پر جرمانہ اور مقدمے کے خرچے کے علاوہ جسکی ادائیگی کے لئے اسے حکم دیا جاسکتا ہے۔ پہلے جرم کے لئے جرمانہ کیا جا سکتا ہے جرمانے کی رقم ۲۵ روپئے سے ۲۵۰ روپئے تک ہوسکتی ہے۔ دوسرے جُرم کے لیے ۱۰۰ روپئے سے ایک ہزار روپئے تک جرمانہ کیا جاسکتا ہے یا چھ ماہ سزائے قید یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔ بعد کے جرموں کے لئے دو ہزار روپیہ جرمانہ اور دو سال قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔

مستقبل

گھی سوسائٹیاں تجربہ کی حد سے گزر چکی ہیں اور انھوں نے اپنے کو توسیع و ترقی کی راہ پر رکھا ہے ان کی مانگ صرف ایسے ہی اضلاع میں نہیں ہے جہاں وہ کھول گئی ہیں بلکہ ایسے اضلاع میں بھی ان کی مانگ ہو رہی ہے جہاں اس سلسلے میں کچھ بھی کام نہیں ہوا ہے یہ مانگ پوری کرنے کے لئے حکومت نے کارکنان کے طبقے کو مضبوط کرنے کے خیال سے اس سال ۱۲۵۰۰ روپئے کے بجائے ۲۵ ہزار گرانٹ کر دی ہے۔ خاص کارکنان ایسے اضلاع میں نئی سوسائٹیاں کھولنے کے لئے تعینات کئے جائیں گے جہاں پہلے ہی سے کام تیزی سے ہو رہا ہے ملاوٹ روکنے کا بل قانونی شکل اختیار کر لینے پر گھی سوسائٹیوں کے کاموں کو خاص سہولتیں دے گا اور انھیں وسیع پیمانے پر چلانے کے لئے آمادہ کرے گا۔

بھارت باسی

(از جناب اندرجیت شرما)

ہندو ہو یا مسلم ہو
سکھ ہو یا عیسائی ہو
ایک دیس کے باسی ہو
آپس میں سب بھائی ہو

اتنا بھی کیا ہوش نہیں
پیارو اتم ماں جائے ہو
ایک بات ہے چاروں کی
ایک روپ میں آئے ہو

سب کو بھارت ماتا نے
بل دیکر بلوان کیا
کیسی کیسی نعمت دیں
بُدھی دی اور گیان دیا

سوچ سمجھ کر کام کرو
راجوں کی اولاد ہو تم
کھاؤ ٹھوکریں در در کی
دنیا میں برباد ہو تم

اک گھر کے تم مالک ہو
آپس میں کیوں لڑتے ہو
ایسی کیا ہے بات کہو
جس پر روز جھگڑتے ہو

وقت نہایت اچھا ہے
آگے بڑھ کر آؤ تم
گاؤ ترانہ الفت کا
اور گلے مل جاؤ تم

آنولہ

از جناب ۔ ایس ۔ ایس ۔ نیگی ۔ پی ۔ ایف ۔ ایس ۔ ڈپٹی ڈائریکٹر
فاریسٹ ایجوکیشن

۱۔ درخت کا تذکرہ

یہ ایک چھوٹا سا اوسط درجہ کا عارضی درخت ہے ۔ اس کی چھال چکنی اور بھوری ہوتی ہے ۔ یہ اکثر پرت چھوٹنے پر بے ڈھنگے طور پر چھتی دار ہو جاتی ہے اور پرانی چھال کا رنگین اور عموماً بھورا سفید بیرونی حصہ نظر آنے لگتا ہے۔ پتیاں بہت چھوٹی ہوتی ہیں ۔ وہ تقریباً نصف انچ لمبی اور ۱/۸ انچ چوڑی ہوتی ہیں اور پتلی ٹہنیوں کے دونوں جانب دو قطاروں میں پھیلی رہتی ہیں ۔ اس کے پھول چھوٹے اور پیلے رنگ کے ہوتے ہیں مارچ سے مئی تک نکلتے ہیں پھل جو نومبر سے فروری تک پکتے ہیں تقریباً اوسط قطر کے نارنگی کے سائز کے پیلے ہرے گودیدار چکنے اور نہایت قابض ہوتے ہیں ۔

۲ ۔ وسعت

یہ ایک خوبصورت درخت ہے اور عام طور پر ہندوستان و برما بھر میں خصوصاً ہمالیہ کی ۴۵۰۰ فیٹ اونچائی تک کے عارضی جنگلوں میں پایا جاتا ہے ۔ لیکن یہ زیادہ خشک مقامات میں نہیں ہوتا ۔ یہ میدان کا ایک بہت ہی ہر دلعزیز درخت ہے اور قریب قریب سبھی پھلوں کے باغات اور دیہاتوں میں پھل کے لئے لگایا جاتا ہے جو اچار اور دوا کے کام میں آتا ہے بنارس اور کانپور آنولے کیلئے مشہور ہیں اور اس کا پھل ہر سال زیادہ مقدار میں دوسرے ضلعوں میں اچار اور دوا کے لئے خاص طور سے بھیجا جاتا ہے ۔

۳ ۔ درخت لگانا

یہ درخت اچھی طرح پھیلتا ہے اور اسکی جڑ سے نئے درخت نکلتے ہیں ۔ یہ بیج سے بھی اگایا جا سکتا ہے ۔ لیکن زیادہ تر بیج پیدا نہیں ہوتے پکے پھلوں کو اس وقت تک دھوپ میں رکھنا چاہئے جبتک وہ سوکھ نہ جائیں اور گٹھلی پھوٹ کر بیج باہر نہ نکل آئیں ۔ بیج مارچ میں بیڑیوں میں بو دینے چاہئیں اور انھیں لگاتار سینچتے رہنا چاہئے بارش شروع ہونے پر لگانے کیلئے پودوں کو کافی بڑا ہونا چاہئے پہلے دو سال تک یہ تیزی سے بڑھتے ہیں لیکن بعد میں بڑھنا کم ہو جاتا ہے ۔

۴ ۔ فائدے

(الف) **لکڑی** ۔ لکڑی لال اور سخت ہوتی ہے لیکن اسکے پھٹ جانیکا اندیشہ قائم رہتا ہے اسکے اچھے ٹھیٹے بنتے ہیں کھیتی کے آلات نیچے درجے کی عمارت اور فرنیچر کیلئے یہ کام کی لکڑی ہے ۔ یہ پانی میں ٹک سکتی ہے اور کنوئیں کے کام کیلئے استعمال کیجا سکتی ہے ایندھن کے کام میں بھی آتی ہے کہا جاتا ہے کہ اسکے ٹکڑوں سے مٹیلا پانی بھی صاف ہو جاتا ہے ۔

(ب) **چھال اور پتیاں** ۔ چھال اور پتیاں چمڑہ صاف کرنے رنگائی اور دواؤں میں استعمال ہوتی ہیں ۔

(ج) **پھل** ۔ پھل دواؤں ۔ رنگائی اور چمڑہ صاف کرنے میں استعمال کیجاتی ہے ۔ یہ کھایا جاتا ہے اسکا اچار بنتا ہے قابض ہوتا ہے

۵ ۔ عام باتیں

اس درخت کا نام فارسی میں آملہ اور عربی میں امباج ہے آنولہ پڑا ہے ۔ یہ میدانوں کیلئے ایک بہت نفع بخش درخت ہے اور ان آبادی ۔ دیہاتی تالابوں اور کنوؤں کے پاس کی کھلی ہوئی جگہوں نیز پنچایت گھروں اور مندروں کی چار دیواری میں لگانا چاہئے ہر گاؤں کے لوگوں کو اس قسم کا ایک یا دو درخت لگانا چاہئے ۔ وہ اس درخت کے پھلوں کو بیچکر نہ صرف فائدہ حاصل کرینگے بلکہ یہ درخت خوشنما ہونے کے باعث جگہ کی زینت بڑھانے کا ساتھ ہی گرمی میں سایہ بھی دیگا ۔

کفایت شعاری

از جناب بھگوان داس کپور، انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز
اٹاوہ

اگرچہ اس کے خاص اصول ہر ملک میں ایک ہی ہیں یہ ایک ایسا طریقہ ہے جو ہر ایک ملک کی ضرورت کے مطابق تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک انگریز کوآپریٹو سوسائٹی کے معنی ایک بڑے سرمائے کا اسٹور، ایک ڈنمارک کا باشندہ اس کے معنی ایک بڑی ڈیری اور اسی طرح ایک امریکن اس کے معنی کارڈنگ اسٹور سمجھے گا۔

مگر ہندوستان جیسے ملک کے واسطے جہاں زیادہ تر جاہل اور غریب کاشتکار آباد ہیں اس کے معنی قطعی مختلف سمجھے جائیں گے کھیتی حالانکہ دنیا میں بہترین پیشہ ہے یہ ایک ایسا کام ہے جو نہایت تکلیف دہ اور دشوار ہے۔ اس میں بڑے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے اور سرمایہ لگانے کے بعد بہت عرصے تک اس سے آمدنی ہونے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اس کے سوا کھیتی کا اچھا ہونا زیادہ تر موسم پر منحصر ہے اور اگر خوش قسمتی سے اچھی پیداوار ہو بھی جائے تو نرخ سستا ہو جاتا ہے کیونکہ منڈیاں غلے سے بھر جاتی ہیں۔ جب نرخ اچھا ہوتا ہے تو پاس بیچنے کو کچھ نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کاشتکار کو کھیتی سے اچھی آمدنی ہو۔

جب اس کو روپے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے پاس روپیہ نہیں ہوتا یہ سچ ہے کہ اس کو روپیہ جمع کرنا چاہئے تھا۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے پاس اتنا روپیہ ہوتا ہی نہیں کہ وہ کچھ بچا سکے جس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس کو کفایت شعاری کی قیمت ہی نہیں معلوم اور اگر کوئی بچائے بھی تو اس کے ذرائع اس کے پاس نہیں ہیں۔

بنک سے (Join stock) روپیہ پانا تو اس کے لئے ناممکن ہے، کیونکہ (۱) بینک اس سے بہت دور ہے (۲) جتنے عرصے کے لئے اس کو روپے کی ضرورت ہے اتنے روپے کے لئے بینک روپیہ دینے کو تیار نہیں ہوتا۔ (۳) اسکے پاس ایسی جائداد نہیں ہوتی جس سے وہ ضمانت دے سکے اور اگر ہے بھی تو بینک ایسی زحمت اٹھانے کو تیار نہیں ہوتا کہ جہاں اس کی جائداد ہے وہاں جا کر تحقیقات کرے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو مجبور ہو کر مہاجن کے پاس قرض کے لئے جانا پڑتا ہے اور جیسی سخت ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی سخت سود دینا پڑتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سود کا بوجھ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اسے کھیتی میں کچھ نہیں بچتا۔ اکثر تو یہ ہوتا ہے کہ بجائے روپے کے مہاجن غلہ لیتا ہے اور اس کا دام بازار سے بہت کم لگاتا ہے یہاں تک کہ وہ غریب سود بھی ادا نہیں کر پاتا سود اصل میں شامل ہو جاتا ہے اور یہ رقم بڑھتے بڑھتے اتنی ہو جاتی ہے کہ اس کے امکان سے باہر ہو جاتی ہے۔

غریب کاشتکار مہاجن کا بلا خریدا ہوا غلام ہو جاتا ہے اس کو فصل پر بمشکل اتنا اناج مل پاتا ہے جس سے مشکل سے وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھر سکے۔

یہ اس ملک کے باشندوں کی حالت ہے جس کی اصلاح کا مسئلہ ہر سمجھدار آدمی کے سامنے ہے اور جس کے لئے ہماری گورنمنٹ ہر قسم کی کوشش کر رہی ہے۔

اسکا علاج صرف کوآپریٹو سوسائٹیاں ہیں

یہ کہتے ہوئے مجھے ذرا بھی پس و پیش نہیں ہوتا کہ اگر گاؤں گاؤں میں کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کر دی جائیں جن کی بنیاد کافی مضبوط ہو اور جنکی نگرانی میں ہوشیاری [illegible] جائے تو [illegible] کی [illegible] دور ہو جائیں۔

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے لئے ضرورت ہے کہ کام کرنے والوں کو جن لوگوں میں انھیں کام کرنا ہے ان کی حالت سے پوری واقفیت ہو اور کام کرنے والوں کو کوآپریٹو سوسائٹیوں سے پوری واقفیت اور دل میں کام کرنے کا شوق ہو۔

اگرچہ کوآپریٹو کے قاعدے آسان ہیں تاہم جب ان پر عملدرآمد ہوتا ہے تو بڑی بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہ خیال کہ ہر ایک پڑھا لکھا معمولی سمجھ کا آدمی کوآپریٹو سوسائٹیوں کا بلا ٹریننگ پائے کام کر سکتا ہے درست نہیں ہے حقیقتاً یہ ایسا کام ہے جس میں اس کے اصولوں سے پوری واقفیت اور ان کا ٹھیک ٹھیک استعمال کرنا جاننا ہر کارکن کے لئے لازمی ہے۔ ایسا نہ ہونے پر ایسی غلطیاں ہو جانے کا زیادہ امکان ہے جو بظاہر بہت حقیر نظر آئیں گی مگر ان کا خمیازہ مشکل ہو جائے گا۔ اگر سرمایہ دار لوگ کے کام میں گھاٹا ہو جائے تو اتنا نقصان نہیں مگر غریب کسانوں کے پاس اتنا روپیہ کہاں کہ وہ غلطیوں میں کھو سکیں۔ اس کے علاوہ اگر ایک بار ہماری غلطی سے ہم پر سے ان کا اعتماد اٹھ گیا تو پھر اس کا حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا۔

اس کے کارکنوں کو دو قسم کی دشواریوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ اول تو کام شروع کرنے کے تھوڑے عرصے کے بعد اتنی زیادہ سوسائٹیوں کا مطالبہ ہوتا ہے کہ اتنی جلد ان کو جاری کرنا بغیر (Soundness) کو قربان کئے نہیں ہو سکتا اور ہر ایک ممبر اس سے فوراً ہی فائدہ چاہتا ہے اور خواہش پوری نہ ہونے پر بیتاب ہو جاتا ہے۔ امداد باہمی کوئی ایسا کام تو ہے نہیں جس سے فوراً سیدھے سادے طریقے پر چلایا جا سکے یہ تو وہ اصول ہے جس پر عمل کرنے والے دوسروں کو اس بات پر راضی کریں کہ اگر وہ ان کے ساتھ ملکر کام کریں گے تو سب کو یکساں فائدہ ہوگا۔ [illegible] ملکر کام کرنا نہیں چاہتے [illegible] اور اپنی قوت پر اعتماد رکھنے والے نہیں ہیں تب تو کام اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

حالانکہ ٹھیک طریقے سے چلائی ہوئی کوآپریٹو سوسائٹی کے فوائد لامحدود ہیں اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ طریقہ کسی روز عالمگیر مقبولیت حاصل کرے گا۔ تاہم یہ امید کرنا کہ اس کا نتیجہ فوراً ہی ہنگامی اور دکھاو

گی

ظاہر ہوگا بیکار رہوگا - پہلے تھوڑی سی سوسائٹیوں کی جڑوں کو خوب سینچکر ہی کسی سایہ دار درخت کی اُمید کیجاسکتی ہے ایک ایسی کوآپریٹو سوسائٹی جو دراصل اچھا اچھا کام کرتی ہے اور اپنے ممبروں کو فائدہ پہنچاتی ہے وہ اپنے پڑوسیوں پر کہیں زیادہ اثر انداز ہوتی ہے بمقابلہ اور بہت سی سوسائٹیوں کے۔

قرضہ سوسائٹیوں سے تھوڑے ہی دنوں میں لوگ اوب جاتے ہیں اور دوسرے تجارتی کام کرنا چاہتے ہیں ۔ میرا تو خیال ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں قرضہ سوسائٹی جاری کرنا دانشمندی کا کام تھا - شروع میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف اچھی کھیتی کرنے کے لئے قرض دیکر پیداوار کی فروخت کا انتظام نہ کرنا غلطی ہے لیکن ذرا غور سے سوچنے پر معلوم ہو جائیگا کہ یہ واقعی غلطی نہیں ہے: اس بدنصیب ملک میں پہلے تو سا ہوکار جب قرض دیتے ہیں تو کسانوں سے یہ بات پختہ کر لیتے ہیں کہ انھیں غلہ کی صورت میں قرض ادا کرنا ہوگا - لہذا چند سال تک یعنی جب تک سوسائٹی کے ممبروں کو مہاجن سے نجات نہیں ملجاتی تب تک وہ سوسائٹیوں کو غلہ دے ہی نہیں سکتے - وہ خواہ وعدہ کرہی لیں -

دوسرے تجارتی کام ہاتھ میں لینے سے پہلے اس بات کا اچھی طرح فیصلہ ہو جانا ضروری ہے کہ ممبران اتنے وفادار ہوں گے کہ وہ دیگر تجارتی لوگوں سے سوسائٹی کا مقابلہ ہوتے وقت جسکا ہونا لازمی ہے سوسائٹی کا اس اُمید پر ساتھ دیں گے کہ جو منافع ہوگا اُس میں اُن کا بھی حصہ ہوگا - چنانچہ یہ کام اس وقت زیادہ کامیابی کے ساتھ ہو سکتے ہیں جب ممبران قرض والی سوسائٹیوں میں رہکر کوآپریٹو طریقہ کار کے قواعد و فوائد سمجھ جاتے ہیں -

یہی سبب تھا :-

کہ ہمارے صوبے کے قابل رجسٹرار صاحبان نے ابتدا میں قرضہ سوسائٹیوں کی طرف زیادہ توجہ مبذول کی - اس میں ابتدا میں جو غلطیاں ہونی چاہئے تھیں وہ ہوئیں اور ان کا ازالہ کیا گیا -

جب یہ دیکھا گیا کہ اس قسم کا کام عوام نے پسند کیا ہے اور ان کے دلوں میں امداد باہمی کے اصولوں نے کافی جگہ کرلی ہے تو زندگی سدھار اور گاؤں سدھار کا کام بھی ہاتھ میں لیا گیا - اگرچہ اس میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی جتنی کہ ہونی چاہئے کیونکہ قانون کاشتکاری ہی ایسا تھا کہ ہم سب کے بہت کچھ کرنے پر بھی بہت کم ہو پاتا تھا - دوسرے کام کرنے والوں اور روپوں کی بھی کمی تھی - لیکن جو کچھ کیا وہ اس بات کا ضرور شاہد ہے کہ زندگی سدھار یا گاؤں سدھار کے کام کرنے کا بہترین طریقہ طریقۂ امداد باہمی ہی ہے -

اس سبب سے یہ طے ہوا ہے کہ جن دیہاتوں میں دیہات سدھار کا کام محکمہ گاؤں سدھار شروع کرے وہاں پہلے زندگی سدھار سوسائٹی رجسٹرڈ کرائی جائیں یعنی محکمہ گاؤں سدھار رہبر کا کام کرے گا اور جب ان میں کافی اشاعت ہو جائیگی تو وہ ان دیہاتوں کو محکمہ امداد باہمی کو دے دے گا -

اس کے دوسرے الفاظ میں یہ بھی معنی ہوتے ہیں کہ گاؤں سدھار کا کام ان دیہاتوں ہی میں شروع کیا جائے جن میں کسی قسم کی کوآپریٹو سوسائٹی نہیں ہے - کیونکہ اگر ایک قرضہ کی سوسائٹی کسی گاؤں میں ہے اور وہاں ایک زندگی سدھار سوسائٹی قائم کردی جائے تو اس کے یقیناً یہ معنی ہوں گے کہ اس گاؤں میں جب دیہاتی بینک کھولا جائیگا تو دو سوسائٹیاں توڑنی ہوں گی -

گذشتہ سال ہمارے صوبے کے ایک بہت بڑے حصّے میں غلّے کی خرید و فروخت کا کام بھی جاری کیا گیا تھا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اب ہمارے کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ممبران یہ کام بھی اپنی سوسائٹیوں سے لینا پسند کرتے ہیں یا نہیں -

حالانکہ کام بہت دیر میں شروع کیا گیا تھا اور کام کرنے والے سب ایسے آدمی تھے جنھوں نے یہ کام کبھی نہیں کیا تھا - مگر یہ لکھتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ ساری دقتوں کے ہوتے ہوئے بھی جو کامیابی ہوئی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ تھی جسکی ہم لوگ توقع کرتے تھے - سارے صوبے میں تقریباً ۴ لاکھ من غلّے کی خرید فروخت ہوئی - تنہا ضلع اٹاوہ کی ۴۶ سوسائٹیوں میں ۲۴۰۰۰ من غلّے کی خرید و فروخت ہوئی اس کا ایک بہت بڑا فائدہ تو یہ ہوا کہ کسانوں کو یہ معلوم ہوگیا کہ اُن کے ساتھ اب تک کتنی بے ایمانی و زیادتی ہوتی تھی — اور دوسرے مقابلے کی وجہ سے اگرچہ سوسائٹیوں کو زیادہ فائدہ نہیں ہوا تاہم کاشتکاروں کو ان کی پیداوار کی زیادہ قیمت ملی -

دیہاتی بینک یا ہمارا بینک

اس لئے اب قطعی طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ ہمارا کام اب صرف ایک قرض والی سوسائٹی میں قرضہ تقسیم کرنا اور اس کے ذریعے کسانوں کا حتی الامکان فائدہ کرنا ہی نہ ہوگا بلکہ اب ہم اپنا کام دیہاتی بینک کے ذریعے کریں گے اور ہمارے پروگرام میں وہ سب باتیں جن سے ہمارے بھائیوں کی حالت سدھرے گی شامل ہوں گی -

دیہاتی بینک، یعنی ہمارا بینک وہ بینک ہوگا جس میں گاؤں کے ہر گھر کا ایک فرد شریک ہوگا اور جس سے ہر ایک کو بغیر امتیاز مذہب و ملّت فائدہ اُٹھانے کا حق حاصل ہوگا -

اب تک ہماری قرضہ سوسائٹیوں میں گاؤں کے بہت سے لوگ شریک نہ ہوئے تھے جس کے خاص سبب دو تھے -

(۱) اُن سوسائٹیوں کی ذمہ داری غیر محدود تھی یعنی ہر ممبر سوسائٹی کے قرض کے واسطے اپنی پوری حیثیت تک ذمہ دار تھا - اگرچہ اس میں کوئی نقص نہیں تھا لیکن مالدار یا خوشحال آدمی اس میں کم شریک ہوتے تھے اور کہہ دیا کرتے تھے کہ ان کو قرض کی ضرورت نہیں ہے نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ہماری سوسائٹیوں میں ممبروں کی تعداد کم ہوتی تھی اور سوسائٹیوں کو گاؤں کے سمجھدار اور با اثر عوام کی رائے

سے محروم رہنا پڑتا تھا۔ لہذا اب دیہاتی بینک میں ہر ایک ممبر کی ذمہ داری محدود ہوگی۔

یعنی وہ ممبران جو بینک میں صرف گاؤں سدھار کے متعلق کاموں کے لئے شریک ہوں گے اُن کو صرف معمولی چندہ جسکی تعداد جلسہ عام مقرر کرے گا اور جو ایک روپیہ سالانہ سے زیادہ نہ ہوگی سالانہ دینا ہوگا اور ان کی ذمہ داری دیہاتی بینک کے باہری قرضہ کے واسطے صرف ۵ روپیہ ہوگی۔ دوسرے وہ ممبران جو بینک میں گاؤں سُدھار کے متعلق کاموں کے علاوہ غلّے کی فروختگی کا کام بھی کریں گے وہ علاوہ چندے کے ہر ایک سو روپے کے غلّے کی تخمینی پیداوار میں ۲۰ روپئے ایک حصّہ بھی خریدینگے اور ان کی ذمہ داری ان کے حصّے کی قیمت کے برابر ہوگی۔

اور وہ لوگ جو بینک کی معرفت ہر قسم کا کام کریں گے وہ علاوہ چندے کے ۵۰ روپئے کی حیثیت پر ۲۰ روپیہ کا ایک حصّہ لیں گے اور ان کی ذمہ داری حصّہ کی قیمت کی چوگنی تک ہوگی۔

زیادہ مختصر الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اب ہر ایک کی ذمّہ داری اس کے کاروبار کے بموجب ہے اور اب ہر مرد و عورت جو اپنے گھر کا بڑا ہے۔ اس بینک میں بڑی خوشی سے شامل ہوکر فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ ایک حصّے کی ادائیگی ایک روپیہ فصل کے حساب سے کرنی ہوتی ہے جو بہت آسان ہے اور یہ اسلئے جمع کرایا جاتا ہے کہ سوسائٹی کا نجی سرمایہ جلد بڑھے اور باہر کی ذمّہ داری سے چھٹکارا پایا جائے اور ہر آدمی کچھ بچالے۔

پُرانے قرض والی سوسائٹیوں میں ایک رکاوٹ اور بھی تھی۔ کہ حصّوں کی رقم پر منافع پانے کے لئے ۱۰ سال تک انتظار کرنا پڑتا تھا۔ حالانکہ اس میں فائدہ ممبران ہی کا تھا کہ ان کی پونجی جلد جمع ہوکر سود کا درکم ہو جاتا تھا مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے لوگ اسی سبب سے سوسائٹی سے دور رہتے تھے اب ہمارا دیہاتی بینک حصوں کی جمع شدہ رقم پر ہر سال منافع تقسیم کرسکے گا۔

میرا تو ایسا خیال ہے کہ یہ وقت جبکہ حکومت نے نئے نئے قانون بناکر ہماری بہت بڑی مدد کی ہے۔ ایسا ہے کہ ہر ایک گاؤں میں دیہاتی بینک قائم ہو اور ہر گھر کا آدمی اس میں شامل ہو اور جیسا کہ اس کا نام ہے اس کو گاؤں کا بینک سمجھکر اس سے گاؤں والے فائدہ اٹھائیں۔ جو کمائیں اس میں جمع کریں جو خرچ کریں وہ اس کی معرفت خرچ کریں۔ جو خریدیں وہ اس کی معرفت خریدیں اور جو فروخت کریں وہ اس کی معرفت فروخت کریں۔ شادی بیاہ جنیو، منڈن، خوشی غمی کی سب تقریبیں اسی کی معرفت منائیں۔ آپس کے جھگڑے اس کی معرفت طے کریں اور اس کے ذریعے بُری رسموں کا انسداد کریں۔ گاؤں کی صفائی کے لئے یہ نوٹیفائیڈ ایریا کا کام کرے خرید فروخت کے واسطے آڑھتیہ کا، قرض کے واسطے ساہوکار کا، گاؤں کے فیصلوں کے واسطے جج کا، گاؤں کے بچوں کے واسطے فیزیکل کلب کا، بالغوں کے لئے راماین کلب کا، عورتوں کے واسطے خواتین کلب کا اور گاؤں کی تقریبات کے واسطے نائی و پروہت کا کام کرے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ دن دور نہیں جب ہمارے مرحوم مہاراجہ کے سنہرے حرفوں لکھے جانے والے الفاظ پورے ہونگے۔

اگر ساہوکاری کا اصول پوری طرح سمجھے گئے اور عمل میں لائے گئے تو تھوڑے ہی عرصے میں ہندوستان کے ایک عظیم الشان ملک ہو جانے کی پیشینگوئی کی جاسکتی ہے۔

گھی میں ملاوٹ

ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو لکھتے ہیں

آپ نے ۲۰ جنوری کے 'ہریجن' میں گھی میں ملاوٹ کے متعلق جو نوٹ لکھا ہے میں نے اُسے بڑی دلچسپی سے پڑھا۔ آپ کے لئے یہ جاننا شائد خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ یو۔ پی میں وزارت سے استعفیٰ دینے سے پہلے ہم نے اِس مسئلے پر بڑی باریکی سے غور کیا تھا۔ ملاوٹ عام ہے اور اسے ضرور روکنا چاہیئے بدقسمتی یہ ہے کہ صرف گھی بیچنے والے اور دلال ہی ملاوٹ نہیں کرتے بلکہ دیہات میں گھی تیار کرنے والے ہی اُسے منڈی میں لاکر بیچنے سے پہلے ہی اپنے گھر میں ملاوٹ کر دیتے ہیں سستے بناسپتی گھی نے بناوٹ کرنا اور بھی آسان بنا دیا ہے۔ ہم نے یہ سوچا تھا کہ بناسپتی تیلوں میں کوئی رنگ یا بو ملانا ضروری کر دیا جائے مگر اب دشواری یہ ہے کہ ایسے رنگ یا بو کی تلاش کیجائے جو نقصان دہ نہ ہو۔ ہندوستان جیسے گرم ملک میں ایسا گہرا رنگ دینا صحت کے لئے مضر ہو سکتا ہے۔

ہم نے اپنے صوبے کی اسمبلی میں اس شرارت کو روکنے کے لئے ایک وسیع بل پیش کیا تھا۔ وہ کمیٹی کے سامنے تھا کہ ہم نے استعفیٰ دیدیا۔

مجھے امید ہے کہ اس بل کو آپ پسند کرینگے گھی دودھ کی تجارت کے بغیر زراعت ترقی نہیں کرسکتی۔ یو۔ پی میں ہم نے گھی کوآپریٹو سوسائٹیوں کی بہت بڑی تعداد میں حوصلہ افزائی کی اور اس بات پر زور دیا ہے کہ ان سوسائٹیوں کو قانوناً اپنے ممبروں کے ذریعے ملاوٹ روکنے کا انتظام کیا جائے۔ یہ بھی مفید ثابت ہوا۔ میں آپ کو یہ سب اسلئے لکھ رہا ہوں کہ شائد یہ واقفیت 'ہریجن' کے پڑھنے والوں کیلئے موجب دلچسپی ہو۔"

ڈاکٹر کاٹجو نے گھی تیار کرنے والے علاقوں کے بارے میں خاص طور سے جو قواعد بتائے ہیں وہ قابل غور ہیں۔ درحقیقت قدرتی خوراک کی ایک خاص چیز میں ملاوٹ کا سوال نہایت اہم ہے اور یہ سارے ملک کا سوال ہے۔ اسے حل کرنے کے لئے سیاست بالا میں جانے کی ضرورت نہیں۔

'ہریجن'

محکمۂ زراعت یوپی کی طرف سے اچھے بیج کا انتظام

(از جناب مدن لال سکسینہ پبلسٹی انسپکٹر محکمہ زراعت لکھنؤ)

کھیتی کی ترقی کے لیے اچھے اور محکمہ کے ذریعہ آزمودہ بیجوں کی ضرورت ہے۔ شروع شروع میں بیجوں کی جانچ محکمہ زراعت کے ریسرچ فارموں پر کی جاتی ہے جس کے بعد وہ دوسرے سرکاری اور نجی فارموں پر بڑھائے جاتے ہیں۔ کسانوں کی بڑھتی ہوئی مانگ پوری کرنے کے لئے اس طرح تیار کئے ہوئے بیج کافی نہیں ہوتے۔ اس لئے ایک ایسے بندوبست کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ یہ بیج سرکاری ریسرچ فارموں سے لیکر بڑے بڑے کاشتکاروں اور زمینداروں کے فارموں پر بو کر پیدا کیا جائے اور وہاں سے کوآپریٹو سوسائٹی کے ذریعہ باقی سب کسانوں کو بہم پہنچایا جائے۔ اور بہت کچھ اسی طریقہ پر محکمہ آجکل کام کر رہا ہے۔ دوسری ضروری چیز بیج کو گودام میں اچھی طرح رکھنا اور ان کو وقت ضرورت پر کسانوں کے لئے مہیا کرنا ہے۔ گذشتہ سالوں میں محکمہ ہذا کے ذریعے اشاعت کرنے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اب گاؤں گاؤں میں کسان محکمہ زراعت کے ذریعہ پیدا کئے ہوئے ترقی شدہ بیجوں کو پسند کرتے ہیں اور اس کی مانگ دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ اس بڑھتی ہوئی مانگ کو پوری کرنے اور خالص بیج اکٹھا کرنے وتقسیم کے لئے بہت سے غلہ گودام گذشتہ سال میں قائم کئے گئے ہیں۔ اس بات کی کوشش کیجا رہی ہے کہ ترقی زراعت کوآپریٹو اصولوں پر کیجائے اور امید کی جاتی ہے کہ تھوڑے دنوں میں کوآپریٹو سوسائٹیاں ان غلہ گوداموں کو چلانے کے قابل ہو جائیں گی۔ اس کام کی شروعات بھی جگہ جگہ کوآپریٹو اصول پر بیج کی سوسائٹیاں قائم کر کیگئی ہے اس قسم کی سوسائٹیاں قائم ہو جانے پر محکمہ زراعت کو دیہاتوں میں اور زیادہ متحدہ صورت میں اشاعت اور مظاہرہ کا موقع مل جائیگا لیکن مذکورہ بالا اصولوں پر بیج گوداموں کے قائم ہونے کا مقصد یہ ہے کہ آخر میں بیٹر فارمنگ سوسائٹیاں اور سیڈ یونین ان گوداموں کا کام کرنے لگیں اور ان کے چلانے کا خرچ بھی پبلک پر کم پڑے۔ ایسی حالت میں سرکاری فارموں کا کام صرف جدید اقسام کی فصلوں کا ایجاد کرنا۔ بیجوں کی جانچ کرنا اور کوآپریٹو سوسائٹیوں کے بیج گوداموں میں اچھے بیج کی مانگ پوری کرنا ہی رہ جائیگا۔

اس سلسلہ میں یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اچھے بیجوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اچھی کھیتی کرنی چاہئے۔ اچھی پیداوار اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ جوتائی خوب کیجائے۔ ٹھیک مقدار میں کھاد دیجائے اور زمین کی قوت زرخیزی قائم رکھی جائے۔ زمین کی قوت زرخیزی قائم رکھنے کے لئے کھاد کے مفید اجزا کو محفوظ رکھنا گوبر جانوروں کا پیشاب پچھلی فصلوں کے بچے ہوئے ٹھونٹھ و ڈنٹھل جڑیں پتیاں وغیرہ سڑا کر کھیت میں دینا چاہئے۔ علاوہ اس کے فصلوں کا مناسب ہیر پھیر اور سنئی وغیرہ کی سبز کھاد بھی دینا ضروری ہے۔

محکمہ زراعت ممالک متحدہ چھ سرکلوں میں منقسم ہے۔ بیجوں کی جانچ دیگر صوبجات سے بیج لاکر یہاں کی آب و ہوا کے موافق ان کو تیار کرنا اور ریسرچ فارموں پر نکالے ہوئے بیجوں کا بڑھانا وغیرہ محکمہ زراعت کے خاص مقصدوں میں سے کچھ ہیں۔ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ہر ایک سرکل میں جانچ کرنے اور بیج بڑھانے کے فارم قائم ہیں۔ ان کے علاوہ بیجوں کو جانچنے اور نکالنے کا کام اہلکاران محکمہ کی دیکھ ریکھ میں ذاتی فارموں پر بھی ہوتا ہے۔ ان بیج فارموں سے ایجاد کئے ہوئے چنیدہ بیج گوداموں کو بھیجے جاتے ہیں۔ ہر ایک سرکل میں بہت سے بیج گودام ہیں جن کی تعداد فی ضلع ۸ سے ۱۲ تک ہے۔ تمام صوبہ میں گرام سدھار اسکیم کے بیج گوداموں کو ملا کر کل ۶۰۳ بیج گودام ہیں۔ امسال ان بیج گوداموں کے ذریعہ کسانوں کی مانگ کافی حد تک پوری کیگئی ہے اور بہت بڑی مقدار میں ترقی شدہ بیج ارزاں اور مفید کھیتی کے اوزار اور کھاد تقسیم کیگئی ہے۔ مندرجہ ذیل نقشوں سے مذکورہ بالا اصول پر ان گوداموں کے ذریعہ تقسیم شدہ بیج و کھاد کی مقدار اور کھیتی کے آلات کی تعداد معلوم ہو سکتی ہے

اس مقدار یا تعداد میں محکمہ کین ڈیولپمنٹ کے ذریعہ تقسیم کئے ہوئے بیج اور کھاد وغیرہ شامل نہیں کئے گئے ہیں۔

بیج

نام بیج	مقدار تقسیم شدہ من
گیہوں	۴۸۵۳۵۸
چنا	۴۵۴۹۱
کپاس	۴۳۱۰
جو	۱۷۵۷۳۱
سنئی	۱۰۴۲۳
دھان	۱۷۷۲۴۱
گنا	۱۱۳۷۸۱۹
مٹر	۶۴۱۰
آلو	۱۸۵۴
مونگ پھلی	۲۰۶۰
مکا	۵۴۷
جوار	۱۲۶۸
ارہر	۵۸۷
دوسرے بیج	۸۳۵۸
	۲۰۸۶۴۵۸

کھیتی کے آلات

نام آلات	تعداد
مگر جیر مسٹن ہل	۱۳۵۱۳
پنجاب ہل	۴۰
ڈکری ہل	۳۶
دوسرے ہل	۲۷۶
ہلوں کے پرزے	۱۵۳۴۸
کٹی کاٹنے والی مشین	۷۰۱۲
ہیرو	۱۰۹۷
رہٹ	۲۳۹۲
کولھو	۲۴۵
کڑھاؤ	۵۱
کنوؤں سے پانی اٹھانے والے پمپ	۴
کلٹیویٹر	۱۷۲
اولپیڈ تھریشر۔ ماڑنے کی مشین	۳۲
دوسرے اوزار	۱۶۵۴۹
	۵۶۷۵۸

کھاد

نام کھاد	مقدار تقسیم شدہ من
بنولہ کی کھلی	۶۶۲۳
مہوہ کی کھلی	۲۵
نیم کی کھلی	۱۴۴۶
سلفیٹ آف امونیا	۱۷۱۱۰
سبز کھاد (سنئی اور نیل)	۳۵۹۱
فرٹیلائزر مکسچر	۹۴۲۲۲
لیکٹی رنیوز	۱۳۰۰۰
ہڈی کا چورہ	۲۷۵
دیگر کھاد	۱۴۵۵
	۱۳۷۷۸۷

چرئی گاؤں میں امداد باہمی و گاؤں سُدھار

ازجناب اودھ بہاری لال انسپکٹر کوآپریٹیو سوسائیٹیز بنارس

آجکل گاؤں سُدھار کا زور ہے اور ہر طرف امداد باہمی کا ذکر ہے۔ اس کی کوشش کیجا رہی ہے کہ ہمارے دیہاتی بھائی جلد از جلد اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر اپنی زندگی کو زیادہ خوشگوار بنائیں اب تو حکومت نے گاؤں سُدھار کے لئے کافی رقم بھی مقرر کی ہے۔ کام کرنے والوں کی تعداد بھی زیادہ کر دی گئی ہے۔ اب یہی دھن ہے کہ ہر گاؤں میں جلد از جلد زندگی سُدھار سوسائٹیاں قایم کر دی جائیں تاکہ گاؤں سُدھار اسکیم باقاعدہ چلائی جا سکے۔ گاؤں سُدھار کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام دن بدن ترقی ہی کرتا جا رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر گاؤں سدھار کا کام اسی جوش سے ہوتا رہا تو پانچ سال کے اندر اس صوبے کے ہر ایک گاؤں میں سُدھار اور زندگی سُدھار سوسائٹیاں قائم ہو جائیں گی۔

لیکن کچھ لوگوں کو شک ہے کہ اس اسکیم پر جو کچھ روپیہ صرف کیا جا رہا ہے اس کے مقابلے میں نتیجہ اطمینان بخش نہیں ہے امداد باہمی اور گاؤں سدھار کے کاموں میں کافی ترقی نہیں ہوئی ہے۔ اور اگر اسی رفتار سے کام ہوتا رہا تو شاید صدیوں بعد حقیقی تنظیم ہو سکے

شری اودھ بہاری لال انسپکٹر کوآپریٹیو سوسائیٹیز بنارس

میرا خیال ہے کہ یہ رائے ان لوگوں کی ہے جو گاؤں سدھار کے کاموں میں اپنا زیادہ وقت نہیں دے سکتے۔ ان کو اتنی فرصت کہاں کہ دیہاتوں میں جا کر دیہات کے رہنے والوں کی دشواریوں کو سمجھیں اور ان سے نجات پانے کی اُنھیں ترکیب بتائیں ایسے آدمیوں کی تعداد بھی زیادہ نہیں ہے جنھوں نے اب تک امداد باہمی و گاؤں سُدھار کے کام کو اپنایا نہیں ہے۔

انسانی فطرت ہے کہ وہ جو کام کرے اس کا نتیجہ بہت جلد دیکھنا چاہتا ہے ترنت دان مہا کلیان والا مضمون جلد سمجھ میں آتا ہے۔ وہ گاؤں سدھار کے کاموں کو بھی اسی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے جیسے ایک طرف سے مشین میں آٹا ڈالا اور دوسری طرف آٹا پسا ہوا، صاف کیا ہوا اور بوری میں بندھا ہوا مل جاتا ہے۔ گاؤں سُدھار کے کاموں میں ایسا نتیجہ ملنا بہت مشکل ہے۔ ہاں اگر دس یا بارہ سال بعد اس کا نتیجہ دیکھا جائے تو ضرور دیہات کے رہنے والوں کی حالت میں کافی ترقی نظر آئیگی لیکن اتنا صبر کسے ہے جہاں انھوں نے سال دو سال دیکھا کہ دیہاتوں میں سدھار کا کام اطمینان بخش طور پر نہیں ہوا بس اُنھوں نے طے کر لیا کہ گاؤں سدھار کا کام ٹھیک طور پر نہیں ہو رہا ہے گاؤں سُدھار کے کام میں ہمیں ان لوگوں سے کام کرانا ہے جو جاہل ہیں ہر ایک ترقی کے کاموں کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اپنے پرانے رسم و رواج کو چھوڑنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں، گاؤں والوں میں سدھار کا کام کرانا ایک مشکل کام ہے۔ جس کا اندازہ سال دو سال کے کاموں سے نہیں کیا جا سکتا دیہات والوں کی حالت اتنی گر گئی ہے کہ انھیں اُٹھانے میں جتنا روپیہ اور وقت صرف ہو وہ کم ہے۔

پھر بھی عوام کی غلط فہمی دور کرنے کیلئے ہمیں ایسے دیہاتوں کی رپورٹ پیش کرتے رہنا چاہئے جن سے اُنھیں یہ معلوم ہو کہ دراصل انکی ترقی کیلئے

زمری، چرئی گاؤں

۴ پنچایت امداد باہمی، چرئی گاؤں

گلاب کا چمنا چرئی گاؤں

کیا کام ہوا ہے اور کہاں تک سوسائٹیوں کے ذریعے انھیں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سکھایا گیا ہے چرئی گاؤں کا نام تو شاید آپ نے سُنا ہو کیونکہ اس کی کئی تصویریں "آجکل" میں شایع ہو چکی ہیں اب میں وہاں جو کام ہوا ہے اس کا اختصار کے ساتھ ذکر کرتا ہوں۔ اس کے مطالعے سے ناظرین ضرور اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ چرئی گاؤں کے باشندوں کی حالت دس سال میں کافی سدھر گئی ہے۔

یہ دیہات بنارس سے شمال کی طرف تقریباً ۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں سے تاریخی مقام سارناتھ دو میل کے فاصلے پر ہے۔ گاؤں کے آنے جانے کا راستہ اچھا ہے۔ اس موضع کی آبادی ایک ہزار کے قریب ہے۔ کل ایک سو پچاس گھر ہیں۔ زیادہ آبادی کوئری اور کٹوا کی ہے۔ اس موضع کا اصلی نام ریدپور تھا۔ لیکن گاؤں نے بعد کو اس کا نام چرئی گاؤں رکھدیا اور اب یہ گاؤں اسی نام سے مشہور ہے۔

شروع میں اس گاؤں کی حالت بڑی خراب تھی۔ گاؤں میں گندگی بہت زیادہ تھی جگہ بہ جگہ کوڑے کے ڈھیر اور گندے گڑھے تھے۔ گاؤں میں ناچ کا رواج تھا جس نے اپنا اڈا جما لیا تھا شروع میں گاؤں والوں پر بیرونی مہاجنوں کا تقریباً ۲۸ ہزار روپیہ قرض تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس دیہات میں غریبی نے اپنا گھر کرلیا ہے۔ قرض سے نجات پانے کے لیے ۱۹۱۲ء میں قرضہ کوآپریٹو سوسائٹی قائم کی گئی لیکن اس میں کچھ زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ جب مرض زیادہ پُرانا ہو جاتا ہے تو معمولی علاج سے کام نہیں چلتا نگہداشت بھی اچھی طرح نہ ہوسکی اس لئے قرضے والی سوسائٹی ٹوٹ سی گئی تھی صرف ۹ ممبر رہ گئے تھے اور سوسائٹی درجۂ ای میں آگئی تھی لیکن اسے پھر ۲۷-۲۸ء میں ازسرِنو قائم کیا اور اسی سال گاؤں سدھار سوسائٹی قائم کی گئی اس وقت سے اب تک برابر یہ دیہات ترقی ہی کر رہا ہے اس سوسائٹی کو ازسرِنو زندگی عطا کرنے میں مسٹر ل۔ این۔ مہتہ نے خاص دلچسپی لی تھی جو اس وقت بنارس کے کلکٹر تھے۔ آپ ہی کی کوشش اور باشندگان موضع کے جوش سے گاؤں کی خرابیاں بتدریج دور ہونے لگیں اور یہ ایک مکمل گاؤں شمار کیا جانے لگا۔

جب سے یہ سوسائٹی ازسرِنو قائم ہوئی اُس زمانے

ٹیوب ویل۔ چرئی گاؤں

باغ فالسہ۔ چرئی گاؤں

سے موجودہ حالت کا مقابلہ کرنے پر ایک خاص ترقی کا پتہ چلتا ہے۔ جیسا کہ ذیل کے اعداد سے ظاہر ہوگا۔

سنہ ۲۷-۲۸ء — سنہ ۳۸-۳۹ء

۱۔ ممبروں کی تعداد ۱۷ تھی۔ اب ۱۶۰ ہے۔

۲۔ ممبران کا حصہ ۱۰۷ روپیہ کا تھا۔ اب ۲۲۱۸ روپئے کا ہے۔

۳۔ امانت ۳۶۲ روپئے کی تھی۔ اب ۴۴۰۵ روپیہ ہے

۴۔ بچت کا سرمایہ ۷۵۵ روپئے تھا اب ۱۳۷۹ روپیہ ہے

۵۔ دیگر فنڈ کچھ نہیں تھا۔ اب ۳۴۴ روپیہ ہے

۶۔ سوسائٹی نقصان پر کام کر رہی تھی۔ اب ۲۵۰ روپیہ نفع ہے۔

۷۔ سوسائٹی سنٹرل بینک کی سرپرستی میں تھی۔ اب نجی سرمایہ سے کام کر رہی ہے۔

۸۔ سوسائٹی "ای" کلاس میں تھی۔ اب "اے" کلاس میں ہے

۹۔ سوسائٹی پر بیرونی قرضہ ۲۸۰۰۰ روپیہ تھا۔ اب صرف ۸۳۲۷ روپیہ ہے۔

جس وقت سے یہاں زندگی سدھار سوسائٹی قائم کی گئی اسی وقت سے خاص ترقی ہوئی ہے گاؤں والوں میں اجتماعی قوت پیدا کرنے کے لئے ایک منظم سوسائٹی قایم کی گئی جس میں ہر ایک گھر کے کام کرنے والے اور بالغ ممبر ہیں۔

ماڈل کنواں اور یکجائی چرنیاں چرن گاؤں

ان سب کے مشورے سے ایک ورکنگ کمیٹی جسے دیہاتی پنچایت کہتے ہیں بنائی گئی جس میں ۷ موثر حضرات شامل ہیں۔ اس وقت سرپنچ بابو بندھیشوری پرشاد ہیں۔ کام کی سہولیت کے لئے کئی ایک سب کمیٹیاں بھی منتخب کر لی گئی ہیں۔ جیسے زراعتی کمیٹی، تعلیمی کمیٹی، صفائی وصحت کمیٹی، علاج اور بری رسمیں مٹانے والی کمیٹی وغیرہ وغیرہ۔

زراعت اور باغبانی

جہاں گاؤں کے تین چوتھائی حصے میں کھیتی اور ایک چوتھائی حصہ میں باغبانی ہوتی تھی وہاں اب تین چوتھائی حصے میں باغبانی اور ایک چوتھائی حصے میں زراعت ہو رہی ہے اس وقت ۶۰ لیموں، ۱۵ نارنگی، ۸۰ فالسہ، ۲۰ پپیتا، ۵۲ امرود، ۷۵ آم اور ۲۶ گلاب کے درخت ہیں۔ ۳ نرسریاں بھی ہیں۔ یہاں عمدہ قسم کے پودے فروخت کئے جاتے ہیں آبپاشی کے لئے ایک مارس پمپ لگایا گیا ہے اور تین کنوؤں میں بورنگ بھی کرائی گئی ہے اب اس گاؤں میں آبپاشی کا کافی انتظام ہے۔ ترقی دادہ آلات میں ۹ مسٹن ہل ۹ پھاررا ۳ چارہ کاٹنے کی مشین اور ۷ تین بیلن کے کولھو استعمال میں لائے جا رہے ہیں۔ کیمیاوی کھاد کی ایجنسی بھی لی گئی ہے جس سے ممبروں کو بہت فائدہ ہے۔ اس کے علاوہ ۱۲۰ کھاد کے گڈھے بھی بنوائے گئے ہیں کمپوسٹ بنانے کا کام بھی گاؤں میں کیا جا رہا ہے۔

مویشیوں کی ترقی کے لئے ایک اصلاح شدہ سانڈ ہے عمدہ نسل کی بھینسیں و گائیں بھی رکھی گئی ہیں۔

گاؤں والوں کو سب سے زیادہ فائدہ باغبانی سے ہوا۔ شہر کے قریب ہونے سے انھیں پھل پھول فروخت کرنے کی سہولیت حاصل ہے۔ اگر وہ اب بھی لکیر کے فقیر رہتے اور گیہوں چنے ہی کی کاشت کرتے ہوتے تو ان کی حالت کبھی بھی نہ سدھرتی۔ ہمارے دیہاتی بھائی نئی قسم کی کھیتی کرنے سے بہت گھبراتے ہیں۔ ان کو اپنے کھیتوں میں ایسی چیزوں کی کاشت کرنی چاہئے جس سے انھیں

سنترے کا باغ

دو پیسے زیادہ ملیں۔

صفائی وصحت۔ پہلے جہاں اس موضع میں جگہ جگہ گھور نظر آتے تھے اور گاؤں نہایت گندہ رہتا تھا وہاں آج یہ گاؤں پوری طرح صاف ستھرا نظر آتا ہے۔ تمام گھور گاؤں کے باہر گڈھوں میں بنائے گئے ہیں۔ مویشیوں کو باندھنے کے لئے یکجائی چرنیاں بنائی گئی ہیں۔ گاؤں والوں نے آپس کے چندے سے اور خود کام کرکے دیہاتوں کے آنے جانے کے راستے صاف کئے ہیں۔ اور گاؤں کے اندر کی ساری سڑکیں پختہ کر دی گئی ہیں۔ اندھیری راتوں کے لئے جگہ بہ جگہ لالٹین کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ گاؤں کے قریب تمام کنوؤں کی جگت پختہ کر دی گئی ہیں۔

مریضوں کے علاج کے لئے دو شفاخانے بھی قائم کئے گئے ہیں۔ یہاں پر مفت دوائیں تقسیم کی جاتی ہیں زچہ بچہ کی دیکھ بھال کے لئے ایک تربیت یافتہ ہڈ وائف بھی چرن گاؤں مرکز کے لئے کر دی گئی ہے۔ گاؤں کی سب دائیوں کو تربیت دے دی گئی ہے۔ ان سے عوام کو بہت فائدہ ہے اور ان بیماریوں میں بہت کمی ہو گئی ہے جو بچوں کی پیدائش کے وقت ذراسی لاپروائی سے ہو جاتی ہے اور ابتدائی علاج کے لئے گرام سیوک مقرر کر دئے گئے ہیں۔ ان کو فرسٹ ایڈ کا کام بھی سکھایا جاتا ہے۔

گاؤں والوں کی مالی حالت سدھرنے کے باعث اب قریب قریب سبھی مکان پختہ بن گئے ہیں۔ مکانات

پپیتے کے باغ۔ چرن گاؤں

مذ و الف سنہ چرنی گاؤں

پرائمری اسکول جیرنی گاؤں

کافی ہوادار ہیں۔ روشنی اور ہوا کے لئے ہر مکان میں کھڑکیاں لگا دی گئی ہیں صحت کمیٹی انتظام کرتی ہے۔ نیا مکان بناتے وقت اس کمیٹی کی منظوری لینی ضروری ہے گاؤں کے کھنڈہر بنا کر ان کی جگہ خوبصورت مکان بنا دئے گئے ہیں۔

جگہ جگہ پھولوں کے پودے لگا دئے گئے ہیں جس سے دیہات کی خوبصورتی اور بھی بڑھ گئی ہے۔

صحت کی طرف بھی سوسائٹی کی پوری توجہ رہتی ہے۔ گاؤں میں دو اکھاڑے قائم ہیں جہاں ہر قسم کی کشتیں سکھائی جاتی ہیں۔

تعلیم اور اصلاح معاشرت

یہاں پر گاؤں سدھار سوسائٹی کی کوشش سے نیز امداد باہمی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کی جانب سے چار مدرسے جاری ہیں۔ پرائمری مدرسے میں ۲۲۳ بچے پڑھتے ہیں لڑکیوں کے واسطے علٰحدہ مدرسہ ہے۔ اس وقت پڑھنے والی لڑکیوں کی تعداد ۲۰ ہے۔ گاؤں میں تعلیم کی اشاعت روز بروز ترقی کر رہی ہے۔

مدرسہ بالغان بھی قائم کیا گیا ہے اس وقت ۲۲ بالغ تعلیم حاصل کر رہے ہیں اس کے علاوہ تقریباً ۱۰۰ بالغ تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ عورتوں کی تعلیم کے لئے ایک زنانہ مدرسہ بھی قائم کیا گیا ہے اس میں اس وقت ۲۳ عورتیں پڑھ رہی ہیں دیہات میں اشاعت تعلیم کی یہ حالت ہے کہ قریب قریب سبھی باشندے تھوڑا بہت لکھ پڑھ سکتے ہیں۔

ایک کتاب گھر ہے جس میں ۱۱۰ مختلف موضوع کی کتابیں ہیں۔ گاؤں والوں کی دلچسپی کے لئے ہندوستان، بھارت سدھار کسان لوکپکار کل کتوا یا، ہفتہ وار آج سدھار دودشی وغیرہ اخبار منگائے اور پڑھکر سنائے جاتے ہیں۔

ناٹک اور بھجن منڈلی بھی قائم کردی گئی ہے۔ موقعہ بہ موقعہ نصیحت آمیز ڈرامے دکھا کر اصلاح معاشرت کا کام بھی کیا جاتا ہے۔ اس سے سماج کی خرابیاں دور کرنے میں کافی کامیابی ہوئی ہے۔ بچوں کی تعلیم کے لئے گاؤں والوں نے ایک عمارت تعمیر کی ہے مدرسے میں پڑھنے والے بچوں کی تعداد بڑھ

گرلس اسکول چرنی گاؤں

پروڑھ اسکول اور کتب خانہ چرنی گاؤں

جانے کے باعث اب ایک بڑی عمارت کی ضرورت ہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کو اس کے لئے امداد دینے کی ضرورت ہے۔

دستکاری۔ گاؤں میں بنارسی ساری بنانے کا کام بھی کرایا جاتا ہے اس وقت ۲۰ کرگھے جاری ہیں ہر سال نئے طرز کی ساریاں تیار کیجاتی ہیں اگر ساری بیچنے کا انتظام آسانی سے ہو جائے تو اس کام میں اور بھی ترقی ہو سکتی ہے۔

سدھار کا کام عموماً گاؤں والوں ہی کے چندے سے کیا جاتا ہے سرمایہ جمع کرنے کے لئے ممبری کی فیس رکھی گئی ہے۔ ہر ایک ممبر سے ایک روپیہ سالانہ چندہ لیا جاتا ہے۔ دان فنڈ، خیرات فنڈ، دھرم فنڈ۔ باغ فنڈ اور فرنیچر فنڈ وغیرہ قائم ہیں، قرضہ سوسائٹی کے منافع سے بھی گاؤں سدھار کے کاموں میں مدد لیجاتی ہے۔

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ جو کامیابی جرئی گاؤں میں حاصل ہوئی ہو کیا اور دیہاتوں میں بھی اُسی حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ تمام سوسائٹیوں میں اسی شکل میں کام ہو جس سے دیہاتی باشندوں کی حالت سدھر جائے مگر کچھ دشواریاں ایسی پڑ جاتی ہیں جس کے باعث پوری کامیابی نہیں حاصل ہوتی۔ اول تو دیہاتوں میں کوئی تنظیم نہیں نہ ان کا کوئی رہنما ہے جس پر وہ پورا اعتبار کرتے ہوں دوسرے دیہاتوں میں ایسے کارکنوں کی کمی ہے جن کے دل میں ایثار و خدمت کا جذبہ موجود ہو۔

گاؤں سدھار کا کام اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جبکہ خود دیہات والے اس میں ہاتھ بٹائیں اور خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سیکھیں۔ کام کرنے والوں کو دیہات کے بارے میں پوری واقفیت ہونی چاہئے۔ تاکہ وہ صحیح صحیح رائے دے سکیں کہ کون سا کام گاؤں میں سہولیت سے ہو سکتا ہے۔ ایسا کام جس سے دیہاتیوں کو دلچسپی نہیں ہے یا کامیابی کی امید نہیں ہے شروع نہ کرنا چاہیئے۔

اس موضع میں ہمیں جو کامیابی ہوئی ہے اُسکا خاص سبب یہی ہے کہ دیہات والوں میں باہمی میل محبت ہے اور ان کو اپنے لیڈر بابو بندیشوری پرشاد

ساری بنانا۔ جرئی گاؤں

پر جو سرپنچ بھی ہیں پورا بھروسہ ہے انھوں نے سب سے پہلے پھل اور پھول کی کاشت کا کام شروع کیا، ساری بنانے کا کرگھا بنوایا۔ اب تمام گاؤں میں باغبانی کا کام ہو رہا ہے اور ۲۰ کرگھے بھی چل رہے ہیں آپ ہی کے جوش اور کوشش سے جرئی گاؤں نے یہ ترقی ہوئی ہے اور باشندگان موضع کی حالت سدھری ہے۔

مجھے امید ہے کہ جلد ہی ہر ایک گاؤں میں گاؤں والے اسی جوش سے کام کریں گے۔

ساہوکار

(از جناب زاہد لکھنوی)

ساری دنیا سے نرالا ہے تو ساہوکار ہے
دم قدم سے اس کے کتنی گرمی بازار ہے

نام سے اپنے بہت مشہور ہے ایماندار
اسکی فیاضی کے گاہک ہیں سبھی دوکاندار

قول کا سچا ہے اپنی بات کا پکا بڑا
اسکو دنیا جانتی ہے روپیہ والا بڑا

ہے اُسے اسراف بیجا میں نہایت قال و قیل
اس لئے سارا زمانہ اس کو کہتا ہے بخیل

وضع سادی اور شیدائی ہے سیدھی چال کا
یہ خدا کا بندہ بس بندہ ہے اپنے مال کا

دھوتی اور ٹوپی سے میلی میرزائی اس کی ہے
اس کا یہ فیشن ہے یہ ہیت کذائی اس کی ہے

چند بھتیاں اور کچھ کھاتے ہیں اس کے کاغذات
کلک کا موٹا قلم پیتل کی بوسیدہ دوات

مختصر اس کا اثاثہ مختصر اس کا بیان
ہے مگر گدی کے نیچے گنج قاروں بھی نہاں

کھل کے ملنا اُسکا سب سے اور میٹھی بول چال
اسلئے لازم ہے دنیا یار پیسے کا سوال

سود سے اپنے اسے مطلب جہاں سے کیا غرض
قرضخواہ ہوں کے اُسے سود و زیاں سے کیا غرض

ایک کے دو لینا جیسے کچھ نہیں اس نے حساب
سینکڑوں گھر بار والے ہوگئے خانہ خراب

توند سہلاتا ہے سب کچھ ہضم کرکے زشت خو
قرض دیکر چار پیسے چوس لیتا ہے لہو

بیٹھے بیٹھے وہ بنا لیتا ہے اپنے زر سے زر
چلتا ہے سکہ زمانے میں یہ ہے وہ سکہ گر

دور سے کرتا ہے جھک کر نا دہندوں کو سلام
اپنی دنیا میں دیانتدار سے رکھتا ہے کام

اہلکاروں اور وکیلوں سے ہے اسکا ساز باز
جانتے ہیں بس یہی ہے دیکھے اسکے دل کا راز

یہ منصفی کی عدالت سے سبق دیتا ہے وہ
بے پڑھے لکھے بھی ڈگری جج سے لے لیتا ہے وہ

مختصر زاہد نتیجہ ہے یہ اس تکرار سے
جو ہیں ساہوکار وہ ڈرتے ہیں ساہوکار سے

ریشم کے کیڑے اور اس کے انڈے

انڈی ریشم کا کیڑا اور اس کے پالنے کی ترکیب

(از جناب مسٹر چھوٹے سنگھ - بی - ایس - سی - اے - جی)

انڈی ریشم جس سے ہم مختلف قسم کے کپڑے، چادریں - کرتا اور دھوتی وغیرہ بناتے ہیں ایک خاص قسم کے کیڑے کے لعاب دہن سے بنتا ہے - یہ کیڑا اپنے جسم کے چاروں طرف ریشم کا ایک غلاف بنتا ہے جس کو کویا کہتے ہیں۔

اس ریشم کے غلاف سے کیڑا تتلی بن کر نکل جاتا ہے اور اس ریشم کے غلاف سے روئی کی طرح سوت کاتا جاتا ہے - اس کیڑے کے ریشم کو انڈی اس لئے کہتے ہیں کیونکہ کیڑا انڈی کی پتی کھاتا ہے۔

آجکل گورنمنٹ اور دوسرے لوگ جو کہ کسانوں کا بھلا چاہتے ہیں - وہ سبھی لوگ گھریلو دستکاریوں کے بڑھانے کی کوشش میں ہیں - انڈی کے ریشم کا کیڑا پالنا ان گھریلو دستکاریوں میں بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوگا - اس میں نہ تو زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہے اور نہ اس کا پالنا ہی کوئی مشکل کام ہے قدرت نے اس کو ایسی طاقت دی ہے کہ یہ کیڑا اکثر بہت کم بیماریوں کا شکار ہوتا ہے صرف گھر کی عورتوں اور بچوں کی چند گھنٹے روزانہ کی محنت سے معمولی طور پر کافی فائدہ ہو سکتا ہے - گذشتہ سالوں سے صوبہ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ (یوپی) میں قریب ایک لاکھ روپیہ سالانہ کا انڈی ریشم باہر سے خریدا جاتا ہے - اس لئے یہ بات ظاہر ہے کہ صرف اگر ہم اپنے ہی صوبہ کی ضرورت کے لئے انڈی ریشم پیدا کر سکیں تو ہمارے صوبہ کا بہت سا روپیہ باہر جانے سے بچیگا اور خالی وقت میں ہمارے کسان یا بیکار بھائیوں کے گھر کی عورتیں اور بچے کچھ روپیہ آسانی سے کما سکیں گے۔

پالنے کا طریقہ

انڈی ریشم کا کیڑا پالنے کے لئے سب سے پہلے انڈی کی کاشت کا ہونا بہت ضروری ہے - کیونکہ انڈی کی پتیوں پر ہی کیڑے کا پالنا منحصر ہے۔

دوسری ضروری بات موسم کی موافقت ہے - اس کیڑے کے لئے نم اور گرم آب و ہوا کی ضرورت ہے - خشک اور زیادہ گرم موسم اس کیڑے کے لئے مضر ہے۔

۶۰ - ۷۰ درجہ فارن ہائٹ حرارت ان کے لئے بہت موافق ہے اور ۵۰ - ۱۰۰ درجہ فارن ہائٹ حرارت ان کے لئے اوسط درجہ کا ہے۔

انڈی بونے کے لئے کھیت میں سے ربیع کی فصل کاٹنے کے بعد کھیت کو ایک مرتبہ مٹی پلٹنے والے لوہے کے ہل سے جوت دینا چاہئے اور اس کو دو دفعہ دیسی ہل سے جوتنا چاہئے اور پاٹا سے کھیت کے ڈھیلے توڑ کر برابر کر لینا چاہئے - بعد میں ۱۸ یا ۲۰ گاڑی فی ایکڑ کے حساب سے اس میں پرانے جمع کئے ہوئے گوبر اور کوڑا کی سڑی ہوئی کھاد دینا چاہئے - اور کھاد کو تمام کھیت میں اچھی طرح سے پھیلا کر ہیرو چلا دینا چاہئے - یا دیسی ہل سے جوت دینا چاہئے - تاکہ کھاد خوب اچھی طرح سے تمام کھیت میں مل جائے - اس طرح سے انڈی بونے کے لئے کھیت اخیر مئی یا جون کے شروع تک تیار کر لینا چاہئے اور پہلی بارش ہونے پر اچھی انڈی کا بیج دس سیر فی ایکڑ کے حساب سے ۴ فٹ کی دوری پر یا تو کدالی سے کونڑ بنا کر یا دیسی ہل کے پیچھے بو دینا چاہئے جبکہ انڈی کے پودے ۱۰ یا ۱۲ انچ کے ہو جائیں تو ان میں سے بیچ بیچ سے کمزور پودے اکھاڑنا شروع کر دینا چاہئے اور دو یا تین دفعہ اس طرح کمزور پودوں کو نکالنے سے اچھے پودوں کا فاصلہ ہر ایک قطار میں قریب ۴ فیٹ رکھنا چاہئے جب پودے ۲½ یا ۳ فیٹ یعنی ایک گز اونچے ہو جائیں تو ان کے اوپر کا اُگتا ہوا کوپل یا کلہ ہاتھ سے توڑ دینا چاہئے۔ تاکہ پودے میں نیچے شاخیں نکلیں جس سے پتیوں کی تعداد بڑھ جائیگی - بونے کے ۲ یا ۲½ مہینے بعد سے کھیت سے پتیاں توڑی جا سکتی ہیں۔ پتیاں توڑنے میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ کسی پودے سے زیادہ تعداد میں پتیاں نہ توڑی جائیں تاکہ پودے کے اُگنے میں رکاوٹ نہ ہو اور پتیاں ہمیشہ نیچے سے توڑنا چاہئے اگر پتیاں احتیاط سے توڑی جائیں اور اوپر لکھے ہوئے طریقہ سے کاشت کی جائے تو ایک ایکڑ انڈی سے ۷۵ - ۸۵ من پتیاں اور قریب دس من کے صاف کی ہوئی انڈی نکلے۔

حالات زندگی و عادات

اپنی زندگی میں اس کیڑے کو چار مختلف حالتوں سے گزرنا پڑتا ہے انڈا (eggs) گڑار (caterpillar) کویا (cocoon) تتلی (moth)

۱۔ انڈے چھوٹے گول اور سفید رنگ کے ہوتے ہیں۔ ان کے اوپر ایک سخت اور چکنی کھول (covering) ہوتی ہے۔ انڈے سے کیڑا یا گرڈار۔ نکلنے کے لئے نمی کی بہت ضرورت ہے اور تر ہوا انڈے کی پرورش کے لئے بہت ضروری ہے۔ نم اور معمولی گرم (moist warm) موسم میں انڈے ۸ دن میں پھوٹتے ہیں۔ گرم اور خشک موسم میں ۱۱ یا ۱۲ دن لگتے ہیں اور جاڑوں میں ۱۵ یا ۲۰ دن تک لگ جاتے ہیں۔ انڈے پھوٹنے کے ایک یا دو دن پہلے بھورے رنگ کے ہو جاتے ہیں اس وقت انڈوں کو ٹوکری میں پھیلا کر ذرا فاصلے سے الگ کر دینا چاہئے اور اوپر سے انڈی کی نرم اور چھوٹی پتیاں یا کوپل رکھ دینا چاہئے۔

۲۔ گرڈار۔ جب انڈے سے کیڑا یا گرڈار نکلتا ہے۔ یہ بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اور اسکا رنگ ہرا پن لئے ہوئے پیلا ہوتا ہے اور جسم پر کالے داغ ہوتے ہیں کیڑا پتیاں کھانا شروع کر دیتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کا جسم بھی بڑھتا رہتا ہے۔ جسم بڑھنے سے پرانی کھال تنگ ہو کر پھٹ جاتی ہے اور اس طرح سے کویا بنانے کے پہلے گرڈار چار دفعہ کیچل بدلتا ہے۔ جب کیچل بدلنے پر کیڑا ہوتا ہے تو یہ سست پڑ جاتا ہے اور ایک یا دو دن کے لئے پتی کھانا بھی چھوڑ دیتا ہے۔ اس وقت نہ تو پتی بدلنا چاہئے اور نہ کیڑے سے کسی طرح کی چھیڑ چھاڑ کرنی چاہئے۔ کیچل بدلنے میں پرانی کھال یا تو ٹھیک سر کے اوپر یا سر کے پیچھے پھٹتی ہے اور کیڑا اس پرانی خول سے لگاتار محنت کے ساتھ دھیرے دھیرے چھوڑ کر باہر نکل آتا ہے اور پھر سے پتی کھانا شروع کر دیتا ہے چوتھے کیچل بدلنے کے بعد گرڈار زیادہ تعداد میں پتیاں کھانا شروع کر دیتا ہے اور اس کا جسم بھی جلدی جلدی بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ گرڈار جب بڑھ کر پورا جوان ہو جاتا ہے اس وقت اس کی لمبائی ۳ یا ۴ انچ کے درمیان ہوتی ہے۔ رنگ یا تو ہرا یا سفید ہو جاتا ہے۔ کچھ کیڑوں کا رنگ سادہ رہتا ہے اور کچھ کے جسم پر کالے دھبے ہو جاتے ہیں اور اب یہ کویا بنانے کا وقت آ جاتا ہے۔ ایسی حالت میں کیڑا پتی کھانا چھوڑ دیتا ہے اور کشتی یا ٹوکری میں اِدھر اُدھر گھومنا شروع کر دیتا ہے پاخانہ پتلا اور زیادہ تعداد میں ہوتا ہے۔ جب کیڑوں کی اوپر بیان کی ہوئی حالت پائی جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ گرڈار پتیاں کھا کر پورا جوان ہو گیا ہے اور اب اسکو کویا بنانے کی ٹوکری میں ڈالدینا چاہئے۔ ٹوکری میں ڈالنے کے پہلے کیڑے کو کان کے نزدیک لا کر اس کے جسم پر کے کانٹوں پر انگلی پھیرنا چاہئے اگر خالی برتن کی جھنکار کی سی آواز آئے تو سمجھ لینا چاہئے کہ کیڑا بالکل تیار ہو گیا ہے اور اس کو کویا بنانے کے لئے ٹوکری میں ڈالدینا چاہئے اس وقت اس کا رنگ زردی مائل ہوتا ہے اور بعض اوقات نیلگوں۔ کیڑے کو کشتی سے نکال کر ٹوکری میں کویا بنانے کے لئے رکھ دینا چاہئے۔ ٹوکری میں آم کی خشک پتیوں کی تہ لگا دینا چاہئے۔ پتیوں اور کیڑوں کی مختلف پرتیں لگاتار ایک دوسرے پر لگا دینا چاہئے اور ٹوکری کو پتوں سے اوپر تک بھر کر پھر کچھ ڈھک دینا چاہئے تاکہ کیڑے ٹوکری سے باہر نہ نکل جائیں انڈے سے نکلنے کے بعد قریب ۲۰ دن کیڑا پتیاں کھاتا ہے اور اس کے بعد ٹوکری میں ڈالنے کے قابل ہوتا ہے اس حالت میں کیڑا کچھ کھاتا نہیں اور اپنے مُنہ سے جسم کے چاروں طرف ریشم کا جال بنا لیتا ہے۔ اسکو کویا کہتے ہیں۔ کوئے کے اندر یہ اپنی شکل تبدیل کر کے گھونگھے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس حالت میں کیڑے کے پیر۔ آنکھ یا مُنہ نہیں ہوتا ہے اور اس وقت وہ اپنی شکل تبدیل کر کے تتلی بن جاتی ہے۔ اور یہ تتلی کوئے کے باہر نکل آتی ہے ٹوکری میں کیڑا ڈالنے کے بعد بنے ہوئے کویا کو گرمی میں ۵ دن کے بعد اور جاڑوں میں ۸ دن کے بعد ٹوکری سے نکال کر ان کو پھر کشتی میں رکھنا چاہئے۔

کویا بننے کے دس دن بعد گرمی میں اور ۲۰ یا ۲۵ دن بعد جاڑوں میں اور کبھی کبھی بہت زیادہ سردی میں ۴۰ دن کے بعد بھی تتلیاں کویا سے نکلتی ہیں۔ تتلیاں نکلنے کے ۳۔۴ گھنٹہ بعد ان کو خالی ٹوکری میں رکھنا چاہئے۔ آپس میں نر اور مادہ جوڑا بنا لیں گے۔ دوسرے دن ٹوکری کو پھر دیکھنا چاہئے۔ جن تتلیوں نے جوڑا نہ بنایا ہو۔ ان کو ٹوکری سے باہر نکال دینا چاہئے۔ تیسرے دن نر اور مادہ کے بنے ہوئے جوڑا سے مادہ تتلیوں کو اُٹھا کر دوسری ٹوکری میں رکھنا چاہئے۔ اس نئی ٹوکری میں مادہ انڈے دیگی۔ پہلی رات میں اکثر فی مادہ قریب ۷۰ یا ۸۰ انڈے دیتی ہے۔ پہلی رات کے انڈے نہایت اچھے اور تندرست ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر ضرورت کے لئے کافی ہو جائیں تو صرف پہلی ہی رات کے انڈے پالنے کے کام میں لانا چاہئے۔ لیکن کسی بھی حالت میں تیسری رات کے بعد جو انڈے دئے گئے ہوں ان کو نہ پالنا چاہئے۔ کیونکہ ان سے نہایت ہی کمزور کیڑے نکلیں گے۔

کیڑا پالنے کے پہلے مندرجہ ذیل چیزوں کا مہیا کرنا ضروری ہے

۱۔ کشتی (Tray) جس میں کیڑوں کو پتی کھلائی جاتی ہے۔ یہ یا تو لکڑی کی بنائی جاسکتی ہیں یا لکڑی کے چوکھٹے میں کپڑا یا ٹاٹ لگا کر بنائی جاسکتی ہیں۔ بانس یا بینت کی بھی بنائی جاسکتی ہیں اس کی ناپ ۳ فٹ لمبی ۲ فٹ چوڑی اور چاروں کناروں پر ۲ انچ اونچی دیوار ہونی چاہئے۔ ایک ہزار کیڑوں کے پالنے کے لئے اس ناپ کی تین کشتیوں کی ضرورت ہوگی۔

۲۔ چھوٹی بانس یا بینت کی ٹوکریاں جس میں تتلیاں انڈے دینگی۔

۳۔ ٹوکریاں جن میں کویا بنانے کے لئے گرڈار رکھے جاتے ہیں۔

۴۔ آم کی خشک پتیاں۔

۵۔ مٹی کے تیل کے خالی پیپے اور توتیا۔

۶۔ مچان جس پر کیڑوں کی کشتیاں اور ٹوکریاں رکھنی چاہئے۔

پالنے کا وقت۔ کیڑا پالنے کا وقت جولائی سے مارچ تک ہے اس کے بعد زیادہ گرمی پڑنے لگتی ہے اپریل میں پیدا ہوئے بچے کمزور اور چھوٹے ہونگے۔ گرمی میں بہت سے کیڑے مر جائیں گے اور بہت سے کیڑے کویا بنانے کے بجائے صرف گھونگھا ہی بنائیں گے ان میں

صاف کئے ہوئے کوسے

سے تتلیاں بہت کم نکلیں گی اور جو کچھ بھی نکلیں گی وہ بہت کمزور ہونگی

موسم کی موافقت میں یعنی جولائی سے مارچ تک ۶ یا ۷ نسلیں کیڑوں کی ایک سال میں ہونگی۔ پھوٹنے والے انڈوں پر نرم تازی اور چھوٹی چھوٹی پتیاں ڈھک دینا چاہیے انڈوں سے کیڑے نکل کر ان پتیوں پر چڑھ جائیں گے پتیوں کو معہ کیڑوں کے اٹھا کر دوسری کشتی میں رکھ دینا چاہیئے۔

انڈا پھوٹنے کے ۴ دن بعد تک بہت ملائم اور چھوٹی پتیاں دن میں صرف دو مرتبہ دینا چاہیئے پہلی اور دوسری کینچلی اتر جانے کے بعد تک صرف تین دفعہ پتی دینے کی ضرورت ہوگی۔ تیسری کینچلی اتر جانے کے بعد کیڑے پتی اور زیادہ کھائیں گے اور اس وقت ۴ دفعہ تک پتیاں دینے کی ضرورت ہوگی۔ چوتھی کینچلی کے بعد کیڑے بہت زیادہ اور جلدی جلدی پتیاں کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اسلئے ضرورت کے موافق پانچ یا چھ دفعہ تک پتیاں دینا چاہیئے۔ پتی کو ہاتھ سے پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دینا چاہیئے اس سے کیڑے پتی کو خوب کھاتے ہیں۔ کیڑوں کی کشتیوں کو دن میں ایک دفعہ بالکل صاف کر دینا چاہیئے یعنی پرانی بچی ہوئی پتیاں اور کیڑوں کا پاخانہ وغیرہ بالکل باہر نکال دینا چاہیئے زیادہ تر صفائی صبح کے وقت کرنا چاہیئے جبکہ دن میں اول دفعہ پتیاں دیتے ہیں اس کے لئے سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ جس کشتی میں کیڑے ہوں اس کو تازی۔ ملائم اور صاف پتیوں سے ڈھک دینا چاہیئے کیڑے ان تازی پتوں پر چڑھ جائیں گے۔ ان پتیوں کو معہ کیڑوں کے اٹھا کر دوسری کشتی میں رکھ دینا چاہیئے اور ان کے اوپر سے جتنی اور پتیوں کی ضرورت ہو رکھ دینا چاہیئے۔ اس کے بعد پھر دانہ میں جتنی دفعہ بھی پتیاں دینا ہو صرف ان کے اوپر پتیاں بچھا دینا چاہیئے اور بار بار بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں تک ہو سکے کیڑوں کو ہاتھ سے بہت کم چھونا چاہیئے۔

احتیاط

۱۔ انڈوں اور کیڑوں کو کبھی ایسی جگہ یا ایسے برتن میں نہیں رکھنا چاہیئے۔ جہاں تازی ہوا کی کمی ہو۔

۲۔ ایک دفعہ کا استعمال کیا ہوا سامان دوسری دفعہ کام میں لانے سے پہلے ان کو ہری توتیا کے پانی سے دھو کر صاف کر لینا چاہیئے۔ انڈوں کو بھی پھوٹنے کے پہلے توتیا کے پانی سے دھو لینا چاہیئے تاکہ مختلف قسم کی بیماریوں سے محفوظ رہیں۔ انڈوں کو کپڑے میں پوٹلی بنا کر توتیا کے پانی میں ایک دفعہ ڈبونا چاہیئے۔ اور پھر اس کپڑے کی پوٹلی کو ۲ یا ۳ دفعہ صاف پانی میں دھونے کے لئے ڈبونا چاہیئے اور اس کے بعد ان کو سایہ میں سکھا لینا چاہیئے۔

ا۴ سیر پانی میں ایک تولہ توتیا گھولنا چاہیئے۔

۳۔ جاڑے کے موسم میں اگر تتلیاں نر اور مادہ جوڑہ نہ بنائیں تو ان کو گرم جگہ میں رکھنا چاہیئے۔

۴۔ ایک سال کے بعد انڈے دوسری جگہ سے بدل لینا چاہیئے ورنہ کیڑوں کی نسل کمزور پڑ جائے گی۔

۵۔ کیڑے کو اس کے دشمنوں سے بچانے کے لئے ہمیشہ کشتیوں اور ٹوکریوں کو مچان پر رکھنا چاہیئے۔ جس کے پائے پانی میں رکھے ہونا چاہیئے۔ ان کے دشمن چونٹے۔ چڑیاں۔ چمگادڑ۔ چھپکلی۔ مینڈھک ڈنگار اور ایک قسم کی مکھی ہیں۔ یہ مکھی گھریلو مکھی سے کچھ بڑی ہوتی ہے اور اس کے جسم پر بال ہوتے ہیں۔

۶۔ جن کیڑوں سے انڈے لئے جائیں وہ بہت تندرست ہونا چاہیئے اکثر ایسے کیڑے جن کے جسم پر سفید موم جیسا سفوف زیادہ تعداد میں ہوتا ہے زیادہ تندرست سمجھے جاتے ہیں۔

۷۔ ریشم جتنا ہی زیادہ صاف اور سفید ہوگا اسکی قیمت اتنا ہی زیادہ ہوگی۔ اسلئے ہمیشہ ایسی تتلیوں سے انڈے لینا چاہیئے جو کہ سفید کویا سے نکلی ہوں۔

پورے جسم کے ریشم کے کیڑے

سوت کاتنے سے پہلے کویا کی صفائی اور تیاری

اس کیڑے کا کویا اس قابل نہیں ہوتا ہے کہ اس میں سے پوری لمبائی کا تاگہ نکال کر ریل کیا جاسکے۔ بلکہ اس کے ریشم کو تکلی یا چرخے سے روئی کی طرح کات کر ریشم کی لچھیاں اور تاگہ بنایا جاتا ہے۔ ریشم کو کاتنے کے پہلے کویا کو صاف کر لینا ضروری ہے کیونکہ اس کے اندر جو گندگی ہوتی ہے وہ ٹوٹ کر ریشم کے ریشہ میں مل جانے پر صفائی میں بڑی مشکل ہوگی کھونگھے کی خول۔ مرا ہوا کیڑا اور پرانی کھال وغیرہ جو کہ کویا کے اندر رہتے ہیں۔ ان کو نکالنے کے لئے کویا کو کسی نوکیلی کیل سے الٹ لینا چاہیئے جس سے اندر کا حصہ باہر آجائے گا۔

ریشم کو چمکیلا اور صاف بنانے کے لئے کویا کو پلٹنے کے بعد صاف پانی میں ۱۶ سے ۲۰ گھنٹے تک بھگونا چاہیئے اور اس کے بعد ہاتھ سے دبا دبا کر خوب دھو ڈالنا چاہیئے۔ پھر کوؤں کو ایک کپڑے میں باندھ کر ابلتے ہوئے پانی میں قریب ۳/۴ گھنٹہ رکھنا چاہیئے اس پانی میں کویوں کے وزن کا ۱/۴ حصہ کپڑا دھونے والا سوڈا ملا لینا چاہیئے۔ ان بندھے ہوئے کویوں کو بغیر کھولے ہوئے صاف پانی میں دھونا چاہیئے۔ جب تک کہ گندا پانی نکلنا بند نہ ہو جائے۔ بس اب ریشم کا کویا رنگنے اور کاتنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور اس سے روئی کی طرح سوت کاتا جاسکتا ہے۔ اگر تکلوا سے سوت کاتنا ہو تو گیلے کویا سے آسانی رہیگی۔ لیکن اگر چرخا سے سوت کاتنا ہو تو کویا کو خوب سکھا لینا چاہیئے۔ ایک سیر کویا سے ۱۰ یا ۱۲ چھٹانک ریشم کا تاگہ تیار ہوگا۔

انڈی کے ریشم میں تین باتیں بہت خاص ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ یہ جتنا ہی زیادہ دفعہ دھویا جاتا ہے اتنا ہی زیادہ چمکدار کپڑا ہوجاتا ہے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ انڈی ریشم کا کپڑا بہت مضبوط ہوتا ہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ اس ریشم کے پیدا کرنے میں کیڑوں کو مارنا نہیں پڑتا جیسا کہ شہتوت کے ریشم میں کویوں کو اُبال کر کیڑوں کو مار دینا پڑتا ہے۔

انڈی کے کیڑے کے پالنے سے فائدہ

مندرجہ ذیل نقشہ میں ایک ایکڑ انڈی کے بونے کا خرچہ۔ اس سے کتنی پتیاں۔ بیج اور ایک ایکڑ کی پتی سے کتنا ریشم تیار ہوگا اور اس حساب سے فی ایکڑ زمین سے کتنا فائدہ ہوگا۔ دکھلایا گیا ہے۔ یہ نقشہ ڈاکٹر شرغا صاحب پروفیسر زراعتی کالج کے مشورے سے تیار کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ریشم کے کیڑے کے پالنے سے کافی فائدہ ہے۔

اگر انڈی صرف بیج ہی کے لئے بوئی جائے اور اس کی پتیوں سے کیڑا پال کر فائدہ نہ اٹھایا جائے تو انڈی کا بیج بجائے دس من کے ۵ من ہوجائے گا جس کی قیمت ۴ روپیہ فی من کے حساب سے صرف ۶۰ روپیہ ہوا اور اس میں سے ۴۰ روپیہ کے قریب گھٹانے سے جو کہ انڈی کی کاشت کا خرچہ ہے صرف ۲۰ روپیہ کا فائدہ ہوگا۔ لیکن اگر ہم انڈی کی پتیوں کو کیڑوں کے کھلانے میں کام لائیں تو کم از کم پانچ گنا زیادہ فائدہ ہوگا۔

	خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱	کھیت جوتنے اور تیار کرنے میں	۰	۱۵	۳
۲	انڈی کا بیج ۱۰ سیر	۰	۰	۱
۳	بونے کا خرچہ ۸ آدمی	۰	۸	۲
۴	کھیت سے گھاس نکالنا دو دفعہ	۰	۵	۰
۵	پودوں میں فاصلہ کرنے کے لئے کھیت سے اُکھاڑنا	۰	۱۰	۰
۶	اوپر کا کلہ توڑنا	۰	۵	۰
۷	انڈی کا میگنا توڑنا	۰	۸	۲
۸	انڈی کو صاف کرنا	۰	۰	۱۲
۹	کھیت کا لگان	۰	۰	۱۰
۱۰	۱۵۔ ٹوکریاں	۰	۱۵	۰
	انڈی کی کاشت کل	۰	۱۲	۳۸
۱۱	پالنے اور کاتنے و بننے میں	۰	۰	۱۰۰
	کل خرچہ	۰	۱۲	۱۳۸

	آمدنی	پائی	آنہ	روپیہ
۱	انڈی کی پتیاں ۷۵ من من سے ایک من کویا بنیں گے اور جس سے ۲۵ سیر یا ۱۵۰ گز کپڑا تیار ہوگا۔	۰	۰	۲۰۰
۲	اس کھیت سے ۱۰ من انڈی کا بھی ملے گا۔			۴۰
۳	انڈی کے سوکھے ہوئے لٹھے			۵
	کل آمدنی	۰	۰	۲۴۵
	خرچہ	۰	۱۲	۱۳۸
	کل فائدہ	۰	۲	۱۰۶

سرکاری ایکسپیریمنٹل فارم پرتاپگڑھ میں ہز ایکسلنسی گورنر صاحب یوپی اور لیڈی ہیلیٹ ایکھ کی فصل کا معائنہ فرما رہی ہیں۔

نئی زندگی

از جناب عبدالغنی عباسی بی۔ ایل۔ ایل بی پبلسٹی آفیسر گرام سدھار یو پی

ولایت وغیرہ میں گاؤں والے خوشحال کیوں ہیں اور ہمارے ملک میں گاؤں والے مصیبت زدہ کیوں ہیں اسکا جواب اس مضمون میں مسٹر عباسی نے دیا اور ایک کسان کی بات چیت کو نمونہ بنا کر بڑی خوبصورتی سے دیا۔ گرام سدھار سے دلچسپی رکھنے والے ہر ایک شخص کو چاہئے کہ وہ اس مضمون کو غور سے پڑھیں

ہندوستان کی غریبی دور کرنے کے خیال سے ملک کے مختلف حصوں میں کوشش کیجا رہی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک کی زمین کی ایک ڈراونی تصویر ہمارے سامنے ہوتی ہے۔ جب ہم شہروں اور قصبات سے دور دیہات کے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑوں اور صبح سے شام تک نیم برہنہ کھیتوں میں کام کرنے والے کسانوں پر نظر ڈالتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ جہالت اور غریبی دو ایسے بڑے روگ ہیں جن میں ہمارے دیہات کے رہنے والے مبتلا ہیں۔ ان دو برائیوں کے خلاف جد و جہد کرنا صحیح راہ میں قدم رکھنا ہے "گرام سدھار" کا عام چرچا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ گاؤں کے راستے اور گلی کوچوں کی مرمت سے دیہات کی اصلاح ہو جائے گی کوئی سمجھتا ہے کہ کھاد کے گڈھے تیار کرانا۔ مکانات میں روشندان لگانا کنووں کی مرمت کرانے ہی میں دیہات کا سدھار ہے کچھ کام کرنے والوں کا خیال ہے کہ پنچایت گھر بنا دیئے جائیں۔ غلہ کے گودام کھول دیئے جائیں۔ تو دیہات کی ترقی ہو جائے۔ مگر ہمارے دیہاتی بیمار کی نبض دیکھنے والے حکیم اور ویدوں نے صحیح مرض کی تشخیص نہیں کی کیونکہ دیکھنے میں آیا ہے کہ گاؤں کے گلی کوچے بھی مثل شہروں کے بن گئے۔ روشندانوں سے مکان میں جھر جھر ہوا بھی آنے لگی مگر گاؤں والے جہاں تھے وہیں رہے۔ اس سے پتہ یہ چلتا ہے کہ اوپر ذکر کی ہوئی اصلاحی تحریکیں گاؤں کا ظاہرہ روپ بدل سکتی ہیں مگر گاؤں کے بسنے والوں میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کر سکتیں۔ ایسے نسخہ کی ضرورت ہے جو گاؤں کے نواسیوں کا جیون بدل دے۔

کام کرنے والوں کا کہنا ہے کہ مقصد کے حصول کے لئے ارادہ کر لینا ہی پہلا قدم ہے دیہات کی اصلاح اور ترقی کا کام صحیح معنوں میں شروع کرنے سے قبل دیہات میں بسنے والوں کی ذہنیت کا کھوج لگانا چاہئے۔ دیہات کے بسنے والوں سے بات کرنے پر آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ بالکل ہی آسودہ اور دنیا سے آزاد معلوم ہوں گے ایک دیہاتی کی گفتگو ذیل میں درج کرتا ہوں۔ یہی جوابات انھیں الفاظ میں ملک کے ہر حصہ سے آپ کو سنائی پڑینگے۔

"کہو بھائی چودھری کا حال چال ہے؟"

"بھیا جیو جنت ہے کو نو طرح جندگی کے دن کٹ رہے ہیں"

"کھیت تو ہے چودھری کا ہے کا اُس نراس بولت ہو؟"

"کچھو نا ہیں بھیا ارے جندگی اک مایا ہے۔ دنیا اک سرائے سمان ہے جیس تیس جندگی کے دن گجارے کا تو ہیئے"

ایک کھاتے پیتے دیہاتی کے یہ الفاظ۔ دیہات کی صحیح تصویر پیش کرتے ہیں۔ ایک یوروپین اس دنیا میں اپنا گھر بنانا چاہتا ہے اور ایک ہندوستانی اپنے گھر کو سرائے سمجھتا ہے۔ ایک انگریز کے لئے اس کا گھر قلعہ ہے جسے وہ اپنی آنے والی نسل کے لئے زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانا چاہتا ہے۔ ہندوستانی کے لئے اس کا گھر چار دن کا رین بسیرا ہے کسی نے سچ کہا ہے کہ ایک بجھا ہوا اور اپنی حالت پر شاکر انسان ترقی کی دوڑ میں ہمیشہ پیچھے رہتا ہے۔

کسی دیہاتی نواسی سے اس کے بال بچوں کی آئندہ زندگی کے متعلق سوال کیجئے تو وہ فوراً یہ جواب دے گا کہ "اوپر مشور مالک ہے جو قسمت میں ہے ہورہیگا" اوپر کے یہ الفاظ اور جوابات سے دیہاتی ذہنیت کا آپ کو اندازہ ہوگا ہندوستان کے دیہاتوں کی ترقی کے سوال کو "گرام سدھار" کے الفاظ سے یاد کرنا غلطی ہے۔ اس چیز کا سدھار ہو سکتا ہے جو کہ کسی حد تک بگڑ چکی ہو۔ مگر جو چیز اس حد تک بگڑ کر خراب ہو چکی ہو کہ اس کی اصلی صورت پہچانی نہ جاتی ہو۔ اس کے لئے سدھار کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے نیا روپ اور نیا جیون چاہئے۔ "دیہات سدھار" کے بجائے "جیون سدھار" یا مختصر لفظ میں انقلاب یا کایا پلٹ کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوگا۔ چونے اور اینٹ سے بنے ہوئے پنچایت گھر کی بھی ایک عمر ہوتی ہے۔ محکمہ کی طرف سے بنوائی ہوئی کنوئیں کی جگت بھی چند برسوں رہے گی۔ مکان ہی جب سرائے ٹھہرا تو روشندان کی عمر معلوم۔ خلاصہ یہ کہ جب دیہات والے اپنی زندگی کو خوش اور چاق چوبند نہ بنائیں گے تو یہ سب چیزیں چند برسوں بعد مٹی کا ڈھیر بنکر رہ جائیں‌گی زندہ قوموں کے گاؤں میں چلے جائے تو ہنستے بولتے ناچ گانے کی آوازیں سنائی پڑیں گی۔ ڈنمارک اور ہالینڈ دیش کا کسان کھیت سے گھر لوٹنے پر اپنے گھر میں بیٹھکر ریڈیو سنتا ہے اور اپنے بچوں کو ایک بہادر سپاہی اور ایماندار آدمی بننے کا قصہ کہانی سناتا ہے۔ اور ہمارے دیہات میں اگر سر شام آپ کا گذر ہو جائے تو گورِ غریباں کی سی خموشی چھائی ہوگی۔ اور اگر

کوئی دل جلا کچھ الاپ رہا ہوگا۔ تو وہ بھی نا امیدی اور درد کا اک افسانہ ہوگا۔

ہندوستان کی نا اُمید اور اندھیری دنیا ہیں زندگی اور اُمید کا پیغام صرف مہاتما گاندھی کا اپدیش ہے۔ مہاتما جی نے عملی زندگی کا پیغام سنا کر کام کرنے والوں کے لئے صحیح راہ دکھول دی ہے۔ گو کہ مہاتما جی انسانی زندگی کو سادہ اور کم خرچ بنانا چاہتے ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ وہ انسان کو زوال اور مکتی۔ مایا اور فریب کے لفظی گورکھ دھندے سے چھڑا کر۔ حرکت عمل اور عمل کی دعوت دے رہے ہیں میرا کہنے کا مطلب صرف اتنا ہے۔ کہ دیہات میں کام کرنے والوں کو اپنی عملی زندگی سے دیہات کی دنیا میں انقلاب پیدا کرانا چاہیئے اور گاؤں والوں میں خوش و خرم اور چاق و چوبند رہنے کا جذبہ پیدا کرانا چاہیئے۔

حکیم۔ ویدوں اور ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ خوش رہنے اور بدن میں پھرتی اور چلت پھرت رکھنے سے تندرستی پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ جب آدمی تندرست ہوگا تو اس میں کام کرنے کی شکتی ہوگی اور وہ اپنی زندگی کو اچھا سے اچھا بنانے کی کوشش کرے گا۔ میرے خیال میں گرام سدھار کا سب سے بڑا اور پہلا مقصد یہی ہونا چاہیے۔ کہ دیہات والوں میں نئی زندگی پیدا کرائی جائے۔ اور انکی ذہنیت اس طرح بدل جائے کہ وہ اپنے گھر پڑوس اور ملک کو خوبصورت اور اچھا بنا سکیں آدمی کی ظاہرہ صورت جب ہی اچھی ہو سکتی ہے جبکہ اس کی آتما خوش ہو۔ اُسی طرح دیہات کا سدھار جبھی ہو سکتا ہے جبکہ پنچایت گھر اچھے اور پختہ کنوئیں۔ صاف گلی کوچے۔ ہوادار مکانات میں رہنے والا۔ ان چیزوں کو اپنی سمجھتا ہو۔ اور صاف ستھری زندگی گزارنا چاہتا ہو۔

اعتراض کرنے والے کہیں گے۔ کہ "گھر میں بھونجی بھانگ نہیں"۔ کھیت اور مکان اپنے ہیں۔ تو کیسے غریب کسان گھر کو سرائے نہ کہیں اور زندگی کو کانٹا نہ بتائے۔ اعتراض تسلیم۔ مگر مہاتما گاندھی کے نسخہ پر عمل کا یہ نتیجہ ہے کہ گزشتہ ۱۹۴۰ء سے دیہات میں بسنے والوں کے مکانات اپنے ہو گئے۔ کھیتوں کی زمینیں موروثی ہو گئیں باغ اپنے کنواں اپنا جنگل اور جھاڑی اپنی۔ اب بھی اگر اپنی دنیا نہ سنوارو اور گھر کو سرائے کہتے جاؤ تو یہ تمہاری عقل کا قصور ہے۔ غرضیکہ اصلاح اور ترقی دیہات کے کام کرنے کا وقت اب آیا ہے۔ ہمارے کام کرنے والے کوشش کریں تو نزاکت آشا سے بدل سکتی ہے۔ سرائے گھر بن گئی اور اب گھر قلعہ بن سکتا ہے۔

ہر دیہات تو اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے قلعہ کو مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ آراستہ اور پیراستہ کرے یہی ہے حقیقی معنوں میں "انقلاب" یا "جیون سدھار"۔ آپ کا جی چاہے آپ اسے گرام سدھار ہی کہتے جائیے لیکن تحریک کا مقصد اور روح سے آپ کا تعارف میں نے کرا دیا۔

شاعر کا پیام کسان سے

ازجناب محمد زکریا کلکت

صبح ہوئی اُٹھ اے کسان نکلا وہ آفتاب دیکھ
اُٹھ کہ ہے منتظر ترا موسم انقلاب دیکھ

اے کہ ترے نفس سے ہے دہر میں گرمیٔ حیات
اے کہ ترے نفس سے ہے جنبشِ نبضِ کائنات

جاگ اُٹھی فضائیں اور تو ہے ہنوز خواب میں
سینچ لے اپنے کھیت کو موسمِ انقلاب میں

اُٹھ کہ ہے کاروانِ وقت گرمِ خرام و تیز پا
پھر نہ چلے گی یہ ہوا پھر نہ اٹھے گی یہ ہوا

چھیڑ دے دل کی بانسری رازِ حیات فاش کر
محفلِ کائنات میں اپنی جگہ تلاش کر

تیری مشقتوں کا پھل تجھ پہ حرام کیوں رہے
بازوئے سعی کا سبال زر کا غلام کیوں رہے

بزم میں بادۂ طرب وقفِ عوام کیوں نہ ہو
جام بہ جام کیوں نہ ہو نام بہ نام کیوں نہ ہو
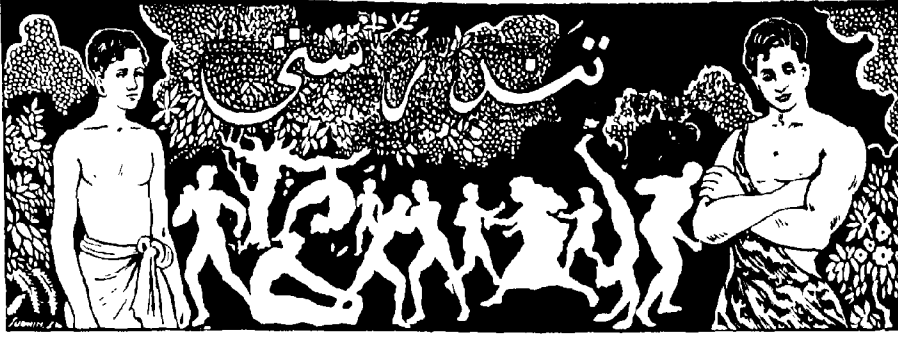
چیچک اور اس سے بچنے کی ترکیب

(از جناب ایس۔ ڈی سنگھ، ڈی۔ ایچ۔ ایس مرزاپور)

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ چیچک کس بیماری کا نام ہے۔ قارئین ضرور واقف ہوں گے کہ چیچک ایک پھیلنے والی خطرناک بیماری ہے جس کو ہندوستان کے بیشتر لوگ ماتا یا سیتلا کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہ بات باعث افسوس ہے کہ ہمارے ملک کی جاہل عورتیں اور ان کے بیوقوف مرد اس مرض کا علاج کرنے سے کوسوں دور بھاگتے ہیں صرف اس خیال سے کہ ایسا کرنے سے سیتلا ماتا ناخوش ہو جائیں گی اُن کا خیال ہے کہ جب کسی انسان کو یہ بیماری ہو جاتی ہے تو اس پر دیوی ماتا یا سیتلا ماتا کی مہربانی ہوتی ہے اور اگر اس بیماری کو روکنے کے لئے کوئی کوشش کی جائے تو اس پر دیوی ماتا کا قہر نازل ہوتا ہے۔ میرا ارادہ کسی مخصوص مذہب پر حملہ کرنے کا نہیں ہے لیکن میں یہ بتائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ دیگر ملک کے لوگوں پر اس بیماری کے خوفناک حملے کیوں نہیں ہوتے اور وہ کیسے اس بیماری سے بچے ہوئے ہیں یہ بیماری ہر ایک شہر اور قوم میں ہو سکتی ہے۔ مگر افریقہ و مشرقی ممالک میں اس کا خوفناک حملہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی لوگ اس بیماری کو پہچاننے میں بھی غلطی کرتے ہیں۔ جس کو دیہاتوں میں چھوٹی ماتا کہتے ہیں۔ اسے بھی اکثر چیچک ہی میں شمار کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ دونوں بیماریاں علیحدہ علیحدہ ہیں اور اُن کا ایک دوسرے سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔ قارئین کے فائدے کے لئے دونوں بیماریوں کی موٹی موٹی علامتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ہاتھ پر چیچک کا دانا

چیچک یا بڑی ماتا

۱۔ اس کے دانے بیچ میں دبے ہوئے ہوتے ہیں۔

۲۔ بخار بہت تیز (۱۰۴ ڈگری تک) تین دن تک آنے کے بعد دانے دکھائی دیتے ہیں۔

۳۔ دانے پہلے چہرے پر دکھائی دینگے اور پھر ہاتھوں میں اور بعد میں نیچے کے حصوں میں۔

۴۔ اس کے داغ گہرے اور مستقل ہوتے ہیں۔

چھوٹی ماتا یا سیتلا

۱۔ اس کے دانے بیچ میں ابھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

۲۔ دانے نظر آنے کے بعد بخار ہوتا ہے یا بخار ہی کی حالت میں دانے نظر آتے ہیں۔ بخار اوسط درجے کا ہوتا ہے۔

۳۔ اکثر اس کے دانے پہلے پیٹھ یا چھاتی میں نکلتے ہیں۔

۴۔ اس کے داغ گہرے نہیں ہوتے اور اکثر صاف ہو جاتے ہیں۔

چھوت۔ اس بیماری کی چھوت ایک آدمی سے دوسرے آدمی کو مکھی اور ہوا کے ذریعے لگتی ہے۔ یہ بیماری بچوں کو زیادہ ہوتی ہے اور بہت سے بے ٹیکہ لگے ہوئے بچے مر جاتے ہیں۔ جو بچ جاتے ہیں وہ ہمیشہ کے لئے بدشکل ہو جاتے ہیں اور اُن میں سے بیشتر اندھے بھی ہو جاتے ہیں۔

بچاؤ کی ترکیبیں

اس خوفناک بیماری سے بچنے کا واحد طریقہ ہے چیچک کا ٹیکہ لگوا لینا جو کم از کم دو بار ضرور لگنا چاہئے پہلا ٹیکہ بچپن میں چھ مہینے کے اندر لگنا چاہئے اور دوسرا ٹیکہ سات سال کی عمر میں مگر جب کبھی یہ بیماری وبا کی شکل میں پھیلے تو سب کو پھر ٹیکہ لگوا لینا چاہئے۔ اگر اس قاعدے پر سب

ڈاکٹر نے اس کے گندے اور خراب کپڑوں کو جلوا دیا

ڈاکٹر نے اُن کو الگ رہنے کے لئے کہا ہے

رام پال کے چیچک نکل آئی

رام بخش نے رام پال کو ٹیکہ لگانے نہیں دیا

لوگ عمل کریں تو بلاشبہ انگلستان اور جرمنی کی طرح ہمارا ملک بھی اس بیماری سے نجات پا جائے۔ چنانچہ ؎

ہے چیچک کا ٹیکہ بہت لازمی
کرانے میں اس کے نہ کرنا کمی
گزر جائیں ٹیکہ کے جب سات سال
دوبارہ کراؤ تم اُسے نونہال
علاقے میں چیچک کا جب زور ہو
تو ٹیکہ لگانے میں جلدی کرو

میں یہاں پر یہ بات ظاہر کر دینا بہت ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ ٹیکہ چھوٹی ماتا کے لئے نہیں ہوتا یہ صرف بڑی چیچک کے لئے مفید ہو سکتا ہے راقم الحروف کو یہ دیکھ کر کبھی کبھی بہت افسوس ہوتا ہے کہ جہاں دیگر ممالک میں اس بیماری کی اتنی روک تھام ہوتی ہے (یہاں تک کہ ان ملکوں میں بغیر چیچک کا ٹیکہ لگوائے ہوئے کوئی نیا آدمی جا ہی نہیں سکتا) وہاں ہمارے ملک میں اس سے بچنے کے نئے نئے بہانے تلاش کئے جاتے ہیں۔ اُن بہانوں کے کچھ نمونے مثال کے طور پر ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ پتر یکش ہے اسلئے ٹیکہ نہیں لگوا سکتے۔
۲۔ گھر میں سُوہر ہے اسلئے ٹیکہ نہیں لگوا سکتے۔
۳۔ محرم کا مہینہ ہے اسلئے ٹیکہ نہیں لگوا سکتے۔
۴۔ آج دن اچھا نہیں ہے اسلئے ٹیکہ نہیں لگوا سکتے۔
۵۔ بچّہ ننہال گیا ہے۔
۶۔ گھر میں غمی ہو گئی ہے اسلئے ٹیکہ نہیں لگوا سکتے۔
۷۔ گھر میں مہارانی (یعنی چھوٹی یا بڑی چیچک کی علامت) کی آمد ہے اسلئے ٹیکہ نہیں لگوا سکتے

وغیرہ وغیرہ۔

بھلا بتائیے تو کہ غریب ویکسی نیٹر ایک ہی گاؤں میں ان بہانوں کی بنا پر کتنی بار جائے گا۔ اگر وہ ایسا کرے تو اُس کے حلقے کا کام کیسے ختم ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کتنے ہی لڑکے بلا ٹیکہ لگوائے ہی رہ جاتے ہیں۔ اگر ہم اس بات کا ذرا سا بھی خیال کریں کہ اس بیماری کا کتنا خوفناک اثر ہوتا ہے اور مریض کی کیا حالت ہوتی ہے یا یہ کہ یہ بیماری انھیں کو ہوتی ہے جو ٹیکہ نہیں لگواتے یا ٹیکہ لگواتے ہیں تو ناکامیاب تو شاید ہم اپنے بچّوں کو ٹیکہ لگوانے سے کبھی انکار نہ کریں۔ جس کا حکومت نے محض اسلئے انتظام کیا ہے کہ حتی الامکان ہم لوگوں کے بچّے اس بیماری کے شکار نہ ہوں۔

مریضوں کے متعلق خاص ہدایتیں

۱۔ مریض کو کھانا دیا جائے اس میں نمک نہ ہو۔ دودھ یا جس غذا میں دودھ شامل ہو وہ دیا جائے۔

۲۔ مریض کے جسم میں مکھن وغیرہ جیسی چکنی چیز لگانی چاہئے تاکہ اس کے جراثیم دوسرے تک نہ پہنچ سکیں۔ جب تک دانوں پر کی کھال نہ اُتر جائے مریض کو کسی سے نہ ملنا چاہئے۔

۳۔ حتی الامکان مریض کو اندھیری مگر ہوادار جگہ میں رکھنا چاہئے۔

۴۔ رطوبت لگے کپڑوں کو جلا دینا چاہئے۔

۵۔ جب دانے سوکھ جائیں تو ہلدی اور تیل لگانا چاہئے۔

ہندؤں کی حسب ذیل رسمیں اچھی اور قابل عمل ہیں۔

۱۔ گھر میں صفائی رکھنا (اس سے مکھیوں کی کمی ہوگی)

۲۔ مریض کے کپڑے دھوبی کو دینے کے بجائے گھر ہی میں کھولتے پانی میں دھو ڈالنا (کیونکہ دھوبی کے ذریعہ بیماری کے جراثیم دوسروں تک پہنچ سکتے ہیں۔)

۳۔ نائی کو گھر پر نہ آنے دینا (اس سے بھی بیماری پھیل سکتی ہے)

بیماری پھیلنے پر

مُکھیا، چوکیدار و پٹواری کا فرض ہے کہ بیماری پھیلنے کی خبر ہیلتھ افیسر یا سول سرجن صاحب کے یہاں جلد سے جلد پہنچانی چاہئے تاکہ ٹیکہ لگوانے اور صفائی کا انتظام جلد از جلد ہو سکے۔ ویکسی نیٹر کے آنے پر مکھیا کا فرض ہے وہ لوگوں کو ٹیکہ لگوانے کے لئے آمادہ کرے۔

ٹیکہ۔ ٹیکہ ادھورا نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔ کبھی کبھی والدین اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ بچّے کو ایک ہی یا دو نشان کا ٹیکہ لگے تاکہ بچّے کو کم تکلیف ہو۔ ایسا کرنے سے بچہ چیچک سے پوری طرح محفوظ نہیں رہتا۔ ٹیکے کے نشان تین اور بڑے بڑے ہونے چاہئیں۔ ٹیکہ لگانے پر دانے جتنی تیزی سے اُبھریں اُتنا ہی اچھا ہے۔ اگر ٹیکے کا نشان خفیف ہوا تو بھی نتیجہ نہ برآمد ہوگا نشان بڑا و صاف ہونے ہی پر پوری کامیابی ہوتی ہے۔

بارش کا مستقبل جاننے کے طریقے

از جناب پروفیسر دیاشنکر دوبے ایم اے ایل ایل۔ بی اقتصادیات الہ آباد یونیورسٹی

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ کسانوں کی زندگی اور انکا مستقبل کی تاریکی یا روشنی بارش ہی پر منحصر ہوتی ہے اسلئے اگر بارش کے کم و بیش ہونیکا اور کسی خاص جگہ پر ہونے نہ ہونیکا علم حاصل کر لیا جائے تو عام لوگوں کو اور خصوصاً کسانوں کو بہت فائدہ ہو

دیہاتی کسانوں کو غریبی کا بخوبی علم رکھنے والے لوگوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ بہت سے کسان اپنے کھیتوں میں اس امید پر بیج بو دیتے ہیں کہ ابھی بارش ہوگی اور ہمارا بویا ہوا بیج اگ آئیگا لیکن ان بھولے بھالے کسانوں کو بارش کے متعلق کچھ بھی واقفیت نہ ہونے کے باعث کبھی کبھی ان کی ساری امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ یعنی بارش کی امید پر بوئے ہوئے بیج کا کبھی کبھی وقت پر بارش نہ ہونیکے باعث نقصان تو ہوتا ہی ہے لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ زیادہ بارش ہو جانے سے کسانوں کے بیج پانی میں بہہ جاتے ہیں۔ بارش کے متعلق واقفیت کے بغیر کسانوں کو صرف اتنا ہی نقصان نہیں اٹھانا پڑتا بلکہ کبھی کبھی تو ایسا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی فصل کو کاٹ کر رکھے ہوئے ہیں تب تک آندھی پانی آئی اور اولے پڑنا شروع ہو گئے اور غریب کسان کی سال بھر کی خون کی کمائی اسی کھیت ہی میں برباد ہوگئی۔ غریب کسانوں کی بربادی یہیں تک ختم نہیں ہو جاتی۔ اُن کی تباہی کی اور بھی خوفناک صورت دیکھنی ہو تو ان کی جائے قیام کو بغور دیکھنا چاہئے کیونکہ دیہاتوں میں عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ کچھ بیچارے غریب کسانوں نے آدھا پیٹ کھا کر بہت دنوں میں اپنے پاس کچھ دام اکٹھا کیا اور کچھ قرض لیکر اس سے اپنے مکان بنانے کی غرض سے مٹی کی کچھ دیوار اٹھانی شروع کی۔ تھوڑے دنوں میں دیوار تیار ہوگئی۔ صرف اُس پر چھپر چڑھانا ہی باقی تھا چھپر کے لئے پھونس اور بانس وغیرہ جمع کرنے میں بھی کچھ دیر ہوگئی کہ اتنے میں بارش کا ایک جھونکا آیا اور تیار دیوار کو برباد کر گیا۔

اس طرح غریب کسانوں کو ہر سال بیشمار حادثات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

ان ناگہانی مصیبتوں سے بچانے کی طرف کبھی کسی کی توجہ نہیں کی گئی لیکن اس کمی کو دور کرنے کے لئے بہت پورے کے ودیا واچسپتی مہا مہوپادھیائے شری سوسودن اوجھا نے اس طرف توجہ فرمائی ہے موصوف نے اپنی کادمبنی میں بتلایا ہے کہ اگر برسات میں بارش کی کمی یا زیادتی کی وجہ معلوم کرنا ہو تو اسکے آٹھ ماہ قبل یعنی کاتک ہی سے بارش کی علامت پر غور کرنا چاہئے شری مدھوسودن اوجھا نے بارش کے متعلق خیالات ہم عوام کے لئے عموماً اور کسانوں کے لئے خصوصاً ذیل میں درج کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی امید کرتے ہیں کہ کسان آگے بتائے جانے والے ہر ایک ماہ کی بارش کا علم حاصل کرانے والی علامات کاغذ پر نوٹ کرتے جائینگے

بارش کے علم کے لئے کاتک ہی سے اسکی علامتوں کی طرف توجہ کرنا چاہئے۔ لیکن کئی مہینے گزر چکے ہیں اسلئے ہم یہاں ۸ مارچ ۱۹۴۰ء تک کی علامتیں دے رہے ہیں۔

۸ مارچ ۱۹۴۰ء۔ اس دن کسی وقت بھی پالا پڑنے سے اور بادلوں کے چھائے رہنے سے بھادوں کی پورنیما کو بلاشبہ بارش ہوگی۔

۱۲ مارچ ۱۹۴۰ء اس روز سفید بادل ہوں ہوا زیادہ نہ چلتی ہو اور بجلیاں بھی ہوں تو اچھی بارش ہوگی۔

۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء اس روز صرف بادل ہی ہونے سے کنوار کی چوتھی تاریخ کو اچھی بارش ہوگی۔

۲۰ مارچ ۱۹۴۰ء اس دن بھی آسمان میں بادلوں کے چھائے رہنے سے کنوار کی پانچویں تاریخ کو اچھی بارش ہوگی۔

۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء اس روز آسمان میں سفید یعنی پانی سے خالی بادل اور بجلیوں کے ہونے سے (اگر زیادہ ہوا نہ چلتی ہو) اچھی بارش ہوگی۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء (الف) اس روز چاند گرہن ہونے سے اسکے آٹھویں روز یعنی کاتک میں سب دھان مہنگے ہو جائینگے۔

مذکورہ روز میں ہولی جلنے کے وقت بجلیاں اور بادلوں کے ہونے سے بارش کی گڑبڑی کے باعث گیہوں وغیرہ اناجوں میں لاہی لگ جائے گی یعنی وہ برباد ہو جائینگے۔

ہولی جلنے کے وقت ہوا کا بالکل بند ہو جانا بھی خراب ہے۔ لیکن اسوقت پورب کی ہوا چلنے سے تھوڑی بارش دکھن پورب ہوا چلنے سے آگ کا ڈر، دکھن کی ہوا سے فصل کی بربادی، دکھن پچھم ہوا سے کسی ناگہانی آفت کے باعث بھاگ دوڑ کا ڈر۔ پچھم ہوا سے اچھی بارش، اتری پورب ہوا سے زیادہ بارش، اتری پچھم ہوا سے رعایا کو آرام اور اوپر کی ہوا سے لڑائی ہوتی ہے اور چوطرفی ہوا سے بالکل بربادی ہوتی ہے۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء (ب) اس دن دن بھر پورب کی ہوا چلنے سے زیادہ بارش اُتر کی ہوا سے فصلوں کی پیداوار پچھم کی ہوا سے معمولی بارش اور دکھن کی ہوا سے قحط پڑے گا۔

۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء اس روز چاند کے غروب ہونے سے پہلے سورج کا طلوع ہونا بہتر، ساتھ میں ہونا انصف اور بعد میں طلوع ہونا خراب ہے۔

۲۵ مارچ ۱۹۴۰ء اس دن بجلی اور بادل وغیرہ کے نہ ہونے سے ساون اور بھادوں میں اچھی بارش ہوگی۔ مگر اس روز دن میں بادلوں کے نہ ہونے اور چوطرفی ہوا چلنے سے بھادوں میں یقیناً بہت بارش ہوگی اور اس روز دن میں خوب بادلوں کے ہونے سے اور پانی برس جانے سے کاتک میں بارش ہوگی

۲۶ مارچ ۱۹۴۰ء اس دن پورب اور دکھن کی ہوا چلنے سے فوراً بارش ہوگی

۲۷ مارچ ۱۹۴۰ء اس روز بارش ہو جانے سے قحط پڑتا ہے۔

۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء اس دن سفید بادل بجلی ہوا اور معمولی بارش ہونے سے برسات میں کم بارش ہوگی

۳۱ مارچ ۱۹۴۰ء اس روز بارش ہونے سے برسات میں اچھی بارش ہوگی۔

۱ اپریل ۱۹۴۰ء اس روز سفید بادل بجلی ہوا اور معمولی بارش ہونے سے بھی برسات میں اچھی بارش نہ ہوگی

۵ اپریل ۱۹۴۰ء اس روز بھی مذکورہ علامتوں کے ساتھ ساتھ بجلی کچھ زیادہ چمکے تو برسات میں بارش نہ ہوگی

۷ اپریل ۱۹۴۰ء اس روز بارش ہو جائے تو برسات میں اچھی بارش ہوگی۔

کھیتی باری

محکمہ زراعت یو۔پی

ایکھ کی فصل خطرے میں ہے اگر بچانا چاہو تو پیڑی لینا بند کرد
ریڈ راٹ (کانا و سرخا مرض) اور دیگر بیماریوں
ونقصان دہ کیڑوں کے باعث صوبے میں اس سال
گنے کی فصل کو بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ جس کو
سب لوگ اچھی طرح جانتے ہیں۔ خاصکر کانے و سرخے
کی بیماری نے تو مشرقی اضلاع کی فصل میں اپنا
گھر سا بنا لیا ہے۔ صوبے کے دیگر حصّوں میں بھی اس
بیماری کی شکایت سُنی گئی ہے۔

اس بیماری کے موجودہ سال میں وبائی صورت
اختیار کرنے کا ایک خاص سبب ہے۔ ایکھ کی فصل
کی پیڑی لینا جس سے بیماری کے کیڑے مریض
فصل کی ٹھونٹھ اور جڑوں میں رہ کر اپنا اثر
آئندہ فصل میں جاری رکھتے ہیں۔ یہ بیماری
اپنا اثر مجموعی صورت میں دکھلاتی ہے اور اگر
پہلے سال کی فصل میں ایک دو مریض گنے بھی رہ
گئے ہیں تو آئندہ سال کی تمام فصل پیڑی میں وہ
اپنا اثر دکھلائے بغیر رہ نہیں سکتے۔ ایسی پیڑیوں
سے نہ صرف کسان ہی کو نقصان ہوتا ہے۔ بلکہ
ان کے ذریعہ نئی فصلوں میں بیماری پھیل جاتی
ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ اس سال جس رقبے
میں سُرخا کا مرض لگا ہے زیادہ تر پیڑیوں کو ہی
اس نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔

پیڑیوں کی مناسب دیکھ بھال نہیں ہوتی اور
نہ اُن میں اچھی طرح کھاد ہی ڈالا جاتا ہے
جس سے زمین کی قوت زرخیزی کم ہو جاتی ہے
اور آخر میں مرض کے پھیلاؤ کا سبب ہو جاتی
ہے۔ اس لئے پیڑیاں رکھنے سے آئندہ فصل کو
بہت نقصان پہنچنے کا امکان ہے۔ خصوصاً ان
رقبوں میں جہاں امسال سرخا کا مرض تھوڑا
سا بھی معلوم ہوا ہے۔

ایکھ کی کاشت کرنیوالوں سے اس بات کی
خاص اپیل کیجاتی ہے کہ وہ اس سال اُن ضلعوں
میں جہاں سرخا مرض لگا ہے پیڑی کی فصل بالکل
نہ لیں۔

قیمتی اطلاعات

ہندوستان اور دھان کی کاشت

(منقول از انڈین فارمنگ)

مسٹر پی۔ ایم۔ کھرے گھاٹ صاحب وائس چیرمین
امپیریل کونسل آف ایگریکلچرل ریسرچ نے اپنی
حال ہی کی تقریر میں فرمایا ہے کہ ہم ہندوستانیوں
کو دھان کی پیداوار بڑھانے کی ضرور کوشش
کرنی چاہئے۔ جس سے کہ ملک کا مطالبہ پورا ہو سکے
نئی زمین اب مزید فصلوں کے پھیلاؤ کے لئے کافی
نہیں ہے اور ایسی حالت سے بچنے کی تدبیر صرف
پیداوار بڑھانی ہی ہے۔

ابھی پیداوار بڑھانے کی بہت گنجائش ہے
کیونکہ ہندوستان میں دھان کی اوسط پیداوار صرف
سوا دس من فی ایکڑ ہے لیکن جاوا او رسیام میں
۱۵ من اور جاپان کوریا میں ۳۰ من فی ایکڑ ہے۔

اس پیداوار کی کمی کا سبب اکثر لوگ بتاتے
ہیں کہ دھان میں سینچائی نہیں کیجاتی۔ لیکن جہاں
سینچائی ہوتی ہے وہاں پر بھی تو دھان کی پیداوار
۱۴ - ۱۵ من ہی ہوتی ہے۔ جب سرکاری فارموں
پر دھان ۲۰ من اور ۳۰ من فی ایکڑ ہوتا ہے تو
کیا سبب ہے کہ کسان کے کھیتوں میں اتنی پیداوار
نہیں ہوتی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس فصل کے
سلسلے میں کامیابی حاصل کرنے والی تحقیقاتوں اور
سائنٹفک تجربات کی کسانوں میں خوب اشاعت
کیجائے تاکہ وہ ان کا پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں
امپیریل کونسل تقریباً ۱۰ سال سے دھان کی فصلوں
کی تحقیقات اور سائنٹفک ریسرچ کے سلئے
متعدد صوبجاتی زراعتی محکموں کو روپیہ دے
رہی ہے اور کئی ترقی دادہ دھان کی ذاتیں
بھی نکالی گئی ہیں۔ صوبجاتی محکمہ زراعت کے ڈائرکٹر
صاحبان کی توجہ مبذول کی گئی ہے کہ وہ کوئی ایسی
تدبیر نکالیں شعبۂ ریسرچ کے ذریعے نکالی جانے
والی نئی دھان کی قسمیں کسانوں کو آجکل کی بہ نسبت
مستقبل میں زیادہ مقدار میں بانٹی جا سکیں۔

اس سلسلے میں ہم عوام کو بتلانا چاہتے ہیں کہ
محکمہ زراعت یو۔پی نے ۳۹-۱۹۳۸ء میں متعدد ترقی
دادہ دھان کی قسمیں تقسیم کی ہیں جن کا وزن
۲۴۲،۷۷۱ من تھا اور ان کے پھیلانیکی محکمے کی جانب
سے ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔

انڈین فارمنگ

امپیریل کونسل آف ایگریکلچرل ریسرچ کا خاص رسالہ
محکمہ زراعت یو۔پی بڑی خوشی کے ساتھ اس
رسالہ کا دلی خیر مقدم کرتا ہے اور امپیریل کونسل
کے احکام کو اسکی اشاعت پر مبارکباد دیتا ہے
کیا ہی اچھا ہو اگر یہ رسالہ ہندی اور اُردو میں
بھی شایع کیا جا سکے تاکہ ملک کے وہ عوام جو اب کھیتی
کی ترقی کیلئے بڑی رفتار سے آگے بڑھ رہے ہیں،
لیکن انگریزی زبان سے واقف نہیں ہیں پورا فائدہ
اُٹھا سکیں۔ مگر محکمہ زراعت یو۔پی کا شعبۂ نشر و اشاعت
کارکنان رسالہ کو یقین دلاتا ہے کہ وہ اس رسالے
میں موقع بموقع شائع ہونے والی مفید خبروں کو اس
صوبے کے کسانوں اور کاشتکاری سے دلچسپی رکھنے
والے دیگر لوگوں کے سامنے آسان زبان میں
ترجمہ کرکے حکومت یو۔پی کے خاص رسالہ 'ہل' کے
ذریعے پیش کرتا رہیگا۔ ہم انڈین فارمنگ کے نیک مستقبل
کی دعا کرتے ہیں

شری لال سکسینہ
پبلسٹی آفیسر
محکمہ زراعت یو۔پی

لکھنؤ
تاریخ ۳۰ جون

باغبانی

از مسٹر آر۔ ڈی۔ فارنو معہ ڈپٹی ڈائرکٹر آف کالونس یو۔پی شعبہ اثمار
حکمت، لیکاٹ، امرود، آم، شفتالو، بیر، انجیر، فالسہ

اور انگور وغیرہ کو سینچو سینچائی ہفتے میں دو بار ہونی چاہئے۔ تھالوں کو صاف رکھنا چاہئے اور ان کی گڑائی اچھی طرح ہونی چاہئے۔

کیلوں کے گرد کی مٹی ہٹاؤ اور اسکی جگہ پر نئی کھاد ملی ہوئی مٹی ڈالو اور سینچو سینچائی، نرائی اور گڑائی ہر پودوں کی اور ہر تھالوں کے پودوں کی ہونی چاہئے کیلے کے پودے نصف دھوپ اور نصف چھاؤں میں ہونے چاہئیں۔ اور ہلکی چٹنی میں کھپے جانے چاہئیں

شعبہ ساگ سبزی

پرول، پورنولاکا، پالک، چولائی بھنڈی وغیرہ اس ماہ کے شروع ہی میں بو دینی چاہئے۔ سینچائی، نرائی اور گڑائی اس ماہ سب ترکاریوں کی ہونی چاہئے سبزیوں کی پتیوں پر لکڑی کی راکھ چھڑک دینی چاہئے تاکہ پتیوں کو ایک قسم کی کھاد ملے اور کیڑوں سے انکی حفاظت ہو خالی کیاریاں کم از کم ایک فیٹ کی گہرائی میں کھودنی چاہئیں۔

پھلوں کو محفوظ رکھنے اور بوتلوں میں بند کرنیکی ٹریننگ

عوام میں پھل کا پرچار کرنیکے لئے گذشتہ جنوری میں زراعتی کالج کانپور میں پھلوں کو زیادہ عرصہ تک محفوظ رکھنے اور مربہ۔ چٹنی وغیرہ بنانے کی ٹریننگ کا انتظام کیا گیا تھا۔ یہ کلاس ۵ جنوری سے ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۴۰ء تک رہی۔ اس ٹریننگ میں عورت۔ مرد سب کو شریک ہونیکی سہولیت کی گئی تھی۔ اور ان کی کل تعداد اس کلاس میں ۲۴ تھی جن میں زیادہ تر گریجویٹ تھے۔ سب سیکھنے والوں کو عملی طور سے اپنے ہاتھوں سے کام کرکے سیکھنے کا انتظام تھا مسٹر شانتی راج سرکار فروٹ یوٹیلیزیشن اور مارکیٹنگ افسر یو۔ پی کلاس ہذا کے انچارج تھے۔

صوبے میں اس قسم کی ٹریننگ کا انتظام اور مقامات پر کیا جا رہا ہے۔ فروری سنہ ۱۹۴۰ء میں بنارس اور مارچ میں میرٹھ میں اس قسم کی ٹریننگ کے لئے کلاس کھولے جائینگے۔ ان میں شریک ہونے اور فائدہ اٹھانے والوں کو پراونشیل مارکیٹنگ افسر یو۔ پی لکھنؤ سے خط و کتابت کرنی چاہئے۔

اگر کافی تعداد میں عورتیں شریک ہوں تو کانپور اور لکھنؤ میں عورتوں کی ٹریننگ کے لئے بھی کلاس کھولنے کا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔

چارے اور کھانے کی فصلونکی ملواں کھیتی

کاشتکارونکی آمدنی بڑھانیکا ایک نیا طریقہ

از جناب مدن لال سکسینہ سیشن تیسر نلڈ ریسرچ اسٹیٹ

لکھنؤ

کامیابی کے ساتھ کھیتی کرنیکے لئے کام کرنے والے اور دودھ دینے والے جانور ضروری ہیں اس ملک میں محنت اور وقت بچانے کے لئے کھیتی کی مشینیں نہیں خریدی جا سکتیں کیونکہ ان کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور دوم یہ کہ یہاں پر نسل در نسل آراضی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہوتی جاتی ہے اسلئے کھیتی کے روزانہ کے کاموں کو پورا کرنے کے لئے مویشی ہی ایک ذریعہ ہیں اور آئندہ بہت عرصہ تک ایسا ہی رہیگا۔ چارے اور کھانے کی فصلوں کے ساتھ ساتھ کھیتی کرنے سے کاشتکاروں کے کھانے اور ان کے جانوروں کے چارے کی کمی پوری ہو جاتی ہے۔ اور کسی حد تک خشک سالی کی مصیبتوں اور چارے کی کمی کا مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے۔

اس صوبے کے کاشتکار اسی طرح سے کھیتی کرتے ہیں جس سے کہ ان کے کام کرنے والے جانوروں کو روکھا سوکھا چارہ مل جائے دے لوگ کچھ گائیں بھینسیں اور ان کے بچے بھی رکھتے ہیں جن کے گوبر سے ان کے کھیتوں کے لئے کھاد مل جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس طرح کی کھیتی کا مقصد یہ ہے کہ جانوروں کے لئے مقوی چارہ اور ساتھ ہی ساتھ کھانے والی اور پیسہ دینے والی فصلیں کافی طور سے پیدا کیجا سکیں۔ تاکہ جانوروں کی تندرستی ٹھیک رکھی جا سکے اور دودھ برابر ملتا رہے۔

فصلوں کے مناسب ہیر پھیر اور کیمیاوی کھادوں کے استعمال سے کھیتوں کی قوت زرخیزی کافی طور سے بڑھائی جا سکتی ہے اور کھانے و پیسہ دینے والی فصلوں کی پیداوار میں ترقی کیجا سکتی ہے۔

محکمہ زراعت ممالک متحدہ نے زراعتی فارم بچھوری ضلع آگرہ میں اس قسم کی کھیتی کا تجربہ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء سے شروع کیا ہے۔ جسکا رقبہ ۹۸ ایکڑ ہے یہاں کھیتی کے لئے ۹ جوڑی بیل ہیں اور ۱۲ بھینسیں اور ایک بھینسا اور ان کے بچے رکھے جاتے ہیں فارم ہذا پر فصلوں کا ہیر پھیر اس طرح رکھا گیا تھا کہ خریف میں ۸۰ ایکڑ میں چارے کی فصلیں لیجاویں اور ربیع میں ۹ ایکڑ جس میں ۲ ایکڑ میں صرف برسیم بوئی گئی تھی۔ اس طرح پیدا کی ہوئی چارے کی فصلوں۔ بھوسہ اور دوسری فصلوں کے چارے سے سب بھینسوں اور بیلوں کے لئے کافی مقوی چارہ ملتا رہا اور پچھلے سالوں کی نسبت دوگنی سے زیادہ کھاد تیار کی گئی اور فی ایکڑ سو من سالانہ کی اوسط سے کھاد دی گئی۔

صوبہ ممالک متحدہ کا ہندوستان کی السی کی پیداوار میں حصہ

(موصولہ پبلسٹی ڈپارٹمنٹ ممالک متحدہ)

ہندوستان کی کل پیداوار کا ۴۰۔۳۰ فیصدی السی ممالک متحدہ میں پیدا ہوتی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ۴ سال کے دئے ہوئے۔ (سنہ ۳۴-۱۹۳۳ء سے سنہ ۳۷-۱۹۳۶ء تک) رقبے اور پیداوار کے اعداد معلوم ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں کل السی کی پیداوار کا ۵۵ فیصدی دیگر ممالک میں جاتی ہے مندرجہ ذیل نقشہ سے ۲ سال کی (سنہ ۳۲-۱۹۳۱ء سے سنہ ۳۷-۱۹۳۶ء تک) ہندوستان میں السی کی کل پیداوار اور غیر ممالک میں گئے ہوئے مال کی مقدار دی ہوئی ہے سنہ ۳۴-۱۹۳۳ء کے اعداد ۳۰۸۰۰۰ ٹن السی باہر روانہ کی گئی ہے اور پیداوار صرف ۳۰۶۰۰۰ ٹن ہوئی یعنی پیداوار سے زیادہ السی باہر بھیجی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر سال السی کے اسٹاک میں پچھلے سال کا بچا ہوا اسٹاک ملا لیا جاتا ہے۔

سنہ ۳۳-۱۹۳۲ء میں السی بہت کم یعنی ۲۰۰۰۰۰ ٹن باہر بھیجی گئی اور پیداوار بہت اچھی یعنی ۴۰۶۰۰۰ ٹن رہی۔ اس طرح اگلے سال یعنی سنہ ۳۴-۱۹۳۳ء کی پیداوار سے زیادہ نکاسی کا مطلب صاف ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل نقشہ میں تین سال (سنہ ۳۶-۱۹۳۵ء سے سنہ ۳۸-۱۹۳۷ء تک) کی ممالک متحدہ کی السی کی پیداوار اور نکاسی دکھائی گئی ہے۔ ان اعداد سے یہ صاف

ظاہر ہوتا ہے کہ صوبہ ہذا سے پیداوار کی ۷۴ فیصدی السی کی نکاسی ہے جو کہ تمام ہندوستان کے انھیں سالوں کی نکاسی کی فیصدی یعنی تقریباً ۵۶٫۵ سے ملتی جلتی ہے۔

ممالک متحدہ کی تیل کی بڑی ملوں میں السی کی پیرائی دن بدن بڑھتی جا رہی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل نقشہ سے ظاہر ہوگا۔

سال	تیل السی من میں	السی کی کھلی من میں
۱۹۳۴-۳۵ء	۸۸۰۰۰	۱۷۰۰۰۰
۱۹۳۵-۳۶ء	۷۸۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
۱۹۳۶-۳۷ء	۸۵۰۰۰	۱۶۰۰۰۰
۱۹۳۷-۳۸ء	۹۰۰۰۰	۱۷۵۰۰۰
۱۹۳۸-۳۹ء	۱۳۳۰۰۰	۲۶۰۰۰۰

مندرجہ ذیل نقشہ میں سنہ ۱۹۳۴-۳۵ء سے سنہ ۱۹۳۸-۳۹ء تک کی ہندوستان سے السی کے تیل اور کھلی کی نکاسی کے اعداد دیئے گئے ہیں۔

سال	السی کی کھلی کی نکاسی ٹن میں	السی کے تیل کی نکاسی گیلن میں
۱۹۳۴-۳۵ء	۴۰۵۳۲	۶۳۶۸۲
۱۹۳۵-۳۶ء	۷۱۷۷۴	۷۷۸۶۶
۱۹۳۶-۳۰ء	۵۰۱۹۴	۱۳۵۳۲۲
۱۹۳۷-۳۸ء	۴۷۰۰۳	۲۶۶۲۲۴
۱۹۳۸-۳۹ء	۳۱۴۳۶	۲۶۴۰۵۱

ہندوستان اور یو۔پی میں السی کی پیداوار

سال	رقبہ ایکڑ میں		پیداوار ٹن میں		فیصدی ممالک متحدہ
	ہندوستان	ممالک متحدہ	ہندوستان	ممالک متحدہ	
۱۹۳۳-۳۴ء	۳۲۶۱۰۰۰	۸۰۶۰۰۰	۳۷۶۰۰۰	۱۱۶۰۰۰	۳۰٫۸
۱۹۳۴-۳۵ء	۳۴۱۰۰۰	۸۶۲۰۰۰	۴۲۰۰۰۰	۱۳۹۰۰۰	۳۳٫۱
۱۹۳۵-۳۶ء	۳۴۵۷۰۰۰	۸۴۵۰۰۰	۳۸۸۰۰۰	۱۴۷۰۰۰	۳۷٫۹
۱۹۳۶-۳۷ء	۳۶۷۷۰۰۰	۹۰۸۰۰۰	۴۲۰۰۰۰	۱۴۸۰۰۰	۳۵٫۲
۱۹۳۷-۳۸ء	۳۸۳۹۰۰۰	۹۴۸۰۰۰	۴۵۷۰۰۰	۱۵۷۰۰۰	۳۴٫۳

ہندوستان میں پیداوار السی اور نکاسی

سال	ہندوستان کی کل پیداوار السی ٹن میں	ہندوستان سے السی کی نکاسی ٹن میں	فیصدی پیداوار	کیفیت
۱۹۳۱-۳۲ء	۴۱۶۰۰۰	۱۲۰۳۰۰	۲۹٫۰	
۱۹۳۲-۳۳ء	۴۰۶۰۰۰	۷۲۲۰۰	۱۷٫۰	
۱۹۳۳-۳۴ء	۳۷۶۰۰۰	۳۷۸۹۰۰	۱۰۰٫۸	
۱۹۳۴-۳۵ء	۴۲۰۰۰۰	۱۶۴۷۰۰	۳۹٫۲	
۱۹۳۵-۳۶ء	۳۸۸۰۰	۲۹۶۰۰	۷۶٫۳	
۱۹۳۶-۳۷ء	۴۲۰۰۰۰	۲۲۶۵۰۰	۵۴٫۰	
۱۹۳۷-۳۸ء	۴۵۷۰۰۰	۳۱۷۹۰۰	۶۹٫۵	

پیداوار اور نکاسی السی ممالک متحدہ

سال	پیداوار السی ممالک متحدہ ٹن میں	نکاسی السی ممالک متحدہ ٹن میں	بمقابلہ پیداوار نکاسی السی کی فیصدی
۱۹۳۵-۳۶ء	۱۴۷۰۰۰	۶۷۳۰۰	۴۵٫۸
۱۹۳۶-۳۷ء	۱۴۸۰۰۰	۷۲۳۰۰	۴۹٫۰
۱۹۳۷-۳۸ء	۱۵۷۰۰۰	۷۳۳۰۰	۴۶٫۷

مندرجہ ذیل نقشہ میں صوبہ ہذا کی السی کی کل پیداوار اور اسکی نکاسی کے اعداد مندرجہ ہیں

سال	پیداوار السی ممالک متحدہ ٹن میں	نکاسی السی ممالک متحدہ ٹن میں	ممالک متحدہ کی بڑی ملوں میں پیری گئی السی ٹن میں	ممالک متحدہ کے گاؤں میں کولھو کے ذریعہ پیری ہوئی اور بیج کے کام آنیوالی السی ٹن میں
۱۹۳۵-۳۶ء	۱۴۷۰۰۰	۶۵۴۰۰	۸۶۰۰	۷۳۰۰۰
۱۹۳۶-۳۷ء	۱۴۸۰۰۰	۷۴۷۰۰	۹۳۰۰	۶۷۰۰۰
۱۹۳۷-۳۸ء	۱۵۷۰۰۰	۷۲۸۰۰	۱۰۲۰۰	۷۴۰۰۰

گرام سدھار افسر کا دورہ غازی پور

حال ہی میں گاؤں سدھار افسر جناب منوہر داس چترویدی نے ضلع غازی پور کا دورہ فرمایا تھا۔ اس دورے میں موصوف نے ضلع کے مختلف گاؤں سدھار سنٹر ملاحظہ فرمائے۔ اور گاؤں والوں سے باتیں کیں۔ وہاں گاؤں سدھار کا جو کام ہو رہا ہے اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس موقع پر غازیپور میں گاؤں سدھار کے متعلق لی جانے والی کچھ تصویریں یہاں ہم شائع کر رہے ہیں جن سے قارئین کو اندازہ ہوگا کہ ضلع غازی پور میں کیسی بیداری ہے۔

توسیع تعلیم

اس صوبہ میں تعلیم بالغان کی اسکیم کو چلانے میں میرا بھی تھوڑا سا ہاتھ تھا اس لئے پچھلے بارہ مہینوں میں جو کام ہوا ہے اسے دیکھ کر مجھے بہت ہی تسکین ہوتی ہے۔ راہ میں کئی رکاوٹیں تھیں۔ سب سے بڑی رکاوٹ تو یہ تھی کہ جن لوگوں کے فائدے کے لئے یہ ساری کوششیں ہو رہی تھیں وہی لاپرواہ بلکہ خلاف تھے پھر بھی اتنا ٹھوس کام ہو سکا اس کے لئے ہم ایجوکیشن اکسپنشن افسر کا محکمہ تعلیم کے ان افسران کا جنھوں نے ضلعوں میں اس کام کو سنبھالا ہے ان حضرات خصوصاً طلبہ کا جن کے جوش اور تعاون سے بیش قیمت امداد ملی ہے اور ان استادوں کا جنھوں نے فیاضی سے ہماری درخواست پر اس کام کو سنبھال لیا ہم پر احسان ہے اور یہ سب لوگ ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ خواندگی کی اشاعت کا کام تو اہم ہے ہی لیکن ہمارے کتب خانوں اور مطالعہ گاہوں کے ذریعے جو وسیع تعلیم دی گئی ہے اس کی قیمت اور بھی زیادہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جو لوگ تعمیر قوم کے اس اہم کام میں دلچسپی رکھتے ہیں ان کی اس سال کے یوم خواندگی سے اور بھی حوصلہ افزائی ہوگی اور ہم لوگ دوسرے صوبوں کی جو عام خواندگی اور جہالت کے خلاف جد و جہد کر رہے ہیں رہنمائی کر سکیں گے۔

(سمپورنانند)

باسوپور سنٹر میں گاؤں کی ایک سڑک

باسوپور سنٹر کی ایک دیہاتی نمائش

باسوپور سنٹر میں ایک گاؤں سدھار کنواں

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

وقت ساڑھے چھ بجے سے ۷ بجے شام تک

۱-مارچ ۱۹۴۰ء - ہولی - از جناب جنگ بہادر
خبریں- نعت - از جناب مرتضیٰ حسین - آنکھوں کی حفاظت-
تقریر - از جناب ڈاکٹر پی - این - ادستھی - کھلیان - نظم
از شری بنسی دھر گیت از جناب جنگ بہادر -

۲ رمارچ ۱۹۴۰ء - رامائن - از جناب جنگ بہادر -
خبریں اور بازار نرخ - کٹھیا - از شری آر - ڈی نیگل موجودہ
واقعات - تقریر - از جناب امین سلونوی -

۳ رمارچ ۴۰ء - پنگھٹ - (دیہاتی عورتوں کا
خاص پروگرام) سُندر دیس (کورس) از شری متی پدماوتی
عورتوں کی دلچسپی کی خبریں - ہولی - دیہاتی عورتوں کی
پارٹی - عورتیں اور دیہاتوں کی از سر نو تعمیر - تقریر -
از شریمتی پدماوتی - دائی کا کام - مکالمہ - دیہاتی گیت -
بھجن میرا بائی -

۴ رمارچ ۴۰ء - دیہاتی گیت - از شری جگناتھ
آزاد - خبریں اور بازار نرخ - بانی - متیا کا گانا - دیہاتی
کھیل - تقریر - از جناب بشیر احمد - گھسیٹی اور مرتضیٰ کے
گانے - برہا - از شری جگناتھ آزاد -

۵ رمارچ ۴۰ء - ہولی - کورس - خبریں اور
فصلوں کے متعلق پیشین گوئیاں - دیہاتی گانا - از
شری جگناتھ آزاد - بنیادی تعلیم - تقریر - از شری بیجناتھ
سنگھ - تعلیم (نظم) از شری بنسی دھر - برہا - از جگناتھ
آزاد -

۶ رمارچ ۴۰ء - ٹینک (لڑائی کا ہتھیار)
تقریر از جناب حیات اللہ انصاری - پرارتھنا - از
شری جگناتھ آزاد - خبریں متیا اور جنگ بہادر کے گانے -
بنکھی - متی، گھسیٹو اور دیگر لوگ - برہا - شری
جگناتھ آزاد -

۷ رمارچ ۴۰ء - رامائن - از جناب جنگ بہادر
خبریں - بنکھی (شیوراتری) متی، اور گھسیٹو - مزاحیہ
گانے - از جناب ممتاز علی - نئی ٹیننسی میں بیدخلی -
تقریر - از جناب اعجاز حسین - گیت از جناب جنگ بہادر

۸ رمارچ ۴۰ء - ہولی - کورس - خبریں اور
فصلوں کے متعلق پیشین گوئیاں - نعت - از جناب
مرتضیٰ حسین - غلے کی فروختگی کی سوسائیٹی - تقریر -

باسوپور گاؤں کا ایک اکھاڑہ

باسوپور گاؤں کے اسکاوٹ (بغیر وردی کے)
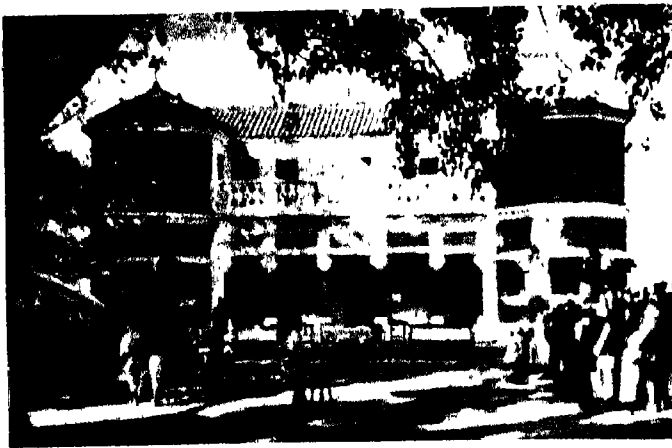
حسین پور مرکز میں شری اند ردیو ترپاٹھی ایم - ایل - اے کی قیام گاہ جہاں
گاؤں کے لوگ اکثر جمع ہوتے ہیں -

ازشری۔آر۔ڈی۔شکل۔کہانی۔ازشری بنسی دھر۔ قوالی۔ازجناب مرتضیٰ حسین۔

۹رمارچ سنہ ۴۰ء۔بھجن۔شری مراری لال۔ خبریں اور بازار نرخ۔متیا کا گانا۔موجودہ واقعات تقریر۔ازشری تیج نرائن شریواستو۔گیت۔شری مراری لال۔

۱۰رمارچ سنہ ۴۰ء۔پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے ایک خاص پروگرام) کورس۔دیہاتی عورتوں کی پارٹی۔عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔ہولی۔دیہاتی عورتوں کی پارٹی۔عورتیں اور جنگ۔تقریر۔ازشریمتی پدماوتی۔دیہاتی گانا۔کھلیان اور عورتیں۔مکالمہ۔از شری متی پدماوتی معہ پارٹی۔

۱۱رمارچ سنہ ۴۰ء۔بھجن شری مراری لال۔خبریں۔ اور موسم کے متعلق پیشین گوئی کیسے متیا بانی۔روور اسکاوٹ۔تقریر۔ازسکھپت رائے اوپادھیائے۔ راماین۔ازشری مراری لال۔

۱۲رمارچ سنہ ۴۰ء۔راماین۔ازشری جنگ بہادر دیہاتی ترقی کے مسائل۔تقریر۔ازشری ٹی۔این۔ کول۔گھسو اور متئی کے گانے۔کسان کی آشا۔ (نظم) ازشری بنسی دھر۔

۱۳رمارچ سنہ ۴۰ء۔برہمنی کی ہولی۔ازشری دی۔این۔ڈھول۔خبریں۔مقناطیسی سرنگیں۔ (لڑائی کا ایک ہتھیار)۔تقریر۔ازشری شیاما نند۔ ہولی۔ازشری جنگ بہادر۔امرود کی جیلی۔مکالمہ۔ ازشری۔آر۔ڈی۔شکل۔

۱۴رمارچ سنہ ۴۰ء۔راماین۔ازجناب جنگ بہادر خبریں۔گانے۔یو۔پی۔ٹیننسی میں لگان اور چھوٹ۔تقریر۔ازشری سیتلا سہائے۔بھجن۔ ازکماری شدھا ماتھر۔

۱۵رمارچ سنہ ۴۰ء۔ہولی (کورس) رورل آرٹسٹ۔خبریں اور فصلوں کے متعلق پیشین گوئی۔نعت ازجناب مرتضیٰ حسین۔کتائی اور دھنائی۔تقریر۔ازشری مہیش بھائی۔ہولی۔ ازجناب مرتضیٰ حسین۔لڑائی اور دیہاتی ہندوستان۔(بتکہی) ازمتئی، گھسو اور دیگر لوگ۔

۱۶رمارچ سنہ ۱۹۴۰ء۔پنچایت (رام دین کی ربیع کی فصل پورنی نے کاٹ لی۔یہ معاملہ مرکزی پنچایت میں پیش ہوا۔ضلع بارہ بنکی کے ہرکھ، اسی اور پرتاب گنج، ضلع سیتاپور کے ڈھونڈھری، ضلع لکھنؤ کے میرک نگر اور ضلع رائے بریلی کے ہرچند پور گاؤں کے پنچ جمع ہوئے، بحث ہوئی اور معاملے کا فیصلہ سنایا گیا)۔

۱۷رمارچ سنہ ۴۰ء۔پنگھٹ (دیہاتی عورتوں کے لئے خاص پروگرام) ہولی۔از دیہاتی عورتوں کی پارٹی۔نسوانی دنیا کی خبریں سوہر شری متی پدماوتی معہ پارٹی۔گرل گائڈنگ۔ تقریر ازشری متی بینو پانڈے۔بورا۔دیہاتی عورتوں کی پارٹی۔سکھیاں مل بیٹھیں (بتکہی) شری متی پدماوتی، بینو اور دیگر عورتیں۔

۱۸رمارچ سنہ ۴۰ء۔بھجن۔شری شنکر راؤ ٹامبے۔ خبریں اور بازار نرخ۔سہر کمائے گین۔(نظم) ازشری کرشن دیو پرشاد۔کھلیان۔ازشری ایس۔این۔بالی۔گیت۔شری شنکر راؤ ٹامبے۔

۱۹رمارچ سنہ ۴۰ء۔ندیا کنارے۔ازشری آر۔ڈی۔شکل۔گھونگھا بسنت۔کہانی۔شری ودیا ساگر۔

۲۰رمارچ سنہ ۴۰ء۔ہولی (کورس) رورل آرٹسٹ۔خبریں اور موسم کے متعلق پیشین گوئی۔ متیا کی بانی۔علاج اطفال۔تقریر ازشری ہردے نرائن شری واستو۔کسان اور کفایت شعاری۔(نظم) از بنسی دھر۔

۲۱رمارچ سنہ ۴۰ء۔گیت ازشری گومتی پرشاد۔خبریں اور بازار نرخ۔گھسو اور متئی کے گانے۔گہنے۔ازشری کالی چرن دکشت۔ سنگر وشہر سے پہلے۔مکالمہ۔ازجناب نسیم انہونوی۔

۲۲رمارچ سنہ ۴۰ء۔قوالی ازجناب مرتضیٰ حسین خبریں۔ہولی کا تیوہار۔تقریر۔ازشری دیوی شنکر مشر۔نعت ازجناب مرتضیٰ حسین۔ہولی کی پیدائش (نظم) ازشری بنسی دھر۔

۲۳رمارچ سنہ ۴۰ء۔بھجن ازشری رامیشور باجپئی خبریں اور بازار نرخ۔برطانیہ کی سمندری حالت۔ تقریر۔ازجناب صباح الدین۔مزاحیہ گانے ازجناب ممتاز علی۔گیت شری رامیشور باجپئی۔

۲۴رمارچ سنہ ۴۰ء۔بھجن ازشری متی سدھا ماتھر۔ خبریں۔ہولی۔تقریر ازشری متی گیان وتی۔ہولی ازشری متی سدھا ماتھر۔سکھیاں مل بیٹھیں۔ مکالمہ ازشریمتی پدماوتی۔

۲۵رمارچ سنہ ۴۰ء۔پھاگ شری رام ہزاری تیواری معہ پارٹی۔خبریں اور فصل کے متعلق پیشین گوئی۔بچپن کی ہولی۔متئی، گھسو اور دیگر لوگوں کے مکالمے۔پھاگ۔شری رام ہزاری تیواری معہ پارٹی۔

۲۶رمارچ سنہ ۴۰ء۔حقہ پانی بند (پنچایت کا ایک فیصلہ) دیہاتی گانا اور ناچ۔دیہاتی ناچ پارٹی۔

۲۷رمارچ سنہ ۴۰ء۔شادی کا مجمع۔ازشری آر۔ڈی شکل۔خبریں اور بازار نرخ۔بھجن۔ازشری دین دیال۔ میرا شہر کا سفر۔کہانی ازشری رام آسرے۔گیت۔ شری دین دیال۔

۲۸رمارچ سنہ ۴۰ء۔بھجن ازشری دین دیال۔خبریں۔ فروختگی کی کوآپریٹو سوسائٹیاں۔تقریر۔ازشری آر۔ ڈی شکل۔گیت ازجناب ممتاز علی۔بگاڑ (کہانی) شری بنسی دھر۔برہا۔ازشری دین دیال۔غریب کی ہولی مکالمہ۔ازجناب ایم۔ایچ۔بیگ۔

۲۹رمارچ سنہ ۴۰ء۔قوالی ازجناب مرتضیٰ حسین معہ پارٹی۔خبریں اور بازار نرخ۔نیوتہ گئے۔(مزاحیہ) کہانی) ازشری دیا شنکر دیکشت۔نعت مرتضیٰ حسین معہ پارٹی کھلیان اور آگ (نظم) ازشری بنسی دھر۔

۳۰رمارچ سنہ ۴۰ء۔پرکھن کا ملاپ متئی کا کا۔ خبریں اور بازار نرخ۔کہروا ناچ۔شری بھگت معہ پارٹی۔

۳۱رمارچ سنہ ۴۰ء۔موہنی کی شادی۔ازشریمتی پدماوتی۔ عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔بورا۔شریمتی پاروتی دیوی معہ پارٹی۔دیہاتی عورتوں کے لئے دو لفظ۔شریمتی پرکاش وتی سوہر۔شریمتی پاربتی دیوی معہ پارٹی۔پچھمی موڑھ۔تقریر۔ ازشری جیونتی پرشاد نرمل۔

صوبہ سیاسی کانفرنس متھرا کی نمائش میں گاؤں سدھار کورٹ

صوبہ سیاسی کانفرنس متھرا کے موقعہ پر قائم ہونے والے گاؤں سدھار کورٹ کا بیرونی منظر

صوبہ سیاسی کانفرنس متھرا کے موقع پر ایک عظیم الشان نمائش کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ہمارے ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن متھرا نے بھی اس موقع پر نمائش میں ایک گاؤں سدھار کورٹ سجانے کی تجویز کی۔ اس تجویز کے مطابق ایسوسی ایشن نے ایک ماڈل گاؤں (مکمل گاؤں) بنایا۔ جیسا کہ مذکورہ تصویر سے ظاہر ہے۔ اس گاؤں کے اندر وہ ساری باتیں تفصیل سے دکھائی گئی تھیں جو ایک اچھے گاؤں میں ہونی چاہئیں۔ گاؤں سدھار کے سبھی کارکنان دیوالی کے بعد ہی سے اس کے بنانے میں مصروف ہو گئے تھے۔ ۲۳ نومبر ۱۹۳۹ء کو جبکہ نمائش کا افتتاح ہوا تھا ہمارے مکمل گاؤں کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی۔

اس مکمل گاؤں کی نمائش کے اندر ایک نرالی ہی شان نظر آتی تھی۔ گاؤں کا صدر دروازہ بڑی خوبصورتی سے سجا ہوا تھا جس کے اوپر "آدرش گرام" لکھا تھا۔ پھاٹک کے اندر گھستے ہی سامنے پنچایت گھر بنا ہوا تھا۔ اس کا نقشہ سرکاری نقشے کے مطابق تھا۔ ایک کمرے میں دواخانہ اور دوسرے میں کتبخانہ تھا۔ پوسٹر لٹکے ہوئے تھے۔ پنچایت گھر کے سیدھے ہاتھ کی طرف اسکول، کسرت گاہ و پارک تھا۔ دوسری طرف نمونے کا گھر، تالاب و کنواں تھا۔ اسکول کے اندر کچھ دیہاتی دستکاریوں کی نمائشی اشیاء اور محکمہ حفظان صحت کے ماڈلوں نے کورٹ کی زینت میں خاص اضافہ کر دیا تھا۔ پورے کورٹ میں اسکول کی خاص جگہ تھی۔ وہیں زیادہ مجمع رہتا تھا۔ اسکے بعد پنچایت گھر وغیرہ کا نمبر تھا۔

نمائش میں آنے والوں کا بیشتر حصہ گاؤں سدھار کورٹ میں آتا تھا۔ مکمل مکان دیکھ کر جہاں انھیں تعجب ہوتا تھا وہاں وہ اس کی تعریف کرنے کے لئے مجبور ہوتے تھے۔ باہر کے خاص دیکھنے والوں میں کچھ لیڈر بھی تھے۔ مثلاً پنڈت جواہر لال نہرو، آچاریہ کرپلانی، آر۔ ایس پنڈت، پنڈت کرشن دت پالیوال اور شری پرکاش جی وغیرہ مقامی افسران نے بھی کورٹ کا معائنہ فرمایا تھا۔

تصویر بالا سے اسکی عظمت و وسعت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

بیدئی (متھرا) میں پنچایت گھر وصنعت گھر

از جناب گیا تیندر، ساہتیہ، اسسٹنٹ
گاؤں سدھار انسپکٹر متھرا

ہفتہ صحت کے درمیان ۵، نومبر ۳۹ء کو گاؤں سدھار سنٹر جارؤو کے موضع بیدئی میں ایک عظیم الشان جلسے کا اہتمام کیا گیا۔ گاؤں بہت صاف تھا۔ دیوروں میں اچھے اچھے جملے لکھے گئے تھے۔ چار بڑے بڑے دروازے بنے ہوئے تھے جنکے سہارے رضاکاروں کی قطاریں ایک دلکش سین پیش کر رہی تھیں۔

تقریباً ۲ بجے دوپہر کو ڈاکٹر شری ناتھ جی بھارگو چیرمین گاؤں سدھار تشریف لائے جن کا استقبال فلک شگاف نعروں کے ساتھ سرپنچ و پنچ صاحبان وغیرہ نے کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے سب سے پہلے دیہاتی صنعت گھر کا افتتاح فرمایا اس کارخانے کا منظر بہت دلفریب تھا۔ یہاں تقریباً ۲۰ کرگھوں پر گاڑھے کی بنائی کا کام ہو رہا تھا۔ ایک طرف کچھ بزرگ خواتین بیٹھی چرخہ چلا رہی تھیں اور ایک

سوسائٹی نے ایک سال کی قلیل مدت میں مدرسہ بالغان، دواخانہ، سیوادل، کنوئیں وغیرہ کی تعمیر اور پنچایت کے ذریعے کام کئے گئے انکی تفصیل سنائی۔ اس پنچایت نے جو ااور مقدمہ بازی وغیرہ لعنتوں کو دور کرنے میں جو کامیابی حاصل کی اسکا بھی ذکر کیا۔ رپورٹ کے اسسٹنٹ گاؤں سدھار انسپکٹر (رام الحروف) وسیلتھ افیسر کی تقریریں ہوئیں۔

آخر میں ڈاکٹر شری ناتھ جی چیرمین نے اپنی تقریر میں موضع بیدئی کی حیرت انگیز ترقی کی تعریف کی اور یہ جاکر موصوف کو بڑی خوشی ہوئی کہ یہاں سے مقدمہ بازی و جوا بالکل بند ہو رہا ہے۔ موصوف نے پنچایت کی خوبی اور اسکے مقاصد بتاتے ہوئے صنعت وحرفت پر بہت زور دیا۔ ساتھ ہی یہاں کھادی کے کام ہونے کی تعریف کی۔ آپ نے نیز دیگر معزز حاضرین نے چلتے وقت دواخانے، اکیتجا سے وکنوئیں کا معائنہ فرمایا اور شری رام سروپ جی گپتا سرپنچ کی ان کے اس گاؤں سدھار دلچسپی کی بڑی تعریف کی جنھوں نے کہ اپنی دولت سے انھیں تعمیر کیا ہے اور دیہاتی باشندے اُنسے پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جلسے میں گاؤں سدھار سکریٹری وگاؤں سدھار انسپکٹر موجود تھے۔

موضع بیدئی (ضلع متھرا) کے جلسے کا ایک منظر۔ حاضرین، ہاں کی زندگی سدھار سبھا کی رپورٹ سن رہے ہیں۔

ذات میٹھا روئی دُھن رہا تھا۔

اسکے بعد ڈاکٹر صاحب نے پنچایت کا سنگ بنیاد سرپنچ وپنچوں کو ساتھ لیکر رکھا۔ زاں بعد پرارتھنا کے بعد جلسے کی کارروائی شروع ہوئی ضلع کی مشہور قومی کارکن شریمتی شانتی دیوی وشریمتی لکشمی دیوی کے بھجن و تقریریں ہوئیں۔ اسکے بعد شری رام سروپ گپتا سرپنچ نے بیدئی زندگی سدھار سوسائٹی کی رپورٹ سُنائی جس میں آپ نے زندگی سُدھار
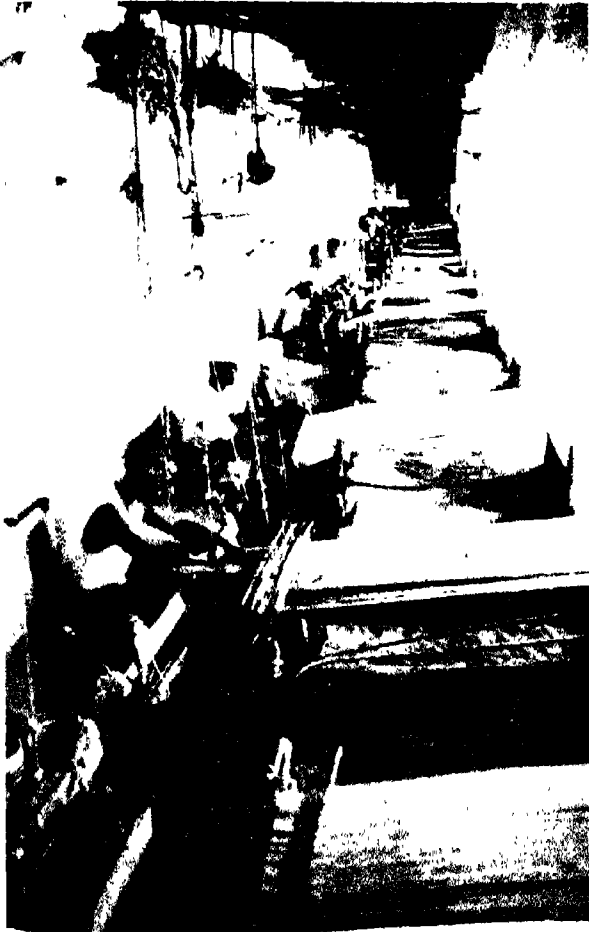
موضع بیدئی کے صنعت گھر میں بنائی کا کام ہو رہا ہے

ڈاکٹر شری ناتھ بھارگو چیرمین گاؤں سدھار ایسوسی ایشن موضع بیدئی۔ آپنے یہاں سرپنچ وپنچوں کے ساتھ پنچایت گھر کا سنگ بنیاد رکھا۔

ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں

یو۔پی میں خاص قسم کی سوسائٹیاں

محکمہ امداد باہمی۔یو۔پی کی طرف سے حال میں قائم ہونے والی خاص قسم کی سوسائٹیوں نے دوسرے صوبوں کے محکمہ امداد باہمی کے مشہور کارکنوں کو اپنی جانب متوجہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان میں سے گھی اور دودھ کی سوسائٹیاں، ترقی نیشکر و فروختگی کی سوسائٹیاں کوآپریٹو صنعتی فیڈریشن اسٹورس۔ آبپاشی کی سوسائٹیاں اور دیہاتوں کو از سر نو زندگی دینے والے سنٹر وغیرہ ہیں۔

مسٹر ایس اے وینکٹ رمن۔آئی سی۔ایس رجسٹرار محکمہ امداد باہمی مدراس کوآپریٹو ملک یونین کی پربت پور سوسائٹی کے دودھ کے حساب کتاب کا رجسٹر دیکھ رہے ہیں۔

مسٹر۔ ایس اے وینکٹ رمن۔ آئی۔سی۔ایس۔ رجسٹرار محکمہ امداد باہمی مدراس، مسٹر ایس حسن آئی۔سی۔ ایس۔ افسر آن اسپشل ڈیوٹی محکمہ امداد باہمی اور شری جے پی۔ شریواستو اسسٹنٹ رجسٹرار لکھنؤ کے ساتھ لکھنؤ کے کوآپریٹو دودھ یونین کے جمع کرنے اور تقسیم کرنے والے مرکز اور اس سے متعلق پرتاب پور کی سوسائٹی میں تشریف لائے۔آپ سے موضع میں رائے صاحب گوپی لال، آنریری سکریٹری یونین، مسٹر این کے بھارگو، مسٹر شہنشاہ حسین اور سوسائٹیوں کے دیگر ممبروں نے ملاقات کی۔آپ کو صحت بخش حالات دودھ دوہا جانا تول اور حساب دکھایا گیا۔ ساتھ ہی آپ کو دودھ جمع ہونے والے بخش کا تالاب نامی سنٹر پر جو لکھنؤ سے تقریباً

یہ پربت پور سوسائٹی (لکھنؤ) کی ایک دوسری تصویر ہے۔محکمہ امداد باہمی یو۔پی کے اسپشل افسر مسٹر اے ایس حسن۔آئی سی۔ایس مدراس کے رجسٹرار صاحب کو دودھ ناپنا اور جمع کرنا دکھا رہے ہیں۔

۱۵میل کے فاصلے پر ہے گاؤں کے دودھ کی پیکنگ اور اس کا لیجانا بھی دکھایا گیا۔

آپنے بارہ بنکی کا میسن فیڈریشن اور اسٹور اور کانپور کی بنائی کی سوسائٹی بھی دیکھی۔آپ نے کوآپریٹو مسائل پر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار محکمہ امداد باہمی سے تبادلۂ خیال کیا۔

جب آپ سے دودھ یونین کے متعلق اظہار خیال کی درخواست کی گئی تو آپ نے فرمایا "یونین نے اپنے قیام کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں اچھا کام کیا ہے اور امید ہے کہ وہ مستقبل میں اور بھی اچھا کام کرے گا۔ اس قسم کے یونین دوسرے مشہور شہروں میں جہاں لکھنؤ کی طرح خالص دودھ کا مسئلہ مشکل ہے کھلنے چاہئیں۔

یو۔پی میں اصلاح زراعت اور امداد باہمی

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے زراعت سے متعلق علم اور طریقوں کی وسیع پیمانے پر اشاعت کرنا مسٹر وشنو سہائے۔آئی۔سی۔ایس ڈائرکٹر محکمۂ زراعت۔یو۔پی کے ذریعے بنائے گئے نئے پروگرام کا خاص جزو ہے۔اس لئے کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے اصلاح زراعت کا پروگرام شروع کرنے کے لئے ڈائرکٹر صاحب محکمہ زراعت یو۔پی اور رجسٹرار صاحب محکمۂ امداد باہمی یو۔پی میں باہمی مشورہ جاری ہے۔

محکمہ زراعت کے افسروں کو کوآپریٹو قواعد کی ضروری ٹریننگ دینے کے لئے کانپور میں حال میں دو ہفتے کا کلاس کھولا گیا تھا۔امداد باہمی زراعت اور اسکے مختلف صیغوں پر ان محکموں کے افسران کے لیکچر کرائے جائینگے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ آئندہ ہونے والے محکمہ زراعت کے افسروں کو امداد باہمی کے اصولوں اور ان کے عمل کی تعلیم دینے کی طرف پورا پورا دھیان دیا جا رہا ہے۔

۸؍جنوری سنہ ۴۰ء سے زراعتی کالج کانپور کے طلبا کے لئے امداد باہمی پر کئی لیکچر کرائے جا چکے ہیں۔ ان لیکچروں کا پورا انتظام مسٹر پی۔ کے۔ ڈے پرنسپل زراعتی کالج کانپور نے کیا تھا۔ پہلا لیکچر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار محکمہ امداد باہمی یو۔پی نے دیا تھا اور بعد میں مسٹر جے۔پی۔ مشر پبلسٹی آفیسر محکمہ امداد باہمی کے لیکچر ہوئے۔

بلند شہر اور گورکھپور کے زراعتی اسکولوں میں بھی فروری سنہ ۴۰ء میں اس قسم کے لیکچر کرانے کا انتظام کیا گیا ہے۔

ترقی نیشکر ٹریننگ کلاس میں رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی کنووکیشن ایڈریس

رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار محکمہ امداد باہمی یو۔پی کی صدارت میں اس سال کے پانچویں اور آخری ترقی نیشکر ٹریننگ کلاس کا کنووکیشن کا جشن منایا گیا۔ یہ ٹریننگ کلاس ترقی سدھار اسکیم کے مطابق بازار برنج گورکھپور میں کھولا گیا تھا۔

چترویدی جی نے فرمایا کہ امیدواروں کے ذریعے سال میں کم از کم ایک ہفتے تک آنریری طور پر ترقی گڑ کا کام کرنے کے لئے کئے جانے والے عہد میں گاؤں کی بیداری کے علامات نظر آتے ہیں کیونکہ دیہات کے رہنماؤں ہی کے ذریع دیہات از سر نو

یہ ترقی گروہ ٹریننگ کلاس برہج کے تقسیم اسناد کے وقت کی تصویر ہے۔ اس کے صدر، رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار محکمہ امداد باہمی یو۔ پی تھے۔ ترقی گڑ ٹریننگ کلاس کے طلبا صاحب صدر کو سپاس نامہ پیش کر رہے ہیں۔ صدر موصوف کے بائیں جانب شری ایل۔ سی گپتا ترقی گڑ افیسر یو۔ پی تشریف فرما ہیں۔

زندہ ہو سکتے ہیں۔ آپ نے اُمیدواروں کو زندگی سدھار کی کوآپریٹو سوسائٹیاں قایم کرکے کفایت شعاری کرنے کی بھی رائے دی۔ کیونکہ اصلاح شدہ قواعد کے مطابق گڑ تیار کرنے سے کسانوں کی بڑھی ہوئی آمدنی کی رقم جب تک سب سے زیادہ فائدے کے لئے نہیں لگائی جاتی، اس کی حالت نہیں سدھر سکتی۔ آپ نے ترقی گڑ کے کاموں میں اپنے اہل کاروں کے پورے تعاون کا وعدہ کرکے اُمیدواروں کی حوصلہ افزائی کی۔ آپ نے یہ بھی یقین دلایا کہ

یہ تقسیم اسناد کے موقع کی دوسری تصویر ہے۔ ترقی گڑ کا اسکاوٹ و دیگر لوگ صاحب صدر کا استقبال کرتے ہوئے اُنھیں پنڈال کی طرف لے جا رہے ہیں۔

میں محکمہ امداد باہمی کے فیلڈ اسٹاف کے لئے سکریٹریوں اور سپروائزروں کا انتخاب کرتے، وقت اپنے کام کرنے والوں کے متعلق اچھی طرح دیکھ بھال کرونگا۔

اس موقع سے تیلیوں، ملاحوں، کمہاروں، کہاروں وغیرہ نے فائدہ اُٹھایا۔ وہ زیادہ تعداد میں جمع ہو کر رجسٹرار صاحب سے اپنے فائدے کے لئے سوسائٹیاں کھولنے کے لئے ملے۔ چترویدی جی نے اُن میں سے ہر ایک کو مختصر جواب دیا۔ آپ نے اُن کی امداد کے لئے جلد ہی کوآپریٹو انتظام کرنے کا وعدہ فرمایا۔

رجسٹراروں کی کانفرنس میں سر جگدیش پرشاد کی تقریر

سر جگدیش پرشاد (حکومت ہند کے محکمہ زراعت و تجارت کے ممبر) نے دہلی میں رجسٹراران کوآپریٹو سوسائٹیز کا افتتاح کرتے ہوئے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

کھیتی کے لئے قرضہ دینے والی سوسائٹیوں سے جو فائدے ہو سکتے ہیں اُن کا جائز استعمال کی غرض سے ایک کل ہند تحریک چلانے کے لئے موجودہ وقت خاص طور سے بہتر نظر آتا ہے۔ گذشتہ دو ماہ میں کھیتی کی قریب قریب سبھی پیداواروں کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ کچھ حد تک قیمتیں اسوقت بڑھی ہیں جب فصل کا بیشتر حصہ درمیانی لوگوں کے ہاتھ میں جا چکا تھا۔ اگر یہ بڑھی ہوئی قیمت کچھ اور وقت تک اسی طرح قائم رہی تو کسانوں کو زیادہ پیسے مل سکیں گے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کفایت شعاری کی ضرورت سمجھانے کے لئے یہ وقت بہت موزوں ہے۔

ہمارا فرض

ہم سب لوگوں کا جو کسانوں کی ترقی کی خواہش رکھتے ہیں یا اسکے لئے کام کرتے ہیں صرف یہ فرض نہیں ہے کہ ہم حتی المقدور یہ دیکھیں کہ زر یا تو بچایا جاتا ہے یا عقلمندی سے خرچ ہوتا ہے، بلکہ یہ موقع ایسی سوسائٹیوں کو پھر سے اپنے پیروں پر کھڑا کر دینے کا ہے جنھوں نے پہلے ضرورت سے زیادہ رقم کھاکر غلط طور پر روپیہ قرض دیا تھا۔ یہ ہم لوگوں کے لئے ایک بڑا موقع ہے ہمیں اس ارادے سے اسے پکڑ لینا چاہئے کہ پہلے کے تلخ تجربات سے فائدہ اُٹھائیں گے۔

میں سمجھتا ہوں کہ کسانوں کے لئے اپنی پہلی حالت پر پہنچنے کا یہ اچھا موقع ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے لئے تحریک امداد باہمی سے کوئی اور اچھا ذریعہ اُنھیں نہیں بتایا جا سکتا۔

عورتوں کی سوسائٹیاں

اس بات سے عام طور پر لوگ متفق ہوں گے کہ اب عورتوں تک امداد باہمی کے بڑھانے کا وقت آ گیا ہے۔ عورتوں کی سوسائٹیاں نہ صرف کفایت شعاری پر زور دیں بلکہ وہ کھانا پکانا، سلائی، حفظان صحت اور موسیقی وغیرہ کا بھی اپنے پروگرام میں رکھیں۔

آخر میں سر جگدیش پرشاد نے فرمایا۔ اس وقت شہروں اور دیہاتوں میں مزدوروں اور کسانوں کی زندگی کی تکلیف کم کرنے کے لئے زیادہ کوشش کی جا رہی ہے۔ ہم لوگوں کی زندگی میں کیف پیدا کرنے کا جو یہ بڑا کام کیا جا رہا ہے اس میں امداد باہمی کو شاندار حصہ لینا چاہئے۔

ہمیں مندرجہ ذیل کتابیں برائے تبصرہ موصول ہوئی ہیں بھیجنے والوں کے ہم دل سے شکرگزار ہیں۔ ان میں جو کتابیں ہمارے خیال میں ہمارے ناظرین کے مفید ہونگی اُن کا ہم ان صفحات میں خاص طور سے ذکر کرینگے۔

اُردو کتابیں

۱۔ گیت مالا۔ مرتبہ جناب صلاح الدین احمد میراجی۔ حجم ۴۸ صفحات قیمت چھ آنے۔ پبلشر کتبخانہ ادبی دنیا، دی مال لاہور۔

۲۔۶۔ ادارۂ ادبیاتِ اُردو، خیریت آباد دکن کی ۵ کتابیں:۔

(۱) سائنس کے کرشمے۔ مرتبہ جناب میر حسن ایم۔ اے۔ حجم ۱۱۲ صفحات قیمت ایک روپیہ۔

(۲) مغربی تصانیف کے اُردو تراجم۔ مصنفہ جناب میر حسن۔ ایم۔ اے۔ حجم ۱۵۲ صفحات قیمت سوا روپیہ۔

(۳) ارمغانِ جذب۔ مصنفہ جناب الگھوبندر راؤ جذب۔ حجم ۱۲۰ صفحات۔ قیمت بارہ آنے۔

(۴) مکتوباتِ شاد عظیم آبادی۔ مرتبہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور۔ حجم ۲۰۰ صفحات قیمت ڈھائی روپے۔

(۵) محبت کی چھاؤں۔ مصنفہ مرزا ظفر الحسن بی۔ اے (عثمانیہ) حجم ۱۳۲ صفحات قیمت سوا روپیہ۔

ہندی کتابیں

۱۔ مدھوبن۔ مصنفہ شریمتی ہیرا دیوی چترویدی حجم ۸۸ صفحات قیمت آٹھ آنے پبلشر:۔ ساہتیہ پریس، جبلپور۔

۲۔۴۔ سستا ساہتیہ منڈل، دلی کی ۳ کتابیں:۔

(۱) سنتیہ گرہ۔ کیوں، کب اور کیسے؟ قیمت ۳ آنے۔

(۲) راشٹریہ پنچایت۔ مرتبہ شری بشپال بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ قیمت چار آنے۔

(۳) یدھ سنکٹ اور بھارت۔ مرتبہ شری بشپال۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی قیمت چار آنے۔

۵۔۶۔ شری یدوناتھ سنگھ سیکسریا بسواں شوگر فیکٹری لمیٹڈ، بسواں کی ۲ کتابیں۔

(۱) گنّا یا اوکھ کی کھیتی۔ قیمت ۲ر

(۲) گنّے کی بیماریاں۔ قیمت ۱ر

اُردو رسالے

نئے سال کے آغاز میں اُردو کے اکثر رسالے اپنے اپنے سالنامے شائع کرتے ہیں۔ یہ سال اگرچہ دُنیا کے لئے کوئی پیام مسرت لیکر نہیں آیا اور اپنے پیشرو سال کی طرح یہ سال بھی اخبار و رسالوں کے لئے نہایت منحوس ثابت ہو رہا ہے اسلئے کہ جنگ کی وجہ سے گرانی کا سب سے زیادہ اثر اخبار و رسالوں ہی پر پڑا۔ کاغذ اور طباعت کے دیگر سامانوں کی گرانی دیکھتے ہوئے یہ اندیشہ بیجا نہیں تھا کہ اُردو کے رسالوں پر بھی اسکا ناگوار اثر پڑے گا۔ مگر یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ اس منحوس سال کا بھی اُردو کے رسالوں نے خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور سال نو کی خوشی میں ادبی دنیا، عالمگیر، ادب لطیف، ہمایوں، نگار، سب رس اور بیسویں صدی نے اپنی قدیم روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے اپنے سالنامے بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع کئے۔ ان سالناموں کے متعلق مجموعی حیثیت صرف یہ کہدینا درست ہوگا کہ ان میں سے ہر سالنامہ اس قابل ہے کہ ان سے اپنے کتب خانے کی زینت دوبالا کیجائے۔ اب ہم فرداً فرداً سب سالناموں کا ذکر کریں گے۔

رسالہ بیسویں صدی لاہور کے خاص نمبروں کا ذکر اس سے پہلے بھی ان صفحات میں آچکا ہے۔ اس رسالے کی سب سے بڑی خصوصیت اسکے اوقات اشاعت کی پابندی ہے اس نے اپنا ۱۹۴۲ء کا سالنامہ دسمبر کے پہلے ہی ہفتے میں شائع کر دیا۔ اس سالنامے کی ظاہری و باطنی خصوصیات کے پیش نظر اگر اسے اُردو کا سستا ترین سالنامہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ ہمیں حیرت ہوتی ہے جب ہم غور کرتے ہیں کہ اس گرانی کے زمانے میں بھی اسکے مدیر محترم خوشتر گرامی صاحب اتنے سستے داموں اتنا شاندار سالنامہ کیونکر شائع کیا۔ آپ غور فرمایئے کہ سالنامے کی ضخامت پورے دو سو صفحات سے زیادہ ہے۔ اندر کئی دیدہ زیب تصاویر بھی شامل ہیں، کاغذ اور طباعت میں کسی قسم کا نقص نہیں نکالا جا سکتا پھر بھی اسکی قیمت صرف آٹھ آنہ ہے۔

اس سالنامے میں ستّرہ افسانے، ایک ڈرامہ، آٹھ دس مضامین اور متعدد نظمیں ہیں۔ مضامین کے متعلق صرف اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے کہ علامہ تاجور، ایم۔ اسلم، ڈاکٹر اختر رائے پوری، کوثر چاندپوری، مرزا فدا علی خنجر، ڈاکٹر سعید احمد بریلوی، ماہر القادری، اور اختر شیرانی جیسے مشہور ادیبوں و شاعروں کے مضامین و نظمیں اس سالنامے کی زینت ہیں۔ حفظانِ صحت کے متعلق کئی مضامین ہیں جو کافی مفید ہیں۔ ہم اتنا کامیاب سالنامہ شائع کرنے کے لئے خوشتر صاحب کو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔ بیسویں صدی کا سالانہ چندہ تین روپیہ ہے۔ پتہ بیرون شاہ عالمی دروازہ لاہور۔

ہمیں افسوس ہے کہ نمبر میں شائع ہونے والے ادب لطیف کے افسانے کے متعلق اظہار خیال نہ کرسکے۔ اس رسالے نے جنوری کے وسط میں پانچنجم سالنامہ شائع کیا۔ ادب لطیف لاہور کا مشہور ترقی پسند ادبی رسالہ ہے جو چودھری برکت علی و میرزا ادیب کی ادارت میں دن دونی ترقی کر رہا ہے۔ مرزا ادیب خود ایک مشہور ادیب ہیں۔ سالنامے کی ترتیب میں آپنے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ آپ اپنے خریداروں کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ صحت مند، توانا اور زندگی بخش ادب پیش کریں۔ ایسی حالت میں جبکہ اردو کے بیشتر اہل قلم اپنی پُرانی ڈگری کو چھوڑ کر اپنے لئے نئی راہیں کھیں نکالنا چاہتے، ایسا زندگی بخش ادب فراہم کرنے میں مدیران سالنامہ کو یقیناً بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا لیکن یہ امر باعث اطمینان ہے کہ مدیرانِ رسالہ کی یہ کوششیں قابل رشک حد تک کامیاب ہوئی ہیں۔

سالنامے میں بیشتر ترقی پسند ادیبوں کے مضامین شامل ہیں۔ جناب فیضی بی۔ کام کا مضمون "نظامِ عالم مستقبل کے دھندلکوں میں" ناصرالقادری صاحب کا مضمون "فنونِ لطیفہ کا اثر حیاتِ انسانی پر" اور پروفیسر اختر اورینوی کا مضمون "ادبیاتِ عالم اور ادبِ اُردو میں ترقی پسند رجحانات" بڑی کاوش سے لکھے گئے ہیں۔ ۲۰ کے قریب افسانے ہیں۔ افسانوں میں خود میرزا ادیب کا طویل افسانہ بہت کامیاب ہے۔ اکبر کا انصاف اس نمبر کا دوسرا طویل افسانہ ہے جو اپنی طوالت ساتھ ساتھ نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ ان کے علاوہ سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، شاکر علی، اپیندر ناتھ اشک، پروفیسر حسینی، احسان علی شاہ، شفیق الرحمٰن اور مسعود جاوید وغیرہ کے افسانے اپنی اپنی جگہ اس قابل ہیں کہ انھیں بار بار پڑھا جائے۔ محترمہ حجاب امتیاز علی کا مزاحیہ مضمون بہت ہی خوب ہے۔ نظموں کی ترتیب بڑے سلیقے سے کی گئی ہے اور اُردو کے بیشتر مشہور شعرا کی نظمیں جمع کی گئی ہیں۔ اہلِ قلم حضرات کی یکرنگی تصاویر کے علاوہ ایک سہ رنگی تصویر بھی شریکِ اشاعت ہے جو ہندوستان کے مایۂ ناز مصور عبدالرحمٰن چغتائی کی فن کاری کا بہترین نمونہ ہے۔ سالنامے کا حجم ۲۰۰ صفحات سے زیادہ ہے ادبِ لطیف کی سالانہ قیمت ۴ روپیہ ہے اور سالنامے کی قیمت ایک روپیہ ہے جو اس کی خوبیوں کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں ہے۔

پتہ:۔ مکتبہ اُردو لاہور

ہندی

۱۔ حجامت ۔ مصنفہ پنڈت جیوتی پرشاد نرمل۔ پبلشر چھاتر ہتکاری پستک مالا۔ دارا گنج۔ الہ آباد حجم ۲۰۰ صفحات قیمت سوا روپیہ۔

نرمل جی ہندی کے کامیاب مزاح نگار ہیں۔ "حجامت" آپ کے آٹھ مختصر مزاحیہ ڈراموں کا مجموعہ ہے۔ سبھی ڈرامے کافی کامیاب ہیں اور ان کے پلاٹ زوردار ہیں۔ کرداروں میں زندگی ہے۔ اور مکالمے چُست ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی کرداروں کی بعض باتیں دل پر گہرا اثر ڈالتی ہیں اور کبھی خوب ہنسنے کے لئے مجبور کر دیتی ہیں۔ ہندی میں اس قسم کے ڈراموں کی بہت کمی ہے۔ اُمید ہے کہ یہ کتاب شوق سے پڑھی جائیگی۔

۲۔ جاگرتی ۔ مصنفہ تورن دیوی شکل۔ "للی" ساہتیہ چندریکا۔ پبلشر شری رتنا دلی پستک بھنڈار، کانپور حجم ۱۲۶ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ خاص اڈیشن سوا روپیہ۔

یہ ایک شریمتی تورن دیوی شکل للی، ساہتیہ چندریکا کے ہندی نظموں کا مجموعہ ہے۔ موصوفہ ہندی کی مشہور ادیبہ و شاعرہ ہیں۔ سادگی آپ کے کلام کی خاص صفت ہے۔ اس مجموعہ کی قریب قریب سبھی نظمیں کامیاب ہیں اور دل پر اثر کرتی ہیں۔ اس مجموعہ میں قومی و روحانی نظمیں بھی شامل ہیں قومی نظمیں وطن کی محبت میں سرشار ہوکر لکھی گئی ہیں۔ اس مجموعہ کی قریب قریب سبھی نظمیں کامیاب ہیں اور شاعرہ کے روشن مستقبل کی آئینہ دار ہیں۔ نظموں کی زبان بھی خوبصورت ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ شریمتی للی کے اس مجموعہ کلام کا ہندی میں خیر مقدم کیا جائیگا۔

۳۔ پروڑھ شکھشا پردیپکا ۔ مصنفہ رامیشور رتنا تیواری۔ ایم۔اے۔ ایل۔ ٹی۔ وشمبھر ناتھ ترپاٹھی بی۔اے۔ سی۔ ٹی۔ پبلشر۔ دی انڈین بک ڈپو لکھنؤ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

یہ کتاب جیساکہ اس کے نام سے ظاہر ہے طریقہ تعلیم بالغان پر لکھی گئی ہیں مروجہ طریقہ تعلیم نیز دیگر ماہرانِ تعلیم کی اسکیموں کا تنقیدی تجزیہ کرتے ہوئے مصنفوں نے اپنے ذاتی طریقہ پر عمل کیا ہے جو نفسیاتی اور استدلالی ہے۔ مدرسوں کی معمولی سے معمولی مشکلوں کا اظہار اور انکے انسداد کی ترکیب کا بڑے اچھے طریقہ سے ذکر کیا ہے۔ معصوم بچوں اور بالغوں کا طریقہ تعلیم مختلف ہے اس حقیقت کو مصنف اچھی طرح جانتے ہیں اور اسی زاویۂ نظر کی بنا پر کتاب میں مذکور طریقہ کا ڈھانچہ کھڑا کیا گیا ہے۔

ہر ایک موضوع کے طریقۂ تعلیم کا ذکر علیحدہ علیحدہ ابواب میں کیا گیا ہے اور ہر ایک موضوع کو دلچسپ اور جلد از جلد ذہن نشین ہو جانے کے قابل بنا دینے کے لئے مصنفین مستحق مبارکباد ہیں۔ مثالی سبق جو ہر موضوع پر مثال کے طور پر دیئے گئے ہیں۔ وہ مذکورہ بات کے مصدقہ ثبوت ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ یہ مثالی سبق مدرسوں کو سبق کے لئے مواد جمع کرنے میں بہترین معاون ثابت ہونگے ایسی مجھے اُمید ہے۔

کتاب کے آخری باب میں ریل تار وغیرہ ایسی باتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو بالغوں کی زندگی میں قدم قدم پر پیش آتی ناگزیر ہیں۔ اور جن کی لاعلمی کے باعث ہمارے جاہل بالغان روزانہ بڑی بڑی دقتیں اُٹھاتے ہیں۔ ایسی اچھی کتاب لکھ کر مصنفوں نے اپنی تعلیم کے متعلق تجربات اچھا استعمال کیا ہے۔ اُمید ہے کہ علم دوست حضرات و مدرسین اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھائیں گے۔

اخبار و رسالے (ہندی)

۱۔ نئی کہانیاں ۔ (ماہوار رسالہ) اڈیٹر شری نرسنگھ رام شکل۔ پبلشر نئی کہانیاں کاریالے، ۱۲۸ ڈمانسٹن روڈ۔ الہ آباد۔ قیمت سالانہ ساڑھے پانچ روپیہ۔

ہندی ادب میں ابھی ایک طرح سے کہانیوں کی کمی ہے۔ لیکن خوشی کی بات ہے کہ ادھر کچھ دنوں سے ہندی میں بھی معیاری کہانیاں شائع ہونے لگی ہیں۔ کہانیوں کے رسالوں کی کمی کا تو کہنا ہی کیا۔ اگرچہ اس طرف ہنس، مایا اور کہانی نے کافی کوشش کی مگر ایک ایسے کہانیوں کے رسالے کی ضرورت تھی جو زیادہ معیاری اور جاذبِ نظر ہو۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہندی کے مشہور پبلشر شری نند گوپال سہگل نے ہندی کی اس کمی کی تلافی "نئی کہانیاں" شائع کر کے کر دی۔ اس رسالہ کے پہلے دو پرچے ہمارے سامنے ہیں جنھیں دیکھنے سے رسالے کے مستقبل سے متعلق اچھی اُمید ہوتی ہے۔ دونوں اشاعتوں میں بڑی اچھی کہانیاں شائع ہوئی ہیں اور سچی کہانی کا مستقل عنوان تو ہندی کے لئے نئی چیز ہے۔ رسالے کی چھپائی اور گیٹ اپ بھی اچھا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ رسالہ جلد ہی ہندی کا بہترین کہانیوں کا رسالہ ہوگا۔

گاندھی وائسرائے گفت و شنید

وائسرائے اور مہاتما گاندھی کی گذشتہ ۵ فروری کی ملاقات کے بارے میں مندرجہ ذیل سرکاری بیان شائع کیا گیا ہے

مہاتما جی کی وائسرائے سے ملاقات کے متعلق کل شام مندرجہ ذیل سرکاری بیان شائع کیا ہے۔

ہز ایکسلنسی کی دعوت پر مہاتما گاندھی آج وائسرائے سے ملنے آئے اور دوستانہ نوعیت کی طویل بات چیت ہوئی جس میں ساری پوزیشن پر جامع طور سے غور کیا گیا۔ مہاتما گاندھی نے بات چیت کے شروع میں ہی یہ واضح کر دیا کہ مجھے کانگریس ورکنگ کمیٹی کی طرف سے کوئی ہدایت حاصل نہیں ہے اور مجھے کسی بھی طرح کسی معاملہ میں کوئی وعدہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ نیز میں صرف اپنی ذات کی طرف سے ہی بول سکتا ہوں۔

ہز ایکسلنسی نے ملک معظم کی حکومت کی تجویزیں اور ارادے قدرے تفصیل کے ساتھ انکے سامنے رکھتے اور انھوں نے ملک معظم کی حکومت کی اس دلی خواہش کو شروع میں واضح کر دیا کہ ہندوستان جلد از جلد درجۂ نوآبادیات حاصل کرے اور جہاں تک برطانوی حکومت کے اختیار میں ہے۔ وہ ہر ذریعہ سے اس مقصد کے حصول میں سہولیت دیگی۔ اسی سلسلہ میں آپ نے چند پیچیدہ اور مشکل مسئلوں کا ذکر کیا جن کا حل ہونا ضروری ہے مثلاً نوآبادی کی پوزیشن میں ہندوستان کی ڈیفنس کا معاملہ آپ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ جب وقت آئیگا تو برطانوی حکومت اس سارے مسئلہ پر ہندوستان کی تمام پارٹیوں اور مفادوں کے نمائندوں سے مشورہ کرکے غور کرنے پر تیار ہے۔ نیز ملک معظم کی حکومت عبوری دور کو کم سے کم کرنے کی اور ایسے موثر طریقہ سے جلد از جلد پاٹنے کی خواہش

ہز ایکسلنسی لارڈ لنلتھگو وائسرائے ہند

رکھتی ہے۔

ہز ایکسلنسی نے مہاتما جی کی توجہ اس حقیقت کی جانب بھی مبذول کرائی جیسا کہ انھوں نے حال ہی میں بڑودہ کی تقریر میں کہا تھا کہ انڈیا ایکٹ کی فیڈرل اسکیم جو اس وقت معطل پڑی ہوئی ہے۔ درجۂ نوآبادیات کی طرف ایک تیز ترین قدم ہے اور تمام متعلقہ اصحاب کی رضامندی سے اگر اسے منظور کیا گیا تو اس سے بہت سے متعلقہ مسئلوں کو حل کرنے میں سہولت ہو جائیگی۔ ہز ایکسلنسی نے یہ بھی فرمایا کہ انھوں نے گذشتہ نومبر میں گورنر جنرل کی ایگزیکیٹو کونسل میں توسیع کے متعلق جو پیش کش کی تھی وہ بدستور قائم ہے اور ملک معظم کی حکومت اس پیش کش کو فوری عملی جامہ پہنانے کو تیار ہے۔ اور متعلقہ فریقوں کی رضامندی سے ملک معظم کی حکومت جنگ کے بعد فیڈرل سکیم پر دوبارہ غور کرنے کو تیار ہے کہ درجۂ نوآبادیات کا حصول جلد از جلد ممکن ہو جائے اور اس سے پیدا ہونے والے مسئلوں کا حل سہل بنایا جائے۔ مہاتما گاندھی جی نے اس جذبہ کی قدر کی جس میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ واضح کر دیا کہ ان کے نظریہ میں وہ تجویزیں اس مرحلہ پر کانگریس پارٹی کے مطالبے کو پورا نہیں کرتیں۔ انھوں نے یہ تجویز کیا اور وائسرائے اس امر پر متفق تھے کہ ان حالات میں بہتر ہے کہ موجودہ مزید بات چیت ملتوی کر دی جائے تاکہ ان مسئلوں کو حل کیا جائے جو پیدا ہو گئے ہیں۔

یہ بیان مہاتما گاندھی و وائسرائے دونوں کی رائے سے شائع کیا گیا ہے۔

مہاتما گاندھی کا بیان

اخبار ہریجن کے پچھلے پرچہ میں مہاتما گاندھی نے اس مضمون پر کہ "ہمارے سامنے کیا کام ہے"؛ ایک مضمون لکھا ہے۔ جو درج ذیل ہے:-

"گاندھی وائسرائے گفت و شنید کے ناکامیاب رہنے سے کانگریسیوں کو مایوس نہ ہونا چاہئے ہم ایک سمجھوتہ کے لئے ملے تھے۔ وائسرائے کی بمبئی کی تقریر میں سمجھوتہ کے جراثیم نظر آتے تھے مگر میں غلطی پر تھا کیونکہ وائسرائے کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور وہ اس پیشکش سے آگے نہیں جا سکتے جو انھوں نے ملک کے سامنے پیش کی ہے۔ شاید اس سے ان کی بھی یہی رائے ہے۔ لیکن ہماری ملاقات سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ کیونکہ اس ناکامی کے باوجود ہم دونوں ایک دوسرے سے قریب تر ہو گئے ہیں۔ معاملات واضح ہو گئے ہیں۔ اہنسا میں بہت برداشت کی ضرورت ہے۔ یہ ناکامی محض ظاہری ہے۔ اگر مقصد اور ذریعہ دونوں جائز ہوں تو بھی ناکامیابی ہو ہی نہیں سکتی۔ بہرحال اس ملاقات سے ہم اپنی منزل کے قریب

پہنچ گئے ہیں۔ وائسرائے نے برطانی پالیسی کی بہت صفائی سے وضاحت کی اور میں نے بھی کانگریس کی پالیسی کی وضاحت کرنے میں صفائی سے کام لیا اور کوئی کسر نہیں چھوڑی جہاں تک مجھے علم ہے بات چیت بند نہیں ہوگئی ہے۔ دوسرے ہمیں دُنیا کو یہ بھی بتانا ہے کہ ہم کس مطالبے پر اڑے ہوئے ہیں۔ ہندوستان نوآبادیوں میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ غیر یورپین قوموں کی لوٹ کھسوٹ میں شریک کار نہیں بن سکتا۔ اگر ہندوستان کی لڑائی اہنسا تک ہے تو ہندوستان کو اپنے ہاتھ صاف رکھنا ہوں گے۔ اگر ہندوستان کو افریقہ والوں کی لوٹ کھسوٹ میں شریک نہیں ہونا ہے۔ نہ اس تذلیل میں شریک ہونا ہے جو دوسری نوآبادیوں میں ہندوستان کے ساتھ روا رکھی جاتی ہے تو اسے اپنی حیثیت آزاد ہی رکھنا چاہئے۔ اس آزادی کی نوعیت طے کرنے والے یا حکماً تائید کرنے والے برطانوی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ قوم کے منتخب شدہ نمائندے ہی ہو سکتے ہیں۔ چاہے ان کو کسی نام سے یاد کیا جائے۔

جب تک برطانی مدبّر اس بات کو صاف صاف نہ مان لیں گے۔ اس وقت تک ہم یہی سمجھیں گے کہ وہ اپنا اقتدار نہیں چھوڑنا چاہتے۔ اس کے غیر مبہم اعلان کے لئے ان کی راہ میں نہ تو یورپین مفاد آنا چاہئے اور نہ ڈیفنس کے مسئلہ کو سدِ راہ ہونا چاہئے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ ان دونوں اہم معاملوں پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ان کے حل کی اسی حالت میں صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ جب آزادی کا اعلان کر دیا جائے اور فوراً ہی ایسا عمل شروع کر دیا جائے جو اس اعلان کے مطابق ہو۔ اس کے بغیر جرمنی سے برطانیہ کی جنگ منصفانہ اور بے غرض ہرگز نہیں کہی جا سکتی مگر پھر کیا کیا جائے؟ کیا سول نافرمانی شروع کر دی جائے نہیں ابھی نہیں۔ جب میں لارڈ لنلتھگو کے خلوص کا ذکر کرتا ہوں تو میرا مطلب یہ ہے کہ وہ ہماری بات سمجھنے کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے فرائض اپنے افسروں اور اپنی قوم کی جانب بھی ہیں۔ اس سے یہ اُمید نہیں کی جا سکتی کہ وہ کود کر ہماری پوزیشن میں آ جائیں نہ انھیں اس پوزیشن میں ڈھکیلا جا سکتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے مخالفوں سے نفرت کریں اور نہ ان کی طاقت کا کم اندازہ کریں۔ ہم اپنے مخالف کی کمزوری سے مضبوط نہیں بن سکتے۔ اور اگر ہم مضبوط ہوں تو ہمیں اس کی طاقت سے گھبرانے

مہاتما گاندھی

کی بھی ضرورت نہیں اسلئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اُسے اپنی طاقت محسوس کرائیں۔ ہم سول نافرمانی سے نہیں بلکہ اپنا گھر درست کرکے کر سکیں گے۔ ہم برطانی حکومت کو یہ موقعہ نہ دیں گے کہ وہ صحیح عمل کی راہ میں اقلیتوں وغیرہ کے معاملہ کو روڑا بنائے لیکن ہم اندھے نہیں ہیں کہ یہ مسئلے ہمارے ہاتھوں طے ہونا چاہئیں۔

ہم کو اپنے ذہن سے قائد اعظم جناح کے بیرون امکان اور انتہائی خلاف قومیت رویہ کو بھی خارج کر دینا چاہئے لیکن مسلمانوں کو ہم اپنے ذہن سے خارج نہیں کر سکتے یہی بات دوسرے مسئلوں کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے۔ ہمیں ان مسئلوں پر عوام کے ذہن کو تربیت دینا ہوگی۔ اور خود بھی سمجھنا ہوگا کہ ان معاملوں میں ہم کہاں کھڑے ہیں۔ مولانا صاحب مجھ سے کہتے ہیں کہ کانگریس میں اور کانگریس کمیٹیاں میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ کے انتخابات میں ہمیشہ بلند خیالی سے کام نہیں لیتے اور لوکل بورڈوں میں مختلف فرقوں کے ساتھ منصفانہ سلوک نہیں کیا جاتا۔ ہمیں شبہات سے بالاتر ہونا چاہئے۔ کانگریس کمیٹیوں کو پوری جانفشانیوں سے ہر شکایت کی چھان بین کرنا چاہئے۔ کسی شکایت کو حقیر سمجھ کر سرسری طور پر نہ ہٹا دینا چاہئے۔ مجھے اس قسم کے خط و تار ملے ہیں جن میں اس بات کی شکایت کی گئی ہے۔ کہ کانگریس کمیٹیوں اور لوکل بورڈوں وغیرہ کے انتخابات میں بعض جگہ مسلمانوں ہریجنوں اور عیسائیوں کے حقوق کا پورا پورا خیال نہیں رکھا گیا۔ جہاں کہیں ایسا کیا گیا وہاں انصاف کرنے کا ایک سنہری موقع کھو دیا گیا۔

بہرحال ہم بے صبری سے یا محض اپنی خامیوں کو چھپانے کے لئے سول نافرمانی نہیں کر سکتے۔ سول نافرمانی ہماری تمام داخلی اور خارجی خرابیوں کا علاج نہیں ہے۔ بلکہ ایک مخصوص دوا ہے۔ جسے خاص صورتوں میں ہی استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن ہمیں اس کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اپنی پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہم اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ موقعہ موزوں نہیں ہے اگر موقعہ آ جائے تو ایسا نہ ہو کہ ہم کچے ثابت نہ ہوں۔

لارڈ زٹلینڈ کا بیان

لارڈ زٹلینڈ وزیر ہند نے ”سنڈے ٹائمز“ کو ایک بیان دیتے ہوئے انڈین نیشنل کانگریس کے لیڈروں سے اپیل کی کہ ان کو الفاظ کی جکڑبندیوں سے نکل آنا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے ماتحت صوبوں میں جو آئین چلایا گیا ہے اس کے تجربہ سے یہ صاف طور پر ظاہر ہو گیا کہ خود ہندوستانی ہی اقلیتوں کے مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں۔ پلیٹ فارم اور اخبارات کے ذریعہ بڑی بڑی شخصیتیں الفاظ کی بمباری کرتی ہیں مگر ان سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ان الفاظ کی جکڑبندی سے نکلنے اور خواب کی دنیا سے حقیقت کی دُنیا میں آنے۔ لطیف چیزوں کو چھوڑ کر قابلِ وجود چیزوں کو پکڑنے کی ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ محض نمائندہ لوگوں کی آپس کی گفتگو مفید نتائج پیدا کر سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ دونوں جانب حقیقی جذبہ مفاہمت ہونا چاہئے۔ ان باتوں کے لئے برطانوی حکومت مجبور نہیں کر سکتی۔ وہ تو صرف میری طرح خلوصِ دل کے مشورے ہی

دیکھتی ہے۔ گاندھی وائسرائے گفت و شنید کے خاتمہ کے متعلق دریافت کرنے پر لارڈ زٹلینڈ نے کہا کہ مجھے یہ معلوم کرکے مایوسی اور حیرت ہوئی کیونکہ مجھے تو یہ توقع تھی کہ اس بار گفت و شنید زیادہ طول اور زیادہ نتیجہ خیز ہوگی۔ مگر مجھے یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی ہے کہ دروازہ ابھی بند نہیں ہوا اور گفت و شنید پھر شروع ہونے کی گنجائش ہے۔ وائسرائے سے ملاقات کے بعد مہاتما گاندھی نے جو بیان شائع کیا ہے۔ اس کو دیکھنے سے معلوم ہوا ہے کہ کانگریس کے لیڈر اپنے اصل مطالبا سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹے ہیں۔ میں اُمید کرتا تھا کہ ان مطالبات کو منظور کرنے میں برطانوی حکومت کے راستے میں جو دشواریاں ہیں انھیں کانگریس کے لیڈر زیادہ محسوس کریں گے۔

مسٹر چرچل کی تقریر

[پچھلے دنوں مینچسٹر میں آزاد تجارتی ہال میں ایک بڑے جلسے کے سامنے تقریر کرتے ہوئے مسٹر چرچل نے کہا۔]

اپنی چالیس سالہ پبلک زندگی میں نے کئی بار اس عمارت میں ہونے والے جلسوں میں تقریریں کیں لیکن ایسے جلسے کے سامنے میں کبھی نہیں بولا تھا۔ ہمیں دُنیا کی سب سے بڑی فوجی اور ہوائی طاقت کے خلاف لڑتے ہوئے ۵ ماہ ہوگئے۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو ہم میں سے بہتوں کو یہ اُمید تھی کہ ہمارے شہر تباہ کردئے جائیں گے۔ جس اشتیاق کے ساتھ نامعلوم تکالیف کا مقابلہ کرنے کے لئے تمام انگلستان کے باشندے تیار ہوگئے وہ قابل ذکر ہے۔

لڑائی کے لئے حکومت یا کسی جماعت نے کوئی اسکیم نہیں بنائی تھی۔ آخر تک حکومت نے امن قائم کرنے کی کوشش کی تھی اور آخر میں وزیر اعظم نے ہم سب کو زنجیر اتحاد میں منسلک کرکے ناانصافی، ظلم، فریب اور حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کیا۔ آئندہ لڑائی کی رفتار کیسی ہوگی، اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور وہ کب تک جاری رہیگی یہ ہم نہیں کہہ سکتے۔ لیکن ہمیں اتنا پورا یقین ہے کہ آخر میں حق کی فتح ہوگی آزادی

پامال نہ کی جاسکے گی اور انصاف کی حکومت ہوگی ہم آخر تک اپنے قول پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں۔

بحری فوج

مغرب میں جنگ کا باخصوصیت کے ساتھ بحری فوج پر اور ہوائی فوج کے اس حصے پر جو بحری فوج کو قیمتی امداد پہنچاتی ہے، پڑا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس بات سے متفق ہونگے کہ ابھی تک بحری فوج نے ملک کو مایوس نہیں کیا۔ سمندر پر اپنا قبضہ رکھنے کے لئے ہمیں بہت نقصان برداشت کرنا ہوگا۔ ابھی تک بحری فوج کو قابل ذکر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ جرمنی کے تجارتی جہاز یا تو غرق کردئے گئے ہیں یا بھگا دئے گئے ہیں۔ خاص خاص سامان جنگ جو جرمنی باہر سے منگاتا تھا اس میں بہت کمی ہوگئی ہے۔ جرمنی کا تجارتی راستہ بھی قریب قریب بند کردیا گیا ہے۔

آبدوزوں کے پہلے حملے پر ہم کو فتحیابی حاصل ہوئی ہے۔ جس قدر آبدوزوں سے دشمن نے جنگ شروع کی تھی اس میں سے کم از کم آدھی تباہ ہوچکی ہیں ان کے بننے کی رفتار بھی پہلے کی بہ نسبت سست ہوگئی ہے۔

سرنگ کا خطرہ

اس میں شبہ نہیں کہ سرنگ لگانے کا کام سخت ہوگا اور اس خطرے کو دور کرنے کے لئے زیادہ روپیہ خرچ ہوگا لیکن میرا خیال ہے کہ ہماری سائنس دشمن کی سائنس سے کئی لحاظ سے بہتر ہے۔ اسلئے کوئی سبب نہیں کہ سرنگ کا خطرہ بھی دور نہ ہوجائے۔

ہمارے آمد و برآمد جس میں لڑائی کے باعث کچھ رکاوٹ بھی پڑگئی تھی اب پھر رفتہ رفتہ بڑھتی جارہی ہے۔ ہم نے جو جہاز چھینے یا نئے بنائے ہیں اُن سے ہمارے نقصان کی قریب قریب تلافی ہوتی جاتی ہے نئے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بحری فوج کے محکمہ اور تجارتی جہازوں کی کافی ترقی ہونے والی ہے۔

آگے چل کر مسٹر چرچل نے فرمایا کہ ہم رسد

کی ایک عظیم اسکیم تیار کر رہے ہیں۔ ہم مال کی درآمد میں کمی کرکے گولہ بارود زیادہ خریدنا چاہتے ہیں۔ تاکہ حکومت برطانیہ اور سامراج کی پوری طاقت کا استعمال اس لڑائی میں کیا جاسکے۔ سبھی عورتوں، مردوں، بچّوں و جوانوں کو خدمت کرنے کا موقع دینا ہوگا اور ہم جو کچھ اناج پیدا کرتے انھیں کے کھانے کا اپنے کو عادی بنانا ہوگا۔

ہوائی حملہ

بہت سے لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا بات ہے کہ ابھی تک ہم پر ہوائی حملہ نہیں کیا گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ دشمن کسی خوفناک حملے کے لئے اپنی قوت کو محفوظ کئے ہوئے ہے یا ابھی تک اُسے حملہ کرنے کی جُرأت ہی نہیں ہوئی۔

یہ تو سطے ہے کہ ہم پر مہربانی کرنے کے لئے ایسا نہیں کیا گیا ہے اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا ہمیں ہی حملہ کردینا چاہیئے اور بم جوں کی جگہ دشمن کے ملک میں بم برسانا چاہیئے؟ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری اب تک کی پالیسی بالکل صحیح رہی ہے۔ جرمنی ۷ سال سے لڑائی کی تیاری میں مصروف تھا لیکن ہمیں اپنی قومی زندگی کو اب امن سے جنگ کی طرف لیجانا پڑا ہے۔ ادھر ہم نے اپنی طاقت بہت بڑھالی ہے۔ ہماری ہوشیاری کم نہیں ہوئی ہے۔ ہٹلر کی کامیابی کے بہترین اثر ختم ہوچکے ہیں۔

حکومت کی تنقید

لاکھوں نئے آدمیوں کی ضرورت ہوگی اور دس لاکھ سے زیادہ عورتوں کو جنگ کے سلسلے میں مصروف ہوجانا ہوگا۔ اگر کسی شخص کی جو لڑائی جیتنا چاہتا ہے اچھی نیت سے تنقید کیجائے تو حکومت اُسے کچھ بھلا بُرا نہیں مانتی۔ نازی اور بالشویک تاناشاہی نے نظر بند کیمپ قائم کرکے یا گولی مارکر ہر قسم کی تنقید کرنے والوں کو دبا دیا ہے۔

جرمنی کا ظلم

دیکھو! جن ممالک پر جرمنی کا قبضہ ہوگیا ہے وہاں کے باشندوں پر وہ کتنے ظلم کررہا ہے۔ جرمنی کے باشندے زیک قوم کو برباد کرنے کے

لئے ہر قسم کی تدابیر پر عمل کر رہے ہیں اکثر طالب علموں کو گولی سے اُڑا دیا جاتا ہے۔ ہزاروں آدمیوں کو کیمپ میں نظربند رکھا گیا ہے۔ سبھی زیک یونیورسٹیاں بند ہوگئی ہیں۔ اسپتال عمل شفا اور کتب خانے لوٹ لئے گئے ہیں یا برباد کردیئے گئے ہیں۔ ۲۰۰۰ اخباروں کو بند کردیا گیا ہے معزز لوگوں کو نظربند کردیا گیا ہے۔ ایک لاکھ مزدور جرمنی کے غلام بنا لئے گئے ہیں۔ لیکن پولوں پر جو مظالم ہوئے اُن کے آگے زیکوں پر ہونے والے مظالم کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ پہلے تو جرمنی نے انھیں گولی سے اُڑانا شروع کیا تاکہ وہ ڈر جائیں پھر لیڈروں، زمینداروں، تاجروں اور معزز و قومی کارکنوں کو چن چن کر مارنے لگے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ پندرہ ہزار سے زیادہ لیڈر گولی سے مارڈالے گئے ہیں۔ اکثر اجتماعی طور پر قتل ہوتے رہتے ہیں۔ ایک مقام پر ۱۳ ہزار پولش طلبا کو مارڈالا گیا جن میں سے کچھ کی عمر صرف ۱۱ - ۱۲ سال کی تھی۔ ملک میں قحط پڑ گیا ہے۔ ان مثالوں سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ہم انکے قبضے میں چلے گئے تو ہماری کیا حالت ہوگی۔

مسٹر پنا لال کی تقریر

گذشتہ ۲۱ جنوری کو صبح سکریٹریٹ میں مقامی اخبار نویسوں کی میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے حکومت یوپی کے مشیر ڈاکٹر پنا لال آئی۔ سی۔ ایس نے نشہ بندی کے متعلق ایک تقریر فرمائی جس میں آپ نے اُن افواہوں کی تردید کی جو کچھ اخباروں میں شائع ہوئی ہیں اور جن میں کہا گیا ہے کہ کانگریسی حکومت کی نشہ بندی کی پالیسی کو موجودہ حکومت بتدریج اُلٹتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر پنا لال نے فرمایا کہ جن اضلاع میں نشہ بندی ہوگئی ہے وہاں نشہ جاری نہیں ہوسکتا۔

آپ نے آگے فرمایا کہ ۱۹۴۰ء میں سرکاری انتظام کے تحت کھلنے والی آبکاری کی دکانوں کو سرکار بند کرنے جا رہی ہے جس کے نتیجے میں کسی فائدے کے بجائے ۹ دس لاکھ کے درمیان خسارہ اُٹھانا پڑ رہا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ صوبہ میں سرکاری انتظام میں صرف ۸۴ آبکاری کی دکانیں کھولی گئی ہیں جبکہ ۱۲۰۷ دکانیں غیر سرکاری طور پر کھلی ہیں

آپ نے آگے فرمایا کہ سرکاری آبکاری کی دکانوں میں شراب کی کھپت میں بڑی کمی ہوئی ہے لیکن حکومت اُسے کبھی حقیقی نہیں سمجھتی۔ حکومت کا خیال ہے کہ ایسا حکومت ہی کے ایجنٹوں کی بے ایمانی اور سرکاری انتظامات میں جوش کی کمی نیز کچھ معاملوں میں لائسنس کے باوجود ناجائز طور سے شراب کی فروخت کے باعث ہوئی ہے اسلئے سرکاری آبکاری کی دوکانوں کے ملتوی کرنے کا کوئی معنی ہی نہیں لگایا جا سکتا کہ حکومت نشہ بندی کی اسکیم کو پلٹنے جا رہی ہے۔ ڈاکٹر پنا لال نے بتایا کہ موجودہ گورنر کس طرح نشہ بندی کی اسکیم جاری رکھنے کے خواہش مند ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ حکومت کانپور جیسے صنعتی علاقے میں نشہ بندی جاری کرنے پر غور کر رہی ہے۔ ڈاکٹر پنا لال نے آگے چل کر یہ بھی کہا کہ گورنر صاحب اس خسارے کی تلافی بغیر مزید ٹیکس لگائے ہی پوری کرنی چاہتے ہیں۔ اس لئے انھوں نے سرکاری انتظام میں اگلے سال آبکاری کی دکانیں کھولنی ملتوی کردی ہیں۔

محکمہ توسیع تعلیم یوپی کے ۱۹۳۹ء کی رپورٹ کا خلاصہ

(پنڈت سری نرائن چترویدی افیسر توسیع تعلیم لکھتے ہیں)

اسکیم توسیع تعلیم ۱۵ جنوری ۱۹۳۹ء میں شروع ہوئی۔ یہ اسکیم دو حصوں میں منقسم ہے (۱) خواندہ بنانا۔ (۲) خواندگی قائم رکھنا۔ تقریب افتتاح یوم خواندگی کی شکل میں تمام صوبے میں منائی گئی تھی۔ عام جلسے ہوئے جن میں حاضرین کو یوم خواندگی کے متعلق پیغامات سُنائے گئے اور اشاعت تعلیم کی خوبیوں پر تقریریں کی گئیں۔ کل ۹۲۴۵ جلسے ہوئے۔ لوگوں سے اس مضمون کے عہد ناموں پر دستخط کرائے گئے کہ یا تو وہ کم از کم ایک ناخواندہ کو خواندہ بنائیں گے یا دو روپیہ دیں گے۔ اس طرح ۲۸۶۸۰ روپئے جمع ہوئے۔ عوام میں اس اسکیم کو مقبول بنانے میں یوم خواندگی نہایت کامیاب رہا۔

(پنڈت سری نرائن چترویدی افیسر توسیع تعلیم یوپی)

خواندہ بنانا۔ ۹۶۰ مدرسۂ بالغان کے لئے اُستاد مقرر کئے گئے۔ ہر اُستاد کو ۸ سے ۱۰ گاؤں تک سونپے گئے۔ خواندہ بنانے کی مشینری کا یہ خاص جزو تھا۔ غیر سرکاری انجمنوں کو بھی امداد دیکر اُن کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ بونس دینے کی اسکیم پر زیادہ زور دیا گیا۔ اس کے مطابق ہر شخص کو ایک آدمی کو خواندہ بنانے پر ایک روپیہ ملتا ہے۔ ڈسٹرکٹ اور میونسپل بورڈ، کارخانوں اور بینکوں وغیرہ سے اپنے ناخواندہ ملازموں کو خواندہ بنانے کی اپیل کی گئی۔ ہائی اور مڈل اسکولوں سے یہ کہا گیا کہ وہ ایک گاؤں چن کر اسے سال بھر میں خواندہ بنادیں۔ ۱۱۹۷ اسکولوں میں سے ۷۳۴ نے اس اسکیم کے مطابق کام کیا۔

طلبا کا طبقہ اس اسکیم میں امداد دینے کا خواہش مند تھا۔ لیکن ان کی حالت کا خیال رکھتے ہوئے انھیں نشان انگوٹھا نہ لگانے کی تحریک سونپی گئی۔ وہ ۱۵۳۲۵۱ افراد کو دستخط کرنا سکھا سکے۔

مدرسۂ بالغان کے لئے خاص طور کی اُردو و ہندی میں پرائمریں و چارٹ تیار کرائے گئے۔

طلبہ کو کتابیں مفت دی گئیں۔

یہ جاننے کے لئے کہ مدرسۂ بالغان میں ناخواندہ یا نیم خواندہ ہی کو تعلیم دی جاتی ہے درجے میں داخل کرنے سے پہلے ناخواندوں اور نیم خواندوں کا امتحان لیا گیا۔ خواندگی کا معیار بھی قائم کر دیا گیا ہے۔ معیار یہ ہے (۱) تیسرے درجے کی کتاب کو کم از کم ۱۳۰ الفاظ فی منٹ کے حساب سے پڑھ سکنا (۲) سیدھے سادے جملے لکھ سکنا (۳) ہندوستان کا جغرافیہ و حساب کا ابتدائی علم رکھنا۔ خواندگی کا امتحان پاس کرنے پر ڈپٹی انسپکٹر مدارس سند دیتے ہیں۔ اس سال خواندہ بنائے جانے والوں کی تعداد ۲۷۹۶۰۴ تھی۔

خواندگی قائم رکھنا۔ نئے خواندوں کو جب تک پھر ناخواندہ ہونے سے بچانے کا انتظام نہ ہوگا تب تک خواندگی کی کوئی بھی اسکیم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ حکومت یو۔پی نے اپنی اسکیم میں اس طرف خاص توجہ دی۔ اس اسکیم کے مطابق یوم خواندگی ۱۹۳۹ء کو ۷۶۸ کتب خانے اور ۳۶۰۰ مطالعہ گھر دیہاتوں میں قائم کئے گئے۔ دیگر سامانوں کے علاوہ ہر کتب خانے کو تقریباً ۳۰۰ اردو و ہندی کی کتابیں دی گئیں۔ ہر کتب خانے کی ۵ سے ۸ میل کے دائرہ میں پانچ شاخیں ہوتی ہیں جن کو ہر ماہ ۲۰ سے ۳۰ کتابوں کا ایک بکس ملتا ہے۔ ہندی اور اردو کتابوں کی تعداد جو ان کتب خانوں کو دی گئیں بالترتیب ۱۵۸۷۲۱ اور ۵۱۰۱۵ ہے۔ عوام کو جنوری ۱۹۳۹ء سے دسمبر ۱۹۳۹ء تک دی جانے والی کتابوں کی تعداد ۱۲۲۰۱۳۱ ہے۔ ہر کتب خانے کو ۲ ہفتہ وار اخبار اور ایک ماہوار رسالہ دیا گیا کہیں کہیں زنانہ رسالہ بھی دیا گیا۔ ۷۲۰۰ ہفتہ وار اخبار اور ۴۱۵۰ ماہواری رسالے دئے جاتے تھے۔ کتب خانوں میں آنیوالوں کی تعداد اس سال ۳۹۲۴۲۱۷ تھی۔ مطالعہ گھروں کے ناظموں کو ناخواندوں کو اخبار پڑھ کر سنانے کا کام سپرد کیا گیا۔ انھیں اس کام کے لئے ایک روپیہ ماہوار بھتہ دیا گیا۔ جنھیں اخبار پڑھ کر سنائے گئے ان کی تعداد ۴۶۴۳۱۵۲ تھی۔ ۵۰۳ غیر سرکاری کتب خانوں کو ۳۶ سے ۹۶ روپیہ تک سالانہ امداد دیگئی اور دو رسالے بھی دئے گئے۔

اسکیم توسیع تعلیم پر عملدرآمد کرنے کا یہ پہلا سال تھا۔ ڈائرکٹر محکمۂ تعلیم کی امداد اور ہدایت کے بغیر یہ ناممکن تھا جنھوں نے محکمہ توسیع تعلیم کو امداد دینے کے لئے اسکولوں کے ڈپٹی انسپکٹروں کو ہدایت دی۔ اسکولوں کے سرکل انسپکٹران و ان کے ماتحتوں نے بھی پوری پوری مدد دی۔ لیکن کام کا بار ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے اوپر پڑا۔ محکمہ توسیع تعلیم ان سب کا مشکور ہے۔ محکمہ نے سال بھر کے لئے ایک پروگرام تیار کیا اور ہر ضلع میں خواندہ بنائے جانے والوں کی تعداد مقرر کی۔ بہت سے اضلاع نے تعداد مقررہ سے زیادہ خواندہ بنائے۔ کہیں کہیں ناکامی بھی ہوئی۔ یہ محکمہ افسر صاحب محکمہ گاؤں سدھار کے تعاون کا بھی ممنون ہے۔ کتنے ہی پبلک کارکنوں اور پرجوش حضرات و صدر مدرسوں و میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے کارکنوں نے بھی گذشتہ یوم خواندگی کو کامیاب بنانے میں بہت کام کیا۔ سب کا فرداً فرداً یہاں ذکر کرنا ناممکن ہے۔ ہر خیال کے لوگوں نے اپنے سماجی، سیاسی اور مذہبی اختلافات کو بھول کر اس اسکیم کو کامیاب بنانے میں حصّہ لیا۔ آخر میں محکمہ صوبے کے مدرسوں اور طلباء کا بھی ممنون احسان ہے جنھوں نے اپنے غیر محدود جوش، بے غرضی اور بے لوثی کے ساتھ اس سال کی اسکیم کو یہ کامیابی بخشی۔

درسِ حیاتِ نو

(از جناب کاملؔ صاحب جونپوری)

لے سبق زندگی کا دریا سے — مانگ بلبل سے طاقتِ پرواز
سیکھ پروانے سے فداکاری — شمع روشن سے خوئے سوز و گداز
رازداری کا درس لے گل سے — دیکھ رہتے دے اپنے راز کو راز
اک نہ اک دن کوئی سنے گا ضرور — تو برابر لگائے جا آواز

اپنے ایثار و سرفروشی سے
اک نئی زندگی کا کر آغاز

ازرائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر

۱۰ فروری سنہ ۱۹۴۰ء۔

گذشتہ ماہ جو واقعات آپ کے سامنے پیش کئے گئے تھے۔ اُن میں اس ماہ بہت کچھ تبدیلیاں نظر آنے لگیں۔ اُس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ اتحادیوں کے سمندری محاصرے کے باعث جرمنی کی تجارت درآمد نہ ہونے کی وجہ سے اتنی گر سکتی ہے کہ جرمنی کو نہ چاہتے ہوئے بھی آغاز مارچ میں کہیں نہ کہیں حملہ کرنا پڑے گا۔ محاصرے سے جرمنی کی تجارت کے نقصان کا امکان تو اب بھی ہے لیکن اب یہ شبہہ بھی ظاہر کیا جانے لگا ہے کہ شائد جرمنی یہ بھی امید رکھتا ہو کہ محاصرے سے تجارت کے نقصان کا نتیجہ شائد اُس کے لئے اتنا مضر نہ ہو جتنا ہم لوگوں کو خیال تھا۔ یہ خیال کہاں تک صحیح یا غلط ہے یہ بتانا آسان نہیں ہے لیکن ہالینڈ بلجیم۔ سوئٹزرلینڈ یا رومانیہ پر جرمن حملے کا جو اندیشہ تھا وہ اِس وقت کچھ کم نظر آنے لگا ہے اوّل الذکر تینوں ملکوں سے تو اس وقت کوئی بات چیت نہیں چل رہی ہے اور رومانیہ سے تیل کے متعلق جرمنی کی جو گفت و شنید ہو رہی تھی وہ بہت کچھ سُلجھ سی گئی ہے۔ رومانیہ کے جرمنی کے ساتھ برتاؤ پر ایک آدھ بار اتحادیوں کو شبہہ بھی ہوا لیکن وہ دور کر دیا گیا ہے۔ وہاں برٹش اور فرنچ دولت سے جو تیل کی کمپنیاں جاری ہیں وہ تو کسی حالت میں بھی جرمنی کو تیل نہیں دے سکتیں۔ پھر بھی رومانیہ نے دونو طرف سے یہ معاملہ کسی نہ کسی طرح سُلجھا سا لیا ہے اور جرمنی، روس اور اتحادیوں میں سے اس وقت اُس سے کوئی بھی ناخوش نہیں نظر آتا۔ اُدھر اُس نے اپنے ملک میں جرمنی کے حملے کی طرف اور شائد کہیں اور بھی بڑی تیزی سے آہنی قلع

جنرل چیانگ کائی شیک

میڈم چیانگ کائی شیک

تعمیر کرلئے ہیں جس سے اُسے اچانک حملوں کے روکنے کی امید ہو گئی ہے یا کم از کم ایسا ظاہر کیا جاتا ہے۔ بلقانی ریاستوں میں سے رومانیہ۔ یوگوسلاویہ۔ یونان اور ترکی میں ان دنوں ایک کانفرنس ہوئی جس میں بلقانی اتحاد اور تنظیم وغیرہ کے متعلق دوستانہ بات چیت ہوئی۔ اس کے نتائج مفید ہوں گے ایسی توقع کیجاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک جنگ جاری ہے اُس وقت تک ہنگری اور بلغاریہ رومانیہ سے اپنے کھوئے ہوئے صوبے واپس لینے کو لڑائی میں شریک نہ ہوں گے۔ انھیں یہ بھی توقع ہے کہ لڑائی کے بعد یہ سوال دوستانہ طور پر طے ہو جائیں گے۔ ہنگری پر اٹلی کا خاص اثر معلوم ہوتا ہے اور بلغاریہ پر ترکی کا اثر ہے۔ اگرچہ یہ اثرات دوستی کے ہیں لیکن ہیں نتیجہ خیز۔ فن لینڈ کی امید افزا لڑائی سے بلقان طاقتوں کی بیداری نے ترقی کی ہے خصوصاً اٹلی، ترکی اور اتحادیوں کی تائید سے۔ ان میں ابھی پوری جنگی دوستی قائم نہیں ہوئی ہے لیکن کوشش جاری ہے۔ ترکی کے کئی زلزلوں سے اُسے کافی نقصان بھی ہوا ہے پھر بھی دن بدن وہ اتحادیوں کی طرف مائل نظر آتا ہے۔

حال میں اُس نے اپنے بہت سے جرمن ملازموں کو برخاست کر دیا ہے۔ مصر کی بھی برطانیہ سے گہری دوستی ہے اور فلسطین میں پرانی عرب یہودی لڑائی کو چھوڑ کر پورا امن ہے۔ اُس کا یہ جھگڑا اب ہمیشہ کے لئے ختم ہوتا سا نظر آتا ہے۔ اسپین اٹلی سے تو دوستی کئے ہوئے تھے لیکن جب سے روس سے جرمنی کا اتحاد ہوا ہے وہ جرمنی سے کچھ کشیدہ سا نظر آتا ہے۔

فن لینڈ کے متعلق روس سے اُس کے جیتنے کی اتنی خبروں پر خبریں آرہی ہیں کہ کچھ لوگوں کو اُن کی صداقت پر شبہ ہونے لگا ہے۔ پھر بھی اتنا تو یقینی ہے کہ روس ابھی تک فن لینڈ کو جیتنے میں بہت ناکام نظر آرہا ہے اور وہاں کچھ نہ کچھ روس کو شکست

روس کے ڈکٹیٹر اسٹیلن اور وزیر خارجہ مسٹر مولوٹوو

ضرور ہوئی ہے ۔ ناروے اور سوئیڈن بظاہر تو غیر جانبدار ہیں لیکن وہاں کے رضا کار فن لینڈ کی کافی امداد کر رہے ہیں ۔ امریکہ سے بھی فن لینڈ کو امداد مل رہی ہے جسکی وقت کے ساتھ ساتھ توسیع کی توقع ہے۔ اتحادی کھلم کھلا امداد کر رہے ہیں ۔ اگرچہ اُن کی غیر جانبداری برقرار رکھی گئی ہے۔ اٹلی تک جرمنی کی دوستی نظر انداز کر کے فرانس کی راہ سے فنوں کو رضا کاروں اور ہتھیاروں کی مدد کر رہا ہے ۔ آج کل لڑائی کے متعلق یہ نیا طریقہ نکلا ہے کہ اعلان جنگ کے بغیر کچھ ممالک اپنے رضا کار بھیج کر جنگ میں شامل رہتے ہیں اگرچہ فن لینڈ والوں نے بہت بڑی بہادری دکھائی ہے پھر بھی اخیر میں روس ہی کی فتح نظر آتی ہے ۔ پھر بھی آج کل بہت سی امید افزا باتیں کہی جاتی ہیں ۔ پہلے ان لوگوں کا جرمنوں سے اچھا برتاؤ تھا ۔ لیکن رعایا کی طرف سے ان سے دوستی کے باوجود جرمن حکومت فنوں کے خلاف کارروائی کرتی ہے ۔ ہٹلر پہلے تو روس سے ان لوگوں کا سمجھوتہ کرانا چاہتا تھا لیکن ادھر وہ بھی اس خیال سے باز آگیا ہے ۔

پہلے یہ خیال ہو رہا تھا کہ فروری کے بعد بہار شروع ہونے اور سردی کی کمی ہو جانے سے جرمنی اتحادیوں پر کسی نہ کسی طرف سے ضرور حملہ کرے گا ۔ لیکن ادھر یہ امکان نہیں نظر آتا ۔ لڑائی کی رفتار تو مارچ سے بڑھے ہی گی اور شائد ہوائی حملے شدت سے ہونے لگیں لیکن بری لڑائی کے بڑھنے کے آثار نہیں نظر آتے ۔ بری حملہ کرنے والے کا شروع میں زیادہ نقصان ہونے کے امکان سے ہر دو فریق یہ چاہتے ہیں کہ اُن کے بجائے دشمن ہی اس میں پیش قدمی کرے ۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ گذشتہ جنگ عظیم میں جب جرمنی کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ صرف چھ ہفتوں میں فتح ہو جائے گا تب تو وہ چار سال تک لڑ سے مس ہوا جب اُس بار اُس کے پاس اتنا سامان تھا تو یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ اس بار اُس سے بھی کم سامان ہوگا ۔ کیونکہ اس بار تو وہ پہلے ہی سے اپنی کمزوریاں دور کرتا رہا ہے اور کافی عرصے سے جنگی انتظامات کرتا رہا ہے ایک طرف تو یہ خیال ہے اور دوسری طرف آنکھوں دیکھی باتیں کہی جاتی ہیں کہ وہاں تیار شدہ مال کا باہر نہ جا سکنے کے باعث ڈھیر لگ گیا ہے ۔ بہر حال واقعات جو کچھ بھی ہوں گے وہ دو تین ماہ میں سامنے آجائیں گے ۔ واقفکار حضرات کا خیال ہے کہ گذشتہ جنگ عظیم کے مقابلے میں اس بار فرانس اور برطانیہ کی طاقت بہت بڑھی ہوئی ہے اور بالآخر انھیں کی فتح یقینی ہے ۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ اگر جرمنی حملہ نہ کرے گا تو اتحادیوں کو خود ایسا کرنا پڑے گا ۔ کیونکہ محاصرے وغیرہ کی وجہ سے جرمنی کی بہ نسبت ان کا خرچ بہت زیادہ ہو رہا ہے ۔ جس کی وجہ سے یہ زیادہ عرصے تک خاموش نہیں رہ سکتے ۔ شائد جرمنی بھی اسی بات کا منتظر ہو ۔ پھر بھی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتحادی حملہ کدھر سے کریں گے کیونکہ بلجیم

وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چیمبرلین

ترکی کے پریسیڈنٹ عصمت انونو۔ آج کل آپ ترکی پرانی ہوئی مصیبتوں کو دور کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

اور ہالینڈ کے سامنے سمندر تک جرمنی کی سیگ فریڈ لائن قائم ہے اور سمندری راستے سے جرمنی میں فوجیں اُتارنی آسان نہیں۔ بلقان کی جانب سے لڑائی شروع کرنے سے دوسروں کی غیر جانبداری ختم ہوتی ہے۔ یہ دور کا سودا ہے اور اٹلی کی منظوری کا بھی سوال ہے۔ ان سب وجوہ سے ابھی تک عقل کام نہیں کرتی کہ لڑائی کس طرف سے اور کیسے شروع ہوگی۔ پھر بھی اتنا ضرور سمجھ میں آتا ہے کہ جاڑے کے بعد لڑائی کی رفتار تیز ہوگی۔ روس کی دوستی سے جرمنی کی ناکہ بندی کا اثر کم ہونے کی امید ہو سکتی ہے۔ اُدھر بلا وجہ روس اتحادیوں سے لڑائی کی زحمت کیوں مول لے یہ بھی سوال ہے۔ اٹلی اب جرمنی کی طرف سے لڑتا نہیں نظر آتا۔ روس اگر لڑائی میں کود پڑے تو بھی اتحادیوں کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ایسا خیال ہے۔

جاپان کی روس سے نہ دوستی ہے نہ دشمنی۔ جو کمیشن سرحدی جھگڑوں کا تصفیہ کرنے کے لئے قائم ہوئے تھے وہ ٹوٹ چکے ہیں۔ لیکن دوسرے کمیشن قائم ہونے کا قیاس ہے۔ اُدھر منچوکی کی طرف اپنی حدود پر روس قلعے بنا رہا ہے اور ولیڈیوا سٹک کو بھی مضبوط کرنے کے خیال میں ہے۔ اُدھر سلطنت متحدہ امریکہ سے جاپان کا تجارتی سمجھوتہ نہیں ہو سکا ہے لیکن اگرچہ اُس کے سودا نہ بیچنے میں جاپان کا سراسر نقصان ہے تاہم امریکہ کا بھی فائدہ نہیں سوا نقصان کے۔ اسی لئے معاملہ کھٹائی میں پڑا ہے۔ ایک جاپانی جہاز سے برطانیہ نے ۲۱ جرمنوں کو اُتار لیا تھا اس پر بڑا جھگڑا کھڑا ہو گیا تھا۔ لیکن اب وہ طے ہو گیا ہے۔ ہندوستان سے بھی جاپان کے معاملات طے ہو رہے ہیں۔ چین کی لڑائی پُرانی رفتار سے جاری ہے۔ ہندوستان میں حکومت درجہ نوآبادیات کا سوال طے کرنا چاہتی ہے اور لڑائی کے بعد اُسے جلد از جلد دینے کا وعدہ کر چکی ہے لیکن کوئی معیّن وقت نہیں بتا رہی ہے۔ اُس میں مسلمانوں والیان ریاست اور ہریجنوں کا سوال طے ہونے کو ہے۔ اگر حکومت اُنھیں دل سے طے نہ کرنا چاہے تو انتہائی عجلت کرتے ہوئے بھی یہ کبھی نہ طے ہو سکیں گے۔ یہ شبہہ کانگریس وغیرہ کو ہے۔ بنگال کی صوبہ کانگریس کے لوگ آل انڈیا کانگریس کی رہنمائی سے ناراض ہیں اور یہ جھگڑا چل رہا ہے۔ وہاں کی صدارت کے متعلق بھی یہی جھگڑا ہے۔ بنگال کے کئی مقامات سے آل انڈیا کانگریس سے جھگڑا نہ بڑھنے کے پیغامات آئے ہیں۔ دیکھنا چاہئے کہ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ بظاہر تو سبھاش بابو کی پارٹی گرتی نظر آتی ہے۔ اُدھر حضور وائسرائے سے کانگریس کا کوئی سمجھوتہ نہیں ہو رہا ہے۔ لیکن کوشش جاری ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد۔ آپ آئندہ رام گڑھ کانگریس کے صدر منتخب ہوئے ہیں۔

ایک فوجی لڑائی میں جانے سے پہلے اپنے بچے کو بڑی محبت سے پیار کرتا ہے۔

کاشت پپیتا

از جناب بابو لبھو رام صاحب۔ ایل۔ اے جی گورنمنٹ
سکندر باغ لکھنؤ

معمولی آدمی بھی چاہے تو تھوڑی محنت اور تھوڑے خرچ سے پپیتا لگا سکتا ہے اور اسکے پھل کھا کر تندرست بن سکتا ہے۔ یہ کیسے؟ یہ مضمون پڑھئے:

پپیتا ایسا پھل ہے جسکو ہر شخص غریب امیر، زمیندار کاشتکار سبھی تھوڑی سی زمین اور تھوڑی محنت سے اور تھوڑے عرصہ و صرفہ میں پیدا کر کے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ یہ تندرستی کے لئے نہایت ہی مفید چیز ہے کتنا ہی شکم گراں کیوں نہ معلوم ہوتا ہو اسکے پکے پھل کو کھانے کے بعد استعمال کرنے سے کھانا جلدی ہضم ہو جاتا ہے اور دست صاف ہوتا ہے۔ کچے پن پر اس کی ترکاری بنا کر کھاتے ہیں اور اس کا اچار بنتا ہے
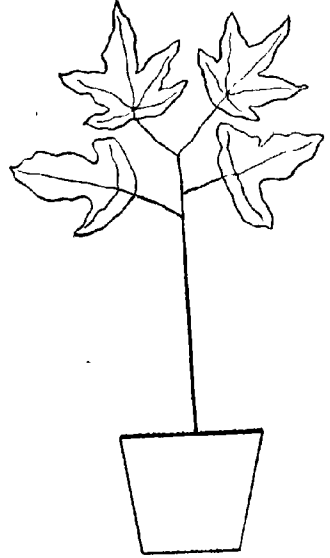
شکل نمبر۱

یہ پودھا گو کہ ایک ہی ساتھ بویا گیا اور بدلا گیا لیکن لمبا بڑھ گیا ہے ایسے پودے زیادہ تر نر نکل جاتے ہیں اور لگانے کے لائق نہیں ہوتے

گوشت پکاتے وقت اسکے دو چار ٹکڑوں کے چھوڑ دینے سے گوشت جلدی پک جاتا ہے غرضیکہ اس کا کچا اور پکا پھل دونوں فائدے کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بچے بوڑھے۔ جوان سبھی کو یکساں فائدہ کرتا ہے۔ سب سے خوبی یہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا کاشتکار
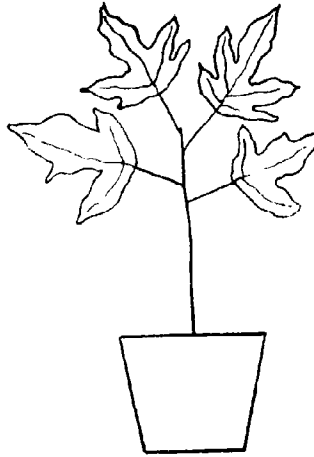
شکل نمبر۲

یہ اوسط قد کا سیدھا اور مضبوط پودا ہے ایسے درخت زیادہ تر مادہ نکلتے ہیں اور سب سے بہتر لگانے کے لائق ہوتے ہیں

اپنے مکان کے ارد گرد جہاں روشنی اور دھوپ آتی ہے بغیر زمیندار کے اعتراض کے اسکو پیدا کر سکتا ہے کیونکہ اس کے درخت بہت کمزور ہوتے ہیں جو چھ سات سال پھل دیکر ختم ہو جاتے ہیں۔

زمین:۔ اسکے لئے دومٹ لغایۃ بھوڑ اچھی زمین ہوتی ہے۔ نشیب زمین جہاں پانی جمع ہوتا ہو بالکل ناموزوں ہوتی ہے۔ اس کو ایسی جگہ لگانا چاہئے۔ جہاں برسات کا پانی بالکل نہ ٹھہرتا ہو۔ زیادہ نمی میں اس کا تنہ سڑ کر خراب ہو جاتا ہے۔

طیاری گڑھا:۔ پودے لگانے کے دو تین مہینہ قبل ۳ فیٹ چوڑا اور گہرا گڈھا کھود کر مٹی گڈھے کے باہر چھوڑ دینا چاہئے۔ ایک یا ڈیڑھ مہینہ کے بعد ½ حصہ گوبر کی سڑی کھاد اور ½ حصہ گڈھے کے باہر پڑی ہوئی مٹی ملا کر گڈھے میں دبا کر بھر دینا چاہئے تاکہ اوپر چھ انچ گڈھا خالی رہے اس کے بعد پانی بھر دینا چاہئے تاکہ مٹی خوب بیٹھ جائے۔ گڈھوں کے اندر جب مٹی بیٹھ جائے اور نیم خشک ہو جائے (یعنی اسکے اندر اوٹ آجائے) تو مٹی حسب ضرورت اور بھر دیجائے تاکہ گڈھا ۲ انچ سے زیادہ خالی نہ رہے۔ اس کے بعد پودوں کو حسب ذیل طریقے سے پیدا کر کے لگانا چاہئے

پودونکا پیدا کرنا:۔ یہ بیج سے بہت آسانی سے پیدا کیا جاتا ہے۔ کسی اچھے قسم کے پھل کا بیج منگا کر پودھ لگانے کے دو مہینہ پہلے بیج کو کسی گملے یا کیاری میں دو دو انچہ کے فاصلے پر بو دینا چاہئے اور فوارہ سے ہلکا پانی دیتے رہنا چاہئے جب تک کہ پودے جم نہ جائیں۔ جب پودے قریب ۴ انچ کے ہو جائیں تو ان کو کسی علٰحدہ کیاری میں ایک فٹ کے فاصلے پر یا علٰحدہ گملے میں لگانا بہتر ہوتا ہے۔ جو پودے ایک فٹ کے ہو جائیں تو اُن کو حسب ہدایت ذیل انتخاب کر کے گڈھوں میں لگا دینا چاہئے۔ تخم ریزی دسمبر اور جنوری کے سوائے ہر مہینہ میں ہو سکتی ہے گملے کے پودے ۵۔۶ مہینہ کے بعد بھی لگائے جا سکتے ہیں۔ لیکن زمین میں بڑے ہوئے پودے ایک مہینہ کے پیشتر ہی گڈھوں میں لگا دینا چاہئے۔

انتخاب پودھا۔ پودوں کا چننا بہت ضروری امر ہے تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ایک ساتھ بوئے ہوئے بیجوں سے بہت لمبا بڑھنے والا پودھا اکثر نر نکل جاتا ہے اور پھل نہیں دیتا۔ بہت کمزور پودے بھی اچھے نہیں ہوتے درمیانہ قد والے پودے اچھا نتیجہ دیتے ہیں اور قریب ۷۵ فیصدی مادہ نکلتے ہیں۔ لہذا۔ مضبوط، سیدھا اور میانہ قد کے پودے لگانے کے لئے انتخاب کرنا چاہئے۔ ورنہ غفلت کرنے سے سال بھر کی محنت بیکار جاتی ہے۔
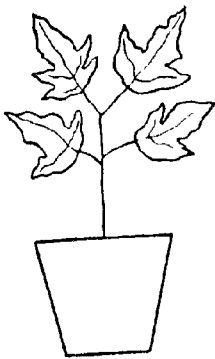
شکل نمبر۳

یہ کمزور پودھا ہے۔ اچھا نہیں چلتا ہے۔

پودوں کا لگانا۔ یوں تو پودے دسمبر جنوری اور اپریل۔ مئی کے علاوہ ہر مہینہ میں لگائے جا سکتے ہیں۔ لیکن ستمبر اور فروری میں لگانے سے زیادہ کامیابی ہوتی ہے اور پودے بہت

شکل نمبر ۴

درمیانی قد کا سیدھا اور مضبوط پودا لگایا گیا ہے جس کا تنہ زمین کے اندر نہیں گیا بلکہ محض جڑ کا حصہ زمین کے اندر ہے۔

کم مرتے ہیں پودے انتخاب کرنیکے بعد کافی بڑی پینڈ کے ساتھ بغیر جڑوں کو نقصان پہنچائے ہوئے کھودنا چاہئے اور مع پینڈ کے متذکرہ بالا طریقہ سے تیار شدہ گڈھوں میں لگانا چاہئے اور فوراً پانی دینا چاہئے پودوں کو ہمیشہ شام کے وقت لگانا بہتر ہوتا ہے۔ اس بات کا خیال رہے کہ پودے گڈھے میں سیدھے لگائے جائیں اور اسکا تنہ زمین میں اندر نہ پڑنے پائے۔ ورنہ نازک تنہ زمین کے اندر سڑکر خراب ہو جائیگا۔ ہر دفعہ پانی دینے کے بعد اوت آنے پر یعنی کچھ خشک ہو جانے پر کھرپی دینا یا اوتھلی گوڑائی کرا دینا چاہئے درختوں کے ارد گرد جنگلی گھاس وغیرہ کا رہنا بہت ہی مضر ہے۔ اس لئے اس کو برابر گوڑائی کرا کے صاف کراتے رہنا چاہئے۔

مٹی چڑھانا - پودے جیوں جیوں بڑے ہوتے جائیں ان پر تھوڑی تھوڑی مٹی چڑھاتے رہنا چاہیئے تاکہ پودوں کے بڑے ہونے تک ان کے گرد قریب ۱½ فٹ اونچا اور ۳ فٹ کے قطر میں ایک چبوترہ سا بن جائے۔ پانی دینے کی نالی چبوترہ کے بعد چاروں طرف دو فٹ کی چوڑائی میں بنائی جائے ایسا کرنے سے درخت مضبوط رہتا ہے اور زیادہ پھل دیتا ہے گورنمنٹ سکندر باغ میں اس کا تجربہ کیا گیا اور کافی فائدہ ہوا ہے۔

نہ پھلنے والے یعنی نر درختوں کا نکالنا - درخت ایک

شکل نمبر ۵

پودا کے کچھ بڑا ہو جانے کے بعد اس طرح مٹی چڑھانا چاہئے۔

سال کے بعد پھل دینے لگیں گے پھول آنے پر یہ پتہ چل جائے گا کہ کون پھل دینے والا پیڑ ہے اور کون نہیں جس میں گچھے دار پھول ہوں اُسے نر سمجھنا چاہئے۔ ۵ فیصدی سے زیادہ ایسے درختوں کو کاٹ دینا چاہئے اور ان کی جگہ پر دوسرے درخت لگانا چاہئے۔

آبپاشی - اس کے لئے گرمی کے دنوں میں ہفتہ وار اور جاڑے کے دنوں میں مہینہ میں دو دفعہ پانی دینا کافی ہوگا۔

پھلوں کی چھٹائی - اکثر پھلوں کی زیادتی کی وجہ سے درخت کمزور ہو کر جھک جاتے ہیں اور جلد مرجاتے ہیں اور پھل بھی چھوٹے ہوتے ہیں۔ لہذا پھلوں کے بیٹھنے پر ان کے تعداد کے مطابق ۲۵ لغایت ۵۰ فیصدی تک پھلوں کی چھٹائی کر دینی چاہئے۔ اس سے پھل بڑے اور درخت مضبوط رہیں گے۔

نکاسی و تخمینہ خرچ و آمدنی - بڑے شہروں میں پپیتے کی کافی بکری ہوتی ہے اسلئے اس کے قریب کافی رقبہ میں لگا سکتے ہیں۔ نئے باغوں میں آم۔ لیچی۔ لوکاٹ۔ امرود سنترہ وغیرہ کے درمیانی فاصلہ میں ۱۰ فٹ کی دوری پر لگانا بہتر ہوتا ہے کیونکہ جب تک وہ پودے بڑے ہونگے اور پھل دیں گے تب تک پپیتے پھل دیکر ختم ہو جائینگے۔ لیکن اسکو علحدہ بھی لگا سکتے ہیں۔

صرفہ فی ایکڑ - ۲۰۸x۲۰۸=۲۰۸x۲۰۸ فٹ

۱۰ فٹ کے فاصلے پر لگانیسے ۴۰۰ درخت نصب کئے جا سکتے ہیں۔

۹ فٹ کے فاصلہ پر لگانے سے ۶۲۹ درخت نصب

شکل نمبر ۶

پورا درخت ہو جانیکے بعد اس طرح مٹی چڑھاکر چبوترہ سا بنا دینا چاہئے۔

ہوں گے۔ یہاں ۴۰۰ فی ایکڑ کا تخمینہ دیا گیا ہے۔

صرفہ پہلے سال۔

پودا پیدا کرنے پر صرفہ	۲۵ روپیہ
کھودائی گڈھا اور گوڑائی زمین ...	۶۰ ″
گڈھوں میں مٹی و کھاد کی بھرائی ...	۱۰ ″
پودے لگوائی و تھالہ بنوائی	۶ ″
کھاد	۱۰۰ ″
مزدوری گوڑائی و آبپاشی وغیرہ	۱۰۰ ″
آبپاشی	۹۶ ″
لگان زمین	۱۰ ″
	۴۰۷ روپیہ
دوسرے سال لغایت ۶ سال تک	
۱۶۰ روپیہ فی سال	۹۶۰ ″
کل صرفہ	۱۳۶۷ ″
آمدنی فی ایکڑ ۶ سال تک	
۱½ روپیہ فی پیڑ کے حساب سے	۳۶۰۰ ″
کل منافع ۷ سال پر	۲۲۳۳ ″
سالانہ منافع فی ایکڑ	۳۱۹ ″

ہمارے صوبے میں گاؤں سُدھار

جنوری سنہ ۴۸ء کے کام کی تفصیل

مختلف اسکیموں کے متعلق ہر ضلع میں تیزی کے ساتھ تعمیری کام کئے گئے۔ پنچایت گھر بندھیاں کنوئیں نہانے کے گھیرے اور پاخانے بنائے گئے اور پھر سے گھر بنانے، گاؤں کی سڑکیں تیار کرنے اور پانی پینے کے لئے کنوئیں بنانے کا کام کیا گیا۔ گذشتہ مہینوں میں گاؤں سُدھار کے میلوں اور نمائشوں کے ذریعے ہونے والے زوردار پروپیگنڈے نے اپنا اثر دکھایا۔ گاؤں سُدھار سنٹروں کے لوگ محکمے کی اسکیموں سے کافی تعاون کر رہے ہیں۔

اس ماہ ۲۶ ۴ زندگی سدھار سوسائٹیوں کی رجسٹری ہوئی اور ۳۵ ۲ نئی سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔ اس کے علاوہ ۱۳ زندگی سُدھار یونین کھولے گئے اور ۱۱ یونین کو آپریٹو سوسائٹیز ایکٹ کے ماتحت رجسٹرڈ کئے گئے۔ آرگنائزروں کے ذریعے ۴۱ متفرق سوسائٹیاں قائم ہوئیں۔

مفصل دیہاتوں میں زیادہ آبپاشی اور پانی پہنچانے کا انتظام کرنے پر توجہ کی گئی ۱۱۱ کنوئیں بور کئے گئے۔ ۱۶۹۲ بندھیاں (بیشتر جھانسی کمشنری میں) بنائی گئیں اور آبپاشی کے ۱۰ نئے کنوئیں بنائے گئے۔ گڑ سُدھار کے کاموں پر بھی زور دیا گیا۔ کئی جگہ اصلاح شدہ قسم کی چرخیاں جاری کی گئیں۔ اور گنّے کا رس اُبالنے کے لئے گُڑ بنانے والوں کو اصلاح شدہ بھٹیاں استعمال کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔ ۵ ہزار سے زیادہ پٹیوں کے لئے کھاد کے اصلاح شدہ گڈھوں کا انتظام کیا گیا۔ ۴۰ ۷ ۴ کسانوں نے اپنے سار میں پیشاب جمع کرنے کی کیاریاں بنائیں۔ کچھ اضلاع میں ایکھ کی بوائی شروع ہوئی۔ آرگنائزروں نے موقع پر پہنچکر ایکھ بونے کی خواہش رکھنے والوں سے ترقی دادہ بیج بونے اور ترقی دادہ ایکھ کی کھیتی کرنے کی ترغیب دلائی۔ اسکے لئے ۴۰۰ سے زیادہ مظاہرے کئے گئے۔

صحت وصفائی سے متعلق بدستور کام ہوتے رہے۔ ۳۶۴۰ سوکھنے والے گڈھے بنائے گئے۔ ۲۰۷۵ روشن دان دئے گئے ۲۲۵ کنووں کی جگت باندھی گئی۔ ۱۷۷ نہانے کے گھیرے ۳۱۵ پاخانے اور تقریباً ۳۰۰ پیشاب خانے بنائے گئے۔ تقریباً ۳۰۰۰ دیہاتوں کے راستے بنائے گئے اور تقریباً دو ہزار دیہاتوں کی صفائی کی گئی۔ کھنڈہر ہموار کئے گئے اور گڈھے پاٹے گئے۔

دوا کے بکسوں اور گاؤں سُدھار کے دواخانوں سے ۲۲۶۲۹ مریضوں کا علاج ہوا ۱۰۵۵۶ لوگوں کو چیچک کے ٹیکے لگے۔ کئی جگہ دائیوں اور فرسٹ ایڈ سیکھنے والوں کو ترتیب دی گئی کچھ اضلاع نے اشاعت کے لئے زیادہ نمائشیں کیں۔ ان میں ضلع الموڑہ میں اترائنی میلے کے موقع پر باگیشوری اور ضلع بنارس میں چندولی کی نمائشیں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں ۳۹ ۷ ۴ جلسے ہوئے اور ۱۹۱ ناٹک ہوئے۔ کئی نئے سنٹروں میں بھجن منڈلیاں اور سیوا دل بھی قائم کئے گئے۔

اس ماہ ۴۰ نئے پنچایت گھروں کی تعمیر کا کام ختم ہوا اور ۲۰۰ نئے مکان بنائے گئے۔

اسکیم کے مطابق قائم ہونے والے صنعتی اداروں نے خانگی دستکاریوں کو کواپریٹو طریقے پر بیچنے کے پروپیگنڈے کا کام جاری رکھا۔ اقتصادی نظام کے بہتر نہ ہونے کے باعث کام سخت ہونے سے اس کی ترقی بھی آہستہ آہستہ ہورہی ہے۔

اسکیم کے مطابق گاؤں کے نوجوانوں کو خانگی دستکاریوں کے سکھانے کے لئے کھولے جانے والے کلاس بھی سبھی ضلعوں میں جاری رہے۔ اس ماہ ۹۰ نوجوانوں نے تعلیم مکمل کی۔

دیہاتی کتاب گھروں و اخبار گھروں نے توسیع تعلیم بالغان کا کام جاری رکھا۔ گورکھپور میں تعلیم بالغان کے مدرسوں کو مسٹر مانڈلے کے ذریعے تخلیلی طریقے تعلیم کی تعلیم دی جا رہی ہے اضلاع کے ۱۶ اسکاؤٹ ماسٹروں کا ایک جتھ ماسٹر مانڈلے کے اسکول میں اسی قسم کی تعلیم پانے کے لئے اس ماہ محکمے کی طرف سے بھیجا گیا۔

ہز ایکسیلینسی گورنر صاحب یو۔پی۔ پرتاب گڈھ رائے بریلی، اور جونپور کے اضلاع میں تشریف

موضع بیدی (ضلع متھرا) کا دواخانہ

لائے ۔ آپ ان اضلاع کے کچھ سنٹروں کا کام دیکھکر خوش ہوئے ۔

ذیل میں ہم گاؤں سدھار کے کاموں کی پوری تفصیل درج کر رہے ہیں ۔

یو ۔ پی کی مختلف کمشنریوں میں جنوری ۱۹۴۰ء میں گاؤں سدھار کے ہونیوالے کاموں کی تفصیل

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
۱ ۔ تنظیم											
زندگی سدھار سوسائٹیاں											
(الف) جو قائم ہوئیں	۱۲	۴۰	۳۴	۴۵	۴۲	۷۰	۶	۷۴	۱۰	۸۵	۴۲۶
(ب) جو رجسٹرڈ ہوئیں	۱	..	۳۱	۱۰۲	۲	..	۷۲	۲۱	۱	۵	۲۳۵
زندگی سدھار یونین قائم ہوئے	..	..	۱	..	۳	..	..	۴	۱	۴	۱۳
زندگی سدھار یونین رجسٹری ہوئے	..	۱۰	۱	..	..	..	..	..	..	..	۱۱
فروختگی کی سوسائٹیاں قائم ہوئیں	..	..	۱	..	۳	..	۱	..	۱	۵	۱۱
فراہمی کی سوسائٹیاں قائم ہوئیں	.	..	۲	..	۱	..	..	..	..	۲	۵
قرضہ دینے والی رجسٹرڈ سوسائٹیاں	..	..	..	..	..	..	..	..	..	۱	۱
دیگر قائم ہونے والی سوسائٹیاں	..	۶	۵	..	..	۱۰	..	۱	..	۲	۲۴
۲ ۔ زراعت											
کھاد کے گڈھے کھودے گئے ۔	۲۲۹	۷۸	۴۱۸	۶۴۸	۱۱۷۳	۳۲۲	۲۴۶	۲۵۳	۳۳۲	۱۳۹۵	۵۰۹۴
پیشاب جمع کرنے کے گڈھے بنائے گئے	۱۹۸	۱۲	۲۹۵	۲۶۷	۷۰۰	۳۴۸	۴۲۷	۲	۱۹	۱۴۷۲	۳۷۴۰
آبپاشی کے کنویں مرمت یا بور کئے گئے	۳	۳	۲۱	۹	۴۲	۸	۱	..	۴	۲۶	۱۱۷
آبپاشی کے نئے کنوئیں کھودے گئے	۷	۳	۱۳	۱۲	۱۴	۹	..	..	۴	۱۰۳	۷۱
بنے ہوئے تالاب یا بندھیاں	۳	..	۳	۴	۱	۸	۱۹۷۶	..	..	۱	۱۹۹۶
نئے آلات جو دیہاتوں میں رائج کئے گئے	۵۴	۲۳	۲۸۲	۴۹	۳۶	۴۱	۲۷	۷	۳	۸۸	۶۲۰
اصلاح شدہ نسلوں کے جو سانڈ دئے گئے	۱۹	۵	۷	۶	..	..	..	..	۱۱	۷	۵۵
عمدہ نسل کے مویشی دیئے گئے	۸	۶	۱۲۷	۵۳۵	۵۸	..	۲۷	..	۷	۲۸	۷۹۶
بیل آختہ کئے گئے	۹۱	۳۴	۷۱	۶۶۱	۱۱۲	۱۲۰	۵۴۷	۱۰	۱۷۵۵	۲۰۰	۳۵۰۱
بیمار جانوروں کا علاج ہوا	۸۹۳	۳۷۰	۶۸۰	۲۵۷۹	۶۸۸	۷۹۷	۲۲۴	۳۱۲	۱۲	۶۶۷	۷۲۲۲
مظاہرے ہوئے	۲۸	..	۵۰	۱	۳۰	۲۲۳	۲	..	..	۱۰۵	۴۳۹
نرسریاں کھلیں	۳	۴	۲۲	..	..	..	..	..	..	..	۲۹
پھلوں کے پودے لگائے گئے	۲۰	..	..	۳۰۹	۳۹۰	۳۳۰	۲۷۰	۱۰	۳۰	۴۵۸	۱۵۲۰
جس زمین میں پھلوں کی کاشت ہوئی (ایکڑوں میں)	۵	..	۶۰	..	۱۵٫۲	۱۵	..	..	۰٫۹	۱۱	۹۱٫۷۹
ایندھن کے درخت لگائے گئے (ایکڑوں میں)	۱۲۹٫۰۵	۵۰۰٫۲۵	۸۰٫۶	..	۲۲	..	..	..	۱۶۰	۲	۸۹۳٫۹
سوکھنے والے گڈھے بنے	۸۳	۱۰۰	۲۲۷	۶۵۴	۳۱۰	۲۶۷	۵۲۲	۲۵۶	۲۷۵	۸۴۶	۳۶۴۰
سوختن وان بنے	۱۴۹	۳۲	۲۰۷	۱۵۰	۶۷۴	۵۸	۳۵۷	۸	۵۸	۳۸۲	۲۰۷۵
کنوئیں صاف کئے گئے	۱۵	۱۴	۴۹	۱۲	۸۵	۲	۱۰	۱۶	۴۵	۱۴	۲۶۵
عام گلیاں نئے یا گھیرے	۹	۶	۲۴	۱۵	۲۷	۸	۱۰	۳۰	۳	۴۵	۱۷۷
نالیوں کی لمبائی (گزوں میں)	۲۳۴۴	۴۰	۲۱۷	۲۰۸٫۳	۳۵۹	۴۰۱	۱۲۴	..	۴۹	۱۶۷٫۶	۳۹۰۹٫۹
سورباڑے آبادی سے دور کئے گئے	..	..	۱۲	۴۷	۲۵	۳۰	۸	۵۰۶	۴۲	۵۶	۷۲۶

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
۳۔ صحت عامہ											
گھور صاف کئے گئے	۴۵۵	۴۶۰	۱۰۷۶	۷۲۵	۱۹۸۱	۲۷۱	۴۱۴	۴۱۸	۴۱۱	۲۰۹۵	۸۳۸۶
پاخانے بنائے گئے	۲	۱	۵	۳	۴	۱۶	۱۲	۲۷۷	۱	۶	۳۱۵
پیشاب خانے بنائے گئے	..	۵	۲۰	۳	۷	۲	۱۱	۲۳۳	۲	۱۰	۲۹۳
کھنڈ ہموار کئے گئے	۱۵	۲۴	۲۴	۵۰	۱۳۷	۵۸	..	۳	۲۰	۸۷	۴۱۸
گڈھے پاٹے گئے	۱۷	۵	۹۹	۲۷	۱۳۸	۸۷	۳۳۴	۱	۳۲	۱۲۷	۹۶۷
راستے صاف کئے گئے	۱۵۴	۳۷	۲۱۹	۳۱۲	۷۱۸	۳۴۵	۵۵۳	۱۴۲	۸۴	۴۲۷	۲۴۹۱
گاؤں صاف کئے گئے	۹۸	۶۱	۱۶۴	۱۸۱	۴۱۷	۲۳۳	۴۶۷	۷۵	۱۰۸	۳۴۳	۲۱۴۷
دوا کے بکس رکھے گئے	۷۹	۷۶	۷۱	۴۷	۲۱۸	۳۰	۵۳	۵۷	۲	۹۱	۷۲۴
ٹیکے لگے	۱۱۱۱	۱۰۵۱	۲۳۶۴	۲۱۹۳	۳۸۶۲	۱۶۴۷	۱۳۷۵	۱۵۳	۸۸۹	۲۹۱۱	۱۶۵۵۶
مریضوں کا علاج ہوا	۹۹۸۰	۹۹۶۶	۱۳۷۰۲	۱۲۲۴۴	۱۳۶۹۱	۴۱۸۶	۷۵۹۸	۳۱۱۵	۸۵۱۶	۱۲۶۲۷	۹۲۶۲۶
دائیوں کو تربیت دی گئی	۷	۹	۴۰	۸۹	۳۱	۳۳	۲۴	..	۱۲	۸۰	۳۲۹
فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی	۲۴	۶	۱۰۷	۱۶۹	۸۸	۱۸	۸۸	..	..	۱۴۳	۶۴۳
زچہ بچہ گھر کھولے گئے	..	۱	۱۰	۳	..	..	..	..	۱	۱	۱۶
۴۔ تعلیم اور اشاعت											
جلسے ہوئے۔	۳۳۵	۱۸۶	۵۷۸	۳۷۸	۸۱۵	۲۸۷	۴۹۶	۲۹۳	۲۹۸	۱۰۷۳	۴۷۳۹
نمائشیں ہوئیں	۲	۱	۹	۲	۴	۹	۴	۱	۱	۵	۳۸
ڈرامے ہوئے	۱۷	۲	۴۱	۳	۲۷	۱۲	۶۴	۱۰	۴	۹	۱۹۱
بھجن منڈلیاں قائم ہوئیں	۶	۲۵	۲۸	۱۸	۵۷	۲۶	۵۵	۱۳	۱	۴۶	۲۷۵
کتاب گھر چلائے گئے	۸	۵	۱۰	۴	۱۱	۲	..	..	۸	۱۱	۵۹
کلب قائم ہوئے	۴۱	۸۰	۱۷	۳۰	۶۴	۲۴	..	۲۲	۳	۲۴	۳۰۹
(الف) اسکول بالغوں کے لئے	۴۹	۵۵	۲۴	۸۵	۱۵۴	۱۰۴	۱۵۴	۴۵	۱۰	۵۲	۷۳۲
(ب) اسکول لڑکیوں کے لئے	۱۲	۶	۶	۷	۳۴	۵	۳	..	۱	۱۶	۹۰
سیوادل بنائے گئے۔	۸	۲۵	۲۹	۷	۲۸	۱۳۲	۷۷	۴۹	۱	۱۸	۳۷۴
اسکاؤٹ اور گرام سیوکوں کو تعلیم دی گئی	۱۲۲	۹۷	۲۲۲	۹۸	۱۵۴	۱۲۹	۱۰۳	۱۵	۱۰۸	۳۴۷	۱۴۹۹
ریڈیو سیٹ لگے۔	..	..	..	۳	..	..	..	..	۱	..	۴
کھیل اور ٹورنامنٹ ہوئے	۳۲	۴	۲۳	۴۲	۱۲	۴	۵۴	۴	۲۲	۱۶	۲۱۳
۵۔ متفرق کام											
پنچایت گھر بنائے گئے	..	۲	۱	۶	۹	۱۱	۷	۲	..	۲	۴۰
نمونے کے گھر بنائے گئے	۳	..	۲۰	۶	۱۳	۱	۱۹	۱۳۰	..	۱	۱۹۳
صنعت و حرفت کی تعلیم دی گئی	۷۵	۳۱	۱۶۱	۱۱۷	۶۲	۴۸	۱۰۴	۲۴	۴۷		۹۷۰
آلات دستکاری جاری کئے گئے	۹۳	۱۴۰	۷۲	۵۲	۲۷	..	۲۳	۱۱	۳۵	۲۵	۳۷۸

عورتوں کی تعلیم

(از شریمتی تارا پانڈے)

عورتوں کی تحریک آج دُنیا کے سب سے بڑے واقعات میں سے ایک ہے اور ایسا واقعہ ہے کہ دُنیا بھر کے انسانی سماج کا فیصلہ اسی سے ہوگا۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ ابتدائی دور میں ایک زمانے میں عورتوں کی بڑی قدر تھی۔ لوگ انھیں دیویوں کی طرح مانتے اور ان کی عزت کرتے تھے۔ خصوصاً ہندوستان میں تو عورتیں لکشمی اور سرسوتی وغیرہ کے معزز القاب سے مخاطب کی جاتی تھیں۔ جب یورپ میں تہذیب کا زمانہ شروع بھی نہیں ہوا تھا ہمارے ملک میں عورتوں کی بڑی قدر تھی جب اسلام کا زیادہ زور تھا اُس وقت مسلمان عورتوں کو بھی مردوں ہی کی طرح اختیارات حاصل تھے۔ حضرت محمدؐ صاحب کی بیوی جنگ میں اُن کے ساتھ لڑی تھیں۔ اور ان کی بیٹی حضرت فاطمہ تو ایک مشہور سیاست داں تھیں۔ اس کے علاوہ ہمارے یہاں جو قاعدے عورت کی ذاتی ملکیت کے متعلق موجود ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں عورتوں کی کتنی عزت ہوتی تھی۔ لیکن اب صدیوں کی غلامی کے سبب ہماری جو حالت ہوگئی ہے وہ سب پر روشن ہے۔

یہ بات سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ ترقی کا واحد ذریعہ علم کی اشاعت ہے مگر اس علم کا جائز استعمال بہت ضروری ہے تعلیم یافتہ عورت مصیبت کے وقت اپنے شوہر کی مصیبت کچھ کم کر سکتی ہے وہ اپنے بچوں کو ابتدا ہی سے خوش اخلاق اور

آل انڈیا خواتین کانفرنس کی کچھ خاص خواتین آگے رانی لکھمی بائی راجوارے ہیں

تعلیم یافتہ بنا سکتی ہے۔ اور دُنیا کی عملی واقفیت حاصل کراکے زندگی کو کامیاب اور خوشگوار بنا سکتی ہے۔

کسی ایک عاقل کا قول ہے کہ دُنیا میں اچھی باتیں صرف اچھے علم ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے عورتوں کی تعلیم نہایت ضروری ہے۔

عورتوں کی تعلیم ایسی ہونی چاہئے جو ہر قسم کی ترقی میں معاون ہو۔ جو تعلیم وطن، قوم اور سماج کے متعلق انھیں اپنے فرائض ادا کرنے کے قابل بنا سکے وہی بہترین ہے۔

عورتیں خود بھی پبلک کاموں میں حصہ لینے لگی ہیں۔ ۱۹۲۰ء کی تحریک آزادی نے مہاتما جی کی رہنمائی میں جو بیداری پیدا کی اس میں عورتوں کا خاص حصہ تھا۔ عورتوں تحریک سول نافرمانی میں حصہ لیکر میدان سیاست میں جو انقلاب پیدا کر دیا وہ یقیناً موجب فخر ہے۔ اُن کے ایثار و قربانی سے عوام کی جتنی حوصلہ افزائی ہوئی اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اُس کے بعد بھی لگاتار عورتیں ملک کی ہر تحریک میں حصہ لینے لگیں۔ جو عورتیں پہلے گھر کے باہر نہیں نکلتی تھیں وہی جلوس میں شامل ہوتی تھیں اور جلسے کیا کرتی تھیں اور آزادئ وطن کے لئے وہ بڑے شوق سے جیل بھی گئیں لیکن شہر کی خواتین کی بیداری کے ساتھ دیہات کی عورتوں کا کوئی تعلق نہ ہونا بیچ بیچ بڑی شرم کی بات ہے جب تک دیہاتی عورتوں میں بیداری کے آثار نہیں نظر آتے اس وقت تک کوئی بھی تحریک مکمل نہیں کہی جا سکتی۔ ہندوستان کے ۸۰ فیصدی سے بھی کچھ زیادہ باشندے کھیتی باری کا کام کرتے ہیں اور یہی ہم لوگوں کا خاص پیشہ ہے۔ اسی لئے اس پر بھی کچھ اظہار خیال کرنا چاہئے۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ

آل انڈیا خواتین کانفرنس میں شریک ہونے والی کچھ خاص خواتین مسز وجے لکشمی پنڈت صدر مجلس استقبالیہ بائیں جانب کھڑی ہیں

کھیتی کے کام میں بہت زیادہ جسمانی مشقت کی ضرورت ہے۔ لہٰذا جسمانی لحاظ سے عورتیں اس کام کے قابل نہیں ہوسکتیں لیکن اگر عورتوں کو مناسب تعلیم دی جائے تو یقیناً وہ کھیتی کے کاموں میں کافی ترقی کرکے کامیابی حاصل کرینگی۔ آج کل بھی دیہاتوں میں کھیتی کے بہت سے کام عورتیں ہی کرتی ہیں۔ یوں تو کھیتی کے کام سے عورتوں کو مختلف قسم کے فائدے ہوسکتے ہیں لیکن اُن میں سے ۲ خاص ہیں پہلا تو یہ کہ کھلی ہوا میں رہنے سے اُن کی صحت درست ہوگی۔ دوسرا یہ کہ انھیں اس کے لئے گھر چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔

مغربی ممالک میں ایسی متعدد تعلیم گاہیں ہیں جن میں عورتوں کو گائے بھینسیں وغیرہ پالنے دودھ دہی اور مکھن وغیرہ تیار کرنے، شہد کی مکھیاں پالنے اور پھل پھول اور ساگ ترکاری پیدا کرنے کی بہت اچھی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں بھی ایسی تعلیم کی بہت ضرورت ہے جس سے عورتوں کا حلقۂ عمل بڑھ کر انھیں زندگی کے مفید کام کرنے کے قابل بنا سکے۔ اگرچہ گاؤں سدھار اسکیم اس قسم کی ترقی میں معاون ہورہی ہے لیکن اس میں عورتیں کتنا حصّہ لے رہی ہیں اور گاؤں کی عورتوں کی حقیقی ترقی کے سلئے کیا کیا جارہا ہے؟ یہ سوال قابل غور ہیں۔

دیہاتوں کی عورتوں کی ترقی کے سلئے ایسی عورتوں کی ضرورت ہے جو شوق سے کام کریں یہ کام شروع میں ضرور مشکل محسوس ہوگا کیونکہ طرح طرح کے توہمات سے دیہاتی عورتوں کا دل جکڑا ہوا ہے اور وہ گہری نیند سو رہی ہیں لیکن تھوڑی سی کوشش کرنے سے وہ جاگ جائیں گی اور اپنے بندھن توڑنے میں خود مدد دینگی اس میں قطعی شبہ نہیں۔

دنیا کی زیادہ تر عورتوں کو ہمیشہ گرہستی کے ہی کام کرنے پڑتے ہیں۔ اگر انھیں اسی کی تعلیم ٹھیک طور پر نہ ملی تو تعلیم سے فائدہ ہی کیا عورتوں کی تعلیم کا خاص مقصد یہی ہے کہ وہ اچھی بیوی اور قابل ماں بن سکیں اور مصیبت کے وقت اپنا پیٹ پال سکیں۔

زندگی میں خوشی و محبت بڑھانے میں عورتوں ہی کا ہاتھ ہے۔ یہ خوشی و محبت تبھی بڑھ سکتی ہے جب عورت تعلیم یافتہ ہو۔ گھر کی صفائی، بچوں کی تربیت و تعلیم خانہ داری میں کفایت اور معمولی مرضوں کا علاج وغیرہ ایسے کام ہیں جن کے بغیر گھر میں آرام و سکون نہیں ملتا۔

یہ حقیقت ہے کہ تعلیم ہی ہماری ساری گھریلو، سماجی اور قومی مسئلے کا حل ہے۔

عورتیں کیا کریں؟

(از محترمہ بیگم حامد علی)

ہمیں اپنا ایک نصب العین یعنی ملک میں مکمل اتحاد اور باہمی رواداری قائم کرنے کے لئے کندھے سے کندھا ملا کر کام کرنا چاہئے اور ہم عورتوں کے سلئے ایسی کوئی طاقت نہ ہونی چاہئے جو ہمیں اس راہ سے ہٹا سکے۔ دیگر تمام باتیں بعد میں دیکھی جائیں گی اور اُنھیں سلجھانے کے لئے ہمیں اچھا موقع مل جائیگا لیکن اس وقت اگر ہم نے یہ اہم سوال نظر انداز کر دیا۔ تو ہمارے ملک کو ایسا نقصان پہنچے گا جس کی تلافی ناممکن ہوگی۔

آپ لوگوں کو جو نہ صرف ملک کے عوام کے ایک حصّے کے لئے بلکہ اس ملک میں رہنے والے سبھی لوگوں کے لئے ایک ساتھ مل کر کام کر رہی ہیں۔ یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم نے جس کام کو، خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا شروع کیا ہے اس میں کامیاب ہونے پر کیسی خوشی ہوسکتی ہے۔ خواہ کچھ بھی ہو ہر ایک بات کی ایک دوسرے کے مقابلہ میں بہتر ہوسکتی ہے۔ ممکن ہے آپ جس بات کو حقیر سمجھتی ہوں اس میں اتنی زیادہ طاقت موجود ہو جو ملک کی آزادی کا ایک خاص ذریعہ ثابت ہوسکے۔ پھر ہمیں چاہئے کہ ہم عاجزی و انکساری کے ساتھ، لیکن اس کے ساتھ ہی اپنی قوت کا علم رکھتے ہوئے اُن سبھی لوگوں کی طرف جو خدمت وطن کے لئے راضی ہیں اور جو اس میں اپنی عزت سمجھتے ہیں۔ دوستی کے لئے ہاتھ بڑھائیں۔ جو خدمتِ وطن کے لئے بیقرار ہیں اور اس کے لئے ہم سے درخواست کرتے ہیں اُنھیں ہم اپنی خدمت، اپنی محبت پیش کریں۔ لیکن ہم یہ خدمت ان لوگوں کی خدمت میں اور بھی پیش کریں جو اس کے لئے ہم سے درخواست نہیں کرتے بلکہ ہمیں نظر انداز کرتے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں جب کسی شخص کو غصّہ آتا تھا تو وہ تشدّد کی صورت میں اس کا اظہار کرتا تھا۔ یہ بیسویں صدی تہذیب کا زمانہ ہے۔ اسلئے آج کل کے انسانوں کا زمانۂ جاہلیت کے انسان سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن پھر بھی اس مہذّب زمانہ کا انسان زمانۂ جاہلیت کے اس جذبہ کو بالکل فراموش نہیں کر سکا ہے۔ آج بھی اس کی چھوٹی شکل بچوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ آرام سے سونے والے بچے کا آپ کوئی عضو دبا دیجئے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ وہ بچہ غصّہ سے جھنجھلا اٹھے گا۔ اس کا چہرہ غصّہ سے لال ہوجائے گا۔ اور وہ چیخ پڑے گا۔

کچھ بچوں میں جن کے خیالات پست ہوتے ہیں۔ جھگڑا کرنے کی بُری عادت پڑجاتی ہے۔ لیکن بیشتر بچوں کو اُن کے ساتھ زیادتی کئے جانے پر یہ عادت پڑجاتی ہے اور سرپرستوں کو اپنے بچوں کے غصّے کا اظہار دیکھنا پڑتا ہے عام طور سے یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ کچھ سرپرست اپنے بچوں کو تنگ کرتے ہیں۔ یہ اُن کی سراسر حماقت ہے۔

بالغوں کی بہ نسبت بچوں میں بھی جذبات کا جسمانی حرکات کے ذریعے اظہار کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اگر بچوں کی توجہ دوسری طرف منتقل کردی جائے تو جذبات کے جسمانی حرکات کی شکل میں اظہار کرنے کا عمل روکا جا سکتا ہے۔ لیکن دوسری طرف اگر بچوں کو مارا پیٹا جائے تو اس کے نتیجے میں اُن کے غصّے میں اضافہ ہوگا۔ یہی بات اکثر بالغوں کے متعلق بھی درست ہوتی ہے۔

ہم خود اپنے تجربوں سے جس کی انسانی فطرت تصدیق کرتی ہے کہ غصّہ کرنے سے دماغی قوت کا زوال ہوتا ہے۔ اور اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ غصّہ کے باعث ہمارے ہاضمے کے اعصاب بھی کمزور پڑجاتے ہیں۔ اس لئے جب بچہ کسی بات پر غصّے سے بوکھلا اُٹھتا ہے تو اس حالت میں اُسے اس وقت تک کھانا نہیں دینا چاہئے جب تک اس کا غصّہ سرد نہیں ہو جاتا۔

غصّہ ور بچوں کی طرف اُن کے والدین کا یہ فرض کہ انھیں تشدّد کے بجائے بچوں کی توجہ دوسری طرف مبذول کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ وہ غصّہ کو بھول کر کسی دلچسپ یا مفید بات کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ بچوں کے اس خیال کو کھیل کے ذریعہ بھی بدلا جا سکتا ہے

(خواتین کانفرنس کلکتہ کی ایک تقریر سے)
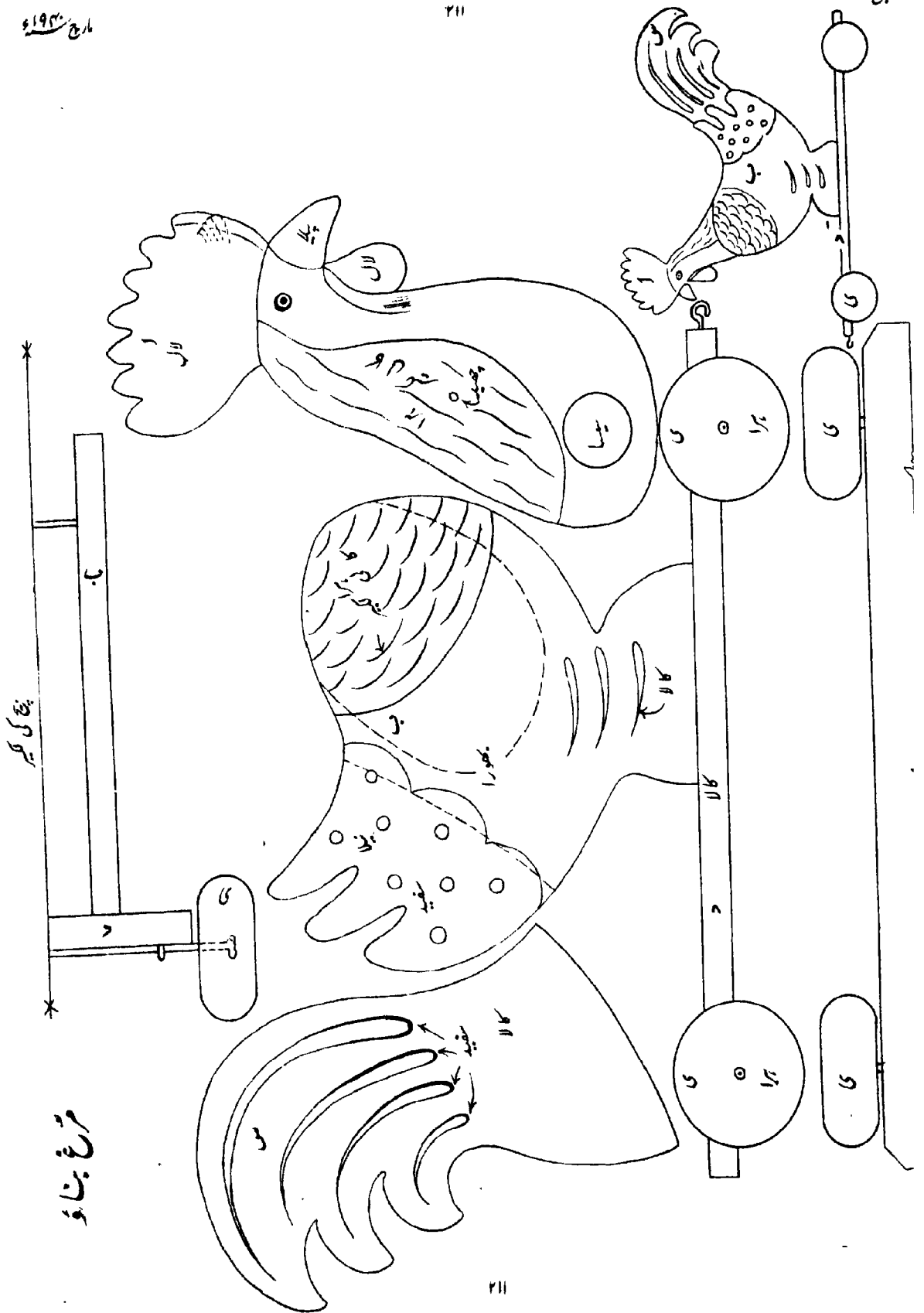
موضع دیوا میں ایک دیسی دواخانہ جو دان ہی میں کھولا گیا ہے

مُرغا بناؤ

(مرسلہ از مسٹر ایس۔ بی۔ نائیڈو۔ پرنسپل کارپنٹری اسکول بریلی)

لکڑی

نمبر	ٹکڑے	نمبر	انچ	انچ	انچ
الف	سر	۱	۵	۲ $\frac{1}{4}$	$\frac{5}{8}$
ب	جسم	۲	۳ $\frac{3}{4}$	۲ $\frac{3}{4}$	$\frac{1}{4}$
س	دُم	۱	۴	۲ $\frac{1}{4}$	$\frac{3}{4}$
د	بنیاد	۱	۶ $\frac{1}{2}$	۲ $\frac{1}{2}$	۲
ی	پہیّا	۴	۱ $\frac{1}{8}$	۱ $\frac{1}{8}$	$\frac{1}{2}$

دیگر سامان

۲ تار دُھری کے لئے ۳ $\frac{1}{2}$" × $\frac{1}{16}$"
۱۔ تار گھومنے والے سر کے لئے ۱ $\frac{1}{4}$" × $\frac{1}{16}$"
۴ کیل دُھری کے لئے
۱ کیل بنیاد کے لئے
$\frac{1}{2}$ آونس سیسہ سر کے لئے۔

مرغ بناؤ

بیچ کی لکیر
لال
پیلا
لال
کالی لکیر
چھینٹا
سیسا
کالی ہری لکیر
نیلا
سفید
بھورا
سفید
کالا
کالا
کالا
ہرا
ہرا
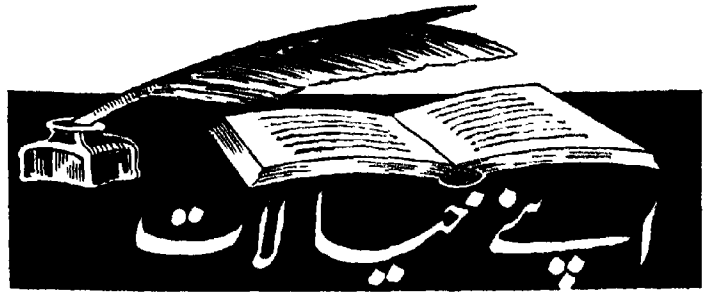
یوم خواندگی

گذشتہ چار فروری کو یوپی میں یوم خواندگی منایا گیا اس روز صوبے کے ہر شہر اور ضلع کے اندر، دُور دُور تک کے دیہاتوں میں بھی جلسے ہوئے اور عوام کو تعلیم کی اہمیت بتائی گئی۔ گذشتہ سال کی ۱۵ جنوری سے ہمارے صوبے میں توسیع تعلیم کی تحریک جاری ہے۔ ایک سال کے قلیل عرصے میں اس تحریک کے ذریعے توسیع تعلیم میں کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ یہ بات قارئین کو اس سلسلے میں دوسری جگہ شائع ہونے والی پنڈت شری نرائن چترویدی کی رپورٹ سے معلوم ہوجائیگی

گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی اس موقعہ پر صوبے کے گورنر صاحب اور دیگر بڑے بڑے لیڈروں کے پیغامات ان کی تصاویر کے ساتھ عمدہ آرٹ پیپر پر دورنگوں میں شائع کئے گئے ہیں۔ ہزایکسلنسی سرمارس ہیلٹ اپنے پیغام میں فرماتے ہیں :-

مجھے یقین ہے کہ وہ جوش جس کے ساتھ یہ اسکیم شروع کی گئی ہے ختم نہ ہو جائیگا اور یہ کام برابر ترقی پذیر ہوتا رہے گا حالانکہ وہ وزارت جس نے اس کا آغاز کیا تھا اس وقت حکمراں نہیں ہے۔

درحقیقت توسیع تعلیم ایک نہایت اہم کام ہے، ہر ایک ہندوستانی کو اسے اپنا اصلی فرض سمجھنا چاہئے۔ پنڈت گووند ولبھ پنت نے بجا فرمایا ہے :-

دیگر سماجی اور سیاسی معاملات میں خواہ کتنا ہی باہمی اختلاف ہو مگر توسیع تعلیم کے خلاف تو کوئی بھی شخص نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ زیادہ قربانی کرنے سے معذور ہوں وہ بھی اس کام میں ہاتھ بٹا سکتے ہیں۔

سابق وزیر تعلیم بابو سمپورنانند نے اس موقعہ پر اظہار مسرت اور گذشتہ ۱۲ ماہ کے کاموں کو قابل اطمینان بتایا ہے۔

اوپر جن حضرات کا ذکر ہوا ہے اُن کے علاوہ صدر کانگریس بابو راجندر پرشاد، پنڈت مدن موہن مالویہ، ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو، سر شاہ سلیمان، نواب محمد اسمٰعیل خاں، ڈاکٹر سر جے۔ پی۔ شری واستو، کنور سر مہراج سنگھ، شری کرن سنگھ کین اور مسٹر جے۔ سی۔ پاول پرائس کے پیغامات بھی شائع ہوئے ہیں۔ ان سب حضرات نے اس موقعہ کے لئے اپنی نیک خواہشیں ظاہر کی ہیں۔ ان میں گذشتہ سال کی کامیابی پر مبارک باد دی گئی ہے اور اس کے روشن مستقبل کا خیر مقدم کیا گیا ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی اس تقریب کے باعث صوبے بھر میں توسیع تعلیم کے کام میں ایک نئی لہر پیدا ہوگی اور آئندہ سال جو کام ہوگا وہ اور بھی زیادہ ٹھوس اور وسیع ہوگا۔ پنڈت مدن موہن مالویہ نے اپنے پیغام میں بجا فرمایا ہے کہ جس طرح ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جل سکتے ہیں اسی طرح ایک پڑھا لکھا آدمی اپنے لاکھوں جاہل بھائیوں کو پڑھا سکتا ہے۔ مالویہ جی کی اس بات پر ہر ایک پڑھے لکھے بھائی بہن کو غور کرنا چاہئے۔

دیکھنے میں آتا ہے کہ جو لوگ ایک بار لکھ پڑھ لیتے ہیں وہ آگے چل کر کچھ ہی دنوں میں اُسے بھول جاتے ہیں اور پھر جیسے کے تیسے ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے شبہ کا اظہار صدر کانگریس بابو راجندر پرشاد نے اپنے پیغام میں فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں :-

جو لوگ حروف شناسی کر رہے ہیں وہ اس علم سے فائدہ اٹھانے کا موقع حاصل نہ کر سکنے کے باعث کہیں پھر ناخواندہ نہ ہو جائیں جہاں ناخواندہ لوگوں

یوپی کے سابق وزیر تعلیم بابو سمپورنانند۔ آپ ہی نے یو۔ پی۔ میں اسکیم خواندگی جاری فرمائی

تعلیم توسیع کے لئے طلبا کے ایک جلوس کا منظر

کو خواندہ بنانے کے لئے کوشش کرتے رہنا لازمی ہے وہاں، یہ بھی ضروری ہے کہ پڑھنے کے لئے مفید لیٹریچر کا انتظام کرکے خواندہ بنائے جانے والے لوگوں کی خواندگی پائیدار بنانے کی بھی کوشش کی جائے۔

جس طریقہ سے یہ کام چلایا جارہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو ایک بار بھی پڑھ لیگا۔ اس کے پھر ناخواندہ ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ مسٹر یادل پرائس فرماتے ہیں:۔

اس اسکیم کے ذریعے تقریباً ۳ لاکھ ناخواندہ ایک سال میں خواندہ بنائے گئے ہیں اور صوبے بھر میں کتب خانوں اور مطالعہ گاہوں کا جال بچھا دیا گیا ہے جن سے عوام خواندہ اور تعلیم یافتہ بن کر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

مسٹری کرن سنگھ کین نے بھی یہ یقین ظاہر کیا ہے کہ جو شخص ایک بار خواندہ ہو جائے گا اس کے ناخواندہ ہونے کا پھر کوئی امکان نہیں ہے۔ پھر بھی ہم اُمید کرتے ہیں کہ افسران محکمہ اس بات کی کوشش کریں گے کہ جو لوگ پڑھ لکھ جائیں ان کے پاس ایسی کتابیں پہنچتی رہیں جن کو وہ پڑھ سکیں اور جن کے پڑھنے میں اُن کا دل لگے۔ مردوں کے ساتھ ہی ساتھ عورتوں کی تعلیم کا بھی خیال رکھنا بہت ضروری ہے ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو اپنے پیغام میں فرماتے ہیں:۔

اس سلسلہ میں ہمیں طبقہ نسواں کو نہ فراموش کرنا چاہیئے۔ خواندگی خواتین کے لئے بھی اُتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ مردوں کے لئے اور میں اس وقت تک دیہاتوں کی از سر نو تعمیر کو مایوسی کے ساتھ دیکھوں گا جب تک کہ ہماری ماں بہنیں ناخواندہ ہیں۔

اس تحریک کا خاص مقصد بالغوں کو خواندہ بنانا ہے۔ اور اگر مرد و عورت دونوں کو خواندہ بنایا جاسکے تو بات ہی کیا ہے۔ یہ شاہ سلیمان کی یہ باتیں افسران کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنی چاہئیں:۔

جہالت کے دور کرنے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو تعلیم دی جائے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ بڑے بوڑھوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا جائے۔

اُمید ہے کہ اس تحریک پر کانگریس منسٹری کے رہنے اور نہ رہنے کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اور کانگریسی و غیر کانگریسی دونوں اس کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے کیونکہ تعلیم ہی پر صوبے اور ملک کی ترقی کا انحصار ہے۔

یورپ میں جنگ

یورپ میں ابھی تک لڑائی ختم ہونے کے آثار نہیں نظر آتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جلد ہی لڑائی اور بھی زور پکڑے گی۔ یہ بات باعث اطمینان ہے کہ دُنیا کے سبھی سمجھدار آدمی اور خاص خاص ممالک لڑائی کی تباہ کاری کو تسلیم کر رہے ہیں۔ لیکن جب تک ہٹلر جیسے پاگل اور لالچی لوگ ملکوں کی قسمت کے مالک بنے رہیں گے تب تک جو ملک لڑنے کی خواہش نہیں رکھتے انھیں کسی اور وجہ سے نہیں تو اپنی حفاظت ہی کے لئے لڑائی کے میدان میں اترنا پڑے گا۔

شروع میں انگریز اور فرانسیسی لڑائی کے لئے اتنے تیار نہیں تھے۔ اب انھوں نے بھی زور شور سے اپنی تیاری کرلی ہے اور غیر ملکی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اب انگلستان و فرانس میں سامان جنگ اس تیزی سے تیار ہو رہا ہے کہ جلد ہی ہٹلر کے لئے ان کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ انگلستان و فرانس مل کر جرمنی کا بہت کامیاب اقتصادی بائیکاٹ بھی کر رہے ہیں۔ اس کا جرمنی کے عوام پر بھی اثر پڑ رہا ہے۔ واشنگ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ وہاں کپڑوں کی کمی ہوگئی ہے۔ مارکیٹ پر اتنی سخت پابندیاں لگائی گئی ہیں کہ وہاں عورتیں اس کے خلاف ننگے بدن سڑکوں پر مظاہرہ کر رہی ہیں۔

پولینڈ میں جرمنی کے مظالم ابھی جاری ہیں۔ جہاں ایک بھی جرمن سپاہی مارا جاتا ہے تو اس کے بدلے میں وہاں کم از کم ۳۰ پول قتل کئے جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں ہم نے ایک اخبار میں پڑھا تھا کہ ایک بے قصور پول ایک نائی کی دوکان پر بیٹھا ہوا حجامت بنا رہا تھا کہ ایک مرے ہوئے جرمن سپاہی کے بدلے میں ۳۰ پولوں کی ضرورت تھی ۲۹ مل گئے تھے۔ تیسواں نہیں مل رہا تھا۔ جرمن سپاہیوں کی نظر جب اُس نائی

۳۰ آدمیوں کی تعداد پوری کر کے ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ اس قسم کے مظالم سے جرمنی نہ صرف پولینڈ میں بلکہ ساری دنیا میں قابل نفرت بنتا جا رہا ہے۔ جن آزاد ممالک پر اس نے زبردستی قبضہ کر لیا ہے ان کے اندر بھی بغاوت کی آگ بھڑک رہی ہے۔ جرمنی کے ساتھ روس جو خود کو سوشلسٹ اور شہنشاہیت کا مخالف کہتا آ رہا تھا۔ اس لوٹ کھسوٹ میں جرمنی کا پورا پورا ساتھ دے رہا ہے۔ فن لینڈ جیسے چھوٹے سے بیقصور ملک پر جو بیرحمانہ حملہ اُس نے کیا ہے اس نے اسے دنیا کے اشتراکی خیالات کے لوگوں کی نظروں میں گرا دیا ہے۔ ہندوستان کے سوشلسٹوں نے بھی روس کی اس حرکت کو قابل نفرت قرار دیا ہے۔ اپنے افعال سے روس دنیا کے مزدوروں اور سوشلسٹوں کی ہمدردی کھو چکا ہے۔ ادھر مشرق میں چین پر جاپان کا ظلم اسی طرح جاری ہے۔ اِن سب باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جلد ہی ایک بار دنیا میں گھماسان لڑائی ضرور ہوگی۔ اور جو ملک ابھی غیر جانبدار ہیں وہ بھی اس جنگ میں کود ینگے اور اس کا خاتمہ اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک ہٹلر جیسے لوگ ہمیشہ کے لئے اختیارات حکمرانی سے محروم نہ کر دیئے جائینگے۔ آنیوالے ماہ خطرے سے خالی نہیں ہیں چند افراد کی شرارت سے دنیا میں جان و مال کی کتنی بربادی ہوگی اسکا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اب تو انسانیت ہی انسان کی محافظ ہے۔

گاندھی وائسرائے گفت وشنید

ہمیں افسوس ہے کہ گاندھی۔ وائسرائے گفت وشنید منقطع ہوگئی اس سلسلے میں وائسرائے اور مہاتما گاندھی کی رائے سے سرکاری بیان شائع ہوا ہے وہ ہم دوسری جگہ شائع کر رہے ہیں۔ نیز اس سلسلے کے مہاتما گاندھی و وزیر ہند لارڈ زیٹلینڈ کے بیان بھی ہم شائع کر رہے ہیں یہ بات باعث اطمینان ہے کہ ابھی سمجھوتے کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے اور ہر دو جانب سے اس کی کوشش ہو رہی ہے۔ ہمیں پوری اُمید ہے کہ مستقبل قریب میں کوئی نہ کوئی سمجھوتہ ضرور ہو جائیگا تاکہ ہندوستان بھی آزاد ملک کی حیثیت سے اس جنگ میں اپنے جوہر دکھا سکے۔

بقایا لگان معافی قانون

خوشی کی بات ہے کہ یو۔پی کے گورنر ہز ایکسلینسی سر مارس ہیلٹ صاحب نے بقایا لگان معافی قانون پر بھی دستخط فرما دیئے۔ اس سلسلے میں

گورنر یو۔پی۔ سر مارس جی ہیلٹ

پچھلے دنوں جگہ جگہ جلسے ہوئے تھے اور حضور گورنر سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس قانون پر دستخط فرما دیں۔ ان کے اس نیک کام پر اظہار مسرّت کرتے ہوئے سابق وزیر مال مسٹر رفیع احمد صاحب قدوائی نے فرمایا ہے:۔ مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ کچھ لوگوں کے دباؤ ڈالنے کے باوجود گورنر صاحب نے بقایا لگان معافی بل پر اپنی منظوری دیدی۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ یو۔پی قرضداری بل کو بھی قانونی شکل دے دینگے۔ اس قانون سے اب حق آراضی قانون میں جان آگئی ہے۔ کیونکہ بغیر اس قانون کے وہ فضول تھا۔ اس سے کسانوں کا پورا فائدہ ہوگا۔ ہم اس کارنیک کے لئے حضور گورنر کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

گاؤں میں گورنر

یوپی کے موجودہ گورنر ہز اکسیلنسی سر مارس ہیلٹ گاؤں سدھار کے کام میں خاص دلچسپی لے رہے ہیں ۔ اس صوبہ کی گورنری کا چارج لیتے ہی آپ نے قبضہ آراضی بل پر دستخط کر دیا اس کے بعد موصوف نے بقایا لگان معافی بل پر بھی دستخط کر دیا ۔ آپ نے اتنے ہی پر اکتفا نہ فرمائی بلکہ آپ نے دیہاتوں میں جا کر خود دیہاتوں کی حالت دیکھی اور گاؤں والوں سے ہمدردی ظاہر کرنی شروع کی ۔ آپ جہاں بھی تشریف لے گئے وہاں گاؤں والوں نے آپ کا اچھا خیر مقدم کیا ۔ گذشتہ ۷ جنوری کو آپ ضلع جونپور کے کسلہی نامی گاؤں میں تشریف لے گئے تھے ۔ ہمیں اس سلسلے میں موضع مذکور کے سرپنچ شری آدیا پرشاد سنگھ نے ایک خط لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس گاؤں میں آپ کا کیسا استقبال ہوا ۔ اس گاؤں میں موصوف اپنی لیڈی صاحبہ کے ساتھ تشریف لائے تھے اس لئے گاؤں کے مرد ہی نہیں عورتیں بھی آپ کے استقبال کے لئے اُمنڈ پڑی تھیں اور عورتوں نے ایڈریس دیا تھا ۔ باشندگانِ موضع و عورتوں کی طرف سے آپ کو ہندی میں سپاسنامے پیش کئے گئے ۔ آپ نے دونوں کا انگریزی میں جواب دیا اور فرمایا :- میری زندگی میں یہ پہلا ہی موقع ہے جب کہ مجھے عورتوں کی طرف سے سپاسنامہ دیا گیا ۔ اس کے بعد آپ نے اُس گاؤں کے پنچایت گھر کا افتتاح فرمایا ۔

ہز اکسیلنسی دیہاتوں کی اصلاح کے کام میں جو دلچسپی لے رہے ہیں اُس سے ہمیں یہ اُمید ہوتی ہے کہ آپ کے عہد میں ہی اس صوبے کے دیہاتوں کی کایا پلٹ ہو جائے گی ۔

گورنر مدراس کا کارِ خیر

پچھلے دنوں مدراس کی کانگریسی وزارت نے ہریجنوں کو مندر میں جانے دینے کے متعلق ایک قانون بنایا تھا ۔ اس قانون پر وہاں کے گورنر کا دستخط نہیں ہوا تھا ۔ کانگریس گورنمنٹ کے ہٹ جانے پر دقیانوسی لوگوں نے اس تبدیلی سے فائدہ اٹھانا چاہا ۔ انھوں نے حکومت کے پاس ایک وفد بھیجا کہ وہ اس قانون کو نامنظور کر دیں ۔ مگر وہاں کے گورنر لارڈ ایکلنس نے اُن کی بات نہیں سُنی ۔ اب سناتنیوں نے وائسرائے سے درخواست کی ہے کہ وہ اس قانون کو نامنظور فرما دیں لیکن ہمیں اُمید ہے کہ حضور وائسرائے بھی ان دقیانوسیوں کی پروا نہ کریں گے اور قانون جلد نافذ ہو جائیگا ۔

دیہاتوں میں ریڈیو

لکھنؤ کے آس پاس جن دیہاتوں میں ریڈیو لگ گیا ہے اُن میں ایک نئی چہل پہل پیدا ہو گئی ہے روز شام کو پنچایت گھروں میں ریڈیو سیٹ کے گرد جمع ہونا ۔ گاؤں سدھار اور دیش بدیش کی باتیں سننا گاؤں والوں کے لئے ایک دلچسپ مشغلہ ہوا جا رہا ہے ۔ ہمارے پاس اُن دیہاتوں سے جہاں یہ ریڈیو لگے ہیں سیکڑوں خط بغرض اشاعت آئے ہیں ۔ انھیں خطوط کے ذریعے ہم یہ اندازہ کر رہے ہیں کہ ریڈیو نے اُن کی زندگی میں کتنا تغیر پیدا کر دیا ہے

حال ہی میں ضلع ہردوئی کے موضع اہرور ی کی زندگی سدھار سوسائٹی کے سکریٹری شری جنگ بہادر سنگھ کا ہمیں خط ملا ہے ۔ اس گاؤں میں ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ریڈیو سیٹ لگایا گیا ہے ۔ یہ سیٹ جناب عبدالحیٔ عباسی صاحب نے جو کہ آج کل آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ کے دیہاتی پروگرام کے انچارج ہیں لگایا تھا موضع اہروری میں ریڈیو کا لگنا بالکل نئی چیز تھی اور اسی لئے گاؤں والوں میں بڑا جوش تھا ۔ تقریباً چار پانچ ہزار کے مجمع میں عباسی صاحب نے گذشتہ ۷ جنوری کو وہاں پر ریڈیو سیٹ لگایا اور ایک طویل تقریر فرمائی ۔ گاؤں والوں نے موصوف کی تقریر کے اس نکتے پر بہت زیادہ خوشی ظاہر کی :- جب تک اس پنچایت گھر کی اینٹ قائم رہیگی تب تک یہ ریڈیو سیٹ یہاں لگا رہیگا "۔ اسی سے آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ دیہاتوں میں ریڈیو کی اہمیت سے لوگ کہاں تک واقف ہوئے ہیں ۔

زندگی سُدھار سوسائٹیوں کی رجسٹری

کچھ اضلاع میں زندگی سدھار سوسائٹیاں رجسٹرڈ ہونے پر ٹوٹ گئیں ۔ اس کا سبب یہ تھا کہ آرگنائزروں نے جوش میں آ کر زندگی سدھار سوسائٹیوں کی رجسٹری کرا دی لیکن ایسی سوسائٹیوں کے مقاصد اور قواعد لوگوں کو نہیں بتائے ۔ گاؤں والوں پر سوسائٹیوں کے آئین زبردستی لاد دینے کا یہ نتیجہ ہوا کہ سوسائٹی کی رجسٹری کے بعد ان کے منتخب ممبروں نے چندہ دینا نامنظور کر دیا اور ممبری سے استعفیٰ دیدیا ۔ ایسی سائٹیوں کی رجسٹری سے بجائے فائدے کے نقصان ہی ہوا کیونکہ اس سے گاؤں والوں کی ہمدردی کم ہو گئی اسلئے جناب منوہر داس چترویدی افیسر محکمہ گاؤں سدھار نے ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیج کر ہدایت فرمائی ہے کہ زندگی سدھار سوسائٹیوں کی رجسٹری کے لئے تجویز بھیجنے سے پہلے گاؤں والوں کو ایسی سوسائٹیوں کے اغراض و مقاصد سمجھا دینے چاہئیں چترویدی جی نے یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ آئندہ زندگی سدھار سوسائٹیوں کی رجسٹری کرانے کے پہلے ان کے ممبروں سے سالانہ چندہ وصول کر لینا ضروری ہوگا ۔ ممبران سے ممبری کا چندہ پیشگی وصول کر لینا ایک اچھا طریقہ ہے اس طرح جمع ہونے والا چندہ آرگنائزر کے پاس رکھنے کے بجائے سوسائٹی کے خزانچی کے پاس رکھ دینا چاہئے ۔ ابھی تک ایسے ہی اضلاع میں سب سے اچھی سوسائٹیاں بنائی جا سکی ہیں جہاں ورکنگ کمیٹی کے ممبروں نے خود سوسائٹیوں کے عام ممبروں کے جلسوں میں تقریریں کیں اور اپنی ہی نگرانی میں پنچایت کا انتخاب کیا ۔

گاؤں سدھار کے اسٹور

کچھ ایسے اضلاع میں گاؤں سدھار کے اسٹور قائم کئے گئے ہیں جہاں ان کے لئے اس سے پہلے تیاریاں نہیں کی گئی تھیں ۔ اس سلسلے میں شری منوہر داس چترویدی ، گاؤں سدھار افسر نے گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے پاس اس مضمون کا ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے

کہ اسٹوروں کی کامیابی کا انحصار صرف پروپگینڈے پر ہے اسلئے اسٹوروں کے لئے کوئی عمارت کرائے پر لینے اور ملازموں کو مقرر کرنے کے پہلے دیگر تیاریوں کا ہو جانا ضروری ہے۔ حتی الامکان گاؤں کے مال تیار کرنے والوں سے چیزیں خریدی جائیں۔ انھیں انتظار کرنے کا سبق دینا چاہئے اُنھیں فروخت کے اسٹوروں میں اپنی چیز رکھدینی چاہئے اور چیزیں فروخت ہو جانے پر انھیں قیمت ملنی چاہئے چترویدی جی نے یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ اسٹور میں فروخت کرنے کے لئے رکھے جانے والے کو کچھ کمیشن دیدیا جائے تاکہ وہ دلچسپی سے کام کر سکے۔ مال تیار کرنے والوں کو ان کے مال کی ضمانت پر کوآپریٹو بنک مالی امداد دے سکتا ہے۔ اس سے مال تیار کرنے والے فروخت کے پہلے قیمت پا جانے کے لئے کم بیقرار ہوں گے۔

گاؤں سدھار اسکاؤٹ ماسٹروں کو تعلیم بالغان کی ٹریننگ

فروری کے بل میں ہم تعلیم بالغان پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس اسکیم کو مزید مفید بنانے کے لئے ہر ایک ضلع کے ایسے آرگنائزروں کو گورکھپور کے مدرسۂ تعلیم بالغان میں ٹریننگ دی جائے گی جنھیں اسکاؤٹنگ کی تعلیم ملی ہے اس وقت گورکھپور، اعظم گڑھ، بلیا بہرائچ، جونپور، بنارس، مرزاپور، گونڈہ سلطانپور، بستی، غازیپور، الہ آباد، بارہ بنکی لکھنؤ اور پرتاب گڑھ کے ایسے ہی اضلاع کے ایسے ہی آرگنائزروں کا جتھا ٹریننگ پا رہا ہے اس جتھے کے بعد دو اور جتھوں کو ٹریننگ دی جائے گی۔ جناب منوہر داس چترویدی افیسر محکمہ گاؤں سدھار نے باقی اضلاع کے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے جس میں آپ نے انھیں مذکورہ جتھے کی ٹریننگ پانے کی اطلاع دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ باقی اضلاع کے سکریٹری اپنا کوئی آرگنائزر یا اسکاؤٹ ماسٹر اسوقت تک گورکھپور نہ بھیجے جائیں جب تک انھیں محکمہ گاؤں سدھار سے حکم نہ ملے۔ چترویدی جی اس سلسلے میں جلد ہی مفصل ہدایتیں ارسال فرمائیں گے۔

خانگی صنعت وحرفت کی ماہوار رپورٹ

خانگی دستکاریوں کو ترقی دینے کے لئے ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کو گرانٹ دی گئی ہے خانگی دستکاریوں کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر اپنی رپورٹ میں گاؤں سدھار کے حلقوں میں ہونے والی دستکاریوں کی رپورٹ بھی شامل کرتے ہیں۔ کچھ اضلاع سے اس قسم کی رپورٹ ٹھیک وقت پر نہیں بھیجی جاتی۔ اسلئے جناب منوہر داس چترویدی گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سبھی سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلے کے ذریعے ہدایت جاری فرمائی ہے کہ وہ اپنے ضلع کی رپورٹ ہر ماہ کی پانچویں تاریخ تک خانگی صنعت وحرفت کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر کے پاس بھیج دیا کریں تاکہ وہ اپنی رپورٹ ۱۰ تاریخ تک گورنمنٹ کے پاس بھیج سکیں۔

رجسٹرڈ سوسائٹیوں کی فہرست

ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کو اپنے ضلع کی رجسٹرڈ زندگی سدھار سوسائٹیوں کی فہرست کی ضرورت پڑتی ہے اسلئے شری۔ بی۔ ایل۔ اپنیال اسسٹنٹ رجسٹرار محکمہ امداد باہمی یو۔ پی نے سبھی گاؤں سدھار انسپکٹروں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیجکر ہدایت دی ہے کہ وہ رجسٹرڈ سوسائٹیوں کی ایک فہرست رکھیں اور اس میں ان باتوں کی خانہ پری کرتے رہیں (۱) تعداد رجسٹری (۲) تاریخ رجسٹری (۳) نام رجسٹرڈ سوسائٹی۔ ضلع کی کسی بھی سوسائٹی کی رجسٹری کی اطلاع گاؤں سدھار انسپکٹروں کو محکمہ امداد باہمی کے ذریعے مل جاتی ہے۔ مذکورہ بالا قسم کی فہرست ضلع کے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کو ضرورت پڑنے پر مل جانی چاہئے۔

انسپکٹران گاؤں سدھار کے دورے کا پروگرام اور ڈائریاں

جناب منوہر داس چترویدی، افیسر محکمہ گاؤں سدھار نے گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلے کے ذریعے ہدایت بھیجی ہے کہ وہ گاؤں سدھار انسپکٹروں کی ڈائریوں کی صحیح صحیح جانچ کر کے انھیں ہر ماہ کی ۱۰ تاریخ تک گاؤں سدھار افسر کے پاس ضرور بھیج دیا کریں ساتھ ہی وہ ماہوار رپورٹ کے فارم کی خانہ پری کر کے اُسے بھی بھیج دیا کریں۔ دورے کا پروگرام پہلے ہی سے ٹھیک طور سے بنا لینا چاہئے اور اس کی منظوری سکریٹری کے ذریعے ہونی چاہئے جس مہینے کے لئے پروگرام بنایا جائے اس کے پہلے والے مہینے کی ۲۵ تاریخ تک پروگرام کی ایک کاپی گاؤں سدھار افسر پاس بھیج دینی چاہئے۔ بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق کام نہ ہونے پر ڈائری میں اس کی وجہ لکھدینی چاہئے۔ اکثر لکھنے کے لئے پنسل ہی کام میں لائی جاتی ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ چترویدی جی نے انسپکٹروں کو آگاہ کیا ہے کہ وہ پروگرام اور ڈائریاں پنسل سے نہ لکھیں اس بات کی بھی اطلاع ملی ہے کہ کچھ انسپکٹر کم سے کم دورہ کرنے اور رات میں دیہاتوں میں رکنے کے قاعدوں کی پابندی نہیں کرتے اور شہر کے قریب کے دیہاتوں میں بار بار جاتے ہیں۔ پروگرام اس طرح مرتب ہونا چاہئے کہ انسپکٹر مہینے میں کم از کم دو حلقوں کا دورہ کر سکے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ کچھ انسپکٹر اپنا دستخط کرنا بھی بھول جاتے ہیں۔ آئندہ اس قسم کی غلطیاں بھی نہ ہونی چاہئیں۔

ملے گا، اسی قدر برج نرائن چک بست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آئندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کرلیں گی کہ وہ دورِ جدید کے رہنماؤں میں سے ہیں۔
(سرتیج بہادر سپرو)

مضامین چک بست ۔ پنڈت برج نرائن چک بست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں سوانحی، تنقیدی، تاریخی، قومی وغیرہ مضامین ہیں، اور بہت خوب ہیں۔

صبحِ وطن، مجلد قیمت دو روپئے (عما)
مضامین چک بست۔ حجم ۳۵ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہر)

یادگارِ نسیم

یعنی منشی دیاشنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی "گلزارِ نسیم" و انتخاب "دیوانِ نسیم" مع حواشی و تبصرہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں :۔

"یادگارِ نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شائع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے اُنھوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار کو حذف کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں...... حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے...... اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو اس کے شایانِ شان ہے" طباعت دیدہ زیب، خوش نما جلد قیمت دو روپئے (عہ)

کلام الملوک

یعنی شہزادگانِ دہلی کے کلام کا مجموعہ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبانِ اردو کا مرکز تھا۔ یہاں وہ لوگ جمع تھے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور زور دار معنی میں استعمال کرتے تھے اور انھیں کی زبان آج صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ شہزادگانِ دہلی کا کلام بھی اسی لحاظ سے قابلِ قدر ہے۔ محاورات و اصطلاحات روانی، صحتِ وزن، سلسلہ خیالات، بلند آوازی نازک خیالی، جوشِ بیان، نشستِ الفاظ اور عمدہ بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح تکلف اور ابتذال نام کو نہیں۔ اگر زبان کا خاص رنگ اور شاعری کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمایئے قیمت دس آنہ

معراجِ سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج مرحوم المتخلص بہ "دولہا صاحب" نبیرہ ناخدائے سخن میر انیس اعلیٰ اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ جن حسب ذیل مراثی ہیں :۔

۱۔ بے زیورِ عروسِ فصاحت سخن ہوا ۔ ۱۱۹ بند
۲۔ خلق میں خلقتِ آدم کا سبب کون ہوا ۔ ۱۴۰ بند
۳۔ صبحِ عاشورِ محرم ہے قیامت کی سحر ۔ ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈیمی صوبجات متحدہ نے قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے۔ زبان کے فدائیوں کے لئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہر)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مولفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم۔ اے آر۔ اے ایس)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے ؟ اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ مختصر افسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸)

بہترین ناول و افسانے

فردوسِ خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاحِ اخلاق و معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا، خوفِ خدا، عزم اور آزادیِ ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے غیر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور نگاری کا قائل نہ ہو جائے اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب کیجئے سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے۔ ۲۰۲ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے "جلوۂ ایثار" میں اُن حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے متحرک ہوئے تھے حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حب قومی وجودت روحانی سے معمور ہیں اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری نے سونے پر سہاگا ہے واقعی قابل مطالعہ ناول ہے ۲۴۴ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنہ

ڈالی کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مؤلفہ جناب اللہ اسمر (میرٹھی) کے گیارہ فسانوں کا مجموعہ۔ یہ تمام فسانے مختلف اوقات میں بعض اخبار و جرائد میں شائع ہوکر خلعت قبولیت حاصل کرچکے ہیں ان میں سے بعض اس قدر مقبول ہوگئے ہیں کہ انگریزی، ہندی اور گجراتی میں بھی ترجمے ہوئے فوٹو بلاک کی چند تصویریں بھی شامل ہیں۔
قیمت ایک روپیہ

شاما

مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ۔

یہ ایک دکھیاری کی درد بھری داستان ہے۔ اقبال کا یہ شعر اس پر صادق ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

سادھو اور ریبوا

یعنی دو حرماں نصیبوں کی کایا پلٹ۔ ایک جگت بیتی کہانی مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی فرانسیسی اناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول "تائیس" کو پڑھنے کے بعد اسکی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔ "سادھو اور ریبوا" میں اسی خیال کی پیروی اور تصور کے تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو "تائیس" کا امتیازی جوہر ہے۔ اس کے باوجود نہ یہ اُس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ۔ نہایت دلچسپ ناول ہے سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے۔

قیمت بارہ آنے۔

"انور"

"شمیم" کے مشہور ومعروف مُصنف مسٹر فیاض علی ایڈوکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر۔ دلپذیر۔ انقلاب انگیز شاہکار۔ اور . . . . زبان اُردو کا بہترین ناول.... ۵۰۰ صفحے۔ کاغذ کتابت۔ طباعت نہایت عمدہ مجلد نفیس ۶ عدد تصویریں بہت ہی دلکش اور خوبصورت

قیمت ؏

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کرنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے! اس سلسلہ کی ایک ایک کتاب ایک ایک ملک کے متعلق ہے۔ ملک کی مفید اور کار آمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ کوئی ضروری بات نظر انداز نہیں کی گئی۔ کتابوں کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جسکے باعث لڑکوں لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد عبور ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں۔

(۱) تحفہ جاپان (۲) تحفہ چین۔
(۳) تحفہ مصر وحبش (۴) تحفہ لندن
(۵) تحفہ فرانس (۶) تحفہ جرمنی
(۷) تحفہ آسٹریلیا (۸) تحفہ فلپین
(۹) تحفہ امریکہ (۱۰) تحفہ روس

ہر کتاب میں متعدد تصاویر ہیں اور سرورق نہایت خوبصورت۔ قیمت ہر کتاب کی دو آنے۔

آئی۔ سی۔ ایس

اُردو کے بہترین افسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی ایم اے۔

مصنف رفیق تنہائی، سرسید احمد پاشا، وغیرہ کے نو دس انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ۔

قیمت صرف عہ

خدمت خلق

(مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول الہ آباد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے ہیں جس سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ کتاب بہت اچھی اور عجیب وغریب اخلاقی نکات وروحانی لطائف پر مشتمل ہے حکومت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مولف کو انعام بھی عطا فرمایا ہے۔

قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ اُردو زبان میں ایسی کتابیں بھی بہت کم ہیں جنہیں بچے دلچسپی اور شوق سے پڑھیں۔ تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد نے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے چھاپی ہیں۔ جن کو بچوں کی دلچسپی کا سامان کہا جا سکتا ہے

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے منے بھائی کے لئے ہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے۔ زبر، زیر، اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف۔ ۴۴ عکسی تصویریں۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمائیے ورنہ بچے آپس میں لڑیں جھگڑیں گے

قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں۔ زبان بہت آسان۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے۔ ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے۔ خوبصورت کتاب ہے بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے

قیمت ۴؍ آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

"پنڈت پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی قابل قدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب اردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے۔ اس قدر اچھے اہتمام سے بہت کم کتابیں اُردو میں چھپی ہیں۔ تشریح مطالب کے لئے جا بجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں"

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲؍

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۶۲۰ برس قبل پیدا ہوا تھا۔ حکیم ایسپ انسان کی پند ونصیحت کے لئے مختلف قسم کی فرضی حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا۔ انھیں کہانیوں کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے۔ اس مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شایع کی گئی ہیں بہتیری تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث یہ کتاب اور زیادہ دلچسپ ہو گئی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے۔ کتاب مجلد ہے۔

قیمت دو روپئے

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلبا

کو اسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے، حالانکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں بعض اسی قسم کے واقعات نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں بیس ہاف ٹون عکسی تصویریں قیمت ۱۰؍

شیخ چلی کی کہانیاں

شیخ چلی کا نام آپ نے ضرور سنا ہوگا۔ یہ وہ جاوید ہستی ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں ہمیشہ موجود رہی ہے اس کتاب میں آپ ہی کے کارنامے درج ہیں جو گیارہ کہانیوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہر کہانی اس قدر پرلطف ہے کہ انسان بھوک پیاس بھول جاتا ہے۔ پڑھتے جایئے اور ہنستے جایئے۔ لکھائی چھپائی ایسی عمدہ ہے کہ بچوں کو بطور انعام دی جا سکتی ہے۔ دو سو صفحات کی کتاب کی قیمت صرف دس آنے۔

داستان عجم

بچے بادشاہوں کے قصے بہت شوق سے پڑھتے ہیں لیکن جھوٹے بے اصل قصوں سے یہ بہتر ہے کہ انھیں بادشاہوں کے تاریخی قصے پڑھنے کو دئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے داستان عجم بہت اچھی کتاب ہے خلاق سخن فردوسی کے "شاہنامہ" میں جن بادشاہوں اور بہادروں کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں انھیں کو اس کتاب میں بچوں کے لئے بہت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ضرور منگائیے۔

قیمت حصہ اول دس آنے

〃 حصہ دوم دس آنے

رابنسن کروسو

ایک نوعمر لڑکا گھر سے فرار ہو کر بحری سفر اختیار کرتا اور طرح طرح کے مصائب اٹھاتا ایک غیر آباد جزیرہ میں پہنچتا ہے اور بیس پچیس برس تک مجبوراً وہیں رہتا ہے اتنی مدت اس نے کیونکر بسر کی اور پھر وہاں سے نکلا وغیرہ واقعات نہایت دلچسپ ہیں۔ اس کتاب کو نوعمر بچے بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ ہاف ٹون بلاک کی چھ تصویریں شامل کتاب ہیں جن میں ایک سہ رنگی ہے حجم ڈھائی سو صفحات سے زیادہ اور قیمت صرف بارہ آنے۔

لال کنٹھور

اس کتاب میں "بہرام" کو بالکل نئے لباس میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے جدید کارنامے اس قدر دلچسپ ہیں کہ کتاب شروع کر کے ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

کھیل تماشا

یہ کتاب کچھ نظم میں ہے اور کچھ نثر میں۔ اس میں چھوٹی چھوٹی نصیحت آموز حکایتیں اور چٹکلے ہیں۔ بچے اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں، کیونکہ یہ انھیں کی زبان میں اور ان کے مذاق کے موافق لکھی گئی ہے۔ مضمون کی وضاحت کے لئے تصویریں بھی دی گئی ہیں چھپائی رنگین اور صاف

قیمت ۳؍ آنہ

ہونہار لڑکا

(مؤلفہ ناکر میرٹھی)

یہ کتاب ایک غریب لڑکے کی سچی داستان پر مشتمل ہے جس نے اپنی بلند ہمتی اور نیک طبعی کے باعث بڑی عزت و شہرت حاصل کی۔ عبارت سلیس اور عام فہم۔ قصہ اتنا دلچسپ کہ بچے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے کتاب کو تصاویر سے مزین کیا گیا ہے اور سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت صرف پانچ آنے

تالیفات مولوی ظفر عمر

بہرام کی گرفتاری

"نیلی چھتری" کے نامور مؤلف ظفر عمر صاحب بی اے نے اس کتاب کے ہیرو "بہرام" کو ایسی عمدگی سے اردو پبلک سے روشناس کرایا ہے کہ لوگوں نے اپنے فسانوں میں اس کا چربہ اتارنے کی خوب خوب کوشش کی مگر وہ بات کہاں جو اصل ہے "بہرام کی گرفتاری" نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے۔ ضرور منگایئے۔

قیمت ایک روپیہ

چوروں کا کلب

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو ولعب سے سیر ہو گئے ہیں اور معمولی مشاغل میں چنداں تفریح حاصل نہیں ہوتی ...... اور محض دل بہلانے اور چوری کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ تیسری بار شائع ہوئی ہے۔

قیمت ۹؍ آنے

علم قدرت کی تعلیم

مائنے صاحب ڈی ایس مکرجی۔ سکریٹری یوپی ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ بورڈ

قیمت بارہ آنہ (۱۲؍)

ادبی افسانہ

محی الدین صبا ری

قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔

مختصر تاریخ اردو وادب

سید اعجاز حسین اعجاز ایم۔ اے لکچرر شعبہ اردو الہ آباد یونیورسٹی مصنف آئینۂ معرفت وغیرہ۔

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ۔

نذر احباب

جناب شیخ مہدی حسین صاحب ایم۔ اے۔ ناصری لکھنوی۔

قیمت دو روپیہ

دنیا کی سچی کہانیاں

حصہ ۱ ۲ ۳ ۴

علیم الدین نیرنگ ہاشمی

قیمت آٹھ آنہ۔

ثمرۂ تجارت

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت چھ آنہ۔

..یورپ کے ستارے

مولوی سید ظفر حسن صاحب امروہوی فاضل ، منشی فاضل ۔ ہیڈ مولوی پاورکر ہائی اسکول مظفر

قیمت چھ آنہ

مونگے کا جزیرہ

منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی)

قیمت بارہ آنہ

باشتیوں کی سرزمین

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت دس آنہ

آئینۂ قدرت

سید وقار عظیم صاحب ایم ۔ اے

قیمت چھ آنہ

اچھوتی کہانیاں

سید وقار عظیم صاحب ایم ۔ اے

قیمت چھ آنہ

افسانۂ ادب

سید وقار عظیم صاحب ایم ۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

انوار حیات

سید وقار عظیم صاحب ایم ۔ اے

قیمت چھ آنہ

دیوزادوں کا ملک

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت آٹھ آنہ۔

رسیلی کہانیاں

سنت رام ۔ بی ۔ اے

قیمت چھ آنہ

نیک بچوں کی کہانیاں

سنت رام ۔ بی ۔ اے

قیمت چھ آنہ

نصیحت بھری کہانیاں

سنت رام ۔ بی ۔ اے ...... قیمت آٹھ آنہ

ہل کے قواعد

۱۔ ہل ہر ماہ میں ہندی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے ۔

۲ ۔ محصول ڈاک سمیت اس کی سالانہ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے ۔ ایک پرچہ کی قیمت ۶ ہے ۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے ۔ برما کے لئے پانچ روپیہ آٹھ آنہ ہے (ہر)

۳ ۔ جن صاحب کو کسی ماہ میں ہل نہ ملے انھیں پہلے اپنے ڈاک خانہ میں دریافت کرنا چاہئے پتہ نہ لگنے پر ڈاک خانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں اگلے ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہئے ۔

۴ ۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے ورنہ جواب ملنا مشکل ہوگا ۔

۵ ۔ مضمون ، تصویر ، تبصرہ کے لئے کتابیں اور بدلے کے لئے اخبارات وغیرہ بنام ایڈیٹر ہل ، انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد بھیجنا چاہئے

۶ ۔ ہل میں صرف دیہاتیوں کی دلچسپی اور گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اس کی زبان ہندوستانی یعنی آسان اردو یا آسان ہندی ہے

۷ ۔ ہل کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے ۔

۷ ۔ کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور ادبات واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی ایڈیٹر کو ہے ۔ واپس شدہ مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا ۔ بغیر اس کے مضامین نہ واپس ہوں گے

۸ ۔ نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے ۔ ایک سے مطابق مضامین ایک بار زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں ۔

۹ ۔ جن مضامین میں تصاویر ہوں گی ان تصاویر کے بلاک کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کر دیں گے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے ۔ اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائیگا ۔

ہل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ	۶۰	روپیہ ماہوار
" " تیسرا "	۶۰	" "
" " چوتھا "	۱۰۰	" "
مضامین کے اختتام کے سامنے کا صفحہ	۴۵	" "
" " " کا ایک کالم	۱۵	" "
" " " ۲ کالم	۳۰	" "
" " " ۳ کالم صفحہ	۴۵	" "

عام اُجرت

ایک صفحہ یا ۳ کالم کی اُجرت	۴۰	روپیہ ماہوار
½ کالم " "	۲۵	" "
¼ " " "	۱۲	" "
⅙ " " "	٦	" "

۱۔ ہل میں مخرب اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے ۔ لہذا گندے اور عریاں اشتہار نہ بھیجئے ۔

۲ ۔ ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو ہل بلا قیمت بھیجا جاتا ہے ۔

۳ ۔ اُجرت اشتہارات جو اوپر درج کی گئی ہے وہ مکمل (Final) ہے ۔ اس کے لئے خط و کتابت کرنی بیکار ہے ۔

۴ ۔ اشتہار کی اجرت پیشگی لینے کا قاعدہ ہے ۔

خط و کتابت کا پتہ

منیجر ہل ، شعبہ اشتہار

انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

جون سنہ ۱۹۴۰ء

جلد ۲ نمبر ۶

یو۔پی گورنمنٹ کے محکمۂ گاؤں سُدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر

منوہر داس چترویدی

(بی۔ایس۔سی (ڈاکسن) آئی۔ایف۔ایس آفیسر محکمہ گرام سُدھار یو۔پی)

جائنٹ ایڈیٹر

شری ناتھ سنگھ

(سابق ایڈیٹر سرسوتی)

بورڈ آف ایڈیٹرز

پبلشر

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

سالانہ قیمت ۲ | سنہ ۱۹۴۰ء | ایک پرچہ ۳/

باہتمام کالی کے متر اپرنٹر پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

गौतमबुद्ध गांव में
चित्रकार, श्रीयुत शम्भूनाथ मिश्र

گاؤں میں گوتم بدھ
مصور-مسٹر شمبھو ناتھ مسر
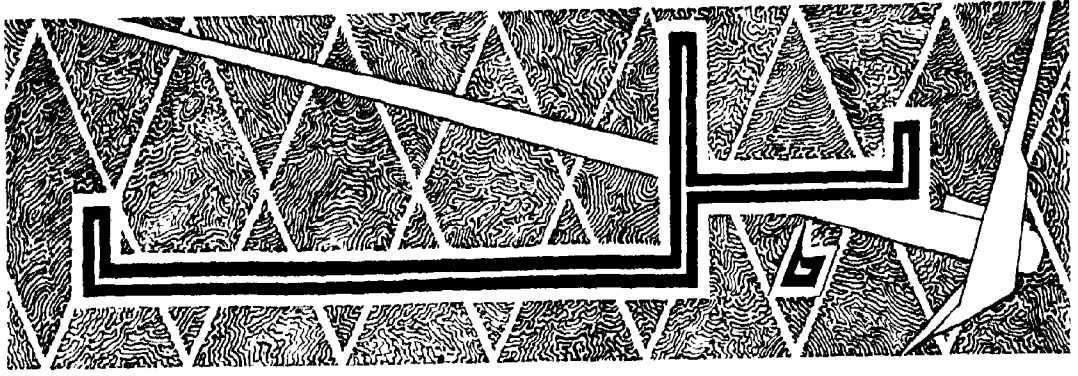
بالتصویر ماہوار رسالہ

جون ۱۹۴۰ء جلد ۲ نمبر ۶

اُپلے کی کھاد

از مہاتما گاندھی

سستا ساہتیہ منڈل دہلی نے گرام سیوا نامی مہاتما گاندھی کی ایک مختصر کتاب شائع کی ہے۔ یہ گاندھی جی کے دیہاتی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر خیالات کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے دو چھوٹے چھوٹے مضمون ہل کی گذشتہ اشاعتوں میں شائع کر چکے ہیں۔ یہ تیسرا مضمون ہے۔

گذشتہ باب میں ہم نے انسان کے پیشاب پاخانے کا ذکر کیا۔ گائے بھینس وغیرہ جانوروں کے پیشاب کا استعمال تو ہم کچھ کرتے ہی نہیں اس لئے وہ گندگی بڑھانے ہی کے کام آتا ہے۔ گوبر کا استعمال زیادہ تر اُپلے پاتھنے کی شکل میں ہوتا ہے۔ گوبر کا اگر یہ ناجائز استعمال نہ کیا جائے تو بھی یہ کم سے کم جائز استعمال ہے اس سلسلے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہ سلتو کے لئے بھینس مارنے جیسی بات ہے۔ اُپلوں کی آنچ ٹھنڈی مانی جاتی ہے۔ حقہ چلم والے اس سے کام لیتے ہیں۔ پنجاب والوں کا خیال ہے کہ اس سے گھی اچھا بنتا ہے۔ اس میں کچھ حقیقت ہو سکتی ہے لیکن گوبر کے اُپلے پاتھے جاتے ہیں اسی لئے یہ ساری دلیلیں دی جاتی ہیں۔ اگر ہم گوبر کا پورا پورا فائدہ اٹھانے لگیں تو ہلکی آنچ کے لئے اور بہتیرے ذریعے ہو سکتے ہیں۔ اگر ایک اُپلے کی قیمت ایک پائی رکھی جائے تو گوبر کا جائز استعمال کرنے سے ایک اُپلے جتنے گوبر کی قیمت کم از کم دس گنی ہوگی اور اگر ہم نادانستہ نقصان کا حساب لگانے لگیں تو وہ اندازہ سے باہر ہوگا۔

گوبر کی کھاد بنانا ہی گوبر کو جائز طور پر استعمال کرنا ہے۔ ماہران زراعت کا قول ہے کہ گوبر کو جلا دینے سے ہماری کھیتی کی طاقت کم ہو گئی ہے۔ بلا کھاد کا کھیت بلا گھی جیسے لڈو کی طرح روکھا سمجھنا چاہئے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ گوبر کو جلا کر کیمیاوی کھاد خریدنے والے احمق کسان ہندوستان میں نہیں ہونگے۔ کسانوں کا یہ بھی خیال ہے کہ کیمیاوی کھاد گوبر کی کھاد کے مقابلے میں کم مفید ہے۔ کیمیاوی کھادیں جس طرح فائدہ ہے اُسی طرح نقصان بھی ہے۔ اگرچہ ماہران کے تجربات ابھی تک پورے نہیں ہوئے تاہم اُن میں سے بہتیرے یہ مانتے ہیں کہ کیمیاوی کھاد استعمال کرنے سے اکثر فصل بڑھ جاتی ہے سرسبزی بڑھ جاتی ہے مگر تاثیر میں نقصان ہوتا ہے۔ کتنے ہی سائنس دانوں کا قول ہے کہ کیمیاوی کھاد سے بیگھ پیچھے گیہوں زیادہ پیدا ہونگے چمکیلے ہونگے اور دانہ موٹا ہوگا مگر قدرتی کھاد والے کھیت میں جو گیہوں ہونگے وہ مقدار میں خواہ کم ہوں مگر مٹھاس اور قوت میں بہت اچھے ہونگے۔ اور ممکن ہے کہ پوری تحقیق کے بعد کیمیاوی کھاد کے فوائد کے متعلق آج جو اندازہ کیا جاتا ہے وہ اس سے بہت کم نکلے۔

یہ ہو یا نہ ہو۔ گوبر کو کھاد ہی کے کام میں استعمال کرنا چاہئے اس سلسلے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے مویشی کے گوبر اور پیشاب کا کھاد کے لئے استعمال کرنے کی پوری تعلیم دینے کا کام بھی رضاکار ہی کا ہونا چاہئے۔ اُپلوں کے سلسلے میں لوگوں کا بھرم دور کرنا اُسکے بجائے دوسرا ویسا ہی ایندھن تلاش کرنا گوبر اور پیشاب کا کھاد کی صورت میں فائدہ سمجھانا اور اُتنا سمجھانے کی واقفیت حاصل کرنا رضاکار کا فرض ہے۔

یہ تمام موضوع بہت ہی مفید ہے اور حوصلہ مند ترمیم کرنے والے کے لئے اسمیں علم کا خزانہ ہے۔ ناظرین دیکھیں گے کہ جس طرح انسان کے پیشاب پاخانے کے لئے اُسی طرح اس سلسلے میں بھی پیسے یا زیادہ قابلیت کی ضرورت نہیں ہے۔ (گرام سیوا سے)

تحریک امداد باہمی اور جنگ

(از رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی، رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز یو پی)

[موجودہ لڑائی کے باعث ہمارے سامنے کئی اقتصادی مسائل درپیش ہیں۔ کوآپریٹو سوسائٹیاں ان مسائل کو کس طرح حل کرتی ہوئی اس مناسب موقعہ پر زیادہ سے زیادہ ترقی کرسکتی ہیں، یہی بات اس مضمون میں رائے بہادر صاحب نے بڑی خوبصورتی سے بتائی ہے۔]

امداد باہمی کامل امن و اتحاد کے لئے ہے۔ جمہوریت اس کی بنیاد ہے اور وہ منظم ترقی پر اعتماد رکھتا ہے۔ وہ ہر قسم کے عدم تشدد کو خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو۔ پرانے جنگلی قانون کی طرح دھکارتا ہے۔ امداد باہمی برادری کے ممبر کی حیثیت سے ہم یورپ کے اس حملے کی مذمت کئے بغیر نہیں رہ سکتے جو یورپ میں بڑھ رہا ہے اور جس کی امداد سے طاقتور قوموں نے کمزور قوموں کو برابر اپنا شکار بنا رکھا ہے۔ ایسے لوگوں سے جو لیگ آف نیشنس پر ابھی تک پتھر پھینک رہے تھے دوسری توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ امداد باہمی برادری کے فرد کی حیثیت سے یہ مناسب ہوگا کہ ہم گاؤں کے لوگوں کو لڑائی کا مقصد اور موجودہ بڑے بڑے مسائل سمجھائیں۔

اقتصادی حلقے میں لڑائی نے جو مسائل پیدا کردئے ہیں انھیں ہمیں بغور دیکھنا چاہئے۔ کھیتی کے اناجوں کی قیمت بڑھ گئی ہے اور یہ اور بڑھ سکتی ہے۔ عوام کے نقصان کا یہ مطلب ہے کہ کسان اس وقت تک اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اٹھا سکتے۔ جب تک مشترکہ فروخت کی طرف ہر امکانی کوشش نہیں کی جاتی۔ آڑھتوں کی سہولیتوں کی کمی ہو رہی ہے۔ پھر بھی ہم تھوک فروخت کا انتظام کرسکتے ہیں جس سے کسانوں کو نہ صرف زیادہ قیمت ہی ملے گی بلکہ وہ بہت سے غیرقانونی مصارف سے بھی بچ جائیں گے۔ لیکن یہ اُسے بہت مدد نہ دیسکیگی جب تک کسان کے خرچ پر نگرانی نہ رکھی جائیگی وہ تقریبات یا اسی قسم کے دیگر کاموں میں اپنی کمائی خرچ کردے گا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ کسان اپنے فاضل فائدہ کی رقم برباد نہیں کرتا اُس سے کسی نہ کسی شکل میں جبریہ طور پر رقم پس انداز کرانی چاہئے۔ یہ ایسا وقت ہے جبکہ ایک بار اس کی توجہ شاستروں کی طرف دلانی چاہئے جو تقریبات کی نہ صرف سادگی اور سنجیدگی پر ہی زور دیتے ہیں بلکہ اُن میں ہونے والی ہر قسم کی فضول خرچی کی مذمت کرتے ہیں۔ یہ تقریبات کی غلامی کی پرستش کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ جب لوگ اپنی سخت محنت کی تمام کمائی ایسے مواقع پر پھونک دیتے ہیں۔ یہ بات کتنی صحیح ہے کہ تقریبات صرف تھوڑے ہی لوگوں کو پابند کرتی ہیں اور بیشتر اپنے کو تقریبات کا پابند کرلیتے ہیں۔ آنجہانی بیم فلائیڈ فلر کے قول کے مطابق اوسطاً ایک کسان کی شادی کے مصارف اُس کے عام اخراجات سے بچی ہوئی ۲۰ سال کی سالانہ آمدنی چوس لیا کرتی ہے۔ یہ تکلیف دہ مشاہدہ کارکنان امداد باہمی کو یہ عیب دور کرنے کے لئے مدعو کرتی ہے۔

کفایت شعاری کے حق میں ایک منظم تحریک ایسے وقت میں جبکہ کسان کے لئے کچھ نہ کچھ بچا لینا آسان ہے، لوگوں کو زیادہ متوجہ کرے گا۔ یہ بچت اُسے ایسی شرح سود پر قرض لینے کی ضرورت سے بچائیگی جو ابھی کچھ روز تک دن بہ دن بڑھتا ہی جائے گا۔ موجودہ موقعہ ایسا بھی ہے جبکہ اُس سے فائدہ اُٹھا کر پُرانا قرض ادا کیا جاسکتا ہے یا کم سے کم گھٹایا جاسکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو جن کی مالی حالت دوسروں سے بہتر ہے بچت کی فاضل رقم زمین کی اصلاح میں صرف کرنی چاہئے۔ کسان کے لئے پہلی سی خوشحالی حاصل کرنے کا یہ اچھا موقعہ ہے اور اُسے اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے۔

(رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی)

یہ بات تو قرض لینے والوں کے لئے ہوئی قرض دینے والوں کے لئے بھی دو باتیں کہی جاسکتی ہیں۔ نئے قبضہ قانون کے باعث کسان کی حیثیت میں جو ترقی ہوگئی ہے۔ اُس کے علاوہ لڑائی کے باعث اس کی قرض ادا کرنے کی طاقت میں جو ترقی ہوئی ہے وہ وقتی ہے۔ سوال کے اس پہلو کو قرض دیتے وقت فراموش نہ کرنا چاہئے۔ وقتی ترقی کی بنا پر دیا جانے والا قرض آخر میں قرض دینے اور لینے والے دونوں کے لئے بار ہوجاتا ہے۔ مالی انتظام کرنے والے بینکوں کے پیش نظر یہ بات ہونی چاہئے کہ سرمایہ کم نہ پڑ جائے۔

کئی وجوہ سے روپیہ گراں ہوجائے گا۔ بینکوں کو جمع شدہ رقموں کے زیادہ سود دینا پڑے گا اور انھیں سوسائٹیوں کو دی جانیوالی بیشگی کم کردینی ہوگی۔ دوسری افسوسناک بات ہے کہ سنٹرل بینکوں کا گورنمنٹ پیپر میں لگائے ہوئے سرمائے میں خسارہ اٹھانا۔ طویل میعادی دستاویزوں پر زیادہ دنوں کے لئے روپیہ دیدینے میں جو دقتیں پیش آتی ہیں وہ چھوٹے چھوٹے کاغذات پر کم میعاد کے لئے کم روپیہ دینے میں نہیں پیش آتیں۔ اسلئے زیادہ بہتر ہو کہ کم رقم کم میعاد کے چھوٹے کاغذات پر دی جایا کرے۔

کوآپریٹو فروخت کی اہمیت کے خیال سے یہ جاننا آپ کے لئے دلچسپ ہوگا کہ ہم لوگوں

نے آج تک اس سلسلے میں کیا کیا ہے۔ سرکار سے گرانٹ ملنے پر ہم نے گذشتہ ربیع کے لئے اسپیشل ملازم رکھے۔ تقریباً ۷ لاکھ کی قیمت کا ۲۱۲۸ لاکھ من غلہ اور تلہن کی کوآپریٹو فروخت کا انتظام کیا۔ فصلوں کی موجودہ کٹائی کے دنوں میں ہم اپنے اس کام کو اور زیادہ وسیع پیمانے پر شروع کر رہے ہیں۔ مجوزہ اسکیم میں ۲۰۰۰ سے زیادہ سوسائٹیوں کی پیداوار کی فروخت کا انتظام کیا گیا ہے اور اس کام کے لئے ہم نے سرکاری گرانٹ میں سے ۱۰۰ اسپروائزر اور ۱۵ انسپکٹر مقرر کئے ہیں۔ جیلوں میں غلہ دینے میں گذشتہ سال جو دشواریاں درپیش آئی تھیں انھیں اس بار روکنے کے لئے کارروائیاں کی گئی ہیں۔ انسپکٹر جنرل آف پریزنس سے حال میں جو بحث ہوئی اس سے دو باتیں واضح ہوگئیں غلہ خریدنے کی مقامی سوسائٹیاں بھرتے بنائی جائیں گی جس سے سرکل کے انچارج اسسٹنٹ رجسٹرار بھی اس میں شامل ہو جائیں سوسائٹیوں کے لئے جیل کے احاطے کے باہر غلہ جمع کرنے کے واسطے بند و بست کر دیا جائیگا جہاں کسی نہ کسی سبب سے جس دن غلہ پہنچے گا اسی دن نہ دیا جا سکے گا۔

گذشتہ اکتوبر میں میں نے جلد ہی صوبہ کوآپریٹو بینک قائم کرنے کے لئے کوشش کی تھی اور آپ لوگوں سے ایک ایسی جماعت کے حق میں اپنی ہمدردی کا عملی ثبوت دینے کی اپیل کی تھی جس کے قیام کے آپ بیس سال سے مشتاق ہیں۔ اس طرف لوگوں نے کافی توجہ کی اور لوگوں نے تقریباً ۳ لاکھ کی قیمت کے حصے خریدنے کا وعدہ کیا۔ صرف بجٹ کے متعلق کئی وجوہ سے ہم لوگ اس اسکیم کو آگے نہ بڑھا سکے۔ صوبہ کوآپریٹو بینک کی ضرورت کی کسی حلقے میں مخالفت نہیں کی گئی۔ اس کا قیام ہی ملتوی کر دیا گیا۔ کسی بھی نقطۂ نظر سے اسکیم نہیں ہٹائی گئی ہے۔ یہ ایک بری بات ہوگی کہ ہم نئی تجویزیں پیش کریں اور ایک طرف ہاتھ کی اسکیموں کو بڑھائیں اور دوسری اسکیموں کے لئے پورے طور پر مالی انتظام نہ کریں۔ درمیانی وقفہ ایسے بینکوں کو جنھوں نے شیر نہیں خریدے ہیں ایسے بینکوں کی صف میں جنھوں نے حصے لے لئے ہیں کھڑے ہونے کا موقع دیتا ہے صوبہ کوآپریٹو بینک کی عدم موجودگی میں سنٹرل بینکوں کا فرض ہوگا کہ وہ فروختگی کے متعلق کاموں کے لئے اپنی رقم میں سے روپئے کا بند و بست کریں اور جہاں ایسا نہیں ہو سکتا وہ کسی جوائنٹ اسٹاک بینک کے ساتھ مناسب انتظام کر لیں۔

گھی کوآپریٹو سوسائٹیاں جن کی تعداد اس وقت ۴۰۰ ہے خوب ترقی کر رہی ہیں۔ انھوں نے گذشتہ سال تقریباً دو لاکھ روپئے کے گھی کا کاروبار کیا۔ ۲۸ ہزار روپئے کا فائدہ حاصل کیا اور تقریباً ۶ ہزار روپیہ بونس کی شکل میں ممبروں کو تقسیم کیا۔ سرکاری گرانٹ کی ترقی کا مشکور ہونا چاہئے جس کی بدولت ملازم بڑھائے گئے ہیں اور مستقبل میں کاروبار کی ترقی کے لئے انتظام کیا جا سکے گا۔ اگرچہ کوآپریٹو گھی اپنے خالص ہونے کے لئے مشہور ہے پھر بھی ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ خریدار کے پاس پہنچنے سے کوئی دلال اس میں ملاوٹ تو نہیں کرتا۔ یہ تجویز کی جاتی ہے کہ گھی درجوں میں تقسیم ہو جائے اور ہر ایک سنٹر سے فروخت کے لئے جانے سے قبل گھی پر کوآپریٹو گھی کا مارک لگا دیا جائے۔

یہ بات لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ لکھنؤ کے دودھ کوآپریٹو یونین میں ۲۰ ہزار کی سرکاری امداد سے ایک نئے طرز کا پلانٹ لگایا گیا ہے۔ بخشی کا تالاب، گوسائیں گنج اور جینہٹ نامی دودھ جمع ہونے والے تین سنٹروں کے ذریعے یونین کو ۳۰ کوآپریٹو سوسائٹیوں سے دودھ ملتا ہے۔ روزانہ ۳۵ من دودھ یعنی شہر بھر میں روزانہ خرچ ہونے والے کل دودھ کا $\frac{1}{2}$ حصہ ملتا ہے پلانٹ ۷۰ من کے قابل ہے اور اس مقدار تک دودھ حاصل کرنا ہمارا مقصد ہے۔ بچے ہوئے دودھ کا مکھن، کریم اور گھی بنا لیا جاتا ہے۔ اس قسم کا ایک پلانٹ الہ آباد میں رکھنے کی تجویز بھی ہو رہی ہے اور جگہ کی تلاش شروع ہے۔ رامپور گڑھوال میں کھوئے کی فروختگی کا ایک کوآپریٹو یونین ابھی حال میں قائم ہوا ہے۔ اس یونین کا کاروبار ۲۵ موضعوں میں جاری ہے جہاں منتخب سنٹروں میں ۱۰ پارٹیاں کام کر رہی ہیں۔ روزانہ ۶ من مال ملتا ہے یہ ایک ترقی پسند تجارت ہے اور بچے ہوئے دودھ کی کریم بنا کر اسے لکھنؤ کے کوآپریٹو دودھ یونین میں برائے فروخت بھیجنے کے لئے کریم سپریٹر رکھنے کی تجویز کی گئی ہے۔

کھیتوں کی چکبندی کی اب ۱۵۰ کوآپریٹو سوسائٹیاں ہیں۔ ہم نے اب تک ۶۷ ہزار پختہ بیگھہ زمین کی ان کارکنوں کی امداد سے چکبندی کرائی ہے۔ جنھیں ابھی حال میں ایک انسپکٹر اور ۱۶ سپروائزر بڑھا دیئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام مشکل ہے اور ایسی حالت میں جب کہ سوسائٹی کی رجسٹری ہونے کے لئے متفقہ رائے ہونا ضروری ہے۔ ترقی ضرور رفتہ رفتہ ہوگی۔ جو کچھ ترقی ہوئی وہ چکبندی کے فوائد اور اس کی ضرورت بتانے اور حال میں بنے ہوئے قانون چکبندی کے لئے راستہ بنانے کے واسطے کافی تھی۔ قانون بن جانے پر کوآپریٹو طرز پر ہونے والی چک بندی کو روک کر اس کی جگہ ملازم رکھ کر قانون کو ہر دلعزیز بنانا اچھا سمجھا گیا۔ چکبندی افسروں کو تعلیم دینے اور انھیں مقرر کرنے میں کچھ وقت صرف ہوگا۔ اسلئے سپروائزروں کو حال میں پرانے طریقے پر کام کرنے کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔

کوآپریٹو صنعتی اسٹوروں میں جنھوں نے کوآپریٹو یونین میں نام لکھا لیا ہے بارہ بنکی اور سندیلے کا نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ پہلا دوسرے کی طرح عمدہ ڈیزائنوں کے کپڑے تیار کرتا ہے۔ بارہ بنکی نے گذشتہ سال پانچ لاکھ تک کی قیمت کا مال فروخت کیا۔ اس نے ۳ ہزار روپئے کا فائدہ اٹھایا۔ لیکن اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ یہ اپنے کاروبار کو پھیلانے میں کامیاب ہوا۔ مشرقی بنگال اس کا بہترین خریدار ہے اور وہاں موزوں مقامات پر دکانیں کھولنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ سندیلہ خوبصورت ڈیزائن کے کپڑے تیار کرتا ہے۔ بمبئی اور کلکتہ کے اسٹوروں سے تعلق قائم کرنے کے باعث یہ امید کیجاتی ہے کہ سندیلہ اپنی چیزوں کی فروخت پر قابو رکھ سکے گا۔ اس نے جالی اور جیکونیٹ بنانے میں خاص مہارت حاصل کر لی ہے۔ جو

وہ یو پی اور بہار کی کئی جماعتوں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے۔ اسے ابھی حال میں کابل کا ایک آرڈر ملا ہے۔ سندیلہ اور بارہ بنکی کے نوربافت تقریباً ۱۰ روپیہ ماہوار پیدا کر لیتے ہیں۔ اس سے پہلے جب کوآپریٹو طریقہ پر کام نہیں چلایا گیا تھا وہ صرف نصف رقم ہی کما پاتے تھے۔ کانپور کی بنائی کی کوآپریٹو سوسائٹی ابھی حال کی ایک ترقی پذیر سوسائٹی ہے۔ المورہ نینی تال اور گڑھوال میں بھیڑ پالنے والوں کی سوسائٹیاں قائم کرنے کے لئے ان اضلاع میں ابتدائی کام ہو رہے ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے کہ لڑائی کے لئے مرکزی حکومت کے ذریعے نجیب آباد کی ڈھانگر کوآپریٹو اونین فیکٹری کو ۵۴ ہزار کمبل مہیا کرنے کا آرڈر ملے گا۔

جب پچھلی بار ہم سب ملے تھے تو میں نے صوبائی کانفرنس کے گذشتہ اجلاس کی اُس منظور شدہ تجویز کا ذکر کیا تھا جس کا یہ مقصد تھا کہ ورکنگ کمیٹی تحریک کی موجودہ رفتار کا معائنہ کرکے اس کی ترقی کے لئے مناسب سفارشیں پیش کرے۔ اس وقت سے ایک بہت بڑی فہرست سوالات تیار کرکے خاص خاص ممبران امداد باہمی، ماہر اقتصادیات اور ایسے لوگوں کے پاس بھیجی گئی ہے جو اس موضوع پر رائے دینے کے قابل ہیں۔ رائیں حاصل ہو جانے پر کمیٹی کام شروع کر دیگی۔ یہ کمیٹی اس قسم کی بنی ہوئی سرکاری کمیٹی سے مختلف ہے۔ وہ ممبران امداد باہمی کی کمیٹی ہے جو تحریک کے ذریعے ہونیوالی ترقی کا مطالعہ کریگی اور مستقبل میں تحریک کی ترقی کے سبھی راستوں کو تلاش کریگی۔

صوبہ کوآپریٹو یونین نے دس سال سے کام کیا ہے۔ اس کی بہت بڑی آزمائش بھی ہو چکی ہے اور وقت نے اسکی ضرورت بھی بخوبی ثابت کر دی ہے۔ یونین کے ماتحت جن سوسائٹیوں بینکوں سے اپنا تعلق قائم کر لیا ہے ان کی جمع کی ہوئی رقم ان سوسائٹیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے جو یونین کے باہر ہیں۔ مانگ کے لئے جمع کئے ہوئے روپئے کے فیصدی میں بھی کافی ترقی ہوئی ہے ۱۹۳۲ء میں یہ ۳۔۹ ر ۴۴ تھا جو ۱۹۳۹ء میں ۳ ر ۶۹ ہوگیا۔ یونین کے باہر رہنے والی سوسائٹیوں کی دولت میں اتنے عرصے میں صرف ۱۱ ر ۳ سے ۶ ر ۲۲ ہی ترقی ہوئی۔ اسی طرح پہلی قسم کی سوسائٹیوں کے بقایا کا فیصدی ۳۰ جون ۱۹۳۹ء کو ۲ ر ۵ ۲ تھا اور دوسری قسم کی سوسائٹیوں کا بقایا اس سے دونا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یونین کے اندر کام کرنیوالی سوسائٹیوں کے اقتصادی نظام کی دیکھ بھال اچھی کی جاتی ہے۔ اب موزوں وقت آگیا ہے کہ باقی اچھے بینک بھی اسی طرح اپنا کام کریں صوبے کی سب سے بڑی غیر سرکاری جماعت کی شکل میں یونین ترقی کرتا ہوا اپنا حلقہ وسیع کر رہا ہے۔ سبھی بینکوں کا یونین میں فیڈریشن قائم ہو جانے سے بینک کے اکاؤنٹنٹوں کو ٹریننگ دینا یا مناسب تجارتی طریقے جاری کرنا آسان ہو جائیگا۔ یونین کا وقار اختیار اور ہر دلعزیزی بڑھ جائیگی اور مساوات کی کمی دور ہو جائیگی۔

گذشتہ ماہ اکتوبر میں مجھے زیادہ کارکنوں کی ضرورت کی طرف ممبروں کو متوجہ کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ میں اُس اپیل کو دہرانے کی جرأت کر رہا ہوں۔ درحقیقت امداد باہمی عوام کی تحریک ہے اور یہ حکومت کا ایک محکمہ نہیں ہے۔ اسلئے نصب العین یہی ہے کہ یہ عوام ہی کے ذریعے چلائی جائے اور عوام ہی اس کا انتظام کریں اور اس پر اپنا تسلط رکھیں۔ اگر یہ تحریک صوبے کے کونے کونے تک جاری کرنی ہے تو صرف ملازم بڑھا دینے ہی سے کام نہیں بڑھ سکتا۔ ہمیں اس کام میں غیر سرکاری لوگوں کی بہت بڑی تعداد لگانی ہے اسکیمیں خواہ کتنی ہی خوبصورت اور ترقی پسند ہوں لیکن انسانی طاقت سے نقصان نہ اُٹھا سکیں۔ اسلئے ایسے نوجوان اور بے غرض کارکنوں کے زیادہ سے زیادہ تعداد میں نام لکھانے کی ضرورت ہے جو تحریک کی عزت کرتے ہوئے اور اپنے طبقے میں نظم قائم رکھتے ہوئے کوآپریٹو برادری کے ماحول میں رہنے اور کام کرنے کے لئے تیار رہوں۔

اپنے ملک کے کھیتوں میں کرنے والے مزدوروں کے اسکواٹروں اور کسانوں کے ذریعے بوئے جانے کے بارے میں کہتے ہوئے اور زمانے میں تبدیلی ہو جانے کے باعث انکے باہمی تعلقات کو ازسر نو درست کرنے کی وکالت کرتے ہوئے آنجہانی مسٹر جوزف چیمبرلین نے ایک بار ایک دلچسپ قصہ کہا تھا جو یہاں دہرانے کے قابل ہے۔ مسٹر چیمبرلین نے کہا "مجھے یاد ہے کہ میں نے یہ بات کہیں پڑھی تھی کہ جب مسافر لیجانے والے ایک جہاز نے کئی سو میل کا سفر طے کر لیا تو ایک مسافر کپتان کے پاس گیا اور بولا "کپتان مجھے ایک بیڑی کی ضرورت ہے۔"

"بیڑی!" کپتان نے کہا "تم اب تک کیا کر رہے تھے؟"

مسافر نے کہا "میں ابھی تک ایک بیمار آدمی پر لیٹا ہوا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر ہوئی کہ وہ اچھا ہونے لگا ہے اور مقابلہ کرنے پر تلا ہوا نظر آتا ہے۔"

ہمیں بھی بہت کچھ ایسے ہی حالات کا مقابلہ کرنا ہے۔ مہاجن بیمار کسان کے اوپر اب بالکل نہیں لیٹ سکتا۔ کئی وجوہ سے اُس کا صدیوں کا لوٹ کھسوٹ اب اپنی زندگی ختم کر رہا ہے۔ ایک طرف قرضہ قانون نے قرض دینے والوں کی قرض وصول کرنے کی طاقت بہت کم کر دی ہے اور دوسری طرف قبضہ آراضی نے دیہاتی حق وراثت کے سلسلے میں کسانوں کی جگہ اونچی کر دی ہے۔ کسان کی پہلی مایوسی اب غائب ہو رہی ہے۔ اور وہ یہ سوچنے لگا ہے کہ وہ ایک نئی زندگی میں داخل ہو رہا ہے۔ مہاجن نے ردِ عمل اچھی طرح محسوس کر لیا ہے اور وہ اپنے پُرانے اور معزز گاہک سے بہت نادم ہے۔ وہ ایک ایسے خریداروں کے طبقہ کی تلاش میں ہے جو اُسے اچھی ضمانت دے سکے۔ دیہاتی کفایت شعاری میں مہاجن کی ایک مستقل جگہ ہے اور یہ بات کسانوں کے لئے جتنی دلچسپ ہے اُتنی ہی اُسکے لئے بھی دلچسپ ہے کہ وہ کھیتی کے لئے قرض دینا جاری رکھے۔ کسی خاص کسان کے ساتھ کاروبار جاری رکھنے کی بہ نسبت وہ کوآپریٹو سوسائٹی کا جمع کرنیوالا ممبر مان لیا جائے اور زیادہ اچھا یہ ہو کہ اُسے پنچایت میں ایک جگہ دیدی جائے۔ ممبران امداد باہمی مہاجنوں کو کاروبار کرنے کے لئے محفوظ "بیڑی" دیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ اس تحریک کی توسیع اور ترقی کے موقعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

دھان

(از قلم کنور سریندر سنگھ ۔ بی ۔ ایس ۔ سی اگریکلچر لکھنؤ)

دھان گرم ممالک کے لوگوں کی خاص خوراک ہے اور سبھی گرم ممالک میں اس کی کھیتی ہوتی ہے ہندوستان میں دنیا کے دھان کی پیداوار کا ۳/۵ سے لیکر ۴/۵ حصہ تک پیدا کیا جاتا ہے ۔ اسکی کھیتی بنگال میں سب سے زیادہ ہوتی ہے تمام دُنیا کا تقریباً چوتھائی دھان یہاں پیدا ہوتا ہے ۔ بہار ۔ اڑیسہ ۔ صوبہ ممالک متحدہ مدراس ۔ آسام ۔ ممالک متوسط کے مشرقی اضلاع اور بمبئی کے کسی کسی حصوں میں دھان کی کاشت خوب کیجاتی ہے ۔

زمین اور آب و ہوا

فصل دھان کو بالیدگی کے وقت زیادہ بارش یا آبپاشی اور مناسب مقدار میں گرمی، کچھ مٹیار وہموار زمین جس میں کہ پانی بآسانی خشک نہ ہو سکے کی ضرورت ہوتی ہے ۔ یہ تقریباً تین مہینے تک کچھ کچھ پانی میں ڈوبی رہتی ہے ۔ جن ضلعوں میں آبپاشی کے ذریعے نہیں ہیں ۔ وہاں کسان محض بارش کی اُمید پر فصل بو دیتے ہیں جہاں نہر ہیں وہاں دھان کی کھیتی کے رقبہ کو بڑھانے کی کافی گنجائش ہے ۔

قسمیں :۔ دھان کی ہزاروں قسمیں ہیں ۔ لیکن عام طور سے دھان دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ اوّل قسمیں وہ ہیں جو جلد بوئی جاتی ہیں اور جلد پک جاتی ہیں ۔ انھیں کواری کہتے ہیں اس کی کھیتی کچھ اونچی اور جہاں پر پانی نہ ٹھہر سکے اور ہلکی دومٹ زمین ہی اچھی ہوتی ہے ۔ اس کی فصل کاٹنے کے بعد فصل ربیع لیجا سکتی ہے ۔ یہ قسمیں زیادہ تر نہر کے ضلعوں میں بلیوہ کرکے بوئی جا سکتی ہیں ۔ اور ماہ ستمبر میں کٹنے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں ۔ دوئم قسمیں وہ ہیں جو دیر میں پکتی ہیں اور انھیں اگھنی کہتے ہیں ۔ اس کی فصل کاٹنے کے بعد اس کھیت میں مٹر بوئی جا سکتی ہے یہ قسمیں زیادہ تر پانی بھری ہوئی مٹیار زمینوں میں جہاں پانی کا اور دوسرا کوئی خاص ذریعہ نہیں ہے اور کسان بارش کے جمع کئے ہوئے پانی پر اُمید رکھتے ہیں ۔ یہ قسمیں برسات کے شروع میں بوئی جاتی ہیں اور نومبر سے دسمبر تک کاٹ لیجاتی ہیں :۔

۱ ۔ محکمہ زراعت کی جلد پکنے والی قسمیں نمبر ۱ ۔ ۲ ۔ ۱۲ ۔ ۲۱ ۔ ۲۹ ۔ ۶۵ اور نگینہ ہیں ۔

۲ ۔ درمیانی قسمیں :۔ نمبر ۳ ۔

۳ ۔ دیر میں پکنے والی قسمیں نمبر ۱۷ ۔ ۲۳ اور نمبر ۱۰۰ ۔

فصلوں کے ہیر پھیر میں دھان کا درجہ

فصلیں	مدت
۱ ۔ دھان ۔ چنا یا مٹر	ایک سال
۲ ۔ ہری کھاد ، دھان ، گنا ، پرتی ، گیہوں	۳ سال
۳ ۔ دھان ، گیہوں ۔ جو یا چنا	ایک سال (نہری ضلعوں)

کھیت کی تیاری :۔ دھان کی کھیتی دو طریقے سے کیجاتی ہے ۔

(۱) بیاوڑ لگا کر ۔

(۲) چھٹکواں ۔

۱ ۔ بیاوڑ لگانا ۔ جن زمینوں میں بیاوڑ (بیرن یا پود) اُگانا ہو ۔ ان کو اپریل یا مئی میں ایک مرتبہ جوت کر کھیت کو اچھا بنا دینا چاہیئے اس کے بعد حسب ضرورت ۵۰ من فی ایکڑ کھاد چھوڑ کر کھیت میں کیاریاں اس طرح بنا دینا چاہیئے ۔ کہ ہر ایک کیاری میں پانی بآسانی لایا جا سکے ۔ دوپہر کے بعد جب ہوا تیز نہ ہو ان کیاریوں میں بیج یکساں چھڑک دینا چاہیئے ۔ بوئے ہوئے بیج کے اوپر ایک ہلکی تہ خشک پسے ہوئے گوبر کی چھڑک دینا چاہیئے ۔ اسکے اوپر کچھ خشک مٹی چھڑک دینا چاہیئے ۔ ایسا کرنے سے بیج ڈھک جاتا ہے جس سے چڑیوں سے کوئی نقصان نہیں ہوتا ہے ۔ اور پانی لگاتے وقت بیج بہہ کر کیاری کے نیچے سرے میں اکٹھا نہ ہو سکے ۔ گوبر کا چھڑکاؤ بیج کے جمنے میں بہت مدد کرتا ہے ۔ مٹی چھڑکنے کے بعد کیاری میں فوراً پانی دیدینا چاہیئے

بیج کو زیادہ گوبر یا مٹی سے نہ ڈھکنا چاہیئے کیونکہ ایسا کرنے سے بیاوڑ یعنی پود اوکھاڑتے وقت جڑیں خراب طرح سے ٹوٹ جاویں گی کہیں کہیں لیوا لگا کر بیاوڑ بوئی جاتی ہے لیکن یہ طریقہ اچھا نہیں ہے ۔ اس میں بہت سا بیج بنا نہیں ہے کیونکہ بیج زمین میں گہرا دب جاتا ہے اور جو نیچے نہیں دبتے وہ گہری جڑیں پکڑ لیتے ہیں اور اسلئے جس وقت پودے کھیت میں لگانے کے لئے اُکھاڑے جاتے ہیں ۔ ان کی جڑیں خراب طرح سے ٹوٹتی ہیں ۔ کیاریوں کو پہلے دو دن لگاتار سینچنا چاہیئے اور بعد میں ہر تیسرے دن ۔ بیج ۵ یا ۶ دن میں جم کر تیار ہو جاتا ہے ۔ پود کی لوائی ماہ جون کے پہلے ہفتہ تک کر دینا چاہیئے کیونکہ اس سے دیر میں بونے سے پیداوار پر بہت اثر پڑتا ہے ۔ بیاوڑ یا پود لگانے میں اچھی باریک قسموں کا ۸ سیر بیج فی ایکڑ کافی ہوتا ہے ۔ اور موٹی قسموں ۱۰ سیر فی ایکڑ ۔ جتنے حصے میں دھان پیدا کرنا ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ میں بیاوڑ لگانی چاہیئے ۔

۲ ۔ چھٹکواں بونا :۔ جس کھیت میں چھٹکواں دھان بونا ہو اس کی جوتائی اپریل میں کر دینا چاہیئے ۔ گرمی کی جوتائی سے فصل کو نقصان پہنچانے والے کیڑے مر جاتے ہیں اور یہ جوتائی کھیت کو کھر پتوار سے صاف رکھنے میں بڑی مدد کرتی ہے ۔ ماہ جون میں نہر سے بلیوہ کرکے بیج کو چھٹکواں بو دینا چاہیئے ۔ پانی کھیت میں بھر کر بھرے ہوئے کھیت میں جوتائی کرنی چاہیئے اور پھر ٹیلہ یعنی پاٹا چلا کر کھیت میں بیج بویا جاتا ہے ۔ بیج کو پہلے ۲۴ گھنٹہ نم کرکے بونا چاہیئے ۔ اس سے بیج جلد جمتا ہے اور بہہ کر ایک جگہ اکٹھا نہیں ہونے پاتا ۔ اس طرح بونے سے تقریباً ۳۰ سیر بیج فی ایکڑ خرچ ہوتا ہے ۔ ایک مہینے بعد بڑی جوتائی کرکے پاٹا چلا دینے سے کھر پتوار بہت کم ہو جاتے ہیں اور بیاس زیادہ ہوتی ہے کھیت میں پانی بھر جانے پر بھی پاٹا چلایا جاتا ہے جس سے بھی بیاس زیادہ ہوتا ہے ۔ پودوں میں گانٹھیں پڑ جانے کے بعد

ایسا کبھی نہ کرنا چاہئے اس سے پیداوار پر بہت اثر پڑتا ہے۔

کھاد:۔ دھان کے لئے کھاد کا استعمال بہت اچھا ثابت ہوا ہے نہری ضلعوں میں سنئی کی ہری کھاد سے فائدہ اٹھاتا جت آسان ہے کھیت کو پلیوہ کرکے ایک مرتبہ جوت کر ۳۰ سیر سے ۴۰ سیر سنئی کا بیج فی ایکڑ بونا چاہئے ۶ یا ۷ ہفتہ میں سنئی کو کھیت میں جوت دینا چاہئے اور کھیت کو پانی سے لبالب بھر دینا چاہئے۔ اسکے ایک ہفتہ بعد دھان بو دینا چاہئے۔

۱۰۰ من گوبر کی کھاد بھی ایک ایکڑ دھان کے لئے کافی ہوتی ہے گنے کے بعد دھان بونے پر کسی کھاد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جہاں دھان بہت زیادہ بویا جاتا ہے وہاں دھان کے بعد دالدار فصلیں بوکر زمین کی قوت زرخیزی قائم رکھی جاسکتی ہے۔

ہندوستان کے بہت بڑے حصوں میں بغیر کھاد دئے ہوئے ہی ہر سال دھان کی پیداوار بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن تو بھی آج تک ان زمینوں کی قوت زرخیزی میں کوئی فرق نہیں آیا اور برسوں سے ایک ہی زمین میں ہر سال دھان اچھی طرح سے پیدا ہوتا چلا آیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ زمین کو نائٹروجن کہیں نہ کہیں سے ضرور ملتا ہوگا اور اگر ایسا نہ ہوتا فصل کا پیدا ہونا بند ہو جاتا۔ اسلئے نائٹروجن کا ہوا سے ہی اکٹھا ہونا ہی ممکن معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ کام ہوتا کس طرح ہے یہ کچھ نائٹروجن تو گرمی میں کھیت خالی رہنے پر دبکٹیریا کے ذریعہ کھیت میں مل جاتا ہے لیکن یہ کھیت میں موجود نائٹروجن کا ایک بہت ہی تھوڑا جز ہے۔ شائد باقی نائٹروجن پانی میں ڈوبے ہوئے کیچڑ کی سطح پر ہونے والے ایک قسم کے پودے سے اکٹھا ہوتی ہے۔

اس کا جالا دھان کی جڑوں اور پانی میں ڈوبی ہوئی زمین کی سطح میں ہمیشہ ہوا پہنچاتی ہے۔

کھیت میں بیاوڑ لگانا۔ ماہ جون یا جولائی میں جب بارش شروع نہ ہوئی ہو نہر سے پانی بھرکر بیاوڑ لگانا شروع کر دینا چاہئے کہ اس وقت بیاوڑ ہو یا ۵ ہفتے کی ہوتی ہے ایک جگہ پر دو پودے کافی ہوتے ہیں۔ کسان اکثر ۶ سے ۱۲ پودے تک ایک سوراخ میں لگا دیتے ہیں۔ یہ طریقہ غلط ہے اور اس سے صرف بیاوڑ خراب ہوتی ہے بیاوڑ لگاتے وقت کھیت میں ۲ یا ۲½ انچ پانی بھرا ہونا چاہئے۔ کیونکہ زیادہ پانی ہونے سے پودے ڈوب کر سڑ جاتے ہیں۔ بیاوڑ لگانے کے پہلے زمین کا اچھی طرح تیار ہونا بہت ضروری ہے۔

آبپاشی۔ دھان کے لئے پانی کا پورا پورا انتظام ہونا چاہئے کس وقت اور کس طرح پانی دینا چاہئے۔ یہ جاننا بہت ضروری ہے۔ لوگوں کا یہ خیال کہ دھان ہمیشہ پانی سے بھرا رہنا چاہئے بالکل غلط ہے بیاوڑ لگانے کے بعد پہلے ۱۵ دن تک پانی بھرا رکھیں اور اسکے بعد جب تک کلے نہ نکل آویں جلد جلد سینچائی کریں پانی کھیت میں زیادہ دنوں تک نہ روک رکھنا چاہئے اگر دو یا تین دن میں پانی کھیت میں جذب نہ ہوجائے تو کھیت سے کاٹ کر نکال دینا چاہئے۔ اس طرح سے کھیت کو وقت وقت پر کھودنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے فصل میں پھول آنے سے پہلے کھیت میں سے پانی نکال دینا چاہئے اور کھیت کو دو تین دن تک سوکھنے دینا چاہئے کہ اتنا زیادہ نہیں کہ زمین میں دراریں یعنی شگاف ہو جائیں جب پھول نکل آویں تو کھیت میں پانی بھر دینا چاہئے اور آخر تک یہ سلسلہ جاری رکھنا چاہئے۔ جلد پکنے والے دھانوں میں ماہ ستمبر میں پھول ضرور آجاتا ہے اور اگر ستمبر میں بارش ختم ہوگئی تو دھان کی فصل خراب ہوجاتی ہے۔ نہری علاقے میں سینچائی کرکے فصل کا یہ نقصان روکا جاسکتا ہے کٹائی کے ایک ہفتہ پہلے سینچائی بالکل بند کر دینی چاہئے جس سے دانہ اچھی طرح خشک ہوجائے اور نئے کلے و بالیاں نہ نکلنے پائیں۔ دانہ پکنے کے بعد کٹائی شروع کر دینا چاہئے۔

نکائی یا نرائی۔ نکائی یا نرائی کھیت کی پہلی تیاری پر منحصر ہے اسمیں دو نکائیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

کٹائی اور مڑائی۔ اسکی کٹائی ہنسیا سے مثل گیہوں کے کیجاتی ہے۔ پہلے بویا ہوا دھان ستمبر سے اکتوبر تک کٹ جاتا ہے اور جڑہن نومبر اور دسمبر میں کاٹا جاتا ہے دانہ پیال سے لکڑی پر پٹک کر یا جانور چلا کر نکالا جاتا ہے۔

پیداوار:۔ ۱۔ کواری۔ ۲۵ سے ۳۰ من فی ایکڑ۔

۲۔ جڑہن۔ ۳۰ سے ۳۵ من فی ایکڑ۔

دھانوں کی اوسط پیداوار۔ اگھنی ۲۰ من اور جڑہن ۲۵ من فی ایکڑ۔

دھان میں تقریباً ۷۰ فیصدی چاول ہوتا ہے جڑہن میں دانہ کا پرتہ ۳۰ فیصدی اور اگھنی میں ۲۰ سے ۲۵ فیصدی ہوتا ہے

بیماریاں۔ گندھی۔ دھان کی فصل کو سب سے زیادہ نقصان گندھی ہی سے ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تو یہ آدھی فصل صاف کر دیتے ہیں۔ یہ بالیوں میں چپک جاتے ہیں اور کچے دانوں کا دودھ چوس لیتے ہیں۔ اس کا زور آخری اگست سے شروع اکتوبر تک ہوتا ہے۔ جلد پکنے والی فصلوں کو اس سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے فصل کو گرمی میں بوکر پہلے ہی تیار کر لینا چاہئے۔ ترکیب یہ ہے کہ ان کیڑوں کو جال میں پکڑ کر مٹی کے تیل ملے ہوئے پانی میں (ایک حصہ تیل اور ۲۰ حصہ پانی میں) چھوڑ دینا چاہئے۔ بیچ بیچ میں کھیت میں لکڑیاں گاڑ دینا چاہئے جس سے چڑیاں آکر ان پر بیٹھیں اور ان کیڑوں کو کھا ڈالیں۔

آمدنی وخرچ کاشت دھان فی ایکڑ

	روپیہ	آنہ	پائی
۱۔ جوتائی	۵	۰	۰
۲۔ کھاد سنئی	۷	۰	۰
۳۔ بیج ۲۵ سیر بشرح ۲½ روپیہ من	۱	۹	۰
۴۔ سینچائی	۳	۰	۰
۵۔ نکائی ۲	۴	۰	۰
۶۔ کٹائی ومڑائی	۵	۰	۰
۷۔ ڈھلائی	۱	۴	۰
۸۔ سکھائی بیج	۰	۸	۰
۹ لگان کھیت ایک فصل کا	۶	۸	۰
۱۰۔ متفرق خرچ	۲	۰	۰

میزان کل خرچ ۔۔۔ ۳۶-۰-۰

کاشت دھان سے آمدنی

۱۔ ۲۵ من دھان بشرح دو روپیہ فی من	۵۰-۰-۰
۲ پیال	۵-۸-۰
میزان آمدنی	۵۵-۸-۰
کل خرچ	۳۶-۰-۰
منافع =	۱۹-۸-۰

باگیشور میں زراعتی نمائش کا ایک منظر - اسٹال کے سامنے چیرمین اگرام شدعار اور ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ زراعت کھڑے ہیں -

ہمارے صوبے میں زراعت کی اشاعت کے طریقے

از جناب ایس - سی - رائے - ایم - ایس - سی - (الٰہ آباد) بی - ایس - سی (لندن) ڈپٹی ڈائریکٹر محکمۂ زراعت، روہیلکھنڈ کمایوں سرکل، بریلی -

۱ - زراعتی نمائشیں - زراعت ہند کے شاہی کمیشن نے بالکل صحیح کہا ہے کہ جس طرح کامیاب مظاہرہ کے لئے کامیاب تحقیق و تجسس ضروری ہے اُسی طرح محکمۂ زراعت کے پروپیگنڈے کے لئے کامیاب مظاہرہ ضروری ہے - ہمارے صوبے کا محکمۂ زراعت اپنی مختلف کاروائیوں سے ہوسکنے والے فوائد کا مظاہرہ کسانوں کے سامنے کرنے کے لئے کئی طریقے استعمال کرتا ہے ان میں سب سے اونچا درجہ زراعتی نمائشوں کا ہے - شمالی ہند کی کئی بڑی بڑی ندیاں ہمالیہ کے سلسلوں سے نکل کر اس صوبے کے بیشتر حصّوں کو سیراب کرتی ہوئی سمندر کی طرف بڑھتی ہیں اور اپنی راہ میں واقع زمینوں کو پیداوار کی قوت اور پانی عطا کرتی ہوئی جاتی ہیں - دوسرے لفظوں میں یہ ندیاں اس صوبے کے کسانوں کی زندگی کا وسیلہ ہیں - اس لئے کوئی تعجب نہیں اگر یہ عہد قدیم سے مقدس مانی جاتی ہیں اور ان کے کنارے سالانہ میلے لگتے ہیں - مرد عورت بچے بوڑھے سبھی ان ندیوں میں نہانے کے لئے جمع ہوتے ہیں - دوآبہ کے کسانوں کو ان دریاؤں سے جو فائدے ہوتے ہیں ان کے باعث ان کو قدر و عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے - اس طرح دریاؤں کے کنارے لگنے والے میلوں کو مذہبی اہمیت دی جانے لگی اور ان میں عورت مرد اپنے تن من کی صفائی کے لئے جمع ہونے لگے - پھر بتدریج گنگا، بھاگیرتھی یا الکنندہ میں نہان کے ساتھ ایسے میلوں کے موقعہ پر ضروری چیزوں کی لین دین، دیہاتوں میں آسانی سے حاصل نہ ہوسکنے والی چیزوں کی خرید فروخت اور عورتوں و بچوں کی جسمانی سجاوٹ کے سامان اور کھلونوں وغیرہ کی تجارت بھی ہونے لگی - اس طرح ہوتے ہوتے یہ مذہبی میلے کسانوں کے لئے اور بھی اہم ہوگئے اور آج ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس صوبے میں کنبھ اور ماگھ میلوں سے لے کر چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کے میلوں میں کسانوں کا بہت بڑا اجتماع ہونے لگا - پھر کیا تعجب اگر محکمۂ زراعت اپنے پروپیگنڈے کے لئے ان اجتماعوں سے پورا پورا فائدہ اُٹھاتا ہے - اس محکمے نے اب اس کا پورا انتظام کرلیا ہے کہ ایسے میلوں میں وسیع پیمانے پر صوبجاتی نمائشیں، حلقہ جاتی نمائشیں اور ضلع و تحصیل کی نمائشیں کرنے کے لئے مالی امداد مل سکے - میلوں، تماشوں و نمائشوں میں محکمۂ زراعت کئی طریقوں سے حصّہ لیا کرتا ہے - صوبہ بھر کے لئے ایک بہت بڑی زراعتی نمائش کی جاسکتی ہے جیسی کہ لکھنؤ کی مشہور نمائش کے موقعہ پر کی گئی تھی - یا صوبے کے ایک حصّے کے لئے جیسے ایک سرکل یا ایک ضلع یا تحصیل کے لئے نمائش کی جاسکتی ہے پھر ایسی زراعتی نمائش کی شکل یا تو صرف کچھ سجے ہوئے اسٹالوں تک محدود رہ سکتی ہے یا ساری نمائش محکمۂ زراعت کے مظاہروں سے بھری ہوئی ہوسکتی ہے - ان مواقع پر اس محکمے کے ترقی دادہ بیجوں کے اور زراعت کے اچھے طریقوں کے مظاہروں اور اُن سے کسانوں کو ہوسکنے والے فائدوں کو دیکھ کر کسان بہت جوش کے ساتھ حصّہ لیتے ہیں اور اس محکمے کے مختلف ترقی دادہ کاموں سے بخوبی واقف ہو جاتے ہیں - زراعتی نمائش سجانے کا عام رواج یہ ہے کہ محکمۂ زراعت کے رائج کئے ہوئے ترقی یافتہ بیجوں کے بہت سے نمونوں کے مقابلے میں غیر ترقی یافتہ بیجوں کے خلاف نقشوں، پرچوں اور پیداوار وغیرہ کے ذریعے غیر ترقی یافتہ کے نقصانات ظاہر کئے جاتے ہیں تاکہ دونوں قسم کے بیجوں کی پیداوار کی اچھائی و برائی اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے - اسی طرح زراعت کے ترقی یافتہ

باگیشور میلے کا ایک منظر جس میں دانا پور کی چٹائیاں بکری کے لئے رکھی ہیں -
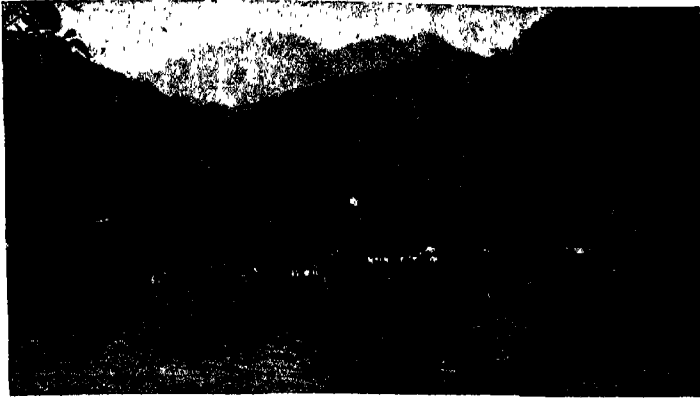
آلات کے استعمال کے فائدے عملی طور پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اور اُن سب طریقوں کا جن سے زراعت میں ترقی ہو سکتی ہے مظاہرہ کیا جاتا ہے عمدہ نمونوں پر بہت سے انعامات بھی تقسیم کئے جاتے ہیں۔ مثلاً ہل یا گڑائی کی مشین یا عمدہ بیج۔

گذشتہ سال محکمہ زراعت کا ایسی نمائشوں میں پروپیگنڈہ کا اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صرف ایک راہیلکھنڈ کمایوں سرکل میں ہی کل ۸۴ نمائشیں کی گئی تھیں جن میں شاہجہاں پور کی آل انڈیا نمائش اور کاکوڑہ و ٹیگری کے بڑے بڑے میلوں سے لے کر چھوٹے موٹے بازاروں کے میلے تک شامل تھے۔ ان میں سے بیشتر نمائشیں ایسی تھیں جن میں گاؤں سدھار کا کام ہو رہا ہے۔ صوبہ کی حکومت کے قریب قریب تمام وزرا اور قومی لیڈروں نے ان مواقع پر تشریف لا کر اور نصیحت فرما کر عوام اور کارکنوں کی حوصلہ افزائی کی۔ بریلی کے پاس موضع بھڈولیا کی نمائش میں حضور گورنر صاحب بہادر تشریف لائے تھے۔ آنریبل وزیر اعظم صاحب نے ٹیگری کی نمائش کا اور آنریبل ڈاکٹر کاٹجو وزیر گاؤں سدھار نے بجنور کی نمائش کا افتتاح فرمایا تھا۔ نیز دیگر حکام اعلیٰ بھی دیگر نمائشوں میں شامل ہوئے تھے۔ یہ نمائشیں کسانوں کے لئے کتنی اہم تھیں اس کے اظہار میں مبالغہ کی ضرورت نہیں۔ نئی جگہیں دیکھنے اور سیر کا لطف حاصل کرنے کے علاوہ ان میلوں تماشوں کے ذریعے ہی کسان اور اُس کی محنتی بیوی کو انتھک محنت سے تھوڑی سی چھٹی ملتی ہے اور وہ گھر کی طرف نئے خیال اور نئی امیدیں لے کر واپس ہوتے ہیں۔ اُن کی محنتی اور خشک زندگی میں یہی ایک دلچسپی کی کرن ہے۔ جب واپسی کے وقت کسان اور اُس کا کنبہ لہڑو یا بیل گاڑی پر سوار ہوتے ہیں تو یقیناً وہ اپنے لئے کچھ نئی چیزیں ڈھوتی

باگیشور جہاں اترائن میں بڑا میلہ لگتا ہے۔

باگیشور کے میلے میں جو تیا کپڑے بیچنے والا۔

پنڈت ہرگوبند پنت ایم۔ ایل۔ اے باگیشور کی زراعتی نمائش کا معائنہ کر رہے ہیں۔

یا واسکوٹ یا کوٹ خریدے ہوئے ہوتا ہے۔ اُس کی بیوی نے لاکھ کے کڑے اور چوڑیاں اور دیگر چھوٹی چھوٹی شوق کی چیزیں خرید لی ہیں اور چھوٹے بچے کو ضرور کچھ کھلونے مل چکے ہوتے ہیں۔

اس صوبے کے میلوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے - ایک ہموار علاقے کے میلے دوسرے پہاڑی علاقے کے میلے ہموار علاقوں کے میلوں میں سب سے بڑے الہ آباد کا کنبھ اور ماگھ میلہ، ہردوار کا کنبھ، میرٹھ کی نوچندی اور گڑھ مکتیشور دکو کاڑا (بدایوں) کے کاتکی اشنان کے میلے ہیں۔ پہاڑی علاقے میں سب سے بڑا میلہ اترایئنی یعنی مکر سنکرات کے موقعہ پر جو رنا میں سرجو ندی کے کنارے باگیشور (پرگنہ دانپور ضلع المورڑہ) میں باگ ناتھ مہادیو کی پوجا کے لئے لگتا ہے۔ اس میلے میں پہاڑی علاقوں سے بھوٹیے اور دیگر لوگ اون، اونی کپڑے، جڑی بوٹیاں، کستوری، نمک وغیرہ لاتے ہیں اور اُن کے بدلے میں نشیبی علاقوں میں پیدا ہونے والی چیزیں لے جاتے ہیں - مختلف قسم کی خاص چیزیں جیسے جنگلی جانوروں کی کھالیں، دان پور کی چٹائیاں وغیرہ بڑی مقدار میں یہاں بکنے آتے ہیں امسال اترایئنی کے موقعہ پر محکمہ زراعت کی طرف سے ایک بڑی زراعتی نمائش کی گئی تھی جس کا افتتاح کمایوں کے مشہور قومی رہنما پنڈت ہرگوبند پنت نے فرمایا تھا اور جس میں صوبہ کمایوں کے سبھی بڑے بڑے حکام شریک تھے۔ قاسم پور ضلع بدایوں میں جیسی سال میں دوبار مویشیوں کی نمائش ہوتی ہے ایسی نمائشیں محکمہ زراعت ہی کی بدولت کامیاب ہوتی ہیں۔

الغرض ہمارے صوبے کے چھوٹے بڑے میلوں کے موقعہ پر ہونے والی زراعتی نمائشوں سے عوام کو جو فائدے ہوتے ہیں اُنکی تفصیل بیان کرنا مشکل ہے ان میلوں میں ہمیشہ کسان جمع ہوتے ہیں اور اسلئے محکمہ زراعت نے انکو اپنے ترقی دادہ بیجوں، آلات اور طریقوں کے پروپیگنڈے اور تقسیم کا اور کسانوں کو اپنی مختلف کارروائیو سے ہونے والے فوائد دکھانے کا خاص ذریعہ بنا رکھا ہے یہی نہیں بلکہ دوسری قومی تعمیری محکمے بھی ان نمائشوں کے ذریعے دیہات کی ترقی کے متعلق کامیابی کے ساتھ کام کر لیتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

جلد پکنے والی مونگ پھلی

(از قلم پنڈت بالا پرشاد صاحب پانڈے ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ زراعت)

اب سے بیس سال پہلے ہمارے صوبے میں مونگ پھلی بازاروں میں دکھنی میوہ کے نام سے فروخت ہوا کرتی تھی۔ اُس وقت تک ہمارے کسان بھائیوں کو اس بات کا علم بھی نہ تھا کہ مونگ پھلی کا پودا کیسا ہوتا ہے۔ اور پھل کیسے لگتا ہے۔ محکمہ زراعت نے باہر سے بیج منگا کر سرکاری فارموں پر اس کی کاشت کے تجربے کئے اور شروع میں جاپان کی بڑی مونگ پھلی کی کاشت کا رواج دیا۔ وہ زمین جن سے کاشتکاروں کو بہت کم پیداوار ملتی تھی مونگ پھلی کی کاشت کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوئی ہے۔ چھوٹی چھوٹی بازاروں میں ہزاروں من مونگ پھلی دیہات سے آکر فروخت ہونے لگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہمارے صوبے میں سیکڑوں کارخانے مونگ پھلی سے تیل نکالنے قائم ہو گئے ہیں اور کھلی کھاد کے کام میں آنے لگی چونکہ یہ مونگ پھلی چھ ماہ میں تیار ہو جاتی ہے اس وجہ سے سال بھر کے اندر ہم کوئی دوسری فصل ربیع کی نہیں لے سکتے تھے۔ محکمہ زراعت نے کسانوں کی زمین کو خالی پڑا رہنا مفید نہ سمجھا اور رات دن اس بات کی چھان بین میں رہا کہ کوئی ایسی مونگ پھلی تجویز کی جاوے جس میں ایک ہی سال میں خریف اور ربیع کی دونوں فصلیں لیجا سکیں۔ آخر میں وہ اپنے کام میں کامیاب ہوئے اور کئی اقسام کی مونگ پھلی نکالیں جو فی ۳ ۴ ماہ میں پک جاتی ہیں اور اس کے بعد گیہوں کی فصل اوسط درجہ کی اسی کھیت سے حاصل کر لیتے ہیں۔

آج کل جلد پکنے والی مونگ پھلیوں میں اکولا نمبر ۱ - ۸ - ۱۱ سی نمبر ۱۸ - نمبر ۱۹ - نمبر ۲۳ - چھوٹی جاپان اور چھوٹی اسپینش صوبہ ہذا کے لئے اچھی ثابت ہو رہی ہیں - اس کی کاشت کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے

برسات کے پہلے یہ مونگ پھلی ہلکی زمین میں ۱ - ۱½ فٹ تک کے فاصلے پر کونڈوں میں دیسی ہل کے پیچھے ہر ایک دانہ نو - نو انچ کے فاصلے سے بوئی جاتی ہے۔ بونے سے پہلے مونگ پھلی کا دانہ نکالنا ضروری ہے۔ دانہ نکالتے وقت اس بات کا خاص طور سے خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ لال چھلکا دانے کی منگی سے علیحدہ نہ ہونے پاوے۔ وجہ یہ کہ اس کے الگ ہو جانے سے منگی کے دونوں دانے علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں اور جمنے کی قوت جاتی رہتی ہے۔ بونے کے بعد اس میں دو نکائی اگر گھاس ہو تو کھرپی سے اور گھاس نہ ہونے پر دیسی ہل سے کرنی چاہئے۔ ایک ماہ بعد اس میں پھول آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس وقت یہ ضروری ہے کہ اُن کی جڑ پر کافی مٹی پہنچا دی جاوے۔ یہ کام اگر ہوشیاری سے دیسی ہل چلا دیا جائے تو اُس سے بہت اچھا ہو جاتا ہے۔

چونکہ یہ برسات کی فصل ہے۔ اس وجہ سے اس میں پانی دینے کی خاص ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ اگر برسات نہ ہو تو پانی ایک یا دو حسب ضرورت دینے پڑتے ہیں۔ مونگ پھلی کے پتے آخر ماہ ستمبر میں پیلے پڑنے لگتے ہیں اُس وقت سمجھ لینا چاہئے کہ مونگ پھلی پک کر کھودنے کے لئے تیار ہو گئی ہے۔

شروع ماہ اکتوبر میں اس کو کھود کر دھوپ میں سکھا لینا چاہئے تاکہ زیادہ دن رکھنے سے مونگ پھلی خراب نہ ہو جاوے اور جب بازار کا نرخ ٹھیک ہو فروخت کر دینا چاہئے مونگ پھلی کی کاشت کو سب سے زیادہ خرچ کی چیز اسکی کھدائی ہے۔ اس کا آسان اور کم خرچ طریقہ یہ ہے کہ پھاوڑے سے مونگ پھلی کے پیڑوں کو کھودتا ہوا کھیت کی طرح لوٹتا چلا جائے اور جب دھوپ لگ جائے تو سب پیڑوں کو اکٹھا کر کے چھوٹے لکڑی کے ڈنڈے سے شل ادھر کے جھاڑ لے جس کے پاس زیادہ رقبہ ہو وہ بیلوں کے ذریعہ اسکی گہائی کر لیتے ہیں اور ہوا میں اڑا کر مونگ پھلی اور بھوسہ الگ کر لیتے ہیں۔

اسکا بھوسہ کھانے میں مویشی بہت پسند کرتے ہیں لیکن انکو کبھی زیادہ نہ کھلانا چاہئے۔ وجہ یہ ہے کہ زیادہ مقوی ہونے سے مویشی ہضم نہیں کر سکتا۔ اس مونگ پھلی کی اوسط پیداوار ۲۰ من فی ایکڑ ہوتی ہے۔

چونکہ شروع ماہ اکتوبر میں ہمارا کھیت خالی ہو جاتا ہے اسطرح ایک ماہ ہم کو کھیت کی تیاری کیلئے ملیگا۔ اسمیں تھوڑا سا کھلی کا کھاد ڈالکر بشرطیکہ گیہوں بھی اگر پانی اور کھاد کا بندوبست ٹھیک ہے بیس من فی ایکڑ ہوتا ہے۔

امداد باہمی، سرمایہ داری اور سوشلزم

(از جناب مہندر بہاری لال ایم۔ اے۔ انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز، اناؤ۔

کبھی کبھی لوگ کہتے ہیں کہ تحریک امداد باہمی سرمایہ داری ہی کی دین ہے۔ یہ اُس سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ درست ہے کہ بیرونی طور پر امداد باہمی میں سرمایہ داری کی علامتیں نظر آتی ہیں۔ بظاہر دیکھئے سے کوآپریٹو سوسائٹیوں اور خاص سرمایہ والے جائنٹ اسٹاک کمپنیوں میں کوئی خاص فرق نہیں نظر آتا۔ دونوں ایک ہی طرح قائم اور رجسٹرڈ ہوتے ہیں۔ دونوں کے پیش نظر مالی فائدہ ہوتا ہے لیکن سنجیدگی سے غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ یکسانی بہت سطحی ہے۔ مشترک سرمایہ والی کمپنیاں صرف دولت پیدا کرنے والی جماعتیں ہیں۔ فائدہ، مزید فائدہ، اور زیادہ فائدہ، تو ان کا نصب العین ہے۔ اور اسی نصب العین کے حصول میں وہ ساری قوتیں صرف کر دیتی ہیں۔ لیکن امداد باہمی کا نصب العین صرف مالی فائدہ نہیں ہے۔ امداد باہمی منافع کو بری نظروں سے دیکھتا ہے۔ درحقیقت ابتدائی سوسائٹیوں میں منافعہ کا ذکر تک نہیں تھا۔ رفیحین جو تحریک امداد باہمی کا جنم داتا کہا جاتا ہے سوسائٹیوں کے ذریعے منافع تقسیم کرنے کا مخالف تھا۔ منافع تقسیم کرنا امداد باہمی کے سچے اصولوں کے خلاف ہے۔ امداد باہمی کام ہے۔ کاربار نہیں۔ آج بھی بہت سی سوسائٹیاں ہیں جو اپنے اخراجات خود برداشت کرتی ہیں، منافع نہیں ہوتا۔ انکی بچت تو صرف ایک ساتھ مل کر کام کرنے کا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کی منافع تقسیم کرنے کی قوت سرکاری اور خود بنائے ہوئے قاعدوں میں محدود ہوتی ہے۔ سرمایہ والی کمپنیوں میں ایسی کوئی روک تھام نہیں۔ وہ اپنے کاربار سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھا سکتی ہیں اور درحقیقت اُٹھاتی بھی ہیں۔

ایک کوآپریٹو سوسائٹی کے سرمایہ کے سب ممبر مشترکہ طور پر مالک ہوتے ہیں۔ سوسائٹی کا کل سرمایہ سوسائٹی کا ہوتا ہے۔ ممبر اپنی سوسائٹی سے وہی روپیہ واپس لے سکتے ہیں جو اُنھوں نے اُسکے پاس رکھا ہے۔ مشترکہ سرمایہ کی اجتماعی شکل کا سوسائٹی کے کام پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ سرمایہ دار جماعتوں میں نفع کا سرمایہ تقسیم نہ ہوسکنے والا منافع اور دیگر قسم کا سرمایہ حصہ داروں میں اُن کے حصے کے مطابق تقسیم ہوسکتا ہے۔ اسی لئے حصوں کی قیمت حاصل شدہ اندازہ کی ہوئی کامیابی کے مطابق گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ کوآپریٹو طریقہ اس سے مختلف ہے۔ یہاں نفع کا سرمایہ تقسیم نہیں ہوتا اور کوئی ممبر اسکے ایک حصے کا حقدار نہیں ہوسکتا کوآپریٹو حصوں میں سٹے بازی کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ یہ حصے اسٹاک ایکسچینج میں منتقل نہیں کئے جاتے اور انکی قیمت ہمیشہ ایک ہی رہتی ہے۔

کوآپریٹو سوسائٹیوں اور سرمایہ والی کمپنیوں کے نصب العین ہی ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ کوآپریٹو سوسائٹیاں وہاں قائم ہوتی ہیں جہاں لوگ اپنی یکساں ضروریات پوری کرنے کے لئے منظم ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے ایک کوآپریٹو سوسائٹی کا نصب العین حصول دولت نہیں بلکہ لوگوں کو وہ چیزیں اور وہ ذرائع عطا کرنا ہے جس سے ان کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ اسکے برعکس سرمایہ والے کاربار کا مقصد ہے اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے ایسی ایثار اور خدمات پیش کرنا جن کے لئے وہ خرچ کرنے کو تیار ہیں یا تیار رکھے جاسکتے ہیں۔ امداد باہمی کے لئے روپیہ ایک ذریعہ ہے اور سرمایہ داری کا یہ نصب العین ہے دونوں کا باہمی اختلاف باریکی کے ساتھ یوں پیش کیا جاسکتا ہے۔ پیداوار استعمال کے لئے ہے فائدہ کے لئے نہیں" امداد باہمی کے ماتحت لوگ انسانوں کی حیثیت سے متحد ہوتے ہیں سرمایہ داری کے ماتحت وہ حصہ داروں کی حیثیت سے ملتے ہیں۔ پہلی حالت میں انسان سرمایہ کا مالک ہوتا ہے۔ دوسری میں سرمایہ انسان کا۔ یہی سبب ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں میں ہر ایک ممبر کو صرف ایک ووٹ دینے کا اختیار ہوتا ہے خواہ اس نے کتنے ہی حصے خریدے ہوں۔ سرمایہ والی جماعتوں میں ہر ایک ممبر اتنے ووٹوں کا حقدار ہوتا ہے جتنے اُس نے حصے خریدے ہوں۔ اس طرح سرمایہ والی کمپنیوں کے کام میں ایک ممبر کا اتنا ہی ہاتھ رہتا ہے جتنے زیادہ اُس کے حصے ہوتے ہیں۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں میں ایسا نہیں ہے۔ وہاں ہر ممبر کی حیثیت دوسرے ممبروں کی سی ہوتی ہے۔ ایک حصے والا ممبر بھی سوسائٹی کے کام میں حصے لینے کا اتنا ہی مستحق ہے جتنا دس حصے خریدنے والا۔

وہ خدمات جو ممبران امداد باہمی چاہتے ہیں اُنھیں اُسی وقت حاصل ہوسکتی ہیں جب وہ منظم ہوجاتے ہیں۔ الگ الگ رہ کر وہ کچھ نہیں کرسکتے۔ اتحاد طاقت ہے۔ متحد رہنے پر ہم کھڑے رہتے ہیں اور الگ رہنے پر ہم گر جاتے ہیں۔ یہی امداد باہمی کا خاص اصول ہے اپنی جماعت سے وفاداری اور دلچسپی ایک مذہبی فریضہ ہے۔ اس کا ساتھ چھوڑنا دھوکے بازی ہے۔ کیونکہ ممبران باہمی اتحاد کو خاص اصول مانتے ہیں۔ وہ نہ صرف سوسائٹیوں ہی میں منظم رہتے ہیں بلکہ سوسائٹیوں کے فیڈریشن بناتے ہیں اور فیڈریشن خود دوسرے کوآپریٹو فیڈریشنوں سے مل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ تحریک بین الاقوامی حیثیت اختیار کرلیتی ہے۔ سرمایہ داروں میں صرف غرض کے لئے جماعت بندی ہوتی ہے۔ جہاں تنظیم سے فائدہ ہوتا ہے وہاں تو وہ دوسرے سرمایہ داروں سے مل جاتے ہیں ورنہ وہ علیحدہ ہی رہتے ہیں۔ کارٹیل اور دوسرے صنعتی فیڈریشنوں میں جہاں فرمس کا پورا اتحاد نہیں ہوجاتا مستقل نہ ہونے کا خاص سبب یہی ہے کہ سوسائٹیاں یا سوسائٹیوں کے اجتماع باہر نکل جاتے ہیں اگر انھیں باہر رہنے سے زیادہ فائدہ نظر آتا ہے۔ انھیں فروختگی کی قیمت گھٹانے اور موقع ملنے پر اپنے لئے طے شدہ حصے سے زیادہ فروخت کرنے کا لالچ ہوتا ہے۔

تحریک امداد باہمی ہے دکھی، غریب اور بچھڑے ہوئے لوگوں کی جو دوسروں سے مل کر مناسب طریقے سے اپنی حالت سدھارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں امداد باہمی کا مطلب ہے ایک کمزور اور پچھڑے ہوئے انسان کا دوسروں سے مل کر اپنی اقتصادی ترقی کرنا اور دیگر اخلاقی فائدے اُٹھانا جو دولتمند

اور زور دار انسانوں ہی کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس تعریف سے امداد باہمی کی دو خصوصیتیں ظاہر ہیں۔ پہلی بات تو ہے ایمانداری اور سچائی کی اہمیت یہ بہت درست کہا گیا ہے کہ کاروبار اور اخلاقی پالیسی کا تعلق ہی جو امداد باہمی کی روح ہے ہماری موجودہ صنعتی طریقہ کی تجارتی ایمانداری سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ امداد باہمی خاص طور سے غریبوں کی تحریک ہے۔ مالدار اور دولتمند لوگوں کے لئے یہاں بہت کم گنجائش ہے۔ وہ شاید ہی خود منظم ہونا چاہیں۔ صنعتی تنظیم طاقتوروں کا طبقہ ہے تاکہ وہ مزید طاقتور اور بے خوف بن سکیں کوآپریٹو سوسائٹی ان غریبوں کی جماعت ہے جو ایک ساتھ مل کر اپنے کو اور اپنے ساتھیوں کو کمزوری سے اُٹھا کر طاقت دینا چاہتے ہیں۔ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جیسے جیسے لوگ امیر اور طاقتور ہوتے جاتے ہیں ویسے ویسے امداد باہمی کے لئے ان کا جوش ٹھنڈا ہوتا جاتا ہے۔

اسکے علاوہ کوآپریٹو سوسائٹیاں جو مالی امداد دیتی ہیں وہ سرمایہ والے بینکوں کے ذریعے ہی جانے والی امداد سے قطعی مختلف ہوتی ہے۔ سرمایہ لے ہوئے بینکوں کو واقعی ضمانت چاہئے جس کے سہارے وہ قرض دے سکیں۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں میں کیریکٹر خاص چیز ہے۔ یعنی قرض لینے والوں کا چال چلن، استعداد کار اور ایمانداری۔ امداد باہمی درحقیقت کیریکٹر کی اخلاقی دولت ہے۔ پہلے کیریکٹر پھر اشرفیاں۔ اسی اصول پر یہ سوسائٹیاں انسان کی حیثیت بناتی ہیں۔ سرمایہ داروں اور مہاجنوں کے لئے کریکٹر اتنا اہم نہیں ہے! اسکے علاوہ سرمایہ دار ایک بار قرض دینے کے بعد اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ روپیہ کس طرح صرف ہو رہا ہے۔ دولت خواہ جائز طور پر استعمال ہو رہی ہو۔ خواہ ناجائز استعمال۔ قرض دینے والے کو اس سے کوئی مطلب نہیں۔ کوآپریٹو سوسائٹیاں ایسا نہیں کرتیں۔ وہ نہ صرف قرض دیتے وقت ہی قرض کی ضرورت کی پوری تحقیقات کرتی ہیں بلکہ روپئے کے استعمال پر بھی کڑی نظر رکھتی ہیں جس کام کے لئے روپیہ قرض دیا گیا تھا اُسی میں لگنا چاہئے ورنہ روپیہ واپس لیا جا سکتا ہے اس طرح

ممبران امداد باہمی سچے استعمال کے علاوہ بچت کی عادت بھی ڈالتا ہے۔ قرض غیر نفع بخش ضروریا کے لئے دیا جاتا ہے وہ بھی محض مذہبی کاموں کے لئے غرضیکہ امداد باہمی ساکھ کا مقصد صرف اقتصادی امداد پہنچانا ہی نہیں بلکہ قرض لینے والے کو سبق دینا، اصلاح کرنا اور کفایت شعاری و سادگی کی زندگی بسر کرنے میں رہنمائی کرنا بھی اس کا مقصد ہے۔ امداد باہمی کا مقصد صرف مالی حالت کو سدھارنا ہی نہیں بلکہ سماج کے ممبر ہونے کی حیثیت سے ہر ایک عورت اور مرد کی زندگی کے ہر شعبہ میں نیکی اور خوشحالی لانا بھی اس کا مقصد ہے۔ اُنکے اندر علم کا چراغ جلانا ہے جس کی روشنی سے نہ صرف ان کا ذاتی دل و دماغ بلکہ سارا سماج منور ہو اور ہم ملک میں امن و مسرت قائم کر سکیں۔

درحقیقت ان سوسائٹیوں نے لوگوں کو بلند اخلاق بنانے میں بڑی مدد دی ہے۔ ایسے لوگوں کی بیشتر نظیریں ملتی ہیں جنھوں نے سوسائٹیوں کے ممبر ہونے کے لئے اپنا چال چلن سدھارا ہے۔ ایک اچھی کوآپریٹو سوسائٹی میں مقدمہ بازی، فضول خرچی، جوا وغیرہ جیسی بدفعلیاں پیر نہیں جما سکتیں۔ ان کی جگہ خود اعتمادی محنت اور رواداری آتی ہے۔ کمسن کی شادی، ایک سے زیادہ شادیاں اور دوسری بُری رسموں کے روکنے میں کوآپریٹو سوسائٹیاں کامیاب ہوئی ہیں۔ زندگی سدھار سوسائٹیوں کا یہ خاص کام ہے اس تحریک نے کچھ لوگوں میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کر دیا ہے اور بہت سے معمر لوگوں نے بھی اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی ہے۔ کاروبار میں بھی امداد باہمی ہمیں جھوٹے اشتہار، جعل سازی، چیزوں میں ملاوٹ اور لوٹ کھسوٹ سے روکتا ہے اور اس طرح ہمیں اخلاقی بلندی پر پہنچاتا ہے۔

درحقیقت ہر قسم کی کوآپریٹو سوسائٹی سرمایہ داری کے ماتحت کسی نہ کسی باہمی جھگڑے یا تنازعات کو دور کرتی ہے۔ خریداروں کی سوسائٹی خریدنے اور فروخت کرنے والوں کی کھینچ تان کو روکتی ہے۔ مکان بنانے والی سوسائٹی زمیندار اور مکان بنانے والوں کے جھگڑے کو مٹاتی ہے اور ساکھ والی سوسائٹیاں قرض دار اور مہاجن کے درمیان کی منافرت کو دور کرتی ہے۔

امداد باہمی سے ہمیں جو سیاسی اور شہری تعلیم ملتی ہے وہ بھی کچھ کم اہم نہیں ہے۔ کسی نے بہت ہی خوبصورت الفاظ میں کوآپریٹو سوسائٹی کو حکومت میں حکومت، کہا ہے۔ ووٹ کا استعمال منظم طور پر کام، انتخابی معلومات، خود اعتمادی اور خود اختیاری ایک ترقی پذیر ملک کے باشندوں کی تعلیم میں اہم مقام رکھتے ہیں اس بات سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ تحریک امداد باہمی نے کسان طبقے کو صدیوں کی غفلت سے جگا دیا ہے اور سیاسی جماعت نہ ہوتے ہوئے بھی کوآپریٹو سوسائٹیوں نے شہری اور سیاسی تعلیم کی اشاعت میں بڑی امداد دی ہے۔ ایسی سوسائٹیاں کسی کام کے لئے دوسروں کا منہ نہیں دیکھتیں۔ سرکار کے دباؤ سے کام ہوا تو کیا؟ سچی امداد باہمی تو وہی ہے جس میں خود دل سے خواہش پیدا ہو کسی دباؤ سے نہیں۔

اب ہمیں امداد باہمی اور سوشلزم پر مقابلتاً ایک نظر ڈالنی ہے۔ سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ سوشلزم ہے کیا؟ موجودہ زمانے میں جتنے صفحات سوشلزم پر لکھ کر سیاہ کئے گئے ہیں شائد اتنے کسی اور موضوع پر نہیں۔ پھر بھی ایسے دو مصنفوں کا ملنا دشوار ہے جو اس موضوع پر ہم خیال ہوں۔ اسلئے ہم سوشلسٹ ادب کا گہرا مطالعہ کرکے ہی ایک اچھی تعریف پا سکتے ہیں۔ ایک مُصنّف کے خیال کے مطابق صنعتی طریقہ اور سماجی نظام کو از سر نو ترتیب دینے کے لئے سائنٹفک اسکیم کا نام سوشلزم ہے۔ اس کا مقصد ہے افلاس کا خاتمہ کر دینا۔ سوشلسٹ ادیب غریبی کا مفہوم صرف ہماری دُنیاوی ضروریات کا اثر ہی نہیں رکھتے بلکہ اس سے اُنکا مطلب اُس غریبی سے ہے جس کے باعث بیشتر انسان تعلیم، نیک صحبت اور آرام سے محروم رہ جاتے ہیں۔ سوشلزم ایک غیر طبقاتی سماج کا قیام کرنا چاہتا ہے۔ یہ موجودہ سماج کی اس صورت میں تنظیم کرنا چاہتا ہے جس سے موجودہ باہم مختلف طبقوں لوٹے کھسوٹے جانیوالے اور لوٹنے والے، ظالم اور مظلوم کا خاتمہ ہو جائے اور صرف ایک ایسا اجتماع باقی رہے جس کے ایک ممبر کی ترقی کے معنی قدرتاً دوسرے ممبر کی ترقی کے معنی ہوں۔ غیر طبقاتی سماج کا عملی مفہوم یہ ہے کہ ملک کی پوری زمین اور صنعتی سرمایہ کچھ خاص افراد

کی ملکیت نہ ہوکر سارے سماج کی ملکیت ہو یا یوں کہئے کہ ملک میں زمیندار اور سرمایہ دار نہ رہیں۔ اسکے علاوہ چیزوں کی پیداوار سماج کے ہاتھوں میں رہے اور کسی شخص کی جائداد حاصل کرنے اور رکھنے کا اختیار نہ ہو۔

مذکورہ بالا مختصر تذکرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں تک ناجائز مقابلہ کے روکنے اور دلالوں کے زوال اور غریبوں کے عروج سے تعلق ہے امداد باہمی اور سوشلزم میں کوئی فرق نہیں لیکن دوسرے اطراف میں بھی دونوں قطعی مختلف ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ امداد باہمی کوئی سیاسی تحریک نہیں ہے۔ اسے پارٹی بندی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اپنے مقصد کے حصول کے لئے یہ سیاسی ذرائع کا سہارا نہیں لیتی۔ یہ سمجھانے بجھانے کے علاوہ دوسرا دباؤ نہیں ڈالتی۔ سوشلزم میں ایسا نہیں ہے وہاں تو ہر انسان کو زبردستی نئے سماج کا ممبر بنایا جائیگا۔ سوشلزم کا مقصد موجودہ نظام حکومت کو قطعی بدل دینا ہے۔ اسکے برعکس امداد باہمی شخص ترقی کو نہیں روکتا۔ اسے زمینداروں اور سرمایہ داروں سے کوئی دشمنی نہیں ہے اگر وہ اسکے کاموں میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔ اسے غیر طبقاتی سماج کے قیام سے کوئی سروکار نہیں تحریک امداد باہمی موجودہ اقتصادی زمانے کا زیادہ سے زیادہ استعمال کرنا چاہتی ہے۔ یہ موجودہ اقتصادی ڈھانچے کے اوپر ہی اپنی عمارت بناتی ہے اور اسی کے ماتحت کام کرتی ہے۔ تحریک امداد باہمی صرف سماج میں ایسی بیداری پیدا کرنی چاہتی ہے جس سے لوگ اپنے اختیارات سے واقف ہوں اور اپنے حقوق کے لئے اپنے پیروں پر کھڑے ہوکر لڑ سکیں۔ امداد باہمی نہ عدم تعاون ہے نہ خونی انقلاب۔ امداد باہمی سوسائٹیوں کا مقصد سرمایہ داروں کو جلاوطن کرنا نہیں ہے بلکہ انھیں ناجائز طور پر ہونے والے فائدوں سے محروم کرتا ہے۔

ہم یہ مانتے ہیں کہ ایک سوشلسٹ حکومت میں ایسا انتظام ہوگا کہ لوگوں کو دھوکے بازی اور چیزوں میں ملاوٹ کا خوف نہ ہوگا۔ ایسے ملک میں تجارتی معلومات کی بھی کمی نہیں ہوگی اور اچھے کارکن رکھنے اور قومی مطالبہ کے پہلے اندازہ کی سہولیت کے باعث ہر شخص کو عمدہ اور سستی چیزیں حاصل ہوسکیں گی۔ وہاں ہر ایک شخص سے اسکی حسب حیثیت کام لیا جائیگا اور اس کی ضرورت کے مطابق اسکے لئے کام آنے والی چیزوں کا انتظام کیا جائیگا۔ درحقیقت یہ بہت بلند آدرش ہے۔ ایک طرف قیمت بڑھانے کے لئے غلہ سمندر میں پھینک کر ضائع کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف سے بھوک سے بیتاب عوام دانے دانے کو ترس رہے ہیں۔ ایسے دردناک مناظر تو دیکھنے کو نہیں ملیں گے لیکن یہ نہ بھولنا چاہئے کہ سرکاری انتظام میں نہ صرف عجلت کی بلکہ مہارت کی بھی کمی ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سرکاری ملازم اپنے کام میں پوری دلچسپی نہیں لیتے کیونکہ انھیں ذاتی طور پر فائدہ نقصان سے کوئی غرض نہیں۔ انھیں اپنی ذاتی قابلیت کے اظہار کا پورا موقعہ بھی تو نہیں ملتا اس کے علاوہ اقتصادی دق جو سرمایہ داری کی ایک خاص خصوصیت ہے سوشلزم میں ایک دوسری شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔ مزدوروں کو بھی سوشلزم میں حقیقی آرام نہیں حاصل ہوتا اگرچہ وہ سرمایہ داروں کے بیدردانہ لوٹ کھسوٹ سے بچ جاتے ہیں تاہم انھیں اپنی تنخواہ کے سلئے ملک کی شکل میں ساہوکار کے فائدہ پر قناعت کرنی پڑتی ہے

مذکورہ بالا تجزیہ سے یہ ظاہر ہے کہ امداد باہمی ایک درمیانی راستہ ہے جو سرمایہ داری اور سوشلزم دونوں کے عیوب کو چھوڑ کر انکی خوبیوں کو اپنا لیتی ہے۔ روماں رولاں نے اپنے بہترین ناول "جان کرسٹوفر" میں لکھا ہے کہ امداد باہمی ایک دو دھاری تلوار کی طرح ہے جو ایک ہی وقت میں اشتراکی حکومت کے بے کیف اور غیر جانبدار اصولوں پر اور شخصی اقتدار کن قدیم روڑھیوں پر وار کرتی ہے جس سے طاقت کی بربادی روک کر شخصی کمزوریوں میں اجتماعی قوت بخش دیتی ہے۔

اب ایک قابل غور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر امداد باہمی کا سماجی ترقی اور توسیع پر کیا اثر پڑے گا۔ کیا امداد باہمی ہمیں سوشلزم کی طرف لیجاتی ہے۔ یا شخصی اقتدار کے لئے ابھارتی ہے۔ مثال کے طور پر ڈنمارک کو دیکھئے۔ یہ شخصی اقتدار کے خیالات سے بھرا ہوا آزاد ملک [1] ہے۔ اس ملک میں اقتصادی زاویۂ نگاہ سے ہر ایک کسان آزاد ہے۔ پھر بھی وہ کسی نفع بخش کام کے لئے اپنے ساتھیوں سے ملنے کو تیار رہتا ہے۔ اس کا قریب قریب سب کام امداد باہمی کے اصولوں پر ہوتا ہے۔ وہ ایک نہیں کئی کئی کوآپریٹو سوسائٹیوں کا ممبر ہوتا ہے۔ وہ امداد باہمی کی اتنی ترقی ہونے پر بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہاں سوشلزم کا اثر بڑھ رہا ہے۔ دوسری طرف ایسے ملک بھی ہیں جہاں امداد باہمی اور سوشلزم میں اتحاد ہے۔ برطانی پارلیمنٹ میں ایک چھوٹی سی کوآپریٹو پارٹی ہے جو عام طور سے ہمیشہ مزدور جماعت کا ساتھ دیتی ہے۔ فاسسزم کے قبل اٹلی میں سوشلسٹوں نے اپنی ذاتی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کی تھیں اور ان سے اپنے اصولوں کی اشاعت میں مدد لیتے تھے۔ کبھی کبھی لوگ سوچتے ہیں کہ روس میں جہاں کوآپریٹو سوسائٹیوں سے کھانے کا سامان اور دوسری چیزیں تقسیم کرائی جاتی ہیں۔ ہمیں اس بات کی نظیر ملتی ہے کہ امداد باہمی اور سوشلزم میں گہرا تعلق ہے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ روس کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کو بہت کم آزادی حاصل ہے۔ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ روس کی حکومت نے ان سوسائٹیوں کے کام میں دست اندازی کرکے امداد باہمی کی اصلیت کو ختم کردیا ہے آخر میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ امداد باہمی نہ لوگوں کو سرمایہ داری کی طرف لیجاتی ہے نہ سوشلزم کی طرف۔ یہ لوگوں میں اتحاد بڑھاتی ہے اور یہ لوگوں کی طبیعت ہے کہ وہ خود کو سوشلسٹ یا سرمایہ دار بنائیں۔

---

[1] ابھی حال ہی میں ڈنمارک کو ہٹلر کے مظالم کا شکار ہونا پڑا ہے اور اپنی آزادی سے ہاتھ دھونا پڑا ہے۔

ایک باغبان کے لئے سات ضروری باتیں

(از قلم مسٹر۔ آر۔ ڈی۔ فورڈم۔ ڈپٹی ڈائرکٹر باغات یو۔پی سہارنپور)

مضمون ہٰذا میں لکھی ہوئی باغبانی کے متعلق مفید سات باتوں سے ناواقف باغبان اپنی اور اپنے باغات کی مدد اُسی طرح نہیں کرسکتا ہے جس طرح بغیر ہتھیار کے سپاہی۔ باغبانی کو کامیاب بنانے کے لئے ان مفید طریقوں کا جاننا ضروری ہے۔ ہوشیاری سے ان طریقوں کو عمل میں لانے سے پیشہ باغبانی مفید ہو جاتا ہے۔

بہت سے باغبان ایسے دیکھے گئے ہیں جو پیشہ باغبانی سے مطمئن نہیں رہتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ شکایت بیکار ہے اُن کے لئے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ باغبانی کے ضروری اصولوں کو نہیں جانتے ہیں۔ عوام باغبانوں کی ان مشکلات کو دور کرنے کے لئے باغبانی کی یہ مخصوص سات باتیں مضمون ہٰذا میں شائع کیجاتی ہیں۔

۱۔ ابتدائی کام:۔ کسی بھی آدمی کو باغ لگانے کے لئے ایسی زمین کا انتخاب نہ کرنا چاہئے۔ جس کا موقعہ۔ زمین اور آبپاشی کے ذریعے مفید نہ ہوں۔ باغ لگانے کے قبل مذکورہ تین باتوں کا خیال رکھتے ہوئے باغ لگانے کے لئے زمین کا انتخاب کرنا چاہئے پھر اُس کے بعد درخت لگانے کے لئے گڑھوں کا تیار کرنا بہت ضروری ہے۔ عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک تنگ گڑھا کھود کر اُس میں پودے کو لگا دیتے ہیں اور جڑوں کو مٹی سے ڈھک دیتے ہیں۔ پودے کو زندہ رکھنا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے اور چند باتوں کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ پودھا کافی اور جلد بڑھ سکے۔ بڑے درخت مثلاً آم۔ لیچی۔ کٹھل۔ وغیرہ کے لئے گڑھے کی گہرائی اور چوڑائی چار فٹ سے کم نہ ہونی چاہئے اور چھوٹے درخت مثلاً آڑو اور بیر اور ترشادہ کے لئے گڑھے کی گہرائی اور چوڑائی تین فٹ سے کم نہ ہونی چاہئے۔ پودوں کو لگانے سے بہت پہلے گڑھوں کو تیار کرنا چاہئے تاکہ کھدی ہوئی مٹی کو کافی ہوا اور روشنی مل جائے پودوں کے لگانے کے تھوڑے دن پہلے گڑھوں کو ۳ اور ایک کے تناسب سے مٹی اور گوبر کی بخوبی سڑی ہوئی کھاد بھر دینا چاہئے۔ گڑھوں کو اس مرکب سے بھرنے کے بعد ان میں خوب پانی بھرنا چاہئے تاکہ مٹی گڑھوں میں اچھی طرح بیٹھ جائے۔ گڑھوں کے اوپر صرف ۴-۶ کی گہرائی رکھنی چاہئے تاکہ آبپاشی کرنے میں سہولیت ہو۔ اس طرح گڑھے پودے لگانے کے قابل تیار ہو جاتے ہیں۔ پت جھڑ والے (Deciduous) اور ہمیشہ سرسبز رہنے والے پودوں کو بالترتیب جاڑے اور برسات میں لگانا چاہئے۔

۲۔ درختوں کا درمیانی فاصلہ:۔ دو پودوں کے درمیان کا فاصلہ کم ہرگز نہ رکھنا چاہئے۔ کیونکہ پودوں کو پاس پاس لگانا آخر میں فائدے مند کبھی نہیں ہوتا۔ درختوں کے نزدیک نزدیک ہونے سے اُن میں پھل صرف درختوں کی اوپر والی ہی شاخوں میں ہی آتا ہے پودے کو اتنا فاصلہ دیکر لگانا چاہئے تاکہ آئندہ اس کو بڑھنے اور پھیلنے کے لئے کافی جگہ مل سکے اور تمام درخت میں پھل آسکے۔

باغبانوں کی معلومات کے لئے مختلف درختوں کے درمیان کا فاصلہ نیچے لکھا جاتا ہے۔

نام پھل	درختوں کے درمیان کا فاصلہ
آم، کٹھل	۳۵ — ۴۰ فٹ
لیچی	۴۰ فٹ
آڑو۔ [illegible]۔ الیچہ اور آلو	۱۵ — ۲۰ فٹ
سنترہ۔ مالٹا میٹھا اور ترش نیبو	۱۸ — ۲۰ فٹ
چکوترہ اور پومیلو	۲۰ فٹ
لوکاٹ۔ امرود۔ شہتوت	۲۵ سے ۳۰ فٹ
بیر	۳۰ فٹ
انگور۔ کیلا اور پپیتہ	۱۰ فٹ

۳۔ بیماریوں کی روک تھام:۔

۱۔ باغ میں مریض پودوں کو ہرگز نہ رکھنا چاہئے خشک اور مریض شاخوں کو فوراً باغ سے نکال دینا چاہئے اور جلا دینا چاہئے خشک اور مریض شاخوں کو باغ میں کہیں بھی اکٹھا نہ کرنا چاہئے اور نہ ان کو باغ میں ادھر اُدھر پڑے رہنے دینا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے بیماری پھیلتی ہے اور ان میں بیماری پھیلانے والے جتیرے کیڑے چھپے رہتے ہیں۔

۲۔ مریض پودوں سے۔ لگانے کے لئے شاخیں (Cuttings) بیج اور دیگر نہ تیار کرنا چاہئے اور ایسے درختوں میں ذخیرہ تیار کرنے کے لئے پیوندش بھی نہ کرنی چاہئے۔

۳۔ کسی بھی بیماری کو ظاہر کرتے ہوئے باغ سے کا طور سے دور کر دینا چاہئے۔ کیونکہ نقصان ہونے ہمارا اس مثل کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے جیسے ہی کوئی بیماری کی علامت دکھائی دے فوراً اسکو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

۴۔ باغ کی نکائی یعنی کھر پتوار نکالنا:۔ باغ میں کھر پتوار ہرگز نہ اُگنے دینا چاہئے۔ ہر ایک باغبان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کھر پتوار کے ایک سال کے گرے ہوئے بیج سے سات سال تک کھر پتوار اُگتے رہتے ہیں۔

نکائی کرنے کے بعد باغ میں گھاس پھوس کا ڈھیر ہرگز نہ لگانا چاہئے۔ کیونکہ ان میں بیماری پھیلانے والے کیڑے آکر انڈے دیتے ہیں۔

۵۔ تندرست پودے۔ مریض اور کمزور پودوں کو ہرگز باغ میں نہ لگانا چاہئے کم پھل دینے والے اور نازک پودوں کو باغوں میں زیادہ نہ لگانا چاہئے پودوں کو ترقی دادہ طریقوں سے لگا کر کافی کھاد اور پانی دیکر اور درمیانی فاصلے کو کافی رکھ کر تندرست اور مضبوط بنانا چاہئے۔ تندرست اور مضبوط پودے بیماریوں سے کافی حد تک محفوظ رہ سکتے ہیں کافی پھل دینے والے اور بیماریوں سے محفوظ رہنے والے پودوں کو لگانا چاہئے۔

۶۔ پودوں کے درمیانی جگہ کی گوڑائی اور دوسری فصلوں کی کاشت:۔ پودوں کی قطاروں کی درمیانی زمین کو بیکار کبھی نہ پڑی رہنے دینا چاہئے۔ جن میں ہری کھاد والی فصلوں مثلاً سنئی۔ ڈھینچہ اور ریم وغیرہ کے

بونے سے درختوں کو کافی خوراک ملتی ہے اور باغ کی مٹی طاقتور ہوتی ہے ان فصلوں کو بونے کے پہلے باغ کی جوتائی کی جاتی ہے اور یہ فصلیں مٹی میں دبائی جاتی ہیں۔ ان دو کاموں سے باغ کو کافی فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ باغ کے لئے ہری کھاد اور جوتائی دونوں بہت ضروری ہیں ایسا کرنے سے درختوں کو کافی خوراک ملتی رہتی ہے اور باغ کی مٹی بُھر بُھری بنی رہتی ہے اس کے علاوہ اور بہت سی پیسہ دینے والی فصلیں مثلاً آلو ٹماٹر اور پھول گوبھی تیار کی جا سکتی ہیں۔ جن سے درختوں کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچتا ہر ایک باغبان کو باغ میں فصلوں کے پیدا کرنے میں اس بات کا خیال رکھنا کہ پیدا کی ہوئی فصلیں اتنی بڑی نہ ہوں کہ باغ کے پودوں کو ہوا اور روشنی ملنے میں کوئی دقت ہو۔

باغ میں دوسری فصلوں کے پیدا کرنے سے بھی گھاس پھوس نہیں پیدا ہوتی۔

۷۔ صلاح حاصل کرنا:۔ ہر ایک باغبان کو محکمہ زراعت صوبہ ہذا کے حلقہ باغات کے متعلق رہنا ضروری ہے۔ ہر ایک مشکلات کے لئے اس محکمہ سے فائدہ اُٹھانا چاہئے حلقہ باغات کے صدر ڈپٹی ڈائرکٹر باغات یو۔ پی ہیں جن کا صدر مقام سہارنپور میں ہے۔ انکے ماتحت پانچ سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ ہر ایک سپرنٹنڈنٹ کے چارج میں ایک ایک سرکاری باغ ہیں۔ تمام صوبے میں محکمہ ہذا کی طرف سے مندرجہ ذیل باغات ہیں۔

۱۔ سہارن پور۔
۲۔ لکھنؤ۔
۳۔ الہ آباد۔
۴۔ آگرہ۔
۵۔ چوبٹیا۔

باغبانی پر بہت سے مفت لیفلیٹ اور تھوڑی قیمت پر بلیٹن شائع کی گئی ہیں۔ جو کہ باغبانوں کے لئے بہت ہی مفید ہیں اور مذکورہ بالا مقامات سے حاصل ہو سکتی ہیں۔

مذکورہ بالا باتوں پر اچھی طرح عمل کرنے سے ہر ایک باغبان کو فائدہ ہو سکتا ہے۔

معاشرتی خرابیاں اور کوآپریٹو سوسائیٹیاں

(از پنڈت بدری پرشاد تیواری، انسپکٹر کوآپریٹو سوسائیٹیز، لکھیم پور کھیری)

ہمارا وطن ترقی کی کس چوٹی پر تھا اور آج اُس کی کیا حالت ہے۔ آج دُنیا میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک زوال کے کس غار میں ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو ہماری اس پستی کا ایک خاص سبب ہمارے سماجی نظام کا درہم برہم ہونا بھی ہے۔

تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں موقعہ بہ موقعہ سیاسی انقلابات کے ساتھ ساتھ سماجی انقلابات بھی ہوتے رہے ہیں ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد سیاسی انقلاب کے سرد ہو جانے پر آنجہانی راجہ رام موہن رائے۔ ایشوری پرشاد ودیا ساگر، دیانند سرسوتی وغیرہ سماج سدھارکوں نے سماجی انقلاب کا پھر سے بیج بو یا۔ اِدھر بیسویں صدی میں سیاسی انقلاب کا زور زیادہ ہونے کے باعث سماجی انقلاب کی رفتار کچھ دھیمی ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سماجی خرابیوں کے باعث قدم قدم پر ملک کی ترقی میں رکاوٹیں پڑتی ہیں یہی سبب ہے کہ اب رہنمایان قوم سیاسی انقلاب کے ساتھ ساتھ سماجی انقلاب پیدا کرنے کی کوشش میں ہیں۔ سماجی خرابیوں میں لپٹا ہوا ہندوستان اب گھبرا اُٹھا ہے اور ہر طرف ان سے آزاد ہونے کی راہیں تلاش کی جا رہی ہیں۔

ہم ہندوستانی آج بیشمار فرقوں میں منقسم ہیں۔ ایک کے چار اور چار کے چار نہ معلوم کتنے چوگنے حصے ہو گئے ہیں۔ کوئی ملک بھی ایسی حالت میں کیونکر ترقی کر سکتا ہے جس کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ اچھوت کے نام سے موسوم کر کے اُس کے کھانے پینے رہنے سہنے حتیٰ کہ اس کے چھونے تک سے پرہیز کیا جائے موجودہ زمانے میں جبکہ ہر ایک کام میں دوسروں کی امداد ضروری ہے یہ بات کہاں تک جائز ہے یہ بات قابل غور ہے۔

بڑوں کا اثر چھوٹوں پر بہت پڑتا ہے ملاحظہ فرمائیے ہم میں کچھ ذاتوں کے علاوہ جن کا خاص پیشہ کھیتی باری کرنا ہے بقیہ تمام ذاتوں میں پردہ کا رواج بہت سخت ہے کیا یہ پردہ عورتوں کی تعلیم میں رُکاوٹ نہیں ہے؟ کیا یہ ہماری عورتوں کو کمزور نہیں بناتا ہے؟ پردہ ہی کی وجہ سے ہماری عورتیں غیر ممالک کی باتیں کیا اپنے ہی ملک کی باتوں سے زیادہ تر بے خبر رہتی ہیں۔ ان کا اس طرح بے خبر رہنا کیا ہماری قوم اور ملک کی ترقی میں رُکاوٹ نہیں ہے؟ کیا پردہ بچوں کی تعلیم میں رُکاوٹ نہیں ہے؟ کیا یہ ملکی ترقی کے کاموں میں حصہ لینے میں رُکاوٹ نہیں ثابت ہوتا؟ یہ سب سوچنے کی باتیں ہیں۔ ان کے علاوہ جو سب سے بڑا زہر پردے کے ذریعے پھیل رہا ہے وہ صحت کے متعلق ہے۔ مریض ماں کا بچہ بھی مریض ہوتا ہے۔ پردے کے باعث صاف ہوا وغیرہ سے عورتیں قطعی محروم ہو جاتی ہیں۔

ایک اور خرابی بچپن اور بڑھاپے کی شادی ہے۔ ہماری عمر اور طاقت روز بروز کم ہی ہوتی جاتی ہے۔ کہاں ہماری عمر کم از کم سو سال کی ہوتی تھی لیکن اب صرف ۲۳½ ہی اوسط عمر رہ گئی ہے۔ دوسرے ملکوں کی اوسط عمر ہمارے یہاں سے بہت زیادہ ہے۔ انگلستان کے باشندوں کی اوسط عمر ۴٦ سال اور ڈنمارک کی ۵٦ سال ہے۔ ہمارے ملک کے مقابلے میں وہاں کے باشندے زیادہ محنتی اور تندرست بھی ہیں۔

بچپن اور بڑھاپے کی شادیاں یکساں طور پر قابل مذمت ہیں۔ ہماری عمر کی کمی کمزور جسم ہم میں علم اور ایجاد کرنے کی طاقت کی کمی، جلد سے جلد بڑھاپا آنا اور اس غریبی کی حالت میں مزید آبادی بڑھنا اور دونوں

کی تعداد میں ترقی ہونا صرف انھیں کے باعث ہوتا ہے - پھر بھی یہ بُری رسم موجود رہے تو کس کا قصور ؟

جہیز اور لڑکی فروخت کرنے کی رسمیں بھی اس غریبی کے زمانے میں اور بھی تنگ کر رہی ہیں - جس لڑکے والے کے یہاں جائیے ہزاروں سے نیچے کوئی بات نہیں کرتا - بتائیے بھلا جس غریب کے یہاں دو تین لڑکیاں ہو گئیں تو وہ بیچارہ کیا کرے کہاں سے اتنا روپیہ لائے ؟ عموماً یہ جہیز بچپن کی شادی کے باعث ہوتا دیکھا گیا ہے -

ہر ایک فرد آرام سے رہنا چاہتا ہے - جس فرد کو روزمرہ کی تمام ضروری چیزیں آسانی سے حاصل ہو جائیں اسی کو خوش حال کہنا نامناسب نہ ہوگا - چیزیں حاصل کرنے میں روپئے کی خاص ضرورت ہے - چنانچہ عموماً خوش حال ہونے کے لئے کافی دولت ہونی ضروری ہے - ہمارا ملک غریب ہے اور اسی لئے مصیبت زدہ بھی ہے - اس غریبی کا سبب ہماری نفضول خرچی ہے - ہماری سماجی نفضول خرچی بھی ہمیں اوپر اُٹھنے سے روکتی ہے -

ہم لوگ اپنے یہاں کی تقریبوں میں ضرورت سے کہیں زیادہ خرچ کرتے ہیں - ہماری روزمرہ کی آمدنی روز بروز گھٹتی جا رہی ہے اور اخراجات روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں - ہمارے ملک کے باشندوں کی ایک بہت بڑی تعداد دیہات میں رہتی ہے اور کھیتی ان کا خاص پیشہ ہے اور وہ نہایت غریب ہیں - وہ دن رات محنت کرکے گیہوں چاول اور شکر پیدا کرتے ہیں لیکن کھانے کو پاتے ہیں جوار، باجرہ، مکا، کودوں اور شیرہ - اُن میں بھی بیشتر ایسے ہیں جو دن رات میں صرف ایک بار ہی مشکل سے پیٹ بھر پاتے ہیں - وہ کپاس پیدا کرتے ہیں لیکن اُن کے جسم پر لنگوٹیاں ہی نظر آتی ہیں - غریب آگ اور دھوپ کے سہارے جاڑے گزارتے ہیں - دُنیا بھر کے مویشیوں میں تقریباً ایک تہائی حصّہ ہمارے ہی ملک میں ہے - لیکن پھر بھی یہ حالت ہے کہ بہتوں کو دوا کے لئے بھی دودھ دہی نہیں میسر ہوتا - کہا نہیں جا سکتا کہ کتنی افسوسناک حالت ہے پھر بھی گھر میں شادی غمی کی کوئی تقریب آپڑتی ہے تو اُدھار قرض لیکر دھوم دھام سے تقریب کرکے تمام عمر کے لئے اپنا گلا مہاجن کے پھندے میں پھنسا دیتے ہیں -

عام طور سے ایک طرف تو سب کی آمدنی کم ہو رہی ہے اور دوسری طرف نام نمود اور جھوٹی عزت کے لئے خرچ کرنے کی عادت ترقی کرتی جا رہی ہے - اگر تحقیق کی جائے تو ۵۰ فیصدی مقروض ایسے ملیں گے جنھوں نے تقریبات کے لئے ہی قرض لیا تھا - ان تقریبوں میں حیثیت سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے اور بڑی بڑی دعوتیں دی جاتی ہیں - بڑی بڑی آتشبازیوں کی شکل میں روپیہ پھونکا جاتا ہے - ناچ گانے اور نشہ بازی میں دولت اور تندرستی دونوں کی بربادی ہوتی ہے -

مذکورہ بالا کچھ سماجی خرابیوں کے ساتھ ساتھ سماج میں اور بھی بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں لیکن اگر واقعی ہمیں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے اپنی زندگی کو مطمئن بنانا ہے تو ہمیں ان رسم و رواج کو مٹانا ہی ہوگا - ہم جانتے ہیں کہ اگر ہر ایک کام تعاون اور امداد باہمی کے ساتھ کیا جائے تو بہت جلد کامیابی حاصل ہو سکتی ہے کوآپریٹو سوسائٹیاں ہمارے یہاں تقریب قریب گذشتہ ۵۰ سال سے کام کر رہی ہیں جن کا خاص مقصد کسانوں کی اخلاقی، اقتصادی اور سماجی اصلاح کرنا ہے - ہمارا محکمہ امداد باہمی آج کل دیہاتی بینک (کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیاں) قائم کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے ان دیہاتی بینکوں میں ۵۰ فی صدی عوام دیہاتوں کے شامل ہوتے ہیں اور گاؤں سدھار کے ہر شعبہ کی ترقی کی اسکیمیں کام میں لائی جاتی ہیں - ہم کو چاہئے کہ ہم ان بینکوں کو ہر ایک گاؤں میں قائم کر دیں جن کے خاص کام ایک طرف تو آمدنی بڑھانا اور دوسری طرف فضول خرچی کم کرنا - عمدہ بیج ، ترقی دادہ آلات زراعت جمع کرنا، کھیتوں کی چک بندی، آبپاشی کا عمدہ انتظام اور دیہاتی صنعت و حرفت کی اشاعت کرنا ہوگا - ساتھ ہی ساتھ تقریبوں میں فضول خرچی کرنا، باہمی تنازعات پنچایت کے ذریعے طے کرانا سماجی بُرائیاں جیسے شراب، جوا وغیرہ دور کرکے صفائی کی اشاعت کرنا ہوگا -

ہمیں پورا یقین ہے کہ ہماری کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے یہ سبھی کام بڑی آسانی سے ہو سکتے ہیں یہ سوسائٹیاں اپنے ماہوار جلسے کیا کرتی ہیں اسکے علاوہ ہمارے خاص خاص مقامات پر ہماری گروپ کانفرنس بھی ہوا کرتی ہیں جن میں کہ سوسائٹیاں اپنے اپنے نمائندے بھیجتی ہیں - ان ماہوار جلسوں میں نیز گروپ کانفرنسوں کے ذریعے ہم یہ بُرائیاں دور کر سکتے ہیں -

حال میں ضلع سیتاپور میں بمقام شاہ پور ایک گروپ کانفرنس ہوئی تھی اور وہاں پر جہیز کے خلاف آواز اُٹھائی گئی تھی - ایک تجویز پاس کی گئی کہ جہیز کی رسم مٹائی جائے اور جو شخص جہیز لے اس کی بارات میں اور اسکے ساتھ کھانے پینے میں لوگ شامل نہ ہونگے اس کی اشاعت کرنے کے لئے گیارہ سربرآوردہ حضرات کی ایک سب کمیٹی بنا دی گئی - ان لوگوں نے خود بخود یہ خدمت اپنے ذمّہ لی اور اب یہ لوگ شاہ پور کے قرب و جوار کے دیہاتوں میں ہر ماہ دو بار گھومتے ہیں اور پاس شدہ تجویز کی اشاعت کرتے ہیں -

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ساتھ خاص بات یہ ہے کہ یہ سب ایک سنٹرل بینک سے تعلق رکھتی ہیں جو عموماً ضلع کے مرکزی مقام پر ہوتا ہے - ان کے سالانہ اجلاس میں انکے نمائندے جمع ہوتے ہیں ان موقعوں پر اسی قسم کے دیگر اصلاحی کاموں کی بھی ابتدا ہوتی ہے اور جلد سے جلد ضلع کے تمام دیہاتوں میں ان کی آواز پہنچائی جا سکتی ہے جس سے ملک کی حقیقی ترقی ہو سکتی ہے -

ہمیں اپنی خرابیوں پر توجہ کرنی چاہئے اور کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے انکو مٹانے کی کوشش کرنی چاہئے -

گونڈا ڈیویژن کی ایک چراگاہ جس میں نہ تو گھاس ہی اُگتی ہے اور نہ کانٹے ہیں۔

(فوٹو جناب ای۔ ایس ہیتھم کی مہربانی سے)

یو۔پی میں ترقّیِ جنگلات کا کام

از مسٹر ایس۔ ایس۔ نیگی۔ پی۔ ایف۔ ایس ڈیولپمنٹ آفیسر، فاریسٹ یو۔پی

ہندوستان کی آبادی کا بہت بڑا حصہ زراعت ہی پر قناعت کرتا ہے اور جنگلات کے انتظام کا ایک نہایت اہم پہلو ہے۔ کھیتی کرنے والے عوام کی ضروریات پوری کرنا۔ کسانوں کی سب سے بڑی ضرورتوں میں سے اُپلے کی جگہ جلانے کے لئے ایندھن، گھروں کے لئے چھوٹی لکڑی، آلات زراعت کے لئے لکڑی اور مویشیوں کے لئے چرائی بھی ہے۔

اس سلسلے میں بہت کم شبہ کیا جا سکتا ہے کہ اُنیسویں صدی کی ابتدا میں یو۔پی کے بیشتر حصے میں جنگل پھیلے ہوئے تھے جو کسانوں کی لکڑی۔ ایندھن اور چرائی کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے کافی تھے۔ لیکن جب سے ہندوستان میں استقلال آگیا ہے اُس وقت سے آبادی بڑھ جانے سے جنگلی رقبوں کو برباد کرنے کا خطرناک کام جاری ہوا اور اُنیسویں صدی کے وسط تک ترائی کے رقبوں کو اور پہاڑیوں کو چھوڑ کر جہاں کی آب و ہوا خراب ہے بقیہ مقامات پر سے پُرانے جنگلوں کے سبھی نشان غائب ہو گئے۔ اس تنگ پٹی پر اور موجودہ تک ہمالیہ کے ایسے جنگلوں پر جس میں آسانی سے پہنچا جا سکتا ہے۔ اِن میدانوں کے جہاں جنگل نہیں ہیں، لاکھوں باشندوں کے لئے جنگل کی پیداوار مہیا کرنے کا تمام بار چھوڑ دیا گیا ہے۔

جنگل ملک کے لئے ایک قیمتی جائداد ہیں

ماہرین کا اندازہ ہے کہ لکڑی، ایندھن، گھاس وغیرہ کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے ہر ایک ملک کی ۲۰ سے ۲۵ فی صدی حصہ جنگلوں سے ڈھنکا رہنا چاہئے۔ فن لینڈ کا ۵ء۷۳، سویڈن کا ۵۵ آسٹریا کا ۳۷ء۰، جرمنی کا ۲۴، سوئٹزرلینڈ کا ۲۲ء۷، ناروے کا ۲۱ء۴، فرانس اور اٹلی کا ۱۹ اور بلجیم کا ۱۸ فی صدی حصہ جنگل سے ڈھنکا ہوا ہے۔ برطانیہ عظمیٰ کی تقریباً دس فی صدی زمین پر ہی جنگل ہیں۔ لیکن یہ بات ہوتے ہوئے بھی کہ کوئلہ آسانی سے مل جاتا ہے اور لوگوں کی مالی حالت ایسی ہے کہ وہ کوئلہ، لکڑی اور کیمیاوی کھاد خرید سکتے ہیں، ہر سال جنگل لگانے میں لاکھوں پونڈ صرف کئے جاتے ہیں یو۔پی میں کمایوں کے پہاڑی جنگلوں کو چھوڑ کر کل رقبہ کے صرف ۴ فی صدی حصے میں جنگل ہیں اور یہ جنگل بھی صرف پہاڑیوں اور ترائی کی چھوٹی پٹی تک محدود ہیں۔ جنگلوں کے ٹھیک تعداد میں نہ ہونے اور چھوٹے ہونے کے باعث میدانوں کے لوگوں کو لکڑی اور ایندھن، گھاس، بانس اور جنگل کی دوسری چیزوں کے لئے زیادہ قیمت دینی پڑتی ہے۔

ہمارے صوبے میں کم از کم ۵۰ لاکھ ہل اور کم از کم اتنے ہی گھر اور سار (مویشی خانے) اور دس لاکھ بیل گاڑیاں ہیں۔ گاؤں والے ایندھن کی گرانی کے باعث اور اُس کی جگہ جلانے کے لئے کوئی دوسری چیز نہ ملنے کے باعث مجبوراً گوبر جلاتے ہیں جو ہر سال کئی لاکھ ٹن صرف ہوتا ہے اگر گوبر کی یہ بہت بڑی مقدار دیہاتوں کے چولھوں سے ہٹا کر کھاد کی شکل میں کھیتوں میں پہنچا دی جائے تو نہ صرف زمین کو آئندہ کمزوری ہی سے بچائے گی بلکہ اُس کی قوت پیداوار کو بھی بڑھا دے گی اور اس طرح لوگوں کی مالی حالت کی اصلاح کرے گی۔ اس طرح معلوم ہوگا کہ لکڑی ایندھن اور چارے کے لئے بہت ضروری ہے اور گاؤں کے میدانوں کے کم زرخیز کھیتوں اور بنجر زمینوں میں ایندھن کے درخت لگا کر موجودہ

بہرائچ ڈویژن کے ایک کھیت کا نظارہ ۔ گیہوں کی فصل کے ساتھ ٹونگیا طریقے پر لگائے گئے شہتوت کے ایک سال کے پیڑ جو ۴ فٹ تک اونچا ہے۔

مہیا شدہ چیزوں کو بڑھانے کی سخت ضرورت ہے۔

گنگا کا میدان، جو دُنیا کے سب سے زیادہ بسے ہوئے حصّوں میں سے ہے اور جہاں کھیتی بھی بڑی کثرت سے ہوتی ہے۔ لکڑی، ایندھن اور چراگاہوں کے لئے مشہور ہے۔ اگرچہ آبادی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے پھر بھی اچھی کھاد کی کمی سے مٹی برابر کمزور ہو رہی ہے۔ گذشتہ مردم شماری ۱۹۳۱-۱۹۳۱ء میں اس صوبے کی آبادی ۷ فی صدی بڑھ گئی ہے اور یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ آئندہ مردم شماری میں ۱۲ سے ۱۳ فی صدی تک بڑھے گی۔ اس لئے یہ ظاہر ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورتیں پوری کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ عمدہ کھاد، ترقی دادہ بیج عمدہ آلات اور آب پاشی وغیرہ کے ذریعے کھیتی کی موجودہ زمین سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھایا جائے۔

۲۔ ترقی جنگلات کے لئے ڈویژن

بنانا۔ چیف کنزرویٹر آف فارسیٹ نے چارہ اور چرائی کی صوبہ کمیٹی کے چیرمین کی حیثیت سے یہ بتایا ہے کہ کارکنان کا خاص کام عوام کی اقتصادی حالت سُدھارنے کے لئے زراعت کی اصلاح ضرور ہونی چاہیے۔ جس نے دیہاتوں میں درخت لگانے اور لکڑی ایندھن اور چراگاہ کے لئے میدانوں کی بنجر زمین استعمال کرنے پر بہت زور دیا ہے۔

حکومت یو۔پی نے ترقی زراعت کے لئے اس بات کی ضرورت کا احساس کیا اور امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ سے بغیر دریافت کئے اُس نے میدانوں میں ایندھن اور چارے کے درخت لگانے کے امکانات کی تحقیق کرنے اور بنجر زمینوں کو کام میں لانے کے واسطے ٹھیک طریقہ بتانے کے لئے دسمبر ۱۹۳۷ء میں ایک فاریسٹ افیسر مقرر کیا۔ اُس کی سفارش پر محکمہ جنگلات کے ماتحت ۱۹۳۸ء میں ایک نیا فاریسٹ ڈیولپمنٹ ڈویژن قائم کیا گیا۔

اس ڈویژن کے کام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) ٹونگیا یا بن کھیتی کے طریقوں پر دیہاتوں میں خاص کر کھیتی کے قابل زمینوں میں لکڑی ایندھن اور چارہ پیدا کرنا۔

(۲) نہروں، سڑکوں اور راستے وغیرہ کے آس پاس کی نسبتاً بنجر زمینوں کو درخت لگانے کے لئے استعمال کرنا۔

(۳) اوسر زمین کو جس میں درخت نہیں لگائے جا سکتے چرائی کے کام میں لانا۔

(۴) قدرتی نباتاتوں کی حفاظت کر کے یا حسب ضرورت چھوٹے چھوٹے باندھ بنا کر مٹی کا کٹنا روک دینا۔

(۵) گاؤں کے چراگاہوں میں چارے کی پیداوار اور گاؤں کے چھوٹے چھوٹے جنگلوں میں ایندھن کی پیداوار بڑھانا۔

دیہاتوں میں ایندھن اور چارے کے چھوٹے چھوٹے درخت لگانا محکمہ جنگلات کا مقصد ہے۔ تاکہ کم از کم گاؤں کے باشندوں کی ایندھن اور لکڑی کی ضرورت ایک حد تک پوری ہو سکے اور باری باری چرائی کے ذریعے گاؤں کی موجودہ چراگاہوں کی اصلاح ہو سکے۔ جس اصول پر کام کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ بچاؤ اور کام ہوتا ہے اُسے زمیندار اور گاؤں والے ہی کرتے ہیں جو زمین کے مالک ہیں۔ فاریسٹ ڈیولپمنٹ آفیسر اور اُن کا ماتحت اسٹاف محکمہ گاؤں سدھار کی امداد اور تعاون سے پروپیگنڈہ کا کام کرے گا۔ ایسے درختوں کے پودے اور بیج لوگوں کو مفت تقسیم کرے گا جو اُس جگہ نہیں پائے جاتے۔ جنگل کے لئے پودے لگانے میں لوگوں کو رائے دے گا، دھاریوں اور دتعوں کی زمین کی حفاظت کرے گا اور گاؤں کی چراگاہوں اور بنجر زمینوں میں چرائی کی اصلاح کریگا۔

اٹاوا ضلع کی گھاٹی والے رقبہ کا ایک منظر

(فوٹو جناب ای ۔ ایس سمتھیز کی مہربانی سے)

۳ اشاعت ۔ سنہ ۱۹۳۷ء سے جاڑے کے موسم میں میرٹھ اور روہیلکھنڈ کی سول کمشنریوں میں خاص طور سے زمینداروں میں اشاعت کا کام کیا گیا اور جلسے کئے گئے جن میں لکڑی ایندھن اور چرائی کے لئے بنجر زمینوں کو کام میں لاکر فائدہ اُٹھانے کی باتیں سمجھائی گئیں ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کئی زمینداروں نے جنگل لگانے کے لئے اپنی کم پیداوار والی اور بنجر زمینیں دیں ۔ اور سنہ ۱۹۳۸ء میں بارش شروع ہونے پر کام شروع کر دیا گیا ۔ یہ تجربہ ہو گیا کہ اگرچہ جنگلوں کی ترقی کا یہ پہلو اہم ہے پھر بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ گاؤں کے لوگ اس سے پورا فائدہ اٹھا سکیں گے ۔

یو، پی کی سبھی بنجر زمین کے مالک زمیندار ہی ہیں ۔ اس لئے اِن درختوں سے جو کچھ پیداوار ہوگی اُس سے کسانوں کو فائدہ نہ ہوگا ۔ اسلئے یہ طے کیا گیا کہ کسان بھی اس اسکیم میں شامل کر لئے جائیں اور اُن سے کہا جائے کہ کام کے لئے اپنی لکڑی ایندھن اور چارے کی ضروریات پوری کرنے کے لئے وہ اپنی زمین کا کچھ حصہ الگ رکھیں ۔

سنہ ۱۹۳۹ء کے موسم سرما میں گاؤں والوں میں بھی زبردست پروپیگنڈہ کیا گیا اور میرٹھ روہیلکھنڈ ، لکھنؤ اور الٰہ آباد کی کمشنریوں کے بہت سے زیادہ دیہاتوں میں جلسے کئے گئے ۔ گاؤں کے لوگ اس کی طرف بہت زیادہ متوجّہ ہوئے لیکن نئے قانون قبضہ آراضی کے دیر میں پاس ہونے سے یہ اسکیم بڑھائی نہیں جا سکی ۔ پرانے قانون قبضہ آراضی کے مطابق کسان بغیر زمیندار کی اجازت کے اپنے کھیت میں درخت نہیں لگا سکتا تھا اور ایسا کرنے پر وہ بے دخل کیا جا سکتا تھا نیا قانون قبضہ آراضی بن جانے پر کسان جنھیں اب اپنے کھیتوں کے ۱/۱۰ حصّے میں درخت لگانے کا اختیار دیا گیا ہے ، اس اسکیم سے بڑی دلچسپی ظاہر کر رہے ہیں ۔ یہ اس بات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اس سال جو ۳،۲۵۰ ایکڑ زمین درخت لگانے کے لئے ملی ہے اُس میں سے ۱،۵۰۰ ایکڑ زمین کسانوں ہی کی طرف سے ملی ہے ذیل میں اُن خاص دقّتوں اظہار کیا جا رہا ہے جو مسلسل پروپیگنڈہ کے ذریعے دور کرنی ہوں گی ۔

(۱) کسانوں کے پاس بنجر زمین نہیں ہوتی اس لئے وہ اپنی زرخیز زمین کا کچھ حصہ جنگل لگانے کے لئے دینے سے معذور ہیں ۔ کیونکہ اس میں اُنھیں آئندہ کئی سال تک کچھ فائدہ اُٹھانے کی گنجائش نہ رہے گی ۔

یہ دقّت دور کرنے کے لئے اُنھیں یہ سمجھایا جاتا ہے کہ باقاعدہ کھیتی میں ایندھن کے درخت لگانے کی ایک اہم جگہ ہے اور وہ زیادہ تر ایسی جگہوں میں جہاں کھیتی زوروں پر ہوتی ہے کھیتی کی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہیں ۔ ایندھن کے درخت لگانے کے لئے علیحدہ کیا ہوا زمین کا ایک چھوٹا سا رقبہ اچھی طرح کھاد دئے ہوئے باقی کھیتوں کی بہ نسبت کہیں زیادہ نفع دیتا ہے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ ہر ایک من ایندھن اُتنی ہی مقدار کا کئی گنا گوبر گاؤں کی انگیٹھیوں سے بچا کر کھیتوں میں ڈلواتا ہے ۔ ایندھن کے درخت لگا کر اگر یہی کھاد بچالی گئی تو اس میں شبہ نہیں

ضلع اٹاوہ میں کھائی کی وہ زمین جس میں ببول کے درخت لگائے گئے ہیں

گیا جا سکتا کہ کسان کم محنت اور بیج کی مدد سے اس وقت جو پیداوار پا رہے ہیں اُس سے کہیں زیادہ پائیں گے۔ جنگل لگانے سے آلات کاشتکاری، گاڑی، جھونپڑی، اور ساد کے لئے لکڑی چارے وغیرہ کی شکل میں جو فائدے ہوتے ہیں وہ بھی کسان کو سمجھائے جاتے ہیں۔

(۲) کسان ایسے کھیتوں سے جنہیں جنگل کے درخت لگائے گئے ہیں، اس وقت تک کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے گا جب تک درخت اتنے بڑے نہ ہو جائیں کہ اُن سے ایندھن اور چھوٹی لکڑی ملنے لگے۔

ٹونگیا یا جنگلی کھیتی کا طریقہ اس دقت کو دور کرنے کے لئے سب سے زیادہ ضروری مانا گیا ہے اور دیہاتوں میں درخت لگانے میں کام میں لایا گیا ہے۔ اس طریقے کے مطابق لکڑی ایندھن اور چارے کے درختوں کے بیچ کھیت کی فصلیں کے ساتھ ایک فیٹ چوڑے کونڈے میں ۱۵ سے ۲۰ فیٹ تک کا فاصلہ دیکر بودے جاتے ہیں ۹ سے ۱۲ انچ کی گہرائی تک مٹی کام میں لائی جاتی ہے۔ جری، ایکھ اور اُرد کی فصلیں کم از کم شروع میں نہ بوئی جائیں۔ جب پودے اُگتے ہیں۔ کیونکہ یہ فصلیں چھوٹے پودوں کی بڑھ روک دینگی۔ پودوں کی اچھی خدمت اور نگرانی ہونے پر مٹی کی قسم کے مطابق ۴ سے ۸ سال تک کے درمیان میں ۱۵ سے ۲۰ فیٹ تک بڑھ جائیں گے اور آگے کھیتی ہونا بند کر دینگے کھیتی بند ہو جانے پر کھلی ہوئی جگہوں میں گھاس خود بخود اُگ آئیں گی اور حسب ضرورت چارے کے لئے عمدہ گھاسیں نکالی جا سکیں گی۔ اس طریقہ سے کسانوں کو اُسی وقت سے کچھ نہ کچھ ایندھن اور مویشیوں کے لئے چارہ ملنے لگے گا جب کھیتی بند ہو جائیگی۔

(۳) آم کے درخت۔ کسان آم کے درختوں کی بہت قدر کرتے ہیں۔ کسانوں کے ذریعے آم کے درخت لگانے کے خلاف واضح طور سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن پھلدار درخت اُس وقت تک نہیں کاٹے جاتے جب تک وہ خشک نہیں ہوتے۔ اس لئے کسانوں کو ایندھن اور لکڑی نہ مل سکے گی۔ اور اُنھیں آم کے درخت لگانے کا حکم دینے سے اسکیم کا مقصد حاصل نہ ہو سکے گا۔ انھیں یہ سمجھایا جاتا ہے کہ وہ آم کے درخت کے بجائے ببول، شیشم، خیر، لیموں، جامن، شہتوت اور بانس لگائیں۔ یہ آسانی سے اور بہت جلد بڑھتے ہیں اور ایندھن و لکڑی کی کسانوں کی روزمرہ کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ وہ اپنے کنبے کے لئے ایک قطار میں کچھ آم کے درخت بھی لگا سکیں گے۔ ان کے ذہن سے یہ خیال دور کرنے میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا جو گاؤں کی ایک روایت ہو گئی ہے۔ بہت زیادہ پروپیگنڈے اور ترغیب کی امداد ہی سے بہت سے لوگوں نے یہ بات مان لی ہے اور ایندھن اور لکڑی کے قیمتی درخت لگانے کا وعدہ کیا ہے۔

(۴) مٹی کی تیاری۔ جنگل کی کمشنریوں میں عموماً اپریل سے جون تک ہی مٹی کی تیاری کی جاتی ہے۔ لیکن زمینداروں اور کسانوں نے گرمی کے دنوں میں کام کرنا نامنظور کر دیا ہے انھوں نے یہ کام برسات شروع ہونے پر کرنے کا وعدہ کیا لیکن برسات شروع ہونے پر وہ اپنے کھیتی کے کاموں میں لگ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بوائی کافی دیر میں ہوئی اور لگائے ہوئے درختوں کی حالت اُتنی بہتر نہیں ہے جتنی ٹھیک وقت پر بوائی ہونے سے ہو سکتی ہے۔ گذشتہ دو سال کی دقتوں کا خیال کرتے ہوئے یہ طے ہوا ہے کہ مٹی کی تیاری جاڑے ہی میں کرا دینے کی کوشش ہونی چاہئے اور حتی الامکان ایسے ہی زمینداروں اور کسانوں کے ٹھکے دے لئے جائیں جو جاڑوں کی بارش کے بعد ہی کام کرنے کے لئے راضی ہوں۔ کسی حال میں بھی یہ کام مارچ کے بعد نہیں کیا جائیگا اس وقت کسان نسبتاً خالی رہتے ہیں، مزدور بھی آسانی سے مل سکتے ہیں اور زمینداروں وکسانوں کے لئے تیار رہنے پر ربیع کی کٹائی کے پہلے ہی یہ کام پورا ہو سکتا ہے۔

پروپیگنڈے اور درخت لگانے کے لئے جو کام شروع کئے گئے تھے وہ مختصراً اس طرح ہیں۔

پروپیگنڈہ ڈیولپمنٹ افیسر اور اُن کے اسٹاف کے ذریعے نومبر سے جنوری تک کیا جاتا ہے۔ اس کام کے لئے محکمہ گاؤں سدھار

پروپیگنڈے کے لئے کام میں آنے والے پوسٹروں کا ایک نمونہ

شیرکورٹ کی رانی صاحبہ (دھامپور، بجنور) کی زمین پر لگائے گئے ۶ مہینے کے پیڑ
(فوٹو شری ایس ایس نیگی کی مہربانی سے)

کے ملازموں کی امداد اور تعاون سے جلسے کئے جاتے ہیں اور پوسٹروں و میجک لالٹین کی تصویروں کی مدد سے تقریریں کیجاتی ہیں اور اسکیم کے فوائد سمجھائے جاتے ہیں۔ دیہاتوں میں کارکنان محکمہ گاؤں سدھار سے فائدہ اُٹھانے کے لئے حتی الوسع گاؤں سدھار سنٹروں ہی میں جلسے کئے جاتے ہیں۔ تب فاریسٹرس اور محافظ جنگلات ان دیہاتوں میں جاتے ہیں جہاں پروپیگنڈہ ہو چکا ہے۔ وہ ان کسانوں اور زمینداروں کا نام لکھتے ہیں جو اپنی زمین پر درخت لگوانا چاہتے ہیں۔ پھر درخت لگانے کے زمین کے ٹکڑوں کا معائنہ ہوتا ہے اور ہر ضلع کی ایک فہرست تیار کیجاتی ہے جس میں زمین کے مالک کا نام، گاؤں کا نام، رقبہ مٹی کی قسم اور اُس درخت کا نام درج کیا جاتا ہے جو اس حلقے میں لگانے کے لئے بہتر ہوگا۔ پھر وس کے رقبوں کے کسانوں سے اصرار کرکے موجودہ رقبوں کو بڑھانے کی ہرامکانی کوشش کیجاتی ہے ابتدائی کام ختم کر چکنے پر فاریسٹرس اور محافظ جنگلات جاڑوں کی بارش کے بعد فوراً ہی اس گاؤں میں پھر جاتے ہیں تاکہ وہ زمین کے مالکوں سے کام شروع کرنے کے لئے اصرار کریں۔ اور مٹی کی تیاری کرانے میں انھیں ضروری امداد بھی دےسکیں بارش شروع ہونے پر کارکنان محکمہ جنگلات بیج لیکر اپنے سامنے بوائی کرانے کے لئے اُن دیہاتوں کا پھر سے دورہ کرتے ہیں۔ وہ یہ دیکھنے کے لئے برسات بھر اُن دیہاتوں کا دورہ جاری رکھیں گے کہ نرائی ٹھیک وقت پر کیجاتی ہے اور پودوں کی حفاظت بخوبی ہوتی ہے یا نہیں اس کے بعد کے جاڑوں میں وہ درختوں کی دیکھ بھال اور پروپیگنڈے کے کاموں میں پھر سے لگ جائیں گے۔ وہ مالکوں کو حسب ضرورت شاخیں وغیرہ کٹوانے میں بھی اُن کی مدد کریں گے۔

۴۔ ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء کے کاموں کی تفصیل

۱۹۳۸ء میں اضلاع مظفرنگر، میرٹھ بلندشہر، بجنور، بریلی، پیلی بھیت اور ہردوئی کی زمین میں کام کیا گیا۔ ان رقبوں پر لگائے ہوئے درختوں نے مظاہرہ کی شکل میں کام دیا اور زمینداروں وکسانوں دونوں کے سامنے اس اسکیم کو ہردلعزیز بنانے میں کامیابی حاصل کی۔ ۱۹۳۹ء میں یہ کام مرادآباد، لکھنؤ اور ضلع پرتاب گڈھ تک بڑھا دیا گیا اور ۴۰ سے زیادہ دیہاتوں میں پروپیگنڈہ کیا گیا۔ تربیت یافتہ ملازموں اور روپئے کی کمی کی وجہ سے اور کئی اضلاع میں یہ کام نہیں کیا جاسکا۔ گذشتہ سال سے جو کام ہوا ہے وہ مختصراً اس طرح ہے۔

۱۔ دیہاتوں میں درخت لگانا

۱۹۳۸ء میں بارش شروع ہونے پر ۷ اضلاع میں تقریباً ۱۶۰ ایکڑ زمین بودی گئی۔ پودے اچھی طرح اُگے اور اخیر اگست تک وہ اچھی حالت میں تھے لیکن بارش نہ ہونے اور بعد میں خشک سردی پڑنے کے باعث ان میں سے کچھ خراب ہوگئے۔

۱۹۳۹ء میں تقریباً ۷۲۰ ایکڑ زمین میں بارش شروع ہونے پر درخت لگائے گئے جس میں سے تقریباً ۲۰۰ ایکڑ زمین کسانوں کی تھی۔ درحقیقت کسانوں نے ۶۰۰ ایکڑ زمین درخت لگانے کے لئے دی تھی لیکن جدید قانون قبضہ آراضی کے پاس ہونے میں دیر ہو جانے کی وجہ سے تقریباً ۴۰۰ ایکڑ زمین چھوڑ دینی پڑی۔ زمینداروں نے اس تاخیر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسانوں کو اپنی زمین میں درخت لگانے کی اجازت نہیں دی ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء میں جو ۲۰ ایکڑ زمین میں جنگل لگائے گئے تھے اس میں سے ۳۰۰ ایکڑ زمین زمینداروں کی پڑتی تھی جو زیادہ جھاڑ کی وجہ سے ننگی تھی اور اپنے مالکوں کو کچھ بھی پیداوار نہیں دیتی تھی۔ صرف ایک موسم میں اُس میں اتنی زیادہ پیدا ہوئی کہ اس سے زمین پر لگے

ایندھن کے لئے میتھاں گاؤں میں اُپلے اکٹھے کرنے کا ایک منظر
(فوٹو جناب ایس ایس نیگی کی مہربانی سے)

ضلع بریلی کے ایک گاؤں میں ترنکبا طریقے پر لگائے ہوئے ایک سال کے
کیتھے کے درخت جو ۴ فیٹ تک اونچے ہیں
(فوٹو جناب ایس ایس نیگی کی مہربانی سے)

ہوئے درختوں کا نصف خرچ نکل آیا۔

مانسونی حالات کے ناموافق ہونے سے کام پھر رُک گیا۔ لیکن نتیجہ اچھا دکھلائی دیتا ہے اور یہ امید کیجاتی ہے کہ جاڑے کی بارشوں سے تقریباً ۷۵ فیصدی درخت اچھی طرح بڑھ سکیں گے۔

(۲) دوسرے رقبے - یو۔ پی میں تقریباً ۳۰۰ مربع میل اوسرہے تقریباً ۴۰۰ لاکھ گھریلو مویشیوں کے چارے اور چرائی کے لئے ہی یہ خاص طور پر کام میں آتا ہے اور یہ بات ہمیشہ جاری رہے گی۔ یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ زیادہ چرائی کی وجہ سے یہ زمین چارے کی اُس مقدار کا ایک تھوڑا سا حصہ دیتی ہے جو اچھی طرح حفاظت کرنے پر پیدا ہو سکتی ہے۔ یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ اگر ہر سال برسات میں ۴ پانچ مہینے تک رقبے کو ۱/۳ حصے میں چرائی بند کردی جائے تو صوبے میں ۱۶۰ سے لیکر ۱۸۰ لاکھ من تک گھاس بڑھ جائے گی۔

موٹے طور پر اوسر کی زمینیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔

(الف) نصف اوسر - نصف اوسر زمین میں ٹکڑوں کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہوتا اور جہاں جہاں اچھی مٹی کے چکتے نکل آتے ہیں۔ جنہیں گھاس اور عموماً کٹیلی جھاڑیاں اُگ آتی ہیں۔ اچھی مٹی کے ان چکتوں میں شیشم، ببول، ڈھاک، نیم اور کھیر کے درخت آسانی سے اُگ سکتے ہیں۔

میرٹھ کے پاس ایک نیم اوسری رقبہ جسکے مالک جناب خان بہادر شیخ وحید الدین صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ ہیں، جنگل لگانے کے لئے لے لیا گیا ہے اور اس میں آہستہ آہستہ درخت لگائے جارہے ہیں۔ ایسی ہی ۱۲۰۰ ایکڑ زمین کا دوسرا رقبہ جو کالا کانکر اسٹیٹ (پرتاب گڈھ) کا ہے لیا گیا ہے۔ اس میں آئندہ سال سے درخت لگیں گے۔

ان رقبوں میں ۷ آٹھ سال تک چرائی بند رہے گی۔ اسلئے وہ خود بخود چرائی کے لئے درست ہو جائینگے۔

ب۔ حقیقی اوسر حقیقی اوسر بہت گہرائی تک کنکر ہوتے ہیں یا اس میں سخت مٹی کی مضبوط تہہ ہوتی ہے جو جڑوں کی ترقی روکتی ہے درخت والی فصلوں کی جڑیں دور تک جاتی ہیں۔ ایسی فصلوں کو ایسے رقبے میں بڑھنے دینے سے چرائی کے لئے سدھارا جاسکتا ہے۔

دیہات کے باشندوں کو چرائی کی ٹھیک حفاظت سے ہونے والے فائدے دکھلانے کے خیال سے ہر ایک ضلع میں نمائشی ٹکڑے کھولنے کی تجویز ہو رہی ہے۔ ۱۹۳۹ء میں دس دس ٹکڑوں کے دو ٹکڑے گوری گاؤں (ضلع لکھنؤ) اور فتح گنج (ضلع بریلی) میں اس طرح گھیر دیئے گئے ہیں کہ ان کے اندر مویشی نہیں جاسکتے۔ صرف ایک موسم میں چرائی بند کرنے کا نتیجہ بہت اچھا ہوا ہے اور ان ٹکڑوں میں اُگی ہوئی گھاس پاس کے اُس رقبے کی گھاس سے کہیں اچھی ہے جس میں بہت زیادہ چرائی ہوتی ہے۔

اگرچہ محکمہ جنگلات کی طرف سے کئے ہوئے تجربات نے یہ بات قطعی طور سے ثابت کردی ہے کہ برسات میں ہر سال حفاظت ہونے سے چارے کی پیداوار بہت زیادہ بڑھ جائیگی پھر بھی سوال یہ ہے کہ دیہاتی حالات کے لئے یہی بات کیونکر کہی جاسکتی ہے۔ یو۔ پی میں زمیندار ہی سبھی اوسر اور بنجر زمین کے مالک ہیں اور وہی ان دو وجوہ سے اسے سُدھارنے میں عموماً کوئی بھی رقم صرف نہیں کرتے۔

(۱) اُنھیں اپنے مویشیوں کے لئے بہت بڑے چراگاہوں کی ضرورت نہیں ہے (۲) اُنھیں چرائی سے کچھ بھی آمدنی ہونے کی گنجائش نہیں رہتی چرائی کے لئے فیس مقرر کرنے کی کوشش سے گاؤں میں جھگڑے بکھیڑے ہونے کا امکان ہو سکے گا۔

اس لئے صرف یہی حل ممکن معلوم ہوتا ہے کہ حکومت ایسے دیہاتوں کے پاس جہاں دیہات کی پنچائتیں اور زندگی سدھار سوسائٹیاں کامیابی کے ساتھ کام کر رہی ہیں زمین کے کچھ ٹکڑے لیکر اُنھیں ڈیولپمنٹ افیسر کی نگرانی میں چرائی کی اصلاح

کے لئے سوسائیٹیوں کو دیدے اور کمیشن سے اس مضمون کی ایک سفارش کی گئی اور اس کام کے لئے کمیشن کی طرف سے جب رقم مل جائے گی تو کچھ ضلعوں میں کام شروع ہو جائیگا۔

(۳) کھائی اور مٹی کے کٹنے کی حفاظت ۔ گھاٹیوں اور ان کے اوپر کی زمین مویشیوں سے محفوظ کر دینے پر قدرتی بناتا تیں پھر اگ آئینگی اور مٹی کا کٹنا رک جائے گا۔ ضلع بدایوں میں تین گھاٹیوں میں چرائی بند کر دی گئی ہے۔ زمیندار اور کسان اس وقت اس بات میں شک کر رہے ہیں کہ صرف چراگاہ میں چرائی بند کر دینے سے مٹی کا کٹنا بند ہو جائے گا اور وہ اپنے خرچ سے چوکیدار تعینات نہیں کرنا چاہتے۔ انھیں اس بات کا یقین دلانے کے لئے سرکاری خرچ سے ان رقبوں کو تار سے اس طرح گھیر دینے کا فیصلہ ہوا ہے کہ اس کے اندر مویشی نہ جا سکیں۔ گھیر الگوانے کا خرچ زمینداروں اور کسانوں نے دیا ہے کسانوں سے اب اصرار کیا جا رہا ہے کہ وہ گھاٹیوں کے ہر دو طرف اپنے کھیتوں کی بغل میں ایک فیٹ اونچی اور ایک فیٹ چوڑی مٹی کی دیوار اور جہاں ضرورت ہو وہاں چھوٹے چھوٹے باندھ بھی تیار کر لیں یہ امید کی جاتی ہے کہ آئندہ برسات تک مٹی کی دیواریں اور باندھ تیار ہو جائینگے۔

ممالک متحدہ کا نقشہ جس میں اس صوبے کے جنگلات کا رقبہ دکھایا گیا ہے۔

۳۰ ایکڑ کا ایک دوسرا رقبہ ضلع مرادآباد میں لیا گیا ہے۔ اس رقبے میں کوئی تار کا گھیرا نہیں بنایا گیا ہے لیکن اس کی دیکھ بھال کے لئے ایک محافظ تعینات کیا گیا ہے۔ وہ قریب کے دیہاتوں میں درخت لگانے کے کام میں بھی معائنہ کرتا ہے۔

(۵) نرسریاں اور بیج گودام ۔ دیہات کے باشندوں میں پودے تقسیم کرنے کے لئے بالترتیب بریلی، اور میرٹھ میں تین مرکزی نرسریاں کھول دی گئی ہیں تقریباً ۸۷۰۰ اور ۱۵۰۰۰ جنگل پھل اور سجاوٹ کے پودے بالترتیب ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء کے لئے زمینداروں اور کسانوں کو مفت تقسیم کئے گئے دو بیج گودام بریلی اور میرٹھ میں کھولے گئے ہیں تقریباً ۳۳ من اور ۲۷۵ من جنگل کے بیج بالترتیب ۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۹ء میں دیہاتوں میں درخت لگائے جانے کے لئے کام میں لائے گئے۔

۵۔ تنظیم ۔ یہ بات طے نہ ہونے کی وجہ سے کہ ترقی جنگلات کا کام مقبول ہو سکے گا تنظیم کا کام رفتہ رفتہ بڑھانا اور کام بڑھنے کے ساتھ ساتھ ملازموں کو بھی بڑھانا پڑا۔

۱۹۳۸ء میں ڈیولپمنٹ آفیسر نے تنہا پروپیگنڈہ کا کام کیا اور جب درخت لگانے کے لئے کافی رقبہ ملنے کا یقین ہو گیا تو ۴ فاریسٹرس اور ۸ محافظ جنگلات محکمہ جنگلات سے جون ۱۹۳۸ء میں ڈیوٹیشن میں شامل کر لئے گئے۔ ان کی جگہ اکتوبر ۱۹۳۸ء میں ۴ فاریسٹر اور ۸ محافظ جنگلات مقرر کئے گئے جو ڈیویژن کیلئے خاص طور سے بھرتی کئے گئے تھے اور جنھوں نے جنگل کے ڈیویژنوں میں تقریباً ۳ ماہ کی ٹریننگ ختم کی تھی۔ بعد میں یہ معلوم ہوا کہ فاریسٹروں کے لئے اتنی کم ٹریننگ کافی نہیں ہے اس لئے ۴ فاریسٹرس نومبر ۱۹۳۸ء میں یو۔ پی فاریسٹ ٹریننگ کلاس میں بھرتی کرا دیئے گئے ۱۹۳۹ء میں کام بڑھ جانے اور مٹی کی تیاری اور بوائی کے وقت ٹریننگ کے لئے بھیجے جانے والے فاریسٹروں کے نہ ملنے پر اپریل ۱۹۳۹ء میں ۳ ماہ کے لئے محکمہ جنگلات سے ۴ فاریسٹرس اور ۸ محافظ جنگلات ڈیپوٹیشن میں شامل کئے گئے وہ جولائی میں ٹریننگ کلاس سے ٹریننگ پاکر واپس ہونے والے ۴ فاریسٹروں اور ۸ محافظ جنگلات کے آنے پر جو ڈیویژن میں جنگل کے ملازمونکے ذریعے ٹریننگ پانے کے لئے تعینات کئے گئے تھے، کام پر سے ہٹا دیئے گئے۔ یہ بات بھی اطمینان بخش نہیں تھی۔ کیونکہ ان چھوٹے چھوٹے ڈیپوٹیشنوں کو ڈیویژنل فاریسٹ افسروں اور ملازموں کی موافقت نہیں حاصل تھی اور فاریسٹرس ٹریننگ کلاس میں بھیجے جانے والے فارسٹرز اس وقت نہیں مل سکتے تھے جب درخت لگانے کے کام کے لئے ان کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس لئے یہ طے ہوا کہ آئندہ بھرتی ہونے والے فاریسٹروں کو ۷ مہینے (جون سے دسمبر) تک فاریسٹ ڈیویژنوں میں اور ۳ مہینے (جنوری سے مارچ) تک ڈیولپمنٹ ڈیویژن میں ٹریننگ دی جائے۔ اس طریقے سے وہ فاریسٹ ڈیویژنوں میں مٹی کی تیاری، بوائی نرائی وغیرہ کی پوری ٹریننگ حاصل کر لیں گے اور ڈیولپمنٹ ڈیویژن میں ان کاموں کی انھیں پوری عملی واقفیت ہو جائے گی جو انھیں کرنے ہوں گے۔ وہ دیہاتی زندگی سے بھی واقف ہو جائیں گے۔ محافظان جنگلات کو فاریسٹ ڈیویژنوں میں نہ بھیج کر انھیں ڈیولپمنٹ ڈیویژن میں ۱۰ جون سے مارچ تک ٹریننگ دی جائیگی یہ یقین کیا جاتا ہے کہ کارکنان کی ٹریننگ کا یہ طریقہ زیادہ

حاصل اطمینان ثابت ہوگا اور مستقبل میں کام میں لایا جائیگا۔

۱۹۳۹ء میں بہت بڑے رقبے میں مظفر نگر سے پرتاپگڈھ تک ۱۰ ضلعوں میں کام پھیل جانے کی وجہ سے یہ سوچا گیا کہ ڈیولپمنٹ افیسر اکیلے اس کام کی اچھی طرح نگرانی نہیں کر سکتے۔ انھیں کام کی نگرانی میں مدد دینے کے لئے ۱۹۳۹ء کی برسات شروع ہونے کے قبل محکمہ جنگلات سے ایک فاریسٹ رینجر اور ایک ڈپٹی رینجر ڈیپوٹیشن میں لئے گئے۔ وہ ڈیویژن میں اُس وقت تک رہیں گے جب تک فاریسٹ ڈیولپمنٹ کے ملازموں کو ان کی جگہ پر کام کرنے کا پورا تجربہ نہیں ہو جاتا۔

گذشتہ دو سال کے تجربات تبلاتے ہیں کہ کام اتنا بڑھ سکے گا جتنی کوئی اُمید نہیں کر سکتا اور وہ حالت آ گئی ہے جب کہ اسکیم کی آئندہ ترقی کے لئے حکومت کو یہ سمجھا دیا جائے کہ کتنی رقم اور ملازمتوں کی ضرورت لاحق ہوگی۔ اسلئے چیف کنزرویٹر آف فاریسٹ یو۔ پی۔ نے جولائی ۱۹۳۹ء میں حکومت کے پاس غور کرنے کے لئے ایک نوٹ پیش کیا ہے جس میں محکمہ جنگلات کے کاموں کو میدانی اضلاع میں بڑھانے کے سلسلے میں فائننس کمیٹی کی کارروائیاں لکھی ہیں۔

یہ خاکہ جس کے مطابق پروگرام بڑھا جائیگا۔ موٹے طور پر ذیل میں درج ہے۔

(۱) یونیٹ۔ انتظام کا یونیٹ ایک ڈیویژن ہوگا جسمیں ۱۱ سول اضلاع یا ایک گزیٹڈ اور تربیت یافتہ فاریسٹ افیسر کے دو سول ڈیویژن ہونگے (آخر میں صوبے کے لئے ۴ یونیٹ ہو سکیں گے)

(۲) ملازم۔ ہر یونیٹ میں ۲ رینجر (ہر سول ڈیویژن میں ایک رینجر) ۱۱ فاریسٹرس (ایک سول ضلع میں ایک فاریسٹر) اور ۵۰ محافظ جنگلات (ہر تحصیل میں ایک محافظ) رکھے جائیں گے۔ ملازم ہر یونیٹ میں دھیرے دھیرے بڑھائے جائینگے۔

(۳) خرچ۔ ایک یونیٹ میں اس طرح خرچ ہوگا۔

سال	خرچ	کیفیت
پہلا سال	۱۰,۰۰۰	اس میں ڈولپمنٹ افیسر کی
دوسرا سال	۱۷,۵۰۰	تنخواہ، سفر خرچ، گاڑی اور
تیسرا سال	۲۵,۰۰۰	ان کے ملازموں کا ذاتی خرچ
چوتھا سال	۳۱,۰۰۰	شامل نہیں ہے۔
پانچواں سال	۳۷,۰۰۰	

غالباً تنظیم اور ترقی میں ہر ایک یونیٹ ۵ سال کا وقت لے گا۔

حکومت یہ طے کریگی کہ کام کس تیزی سے بڑھنا چاہیئے۔ اور ترقی ہونے پر نئے یونیٹ بھی قائم ہو سکتی ہے۔ یہ فرض کر کے کہ اسکیم ترقی کر رہی ہے اگلے ۵ سال کے لئے آزمایشی تجویز اس طرح تیار کی گئی ہے۔

سال	پہلا یونیٹ	دوسرا یونیٹ	تیسرا یونیٹ	سالانہ میزان
۱۹۴۰-۴۱ء (تیسرا سال)	۲۵,۰۰۰	....	....	۲۵,۰۰۰
۱۹۴۱-۴۲ء (چوتھا سال)	۳۱,۰۰۰	پہلا سال ۱۰,۰۰۰	....	۴۱,۰۰۰
۱۹۴۲-۴۳ء (پانچواں سال)	۳۷,۰۰۰	دوسرا سال ۱۷,۵۰۰	....	۵۴,۵۰۰
۱۹۴۳-۴۴ء (چھٹا سال)	۳۷,۰۰۰	تیسرا سال ۲۵,۰۰۰	....	۶۲,۰۰۰
۱۹۴۴-۴۵ء (ساتواں سال)	۳۷,۰۰۰	چوتھا سال ۳۱,۰۰۰	پہلا سال ۱۰,۰۰۰	۶۸,۰۰۰

نوٹ:۔ پہلے یونیٹ میں ۲ سال سے کام ہو رہا ہے اور ۱۹۴۰-۴۱ء یونیٹ کا تیسرا سال ہوگا۔

۱۹۳۸ء میں جب ڈیویژن بنایا گیا اُس وقت صرف ڈیولپمنٹ افیسر اور ایک کیمپ کلرک کام کرتے تھے پچھلے دو سال سے کام بڑھ جانے پر ملازم بھی رفتہ رفتہ بڑھ رہے ہیں۔ اور اب اس میں ایک فاریسٹ ڈیولپمنٹ افیسر، ایک فاریسٹ رینجر، ایک ڈپٹی رینجر، ۸ فاریسٹرس ۱۸ محافظان جنگلات، ایک سینیر اسسٹنٹ کلرک، اور ایک کیمپ کلرک ہیں۔

اس وقت اس طرح انتظام کیا گیا ہے کہ محکمہ جنگلات ہر ایک یونیٹ کے لئے ایک تجربہ کار گزیٹڈ فاریسٹ افیسر دیگا اور اُسکی تنخواہ، سفر خرچ، اور اسکے کیمپ ملازموں کا خرچ دیگا۔ محکمہ گاؤں سدھار اور اوسر کمیٹی، ماتحت ملازمین، بیج، نرسریاں اور چراگاہوں اور بنجر زمینوں کی ترقی اور حفاظت میں ہونے والا خرچ برداشت کرے گا۔

تلسی کے آٹھ فائدے

(۱) ملیریا بخار میں تلسی کے پتّوں کا رس ایک تولہ ادرک کا رس ۶ ماشہ دونوں کو ملا کر چاٹنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

(۲) دردزہ میں تلسی کے پتّوں کا رس پینے سے دردزہ دور ہو جاتا ہے۔

(۳) کان کے درد میں تلسی کے پتّوں کے رس کا ایک قطرہ ڈالنے سے آرام ہوتا ہے۔

(۴) سیتلا کے بخار میں تلسی کی منجری اجوائن اور ادرک تینوں برابر لیکر ایک ساتھ پیس لیں اور چھان کر پئیں تو سیتلا کے بخار کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

(۵) داد یا کھجلی میں کہیں بھی داد یا کھجلی ہو تو تلسی کے پتّوں کو رگڑنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

(۶) تندرست رہنے کے لئے روز صبح تلسی کے تین پتے اور تین کالی مرچوں کو ایک ساتھ پینا چاہیئے۔

(۷) رتوندھی میں جس کو رات میں بالکل نہ دکھائی دیتا ہو، تلسی کے پتّوں کا دن میں تین چار بار رس ڈالے۔ آرام ہوگا۔

(۸) پینس میں تلسی کے سوکھے پتّوں کا باریک سفوف بنا کر سونگھنی کی طرح نسوار لینی چاہیئے۔

ملک کی حقیقی اصلاح کوآپریٹو سوسائٹیوں سے

(از جناب جگناتھ پرشاد شرما۔ انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز، ہردوئی)

ہمارا عظیم الشان ملک دیہاتوں کا ملک ہے۔ یہاں کا خاص پیشہ کاشتکاری ہے تقریباً ۹۰ فیصدی آبادی گاؤں کے چھونپڑوں میں بستی ہے اور قریب قریب تمام باشندگان ملک کی روزی کا گاؤں والوں ہی کی محنت اور کمائی پر انحصار ہے جس کی اصلاح کے بغیر ملک کی اصلاح ناممکن ہے۔

دیہاتوں کی موجودہ حالت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ باوجود حکومت و ملک کے خیر خواہ رہنماؤں کی تمام کوششوں کے آج بھی دیہاتوں کی حالت قابل اطمینان نہیں کہی جا سکتی۔ سماج کے کسی پہلو پر بھی نظر ڈالئے آپ کو حالت ناقابل اطمینان ملیگی۔ گاؤں والوں کی مالی، جسمانی، تعلیمی، وطنی، سماجی یا اور کسی بھی پہلو پر غور کرنے اور دنیا کے دیگر ملکوں کے باشندوں سے مقابلہ کرنے سے ہماری حالت سب سے پست اور گری ہوئی ملتی ہے جن اصحاب کو دیہاتوں میں جانے کا و گاؤں والوں سے مل کر بات چیت کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ وہ یہ بات تسلیم کرینگے کہ گاؤں والوں میں ایک قسم کی مایوسی سی آگئی ہے اور ان کی یہ موجودہ حالت تبدیل نہیں ہو سکتی انکی اس غلط فہمی کو دور کرنا ہم سب کا پہلا فرض ہونا چاہئے۔

یہ سب نے سنا ہوگا کہ ٹھیک یہی حالت تقریباً ۶۰ یا ۷۰ سال قبل مغرب کے کئی ممالک کی تھی۔ لوگ اپنی زندگی سے عاجز آگئے تھے اور کہیں کہیں وہ لوگ وطن چھوڑ کر باہر جانے لگے تھے لیکن خوش قسمتی سے انھیں میں سے ان کے رہنما پیدا ہوگئے جنھوں نے اصلاح کی راہ ڈھونڈھ نکالی۔ لوگوں نے رہنماؤں کی باتیں غور سے سنیں اور ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کیا۔ اتنے دنوں کی مسلسل تنظیم و کوششوں کے بعد آج وہ ملک خوشحال ہیں اور دنیا کے مہذب ممالک میں امتیازی درجہ رکھتے ہیں۔

جو طریقے مغربی ممالک اپنے تمام مسائل حل کرنے میں کام میں لائے ہیں۔ وہ طریقہ کوآپریٹو، سہیوگ یا امداد باہمی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہمارے ملک کے لئے یہ کوئی نیا طریقہ نہیں ہے۔ امداد باہمی اور اشتراک باہمی کا اپنے ملک میں بھی کسی وقت بول بالا تھا۔ بیشتر ذمہ دار اہل فکر کا قول ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سو دو سو سال قبل یہاں کے دیہاتوں میں پنچایتی حکومت سی قائم تھی۔ گاؤں خود مختار اور آزاد تھے۔ ملک کی سلطنت ایک خاندان سے دوسرے خاندان کے ہاتھ میں چلی جاتی تھی لیکن دیہاتوں کی پنچایتوں کا انتظام بدستور قائم رہتا تھا۔ اس قسم کی تنظیم و انتظام ہمارے دیہاتوں میں ہزاروں سال قبل سے ہوتا آتا تھا پنچ پرمیشور، پانچ پنچ مل کیجئے کام ہارے جیتے نہیں لاج۔ سات پانچ کی لکڑی ایک جنے کا بوجھ وغیرہ کہاوتیں اسی پنچایتی تنظیم کے متعلق آج بھی دیہاتوں میں رائج ہیں۔ لیکن زمانے کے انقلاب سے آج ہمارے گاؤں کی حالت بہت افسوسناک ہو رہی ہے۔ ہمارا پرانا پنچایتی نظام قریب قریب معدوم ہو گیا ہے۔ گاؤں میں اب کوئی کسی کی سننے والا نہیں ہے۔ سماج کا کوئی دباؤ رہا ہی نہیں سبھی اپنی اپنی ڈفلی لیکر اپنا اپنا راگ الاپ رہے ہیں۔ گاؤں کو اس طرح اجڑتے اور برباد ہوتے دیکھ کر سمجھدار لوگوں نے پھر سے پرانے پنچایتی نظام کو مغربی ممالک سے ضروری سبق لیتے ہوئے دیہاتوں میں قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بہت سوچنے سمجھنے کے بعد لوگ اس نتیجے پر پہنچ سکے ہیں کہ گاؤں کی حقیقی ترقی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے۔ یہی یقین رکھتے ہوئے آج تقریباً ۳۵ سال سے کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم ہو کر قریب قریب ہر صوبے میں اصلاح، تنظیم و گاؤں والوں کی بھلائی کے کام کر رہی ہیں۔

ابتدا میں قریب قریب ہر جگہ قرضہ دینے والی سوسائٹیاں قائم ہوئیں جنھیں کہیں کہیں پر خراب اور بے ایمان آدمیوں نے شریک ہو کر اس تحریک کو کچھ حد تک بدنام کیا۔ کبھی کبھی تو لوگ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ "بینک لوگوں کو رنک کر دیتا ہے" لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے اصلیت یہ ہے کہ جہاں کا کام خراب ہونے کے متعلق کہا جاتا ہے وہاں لوگ پہلے ہی رنک ہو چکے تھے اور انکو کہیں سے قرض نہیں ملتا تھا۔ اس وقت ان لوگوں نے اپنا بینک بنایا اور کام شروع کیا۔ نگرانی اچھی نہ رہنے کی وجہ سے نتیجہ جیسا ہونا چاہئے تھا ہوا۔ خرابیاں کئی قسم کی تھیں جن کو جیسے جیسے تجربہ ہوتا گیا دور کیا گیا اور یہ کہنا تو بالکل ہی غلط ہے کہ ہر جگہ ناکامیابی ہی رہی۔ پہلے کی قائم شدہ جماعتیں اطمینان کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔ آج ان کا ذاتی سرمایہ ہو گیا ہے۔ ممبروں کا شرح سود کم کر دیا گیا ہے۔ قرض کے علاوہ ان میں گاؤں سدھار کے کام بھی ہو رہے ہیں۔ جن بینکوں سے یہ سوسائٹیاں قرض لیتی تھیں اب ان مہاجن بینکوں کو یہ سوسائٹیاں قرض اور امانتیں دے رہی ہیں اور کہیں کہیں دوسری جگہوں میں بھی اپنا روپیہ لگا رکھا ہے۔ پہلے کی قائم شدہ ایک سوسائٹی مئو (ضلع اعظم گڈھ) کا حال سنئے سوسائٹی اپنے سرمایہ سے کام کر رہی ہے۔ تقریباً ۴۰ ہزار روپیہ کا کاروباری سرمایہ ہے۔ سوسائٹی کے کئی سو ممبر ہیں۔ قصبے کا کوئی بھلا آدمی سوسائٹی کا ممبر ہونا اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے۔ سوسائٹی نے ضلع بینک اعظم گڈھ و زمیندار بینک سید پور (غازی پور) کو قرض دے رکھا ہے۔ تقریباً ۶ ہزار کی لاگت کی اپنی ذاتی عمارت بنوائی ہے۔ جس میں باقاعدہ دفتر لگتا ہے۔ سوسائٹی نے اپنے ممبروں کا سود گھٹا کر تقریباً ۶ فیصدی سالانہ کر دیا ہے۔ بڑائی گاؤں (بنارس) کا حال تو آپ نے اکثر سنا ہوگا اور اخباروں میں پڑھا بھی ہوگا۔ اسی طرح کتنی ہی جماعتیں ہمارے صوبے میں اور دیگر صوبوں میں کامیابی سے کام کر رہی ہیں اسلئے یہ کہنا کہ جہاں جہاں بینک قائم ہوتا ہے وہاں لوگ رنک ہو جاتے ہیں اور تباہ ہو جاتے ہیں بالکل غلط ہے۔ ہاں جہاں بے ایمان لوگ سوسائٹی میں داخل ہو جاتے ہیں منتظم اپنا نجی فائدہ اٹھانے لگتے ہیں۔ یعنی چرواہا بھیڑیے کا کام کرنے لگتا ہے وہاں سیدھے سادے آدمیوں کو کبھی کبھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے اسلئے برابر اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ سوسائٹیوں میں صرف اچھے آدمی ہی داخل کئے جائیں اور بے ایمانوں کا جماعت سے کوئی

تعلق نہ قائم ہونے پائے۔

اس وقت قرضہ جاعتوں کے علاوہ صوبے میں پراویڈنٹ فنڈ پالیسی سیونگ اسکیم اور بچت کی سوسائٹیوں کے ذریعے روپیہ جمع کرانے کا طریقہ جاری ہے گنّے کی سوسائٹیاں اور یونین بناکر گنّا بیچنے کی دقتیں دور کی گئیں اور ان سوسائٹیوں نے لاکھوں روپیہ کمایا جو کسی نہ کسی شکل میں کاشتکاروں کے فائدے کے کاموں میں صرف کیا جارہا ہے۔ سوسائٹیوں کے ذریعے غلّے کی خرید و فروخت کا انتظام ہورہا ہے۔ بکھرے ہوئے اور چھوٹے چھوٹے کھیتوں کے ٹکڑوں کے بڑے بڑے چک بنانے کی سوسائٹیاں قائم ہورہی ہیں۔ آبپاشی کی سوسائٹیوں سے سینچائی کی دشواریاں دور کی جارہی ہیں کالج اور اسکولوں میں اسٹور قائم ہورہے ہیں۔ ہریجنوں کی سوسائٹیاں قائم کرکے اُن میں سدھار کا پروپگنڈہ ہورہا ہے۔ اُستادوں ودیگر ملازمان کی سوسائٹیاں قائم کرکے اُن میں کفایت شعاری و بچت کی عادت ڈالی جارہی ہے۔ جولاہوں اور کوریوں کو کچّا مال دیکر اُن کے تیار مال کو مناسب داموں میں فروخت کرنے کا انتظام ہورہا ہے۔ گھی دودھ پیدا کرنے والی اور فروختگی کی سوسائٹیاں قائم کی جارہی ہیں۔ محکمہ گاؤں سدھار کے منتخب کئے ہوئے دیہاتوں میں زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم ہورہی ہیں طبقہ نسواں کی اصلاح کے لئے لیڈی انسپکٹر اور ان کی معاون سپروائزروں کی نگرانی میں زنانہ سوسائٹیاں قائم ہورہی ہیں۔ ملٹی پرپز سوسائٹیوں کے ذریعے گاؤں کی ساری الجھنوں کو سلجھانے و مسائل کو حل کرنے کی کوشش ہورہی ہے اسی قسم کی اور بہت سی سوسائٹیاں لوگوں کی مشترکہ ضروریات رفع کرنے کے لئے قائم کی جارہی ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ جو ہورہا ہے وہ بہت کم ہے۔ ابھی ہم صوبے کے دسویں حصّے میں بھی امداد باہمی اور دیہاتی تنظیم کا مقدس پیغام نہیں پہنچا سکے ہیں۔ اسلئے کام ابھی تو دال میں نمک کے برابر بھی نہیں ہوا۔ لیکن جس شوق اور تیزی کے ساتھ ہماری صوبہ کی موجودہ حکومت ان محکموں کو اہمیت دیکر آگے بڑھارہی ہے اُس سے اُمید کی جاسکتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ دس پندرہ سال میں ہم صوبے کے ہر گاؤں میں کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرکے دیہات کی کایا پلٹ کرسکیں گے۔

اس ملک میں تحریک امداد باہمی کی ابتدا حکومت کی طرف سے ضرور ہوئی لیکن یہ نہ بھولنا چاہئے کہ یہ ایک قومی تحریک ہے۔ اس لحاظ سے اس کی کامیابی ہمیشہ آنریری کارکنوں کی امداد و ہمدردی پر منحصر ہے۔ اگر کوئی یہ اُمید کرے کہ مٹھی بھر سرکاری ملازم ہی تنہا ایک ایسی اہم اور تحریک کو کامیاب بناکر تمام ملک میں پھیلا دینگے تو یہ سراسر غلطی ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج ۳۰-۳۵ کی اشاعت کے باوجود لوگوں نے اس تحریک کی اصلی شکل نہیں پہنچانی اور یہی سبب ہے کہ ابھی تک عوامی تحریک نہیں بن سکی۔ کتنے ہی اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگوں کے دلوں میں متعدد غلط فہمیوں نے اپنا گھر کرلیا ہے کوئی کہتا ہے کہ سرکار خود سودکمارہی ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سرکاری تقاوی دینے کا یہ ایک اچھا طریقہ ہے۔ کبھی کبھی لوگ یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں کہ اگر سرکار کا کچھ فائدہ نہیں ہے تو پھر کیوں اتنی پریشانی اور خرچ کیا جاتا ہے۔ گویا سرکار کوئی تجارتی انجمن ہے۔

چونکہ تحریک حکومت کی طرف سے جاری کی گئی اسلئے کبھی کبھی لوگ اسے اچھی طرح سمجھتے ہوئے بھی کچھ وجوہ سے اس سے دور رہتے ہیں۔ لیکن آج خوش قسمتی کا مقام ہے کہ کسی کو بھی اس تحریک کی ترقی میں کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ گاؤں والوں کی خوش قسمتی ہے اور ان کی اصلاح کا ایک سنہری موقعہ ہے۔ جب سرکاری اور غیر سرکاری دونوں طرف کے کارکنان باہم تعاون کرکے کندھے سے کندھا ملاکر دیہاتی تنظیم کی دلدل میں پھنسی ہوئی گاڑی کو کھینچ رہے ہیں۔ آج چاروں طرف سے "اصلاح دیہات، تنظیم دیہات، اور دیہات کی طرف" کی آواز آرہی ہے۔ مہاتما گاندھی اور حضور وائسرائے دونوں ہی مقتدر ہستیاں تحریک امداد باہمی و دیہاتی تنظیم کے لئے ہمیشہ متفکر رہتے ہیں۔ ان مسئلوں پر ان میں کوئی بھی اختلاف نہیں ہے۔

جیساکہ ابھی بتلایا گیا ہے اس وقت سب کی کوششیں ملک میں پنچایتی حکومت قائم کرنے کی ہورہی ہیں اور یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ جمہوری جماعتوں کی کامیابی کا دو ووٹروں کی تعلیم پر دارو مدار رہتا ہے۔ اگر عوام اپنی ذمہ داریوں اور حقوق کو اچھی طرح نہیں سمجھتے ہیں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حکومت کی باگ ڈور چند آدمیوں ہی کے ہاتھ میں رہتی ہے اور سچّا پنچایتی راج قائم نہیں ہوپاتا۔ باشندگان ملک کو جمہوریت کی عملی تعلیم دینے کے لئے کوآپریٹو سوسائٹیوں سے بڑھ کر کوئی دوسرا اسکول نہیں ہوسکتا۔

ملٹی پرپز سوسائٹیاں گاؤں والوں کے لئے لیجسلیٹو اسمبلیاں ہیں۔ اگر لوگ ان سوسائٹیوں کے نظم کو اچھی طرح سمجھ جائیں، پنچ منتخب کرنے اور ان کو علیحدہ کرنے کے قاعدوں کو جان لیں تو پھر انھیں ٹاؤن ایریا، ڈسٹرکٹ بورڈ اسمبلی یا کونسل کے انتخاب و کارروائی کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوسکتی اس لئے دیہاتوں میں کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم ہونے کی ضرورت ہے۔

مجھے گاؤں والوں سے بھی دو باتیں کہنی ہیں۔ در اصل سارے سوال اُنھیں کے ہیں لیکن افسوس ہے کہ گاؤں سُدھار کے اسطلاح، اسقدر چہل پہل و شور ہوتے ہوئے بھی اُنکے کانوں میں جوں تک نہیں رینگ رہی ہے۔ حکومت اور بہی خواہان ایک آواز ہو کر تنظیم دیہات کا پیغام لوگوں کو سناتے ہیں لیکن دیہاتی بھائی اپنی اُسی پُرانی مایوسی اور سستی کی نیند میں خراٹے لے رہے ہیں۔ گاؤں والوں کی لاپروائی دیکھتے ہوئے انھیں کی ایک مثل یاد آتی ہے "بھینس کے آگے بین بجے اور بھینس کھڑی پگرائے" ضرورت اس وقت یہ ہے کہ اس وقت اُنھیں اس سنہری موقعہ سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ ایسے موقعہ بار بار نہیں آیا کرتے دیہاتی بھائیوں کو اب خواب غفلت سے بیدار ہونا چاہیئے۔ اور آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہیئے کہ دنیا کس تیزی سے ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔ منظم ہو کر اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے ہوئے اُنھیں بھی اپنی اصلاح و ترقی کی باتیں سوچنی چاہئیں۔ اُن کے دماغوں میں جو خیال گھر کر چکا ہے کہ سرکار مائی باپ ہے وہی انکے لئے سب کچھ کر دیگی، اسے دور کرنے کی ضرورت ہے۔ کسی ملک کا، کسی سماج کا، کسی قوم کا یا کسی انسان کا سُدھار آپ اپنے کرنے سے ہوا کرتا ہے۔ دوسرے لوگ راستہ بتاتے ضرور ہیں لیکن کام اپنے آپ ہی کرنا پڑتا ہے اور تبھی سچا اور مستقل سُدھار ہوا کرتا ہے۔ لوگ اکثر یہ بھی کہتے ہیں کہ سورگ اپنے ہی مرنے پر نظر آتا ہے۔ اور جیسی ہماری اس وقت حالت ہے اُسکے لئے بڑی حد تک ہمیں ذمہ دار ہیں۔ اسلئے اپنی اس زبون حالی کو خوشحالی میں بدلنا تو ہمارا فرض ہونا چاہیئے۔ آپنے تلسی داس جی کے یہ شعر ضرور سنے ہونگے

بنے کرت کرم بھوگ سب تاتا کاہو نہ کا سکھ دُکھ داتا
کرم پردھان وشو کری رکھا جو جس کرے سو تس پھل چاکھا

یعنی کوئی کسی کو سُکھ دُکھ نہیں پہنچاتا سب اپنے کئے کا پھل بھوگتا ہے۔ جو جیسا کرتا ہے ویسا پھل پاتا ہے۔

اسلئے گاؤں والوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے گاؤں میں زندگی سدھار سوسائیٹی یا مختلف کاموں والی ملٹی پرپز سوسائٹی قائم کر کے اپنی ساری اُلجھنیں سلجھانے کی کوشش کریں۔ ان سوسائٹیوں کے قاعدوں میں اُنکی ہر ایک وقت رفع کرنے کی گنجائش ہے۔ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اپنے ضلع کے کوآپریٹو انسپکٹر یا محکمہ گاؤں سُدھار کے کسی کارکن سے مل کر پوچھنی چاہیئے۔ وہ ساری باتیں بتا دیں گے کہ کوآپریٹو سوسائٹیاں کیسے قائم ہوتی ہیں اور کیا کام کرتی ہیں۔

کھیتی کے متعلق کچھ کہاوتیں

از محترمہ تارا پانڈے

ہمارا ملک ایک زراعتی ملک ہے جب دنیا کے دوسرے ملکوں میں لوگ وحشیوں کی طرح رہتے تھے اور جنگلی جانوروں کو مار کر اپنا پیٹ بھرتے تھے اُس وقت ہندوستان نے زراعت میں بہت ترقی کر لی تھی۔ ہمارے بزرگوں کے تجربات کی روح ہماری اُن بہت سی کہاوتوں میں ہے جو ہمارے دیہاتی بھائیوں کی زبانی اکثر سننے میں آتی ہیں۔

سنسکرت زبان میں زراعت پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں اُن میں سے پراشر منی کی لکھی ہوئی "کرشی پراشر" بہت مشہور اور مفید ہے۔ کھیتی کے بارے میں اُس وقت تک کی تحقیقوں اور تجربوں کا یہ بہترین مجموعہ ہے۔ ذیل کے ایک اسلوک سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس زمانے میں گاؤں والوں کی کتنی عزت تھی۔

"خواہ ہمارا گلا، ہاتھ اور کان سونے کے زیورات سے لدے ہوں۔ خواہ کتنے ہی مالدار ہوں لیکن اگر ہمیں کھانے کو غلّہ نہ ملے تو سونا ہمارا پیٹ نہ بھر سکے گا اور ہمیں بھوکا مرنا پڑے گا"۔

گو سوامی تلسی داس کی رامائن میں بھی کھیتی سے تعلق رکھنے والی تشبیہوں کا استعمال بہت سے مقامات پر ہوا ہے اُن میں سے کچھ یہاں لکھتی ہوں۔

جب کھیتی خشک ہو گئی تو بارش سے کیا فائدہ
جب وقت نکل گیا تو افسوس کرنے سے کیا فائدہ

"بدمعاش کی بات بہت خطرناک ہوتی ہے۔ جیسے بلا موسم کے پھول"

سبزی سے بھری ہوئی زمین ایسی خوبصورت معلوم ہوتی ہے گویا کسی فیاض کی دولت ہو۔

ہوشیار کاشتکار اپنے کھیت نرا رہے ہیں۔
جس طرح عقلمند اپنے دل میں سے غرور اور طمع نکال دیتا ہے۔

اب کچھ کہاوتوں کے متعلق لکھتی ہوں۔

کام وہ کرنا چاہیئے جس سے کم محنت میں زیادہ فائدہ ہو۔ ایسا کام کس کام کا جس میں محنت پڑے اور خرچ بھی ہو مگر فائدہ کچھ نہ ہو یہی بات مندرجہ ذیل کہاوت میں کس خوبصورتی سے کہی گئی ہے۔

دانا کھائے لید کو کرے
اس روزگار کرشک نہ کرے
کھائے گھاس دودھ نہ دے
ایسا کاریہ کرشک کرے

یعنی جس کھیتی میں خرچ زیادہ، آمدنی کم ہو اور محنت بہت ہو ایسی کھیتی سمجھدار کسان کبھی نہ کرے۔ جس میں لاگت تھوڑی لگے محنت کم اور آسانی سے کافی تعداد میں اناج وغیرہ کی فصل مل جائے ایسی ہی کھیتی کرنی چاہیئے۔

ایک دیہاتی کہاوت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کن چیزوں کے لئے زمین کو کتنی بار جوتنا چاہیئے۔ بات کہاں تک درست ہے اس کا کسانوں ہی کو تجربہ ہوگا۔

سو مول، پچاس تول
پچیس دھان، بلا جوتے پان

مول کا مطلب جڑ میں ہونے والی چیزوں سے ہے جیسے مولی گاجر، ہلدی، ادرک، آلو وغیرہ۔ ایسی چیزوں کے لئے زمین کو سو بار جوتنا چاہیئے۔ تول کا مطلب ہے ترازوؤں سے تول کر بکنے والی چیزیں کپاس ایکھ وغیرہ انکے لئے زمین کو پچاس بار جوتنا چاہیئے دھان کا مطلب ہے دھان گیہوں اور دیگر اناج۔ انکے لئے پچیس ہی بار زمین جوتنی کافی ہوتی ہے۔ پان یعنی بیلدار چیزیں جیسے کھیرا، ککڑی، لوکی وغیرہ انکے لئے زیادہ زمین جوتنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

مول، تول، دھان اور پان ان چار لفظوں میں سبھی پیداواریں آگئی ہیں۔ اگر مذکورہ بالا بات درست ہو تو غور کیجئے کہ کتنے اختصار کے ساتھ سب باتیں سمجھا دی گئی ہیں۔

کھیتی اپنے ہی ہاتھ سے کرنے میں فائدہ ہوتا ہے دوسرے کے بھروسے یا دوسرے کے ہاتھ کھیتی کرنے سے بجائے فائدہ کے نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے ایک کہاوت ہے

کھیتی باری کامنی اس گھوڑے کی تنگ
اپنے ہاتھ سنوارئے تبے رہے جی چنگ

بات بالکل صحیح ہے۔ کوئی بھی کام اپنے ہاتھ سے جتنا اچھا ہو سکتا ہے اُتنا دوسرے کے اوپر چھوڑنے سے نہیں ہو سکتا۔

کھیتی اور بیل میں بہت قریبی تعلق ہے، دراصل کسان اُسی وقت ترقی کر سکتے ہیں جب کہ دونوں کی طرف برابر توجہ کی جائے۔ اسی سلسلے میں کچھ کہاوتیں بیلوں کے متعلق بھی لکھنی چاہتی ہوں۔ ذیل کی ایک کہاوت میں بیلوں کی علامتیں چند لفظوں میں بیان کی گئی ہیں۔ بیل خریدتے وقت ہوشیار کاشتکار بیلوں کی ان علامتوں پر بہت نظر رکھتے ہیں۔

اک پانجر چھوٹا ایک بڑا
ڈھونکا، کانپا، دولا۔ گڑا
دھڑ دھڑ ناسا سوکر کھر
شششی شیام رووال اور جگر

کچھ بیلوں کی دونوں پسلیوں میں سے ایک چھوٹی ہوتی ہے اور ایک بڑی ایسے بیلوں کو پانجر کہتے ہیں جو بیل بغیر کسی بیماری کے ڈھنستا رہتا ہے اُسے 'ڈھونکا' کہتے ہیں جس بیل کا جسم بغیر کسی سبب کے کانپتا رہتا ہے اُس کو 'کانپا' کہتے ہیں۔ جو بیل دائیں بائیں جھومتا ہوا چلتا ہے اُسے 'دولا' کہتے ہیں۔ جو بیل ہل جوتنے پر زمین میں لیٹ جاتے ہیں اُسے 'گڑا' کہتے ہیں۔ جس بیل کی ناک سے سانس لیتے وقت دھڑ دھڑ آواز ہوتی ہے اُس کو 'دھڑ دھڑ ناسا' کہتے ہیں جس کے کھر سُور کے کھر جیسے ہوں اُسے 'سوکر کھر' کہتے ہیں۔ جس کے جسم میں کالے سفید یا جنکبرے روئیں ہوں اُسے 'شششی شیام رووال' کہتے ہیں۔ کچھ بیل اپنی زبان کو مُنہ کے گرد گھماتے رہتے ہیں اُنھیں 'جگر' کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا قسم کے بیل کچھ تو زیادہ منحوس ہوتے ہیں کچھ کم۔ لیکن کسانوں کو حتی الامکان ایسے بیلوں سے بچنا چاہیئے۔

اس سلسلے کی کچھ اور کہاوتیں ہیں۔

موٹی بیٹھ اور بری پناری
انھیں دیکھو مت بھول اناری

یعنی جس بیل کی بیٹھ موٹی ہو اور پناری بڑی ہو ایسا بیل دیکھنے میں بہت تندرست اور طاقتور معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت ایسا بیل کسی کام کا نہیں ہوتا۔

کالا کچھوٹا کریا بانا انھیں چھوڑ جن دیش ہے آنا

مطلب یہ کہ جس بیل کا رنگ کالا ہو اور اُسکی کھال بھی کالی ہو وہ بیل بہت اچھا ہوتا ہے۔

بلدا بسے ہے جا یو کنتا
جن دیکھیو کیرا کے دنتا

کسان کی چالاک عورت اپنے مالک کو مشورہ دیتی ہے کہ اے کنت اگر کیراک دانت والے بیل کو دیکھو تو فوراً خرید لینا۔ ایسے بیل ہل کے لئے بڑے اچھے ہوتے ہیں۔

صوبے کے کونے کونے سے

مسٹر ایم۔ ایم۔ بھاٹیہ؛ سکریٹری گاؤں سدھار ایسوسی ایشن مین پوری لکھتے ہیں۔

اس سال مین پوری کی نمائش میں محکمہ گاؤں سُدھار کی طرف سے طرح طرح کے مفید اور سبق آموز مظاہرے گاؤں سُدھار کورٹ میں کئے گئے تھے۔ جن میں کتائی، بُنائی، دُھنائی، کپڑا بُننا، کپڑا رنگنا و دھونا، کاغذ بنانا، ریشم کے کیڑے پالنا اور مرغی پالنا وغیرہ خاص تھے۔ ہر مظاہرہ میں اُس کے فوائد کے بارے میں اشتہار لگے ہوئے تھے اور گاؤں سدھار اسکاؤٹ دیہاتی عوام کو سبھی باتیں تفصیل کے ساتھ سمجھاتے تھے۔ عوام نے ماڈل ولیج نمائش کو بہت پسند کیا۔ اس کے ذریعے اتحاد کی تعلیم دی گئی تھی۔ اسمیں مسجد، مندر، گرجا گھر سب ایک ہی احاطے میں ایک دوسرے کے سامنے بنے تھے۔ سب مذہب کے پیرو اپنے اپنے طریقے سے عبادت کرتے تھے۔ لیکن آپس میں کوئی جھگڑا نہیں ہوتا تھا۔ اگر نا سمجھی کے باعث کوئی بات ہو بھی جاتی تھی تو لوگ اُسے اپنے پنچایت گھر میں بیٹھکر طے کر لیتے تھے۔ ہزارہا تماشبینوں نے اِن مناظر کو دیکھا اور ان سے سبق لیا۔

نمائش میں گاؤں سُدھار گشتی دواخانہ، صنعتی اسٹور اور کتب خانہ وغیرہ نیز کچھ اور بھی دلچسپ چیزیں تھیں جنھوں نے عوام کی کافی خدمت کی۔

چرخا تکلی اور دُھنائی وغیرہ کے مقابلے ہوئے جن میں مردوں، عورتوں اور عورتوں کے مقابلے الگ الگ ہوتے اور جیتنے والوں کو انعام دئے گئے۔ ان مقابلوں میں لوگوں نے کافی دلچسپی سے حصّہ لیا۔

ایک گاؤں سُدھار نمائش بھی کی گئی تھی اس میں مختلف سنٹروں سے ۶۲۵ مختلف اشیاء آئیں جن میں ۲۲۵ زراعت سے متعلق تھیں اور بقیہ دستکاری سے متعلق تھیں۔

× × × ×

شری سورج کمار دویدی، گاؤں سُدھار انسپکٹر دہرہ دون رقمطراز ہیں۔

جھنڈے کا میلہ دہرہ دون شہر میں ہوتا ہے۔ یہاں سکھوں کا ایک بہت قدیم گردوارہ ہے۔ یہ میلہ تقریباً ایک ہفتہ ہوتا ہے۔ اس سال جھنڈے کا میلہ ۲۸ مارچ کو تھا۔ ۲۶ مارچ کو ہمارے گاؤں سُدھار کا کیمپ میلے میں لگا دیا گیا تھا۔ گاؤں سُدھار اسٹور کی نئی دُکان کی ابتدا اسی میلے سے ہوئی۔ اس میں راجپور سرکل کی بنی ہوئی ٹوکریاں، رسیاں، کھلونے، لڑکیوں کے بنائے ہوئے غلیچے، کڑھے ہوئے رومال، چادریں اور تکیوں کے غلاف تھے۔ سرکل جھاجھرہ سے کالا گڑھ گاؤں سُدھار آشرم کے مختلف قسموں کے کپڑے تھے جو وہاں طلبا نے تیار کئے تھے۔ اسٹور سے ملا ہوا دیہاتی صنعتی کورٹ بھی تھا جس میں وردھا ٹائپ کی آٹا پیسنے، دھان کوٹنے کی چکیاں اور تیل نکالنے کے کولھو تھے۔

سب سے زیادہ دلکش گڑ کورٹ تھا یہاں نئی قسم کی بھٹی بنائی گئی تھی جس سے اچھا اور صاف گڑ تیار ہوتا تھا۔

اس میلے کے قریب ۱۵ روز بعد ایک میلہ راجپور میں ہوا اس میں بھی گھریلو صنعتوں کی کئی چیزوں کی نمائش ہوئی۔

ایک دلچسپ کہانی

بھوت کا خوف

از محترمہ آشا دیوی مترا

اس روز مسز چودھری کے ڈنر ٹیبل پر بحث شروع ہوگئی۔ بھوت پریت پر۔ مسز چودھری مسز سکینہ کو لیکر ہم کئی مسٹر اور مسز وہاں پر جمع تھے۔ رات کا وقت تھا اور کھانے کی میز پر وہ بحث دلچسپ ثابت ہوکر رہی۔

شدید سردی پڑ رہی تھی۔ لیکن گرم اور لذیذ کھانے نے اس سردی کو بھی مزیدار کردیا۔ بحث تھی کہ بھوت کوئی چیز ہے یا محض وہم ہے شش جج مسٹر کاش تو ہنسکر ہی بات ٹالنا چاہتے تھے اور تقریباً تمام حاضرین ان کے موافق تھے۔ مخالفت میں صرف مسز سکینہ تھیں۔ وہ کہہ رہی تھیں۔ بھوت ہے۔ اور ضرور ہے۔ لیکن ان کی بحث کوری۔ بلا دلیل کی تھی۔ مسٹر ناگ نے کہا "میر یہ سب کچھ نہیں بات۔ بھوت پریت محض وہم ہے۔ بزدلوں کی منگڑھت کہانی"

"آپ کہتے ہیں؟ لیکن میرے گاؤں میں جایئے تو بھوت کی ایسی کہانی . . . . . .

مسز سکینہ کو روک کر درمیان ہی میں مسٹر ناگ بول اُٹھے "وہ صرف کہانی ہے محترمہ۔ اصلیت کچھ نہیں۔ سب کہیں گے۔ ہم نے سنا ہے۔ لیکن آنکھوں دیکھی بات کوئی نہ کہے گا"

میں خاموش سب کچھ سُن رہا تھا لیکن اب کہنا ہی پڑا "بھوت نہیں تو ایک عجیب مریض میں نے دیکھا ہے۔ آپ شاید اُسے بھوت کا ستایا ہوا یا بھوت لگا ہوا کہیں"۔

"آپ نے ڈاکٹر؟" سنجیدہ تعجب کے ساتھ سوال ہوا۔ صرف اتنا ہی کیونکہ مجھ سے مشہور ڈاکٹر کسی بات کو غلط سمجھنے کا خیال ظاہر کرتے ہوئے شاید حاضرین جھجک رہے تھے۔

"ایسی پُرلطف بات اب تک چھپائے ہوئے تھے۔ بھوت لگا ہوا کیسا؟ کہو کہو۔"

میں نے منہ اُٹھایا۔ اس واقع کو یاد کرکے آج بھی میرا غت دل درد سے بھر اُٹھتا ہے اور میں اُسے کہنا بھی نہیں چاہتا کسی سے۔ لیکن ایسے بضد دوستوں کے اصرار کو آج ٹال بھی نہ سکا۔ میں نے کہنا شروع کیا۔

اس روز بھی ایسی ہی سردی پڑ رہی تھی آسمان سے گویا برف برسا پڑتا تھا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے اور میں اس وقت تنہا تھا۔

دن بھر کا تھکا ماندہ میں اس سردی کا اطمینان اور خوشی کے ساتھ خیر مقدم کررہا تھا رات گویا میری اپنی تھی۔ نہ مریضوں کی پکار تھی نہ نسخہ لکھنے کا جھنجھٹ۔ رات ایسی تھی گویا اپنے مہیب ہجوں میں آرام اور سکون صرف میرے ہی لئے چھپا لائی تھی۔ آرام کرسی پر ہاتھ پیر پھیلا کر میں پڑا ہوا اخبار پڑھ رہا تھا۔ آگ سے لبریز انگیٹھی میرے پاس ہی رکھی تھی۔

اتنے میں شریمتی جی پہنچیں اور تیزی سے بولیں "سنا تم نے"

میری آنکھیں قریب قریب بند تھیں میں نے اسی حالت میں پوچھا۔ کیا؟ تم کو سونا ہے تو تم آرام کرو۔

ان کو اس طرح جاتے ہوئے دیکھکر میں چونکا سہم کر اُٹھ بیٹھا اور ان سے کہا اس سردی میں مجھے تنہا چھوڑ کر تم نہ جاؤ۔

اتنا تو میں کہونگا کہ عورتوں کے دل میں رحم زیادہ ہوتا ہے۔ میری خوشامدبھری آواز سنتے ہی دیوی جی لوٹیں اور آکر کرسی کے قریب ہی بیٹھ گئیں۔ ذرا ہنسکر بولیں "للت ابھی سویا نہیں اتا کو دیکر آئی ہوں۔

"کیا کہہ رہی تھیں ابھی؟"

"کیا کروگے سنکر۔ بس دوا اور مریضوں کو لیکر رہو۔ شہر میں خون ہو کوئی بھوک سے مرے یا جئے

محترمہ آشا دیوی مترا

تم کو کرنا ہی کیا ہے؟

اس وقت میں واقعی چونک کر ان کا منہ دیکھنے لگا "کہو تو کچھ" ایک ملزم کی طرح میں نے پوچھا۔

دیوی جی کو شاید ترس آگیا۔ وہ جم کر بیٹھیں۔ "للت کو پاخانہ کرانے کیلئے اتا اخبار اٹھا لائی تو میری نظر اس خوفناک مضمون پر پڑ گئی"۔

"تو بات کیا ہے"؟

پرجوش لہجے میں دیوی جی کہنے لگیں "ایک مسلمان عورت ۲ سال کے بچے کے ساتھ بیوہ ہوگئی۔ مرتے وقت شوہر اسکے لئے کچھ چھوڑ نہیں گیا وہ بھائی کے گھر گئی بھائی بھی غریب۔ اس پر کنبہ بڑا۔ غریب پردہ نشین بیوہ کرتی کیا؟ کسی طرح زندگی گزارنے لگی۔ مسلمانوں کی رسم پردہ نشینی کو جانتے ہی ہو۔ وہ مزدوری بھی نہیں کرسکتی تھی"

"ہاں۔ اور محبت کرسکتی تھی" درمیان میں میرے اس طرح ٹوکنے سے دیوی جی جھنجھلا اٹھیں۔ اور اس بار انھیں بڑی دشواری سے ٹھنڈا کرنا پڑا وہ کہنے لگیں "نہ کچھ سوچا نہ سمجھا۔ یوں ہی بےچاری عورت کو قصوروار بنا دیا۔ اُسکا کیا قصور۔ اپنے بچپن کے کھیلے ہوئے ساتھی سے پردہ نہیں کرتی تھی وہ شخص اندر آتا جاتا تھا۔ اس پر لوگ اس کی مذمت کرنے لگے۔ بھائی بھاوج نے سنا۔ شاید اس شخص سے کچھ کہا ہو۔ بالآخر وہ شخص اس بیوہ سے نکاح کرنے کو تیار ہوگیا۔ دو چار گھروں میں خوشی دیکھی۔ نکاح کا دن تاریخ مقرر ہوگیا۔ کھانا پک چکا

دو لوگ پہنچ گئے۔ اور ٹھیک اُسی روز شام کو اس شخص نے دوسری عورت سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد جو ہونا تھا وہی ہوا۔ غریب بیوہ تصور وا ٹھرائی گئی بس وہ رات کی خاموشی میں بچے کو کلیجے لگا کر گھر سے نکل گئی۔ اُس گھر میں اسکے لئے جگہ تھی نہیں اسلئے وہ اپنی سہیلی کے گھر گئی وہاں بھی شائد جگہ نہ ملی ہوگی چنانچہ وہ جنگل میں چلی گئی خدا معلوم وہ وہاں کتنے دنوں بھوکی پیاسی رہی اور شائد ایک اُمید بھی اس کے دل میں تھی کہ اتنی بڑی دنیا میں اس کے لئے ایک بالشت زمین بھی نہیں ہے۔ کوئی نہ کوئی انسان اسے بالشت بھر زمین دے ہی دے گا لیکن جب ویسا نہ ہوا تو وہ بھوکی پیاسی عورت کسی طرح چل کر شہر کے باہر نکل گئی۔ بھوک کی شدت سے اس سے چلا نہ جاتا ہوگا، زبان باہر نکل آئی ہوگی آنکھیں اندر دھنس گئی ہونگی۔ اور اُس انسانی ڈھانچہ کو دیکھکر شائد کوئی خوبصورت عورت خوف سے بیہوش ہوگئی ہوگی۔

لیکن پھر بھی اُسے اپنے اور اپنے بچے کے لئے دنیا میں جگہ تلاش کرنی تھی۔ وہ شہر کے باہر چلی گئی۔ اور بالآخر اسے جگہ مل ہی گئی ایک باغ کے اندر سنسان کمرہ اور وہیں تالاب میں بچے کو ڈبو دیا بچہ شاید رویا۔ ماں ماں میں مر جاؤں گا۔ سانس رک رہی ہے لیکن شائد ماں نے اُسے اور کچھ کہنے کا موقع نہ دیکر اسے اس میں ڈبو دیا اور پھر خود تالاب میں کود پڑی۔ صبح ماں اور بچے کی لاش تالاب کے کنارے ملی۔

بات ختم کرکے دیوی جی سانس روک کر میرا منہ دیکھنے لگیں۔ تب تک میں آرام کرسی پر لیٹ چکا تھا اور سگار بھی پی رہا تھا اور جب میں نے محسوس کیا اس کہانی کو مزید تفصیل کے ساتھ دیوی جی میری زبانی کچھ سنا چاہتی ہیں تو مجھے کہنا ہی پڑا "پرانی بات ہے۔ اس واقعہ کو دو ماہ کے قریب ہوچکا"

تم جانتے تھے؟ پھر مجھ سے کہا کیوں نہیں

"میں نے . . . !"

لیکن میرے کچھ کہنے کے پہلے دروازے پر موٹر کا ہارن بجنے لگا۔ خادم دوڑتا ہوا آیا

مسٹر حق نے بنگلے پر کچھ کال ہے اور کوئی ہوتا تو ایسی رات میں ٹال دیتا۔ لیکن حق صاحب کے کال سے انکار کرنا مشکل تھا کپڑے پہنکر جانا ہی پڑا۔ مسٹر حق شہر کے ایک تعلیم یافتہ اور معزز شخص تھے۔ اُنسے میرا تعارف نہیں تھا لیکن نام سن رکھا تھا۔

اتنا کہکر میں خاموش ہوگیا۔ وہ منظر گویا میری آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔

کھانے کے بعد ہم سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے اور سگریٹ نوشی کرنے لگے میں نے اپنا قصہ پھر شروع کیا۔ سامعین بیتاب ہو رہے تھے لیکن میرے لئے تو یہی اچھا ہوتا کہ اسکے آگے مجھے کچھ نہ کہنا پڑتا۔ لیکن کیا کیا جائے دوستوں اور خصوصاً لیڈیوں کا اصرار۔ ہاں تو اس کے بعد۔

ہوا جیسی اڑتی ہوئی گاڑی شہر سے باہر چلی گئی اور ایک باغ کے اندر بنگلے کی برساتی میں رکی۔ اس آدھی رات کی خاموشی گویا اس بنگلے کو وہاں کے رہنے والوں کو نگلے جا رہی تھی۔ بھوتوں کی سی خاموشی رفتار سے نوکر ادھر اُدھر چکر پھر رہے تھے ایک عورت اندر سے نکل آئی۔ اس نے اپنے منہ میں انگلی رکھکر مجھے بات کرنے سے روکا اور اشارے سے مجھے بلا کر بنگلے کے کونے والے کمرے میں لے گئی۔ کمرہ بالکل سونا تھا بجلی کی روشنی تھی ہاں یہ کہنا تو بھول ہی گیا کہ اس وقت بنگلے کے تمام قمقموں میں ہلکی روشنی تھی۔ گویا ایک اسرار کے اندر وہ کمرہ لپٹا ہوا تھا اور اس اسرار میں میں بھی کھونے لگا۔

ویسے آزاد زندگی میں میں نے کبھی تجربہ نہیں کیا تھا۔ مجھے وہاں کھڑا کرکے وہ عورت خدا معلوم کہاں چلی گئی میری سانس رکنے لگی۔ کئی منٹ گزر گئے اور جب میں وہاں سے بھاگ نکلنا چاہتا تھا ٹھیک اسی وقت ایک کمزور عورت پہنچ گئی۔ جب تک میں سنبھلوں کہ وہ میرے پیروں سے لپٹ گئی۔ "ڈاکٹر میرے شوہر کو بچاؤ۔"

مشکل سے اسے میں نے اطمینان دلایا۔ اگر مرض علاج سے باہر نہ ہوا تو پوری کوشش کروں گا۔ کیا مرض ہے اُنھیں؟"

عورت مغموم ہوگئی "بیماری؟ خدا معلوم کئی ڈاکٹر بلائے تھے میں نے سب کہتے ہیں وہ پاگل ہوگئے ہیں۔ وہ تو ڈاکٹروں کو پاس نہیں جانے دیتے"

"پاگل ہوگئے؟"

"نہیں جناب وہ تو ڈاکٹروں کی غلطی ہے"

"غلطی ہے؟"

"ہاں جناب! کیا آپ مجھے پاگل سمجھتے ہیں؟"

"کبھی نہیں"

"بس تو وہ پاگل نہیں ہیں۔ آپ اور ہم جیسے ہیں ویسے ہی وہ بھی ہیں۔"

"آپ گھبرائیں نہیں۔ پہلے ایک بار مریض دکھلا دیجئے۔ پھر جیسا سمجھونگا ویسا کروں گا"

کمزور اور سہمی ہوئی آواز میں وہ بولی "یہی تو مشکل ہے"

"پھر علاج کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ ہی خیال فرمائیے خاتون"

"لیکن میں کیا کروں ڈاکٹر۔ مجھپر رحم کرو کسی طرح اُنھیں اچھا کر دو"

میں پس و پیش میں پڑ گیا۔ سوچتے ہوئے میں نے کہا "اچھا آپ اتنا تو کر سکتی ہیں کہ مریض کا مفصل حال مجھ سے صاف صاف کہیں کب سے بیمار ہیں؟ مریض کی کیا کیا علامتیں ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔"

اس مکان کو خریدنا ہمارے لئے مصیبت ہوگئی ہے۔ ڈاکٹر دو ماہ ہوئے جب ہم نے یہ مکان خریدا اور کوئی مہینے بھر سے ہم یہاں آنے گئے دوسرے ہی روز ان کی حالت بدل گئی ہے اُس روز رات میں وہ تالاب کی سیڑھی پر بیٹھے تھے"

"کیا یہاں کوئی تالاب بھی ہے؟" میں نے بیچ میں ان کو ٹوکا۔

"ہاں! باغیچہ کے کونے میں چھوٹا سا تالاب ہے۔ اس رات وہ وہاں سے آئے تو بالکل بدلے ہوئے تھے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ میرے شوہر جیسا شوقین اور عیش پسند کوئی دوسرا شخص یہاں نہیں ہے۔ کیا کہوں سلک کے بجائے اُنھوں نے کبھی کوئی سوتی کپڑا پہنا

ہی نہیں تھا۔ پانی میں عرق گلاب یا کیوڑہ ملا کر تو وہ نہاتے تھے لیکن اب تو موٹے کپڑے کے سوا وہ کچھ پہنتے ہی نہیں۔ پہلے دن بھر ہنسی دلگی میں ڈوبے رہتے تھے لیکن اب دن بھر ایک کمرے میں خاموش بیٹھے رہتے ہیں رات میں تو ان کی حالت عجیب ہو جاتی ہے اسی تالاب پر تنہا گھوما کرتے ہیں۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ کچھ کھاتے بھی نہیں ہیں۔ بھوک سے آنتیں سوکھی جاتی ہیں۔ کھانے کے لئے بیٹھتے ہیں لیکر دسترخوان پر کھانا دیکھتے ہی ان کی عجیب حالت ہو جاتی ہے۔ کبھی آنکھیں بند کر لیتے ہیں لاکھانے اُٹھ پڑتے ہیں کبھی آدھی رات کو چلاتے ہیں۔ بھوک۔ بھوک۔

اور سنئے رات میں کھانا اپنے کمرے میں رکھوا لیتے ہیں۔ میں نے چھپ کر دیکھا ہے کہ ٹھیک بارہ بجے رات کو وہ اس تھالی کو لیکر تالاب پر جاتے ہیں اور تھالی سمیت پانی میں چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کے بعد عورت چپ ہو گئی اور میں گہری تشویش میں پڑ گیا۔

''اس وقت وہ کہاں ہیں؟ میں نے دریافت کیا۔

''اُسی تالاب پر گئے ہوں گے یا جا رہے ہونگے''

''آپ مجھے چھپا کر وہاں تک لیجا سکتی ہیں؟

''چلئے''

اس نے راستہ بتا دیا۔ میں جھاڑیوں اور درختوں میں چھپتا ہوا تالاب تک پہنچا اور ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ اس روز چاندنی خوب پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد ایک گورا چِٹا خوبصورت آدمی ہاتھ میں تھالی لئے ہوئے تالاب پر پہنچا۔ تھالی پانی میں چھوڑ کر وہ تالاب کی سیڑھی پر بیٹھا اور ایکٹک تالاب کے پانی کو دیکھنے لگا۔

دفعتاً وہ اُٹھا اور تالاب کے گرد کچھ ڈھونڈھنے سا لگا۔ پھر یکایک وہ اپنے دل پر اپنے کان لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے دل کی دھڑکن کی آواز سننا چاہتا تھا اسی طرح ۲۰ پچیس منٹ گزر گئے وہ روشنی کی طرف منہ اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔

میں دھیرے دھیرے چلکر اس کے پاس پہنچا اور نرم آواز میں پوچھا ''جناب میں راستہ بھول گیا ہوں۔ ذرا . . . .

خاموش۔ خاموش'' وہ دھیمی آواز میں بولا ''خاموش رہو۔ کیا تم سُن نہیں رہے ہو''

''کیا؟'' میں نے بھی دھیمی آواز میں پوچھا۔

وہ چلا رہا ہے بھوک۔ بھوک۔ اس کی بھوک فضا میں بھر گئی ہے۔ سُنو سنو''

میں نے بغیر کسی اظہار تعجب کے کہا'' ہاں ہاں۔ میں سُن رہا ہوں۔

''بھوک اور پیاس کی شدت سے اس کی آنتیں جلی جا رہی ہیں۔ دیکھ رہے ہو نا۔ ہوا کے ہر ایک جھونکے اس کے پیٹ کی سوکھی آنتوں اور پیاس کی شدت سے اس کی بیتاب پھٹی ہوئی آنکھوں کو۔

ہاں ہاں دیکھ رہا ہوں سچ پوچھو تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا پھر بھی میں مریض کو اپنے بس میں کرنے کیلئے کہتا جا رہا تھا۔

اس کے بعد وہ اپنے سینے پر کان لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے پوچھا'' کیا سُن رہے ہو؟''

بھوک! بھوک!! دل کی دھڑکن میں یہی پکار ہے۔ بھوک! بھوک!! لو تم بھی کان لگا کر سن لو۔

''کیا سنوں؟ میرا دل بھی تو یہی کہتا ہے۔

وہ سر ہلا کر کہنے لگا'' یہی تو ہونا چاہئے۔

''چلو۔ ہم تم ملکر کچھ کھالیں۔

وہ خوف سے لرز گیا اور چیخ کر بولا ''نہیں نہیں۔ بھوک! بھوک!!

''چلو'' میں نے اس کا ہاتھ پکڑا'' کھانے سے بھوک مٹتی ہے۔

''لیکن کھاؤں کیسے؟ سنتے نہیں تم۔ دل کے اندر سے کتنی تیز آواز آ رہی ہے بھوک! بھوک!!

''میں سن رہا ہوں بھائی چلو۔

میں اسے بنگلے میں لے آیا۔ اس کی بیوی فوراً کھانا لائی۔ کھانا دیکھکر مریض فوراً چیخ اٹھا بھوک! بھوک!!

میں نے اپنے منہ میں ایک نوالہ رکھا اور دوسرا اُسکے منہ میں رکھ دیا۔ بڑی مشکل سے اسی طرح اس نے کچھ تھوڑا سا کھانا کھایا۔

عورت تشکر آمیز نظروں سے مجھے دیکھنے لگی

میں دوسرے روز آنے کا وعدہ کرکے صبح ہوتے ہوتے گھر پہنچا۔ اور اس کے بعد میں چھ روز تک ان کے ساتھ رہا۔ لیکن پھر بھی مرض کا فیصلہ نہ کر سکا۔ شائد کچھ دنوں میں کر لیتا۔ دن بھر وہ اچھا خاصا رہتا۔ بولتا ذرا کم۔ اور رات میں قطعی بدل جاتا۔

ساتویں روز میرے گھر سے تار آیا کہ والد صاحب بیمار ہیں۔ چنانچہ میں اُسی وقت چھٹی لے کر گھر چلا آیا۔ اس کے بعد یہاں کا تبادلہ ہو گیا۔ اکولہ میں آج تک میں نہ جا سکا اور وہ اسرار آج تک ایک اسرار ہی سا رہ گیا۔ خدا معلوم اب مسٹر حق کیسے ہیں۔

میں چپ ہو گیا۔ کمرے میں گہرا سکوت چھا گیا۔ دیر کے بعد پہلے مسز سکسینہ بولیں'' نہ تو حق صاحب پاگل ہوئے ہیں، نہ اُنھیں بیماری ہے' یہ سب بھوک پریتوں کا کھیل ہے''۔

مسٹر بوس بولے'' میں کل ہی اکولہ جا کر مسٹر حق کو دیکھونگا''

اس قصہ کے بعد مجلس جم نہ سکی اور ایک خمار کیساتھ سب رخصت ہوئے گھر پہنچا تو رات کے بارہ بجے کا گھنٹہ [illegible] اٹھا اور جانے کیوں میں لرز گیا اور میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

باورچی خانہ یا رسوئی گھر

از جناب کاشی پرشاد، ہیڈ یکل آفیسر انچارج ہیلتھ یونٹ، پرتاب گڑھ

دیکھا گیا ہے کہ لوگ باورچی خانے کی طرف خاص توجہ نہیں کرتے۔ ایک چھوٹی اندھیری و گندی کوٹھری باورچی خانے کا کام دیتی ہے۔ اُس کا فرش کچا ہوتا ہے جس میں ہمیشہ سیل موجود رہتی ہے۔

باورچی خانے میں دھواں بھرا رہنے سے ناک اور آنکھوں سے پانی بہنے لگتا ہے آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں، دم گھٹتا ہے اور کھڑکی و روشن دان نہ ہونے سے آنکھوں پر زور پڑتا ہے جس کی وجہ سے سر میں درد ہونے لگتا ہے اور ذرا ذرا سی بات پر جھنجھلاہٹ معلوم ہوتی ہے۔ کھانے پکانے والے کا جسم سیاہ ہوجاتا ہے اور چہرے پر جھریاں پڑنے لگتی ہیں۔ خیال فرمائیے کہ جس شخص کو تیسوں روز دن میں دو بار کھانا پکانا پڑے تو اُسے کتنی تکلیف ہوگی۔ یہی سبب ہے کہ آج کل کی بہو بیٹیاں کھانا پکانے سے منہ چراتی ہیں۔

اچھا باورچی خانہ۔ گندے باورچی خانے میں عجلت کے ساتھ پکائے ہوئے کھانے سے کوئی تندرست نہیں رہ سکتا۔ باورچی خانہ بھی دیگر کمروں کی طرح صاف ستھرا ہونا چاہئے۔ کھانا پکانے والے کو حتی الامکان تکلیفوں سے بچانا چاہئے۔ اگر باورچی خانے پر مناسب توجہ کی جائے تو کھانا پکانا بھی ایک خوشگوار کام ثابت ہوگا۔

باورچی خانہ کہاں پر ہو؟ باورچی خانہ رہنے و سونے کے کمروں سے الگ ہونا چاہئے۔ وہ پاخانہ، پیشاب خانہ، مویشیوں کے باندھنے کی جگہ، نابدان یا اسی قسم کی دوسری گندی جگہوں سے ہٹ کر ہونا چاہئے۔ آنگن کے مشرقی حصے میں باورچی خانہ بنانا اچھا ہوتا ہے۔

اسٹور۔ اسٹور یا آٹا دال رکھنے کی کوٹھری بھی باورچی خانے کے نزدیک ہی ہونا چاہئے۔

باورچی خانہ کیسا ہو؟ باورچی خانے کا فرش پختہ بنانا چاہئے تاکہ وہ ہر روز پانی سے دھویا جا سکے۔ صاف برتن رکھنے کے لئے دیوار میں ایک الماری بنانی چاہئے۔

اس کام کے لئے پتھر کا ایک چبوترہ لکڑی کی ایک چوکی یا ٹوکری بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔ ٹوکری آسانی سے مل سکتی ہے لیکن وہ جلدی سے گل جائے گی۔ دیوار میں الماری بنانے میں یہ فائدہ ہوگا کہ جگہ کم گھرے گی اور الماری کے دروازے بند کئے جا سکیں گے۔ الماری کے بجائے پتھر کی سل یا لکڑی کا تختہ براکٹ کے اوپر دیوار میں لگایا جا سکتا ہے لکڑی یا سمنٹ کی چوکی آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھی جا سکتی ہے۔ اگر اینٹوں کا ایک چھوٹا سا چبوترہ بنایا جائے اور اُس پر چونے یا سمنٹ کا پلستر رہے تو وہ پانی سے ہر روز دھویا جا سکتا ہے۔ ٹھوس چبوترہ رہنے پر اُس کے نیچے کوڑا کرکٹ بھی جمع نہ ہو سکے گا۔

کھانے کے برتن۔ پانی کے لئے گھڑے اچھے ہوتے ہیں۔ پر دوسرے کاموں کے لئے مٹی کے برتن اچھے نہیں ہوتے۔ وہ جلدی پھوٹتے بھی ہیں اور صاف بھی نہیں رہتے۔ پتھر کے برتن اُٹھانے رکھنے میں بھی بڑی دقت ہوتی ہے۔

کاٹھ کے برتن اکثر چٹنی، ترکاری یا آٹا گوندھنے کے کام میں لائے جاتے ہیں۔ ان کا صاف رکھنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ لوہے کے برتنوں میں زنگ بہت جلد لگ جاتا ہے۔ گاؤں میں زیادہ تر لوگ پیتل، پھول، کالس اور جرمن سلور کے برتن استعمال کرتے ہیں۔ ایلومنیم کے برتن اگر وہ خوب صفائی سے رکھے جا سکیں تو بہتر ثابت ہوتے ہیں۔ صفائی کے خیال سے کانچ، تام چینی اور چینی کے برتن بہت اچھے ثابت ہوتے ہیں لیکن اُن کے بھی ٹوٹنے پھوٹنے کا خدشہ رہتا ہے۔

برتنوں کی صفائی۔ پتیلی وغیرہ جن کا میل چھوٹنا دشوار ہو جاتا ہے، طشت یا چھوٹی سی ہودی میں پانی ڈال کر کچھ گھنٹے بھگونا چاہئے۔ ایسا کرنے سے روز روز کی محنت میں بہت بچت ہوگی اور برتن ملنے میں بھی کم وقت صرف ہوگا۔ زمین میں ناند گاڑنے کا رواج بہت گندہ ہے۔ اس میں سے پانی آسانی سے نہیں نکلتا اور نابدان کی طرح سڑتا رہتا ہے۔ ہودی ایسی بنانی چاہئے کہ اُس کی دیوار میں ایک سوراخ ہو جسے کھول دینے سے سب پانی خود بخود بہہ جائے۔ اس ہودی کی روزانہ صفائی ضروری ہے۔ برتن مانجھنے کے لئے بالو یا چولھے کی تازہ راکھ اچھی

ہوتی ہے۔ برتن مانجنے والا جونا بھی بدلتے رہنا چاہیئے۔ اسی طرح راکھ بھی روزانہ نئی استعمال کرنی چاہیئے۔ گندی پرانی راکھ یا مٹی جو ادھر اُدھر پڑی رہتی ہے یا جس سے برتن ایک بار صاف کئے جا چکے ہوں اچھی نہیں ہوتی۔ چونے کی جگہ روزانہ نئی پتیاں بھی استعمال کی جا سکتی ہیں۔ برتن باورچی خانے سے دور مانجنے چاہئیں۔ اس کام کے لئے ایک پختہ چبوترہ رہنے سے صفائی رہ سکے گی۔

کاٹھ کے برتنوں کو صاف کرنے کے لئے اُن کو دیر تک گرم پانی میں ڈال رکھنا چاہیئے۔ پھر ایک کپڑے سے رگڑ کر سکھا لینا چاہیئے۔ پتھر کے برتن صاف کرنے کے لئے بھی کو پانی میں گھول کر کپڑے سے رگڑنا چاہیئے۔ پھر پانی سے دھو کر ایک موٹے کپڑے یا تولیا سے رگڑ کر خشک کر لینا چاہیئے۔

ایلومنیم کے برتن کو صاف کرنے کے لئے کپڑے کو لیموں کے رس میں بھگو کر رگڑنا چاہیئے پھر گرم پانی سے برتن دھونا چاہیئے۔ گیلے کپڑے میں پسا ہوا جھاوا ملنے سے بھی ایلومنیم کے برتن صاف ہو جاتے ہیں۔ اگر اُن پر کسی قسم کے داغ پڑے ہوں تو پسے ہوئے نمک کو رگڑنے سے چھوٹ جاتے ہیں۔

پیتل کے برتن اگر سرکے میں نمک ڈالکر رگڑے جائیں یا لیموں کے چھلکے میں نمک بھر کر ملے جائیں تو وہ خوب چمکنے لگتے ہیں۔

شیشے کے برتن کو صاف کرنے کے لئے اُنکو صابن اور پانی سے دھونا چاہیئے۔ کچے آلو کے چھلکے پانی میں رات بھر پڑے رہنے دینے کے بعد وہ پانی شیشے کے برتن دھونے کے کام میں لایا جا سکتا ہے۔ سرکے کے پانی میں دھونے سے کانچ کے برتنوں میں چمک آ جاتی ہے۔ برتنوں کا چکنا پن چھڑانے کے لئے سوکھی راکھ، گرم پانی یا سوڈا استعمال کرنا چاہیئے۔ سرکے کے پانی سے بھی چکنائی چھوٹ جاتی ہے۔

چولھا۔ ایک کونے میں بنانا چاہیئے ایسا کرنے سے دھنواں کم لگتا ہے۔ چولھا ایسا ہونا چاہیئے جس میں ایندھن کم جلے اور دھنواں بھی زیادہ نہ ہو۔ چولھے کے پچھلے حصے میں ایک سوراخ رکھنا چاہیئے جو دیوار میں یا اُس کے سہارے اُٹھتا ہوا مکان کی چھت کے اوپر تک نکل جائے اسی کو چمنی کہتے ہیں۔ بنگلوں میں ایسی چمنیاں گول کمروں میں ہوا کرتی ہیں۔ اس سے آگ جلانے پر دھنواں کمرے میں نہیں بھرتا اور چیزیں سیاہ نہیں پڑتیں اگر چولھے کے اوپر دو ہاتھ کے فاصلے پر ایک لوہے کا ہاتھ بھر چوڑا تسلہ اوپر رکھ دیا جائے جسکے وسط میں چھ انگل چوڑا ایک سوراخ ہو۔ اسی چوڑائی کے لوہے کے پائپ کا ایک سرا تسلے کے سوراخ سے جوڑ دیا جائے اور دوسرا سرا مکان کی چھت کے اوپر نکلا رہے تو بھی دھنواں پائپ کی راہ سے باہر نکل جائیگا سب سے اچھا تو یہ ہوگا کہ چولھے کے پیچھے سے ایک چمنی مکان کی چھت تک نکل جائے اور تسلے کی اونچائی پر ایک پتھر یا سمنٹ کی سِل چولھے سے چار نیٹ اوپر کونے میں دیوار میں لگا دی جائے۔ اگر سِل نہ مل سکے تو اینٹ کی ڈاٹ یا گول ستون بنا کر بھی وہی مطلب نکالا جا سکتا ہے۔ سِل یا ڈاٹ اتنی بلندی پر ہو کہ وہ کھانا پکانے والے کے سر میں نہ لگے اُس کی چوڑائی اتنی ہونی چاہیئے کہ چولھے سے بالشت بھر آگے کو نکلا رہے۔ ایسا کرنے سے دھنواں کمرے میں پھیلنے کے بجائے کونے میں چمنی کی طرف جائیگا چمنی کا وہ حصہ جو اس سِل اور چولھے کے وسط میں ہے کھلا رہنا چاہیئے تاکہ دھنواں اُس میں جا سکے سِل یا ڈاٹ کے اوپر برتن، ترکاریاں وغیرہ رکھی جا سکتی ہیں۔

آج کل لوگ اکثر ریل کا نصف جلا ہوا کوئلہ بھی ایندھن کے کام میں لاتے ہیں۔ یہ لکڑی کے مقابلے میں سستا پڑتا ہے اور آنچ بھی دیر تک رہتی ہے۔ اس کے جلانے کے لئے چولھا اُسی طرح کا ہوتا ہے جیسے لوہے کی انگیٹھی یا حلوائیوں کی دوکان کے چولھے۔ زمین سے ایک بالشت کی اونچائی پر لوہے کی سلاخیں لگائی جاتی ہیں۔ یہ اتنی مضبوط ہونی چاہئیں کہ اُن کے اوپر چار چھ انگل کی موٹائی تک کوئلے رکھے جا سکیں۔ سلاخوں کا فاصلہ ایک دوسری سے اتنا ہونا چاہیئے کہ کوئلے اُن میں سے نیچے نہ گرنے پائیں۔ اُن سلاخوں کے اوپر کوئلہ کے واسطے آٹھ انچ کا گھیرا چھوڑ کر اینٹ یا مٹی کی چھ انگل اونچی دیوار بنانی چاہیئے جس پر کڑھائی یا دوسرا کوئی برتن رکھا جا سکے۔ کوئلوں کو سلگانے کے لئے تھوڑی سی لکڑی یا کاغذ یا پھونس جلایا جا سکتا ہے۔

ہوا اور روشنی۔ روشن دان دیوار کے اوپر کے حصے میں لگانا چاہیئے۔ کھڑکی بھی اتنی اونچائی پر ہونی چاہیئے کہ کھانا پکاتے وقت باہر سے نہ دکھائی دے۔ ہوا اندر آنے کے لئے ایسی کھڑکیاں بھی لگائی جا سکتی ہیں جن میں سے ہوا اندر تو آ سکے لیکن باہر سے نہ دکھائی دے۔ ایسی کھڑکیاں ریل گاڑیوں میں ہر شخص نے دیکھی ہوں گی۔ روشنی کم رہنے سے آنکھوں پر زور تو پڑتا ہی ہے۔ اس کے علاوہ ساگ سبزی میں تنکے اور کیڑے مکوڑے وغیرہ پڑنے پر وہ بھی نہیں نظر آتے۔ روٹی بھی ٹھیک نہیں پکتی کہیں کچی رہتی ہے اور کہیں جل جاتی ہے۔ گندی ہوا اور دھنواں باہر نکلنے کے لئے چھت میں بھی ہوا دان لگائے جا سکتے ہیں۔ یہ اوپر سے ڈھنکا رہنا چاہیئے تاکہ برسات میں پانی نیچے نہ آئے۔ ایک بالشت چوڑا پائپ جو اوپر چھتری کے ہینڈل کی طرح جھکا رہتا ہے آپ نے اسٹیشنوں پر بابو لوگوں کے رہنے کے مکانوں کی چھت کے اوپر لگے دیکھے ہوں گے۔ اُن کے بجائے ایسا بھی کیا جا سکتا ہے کہ دیوار کی چھت میں ایک بالشت چوڑا سوراخ کیا جائے اُس کے گرد ۹ انچ اونچے اینٹ کے پائے کھڑے کرکے ایک اُلٹا تسلہ رکھا جا سکتا ہے۔

کھپریل کے مکانوں میں بھی دھنواں اچھی طرح نہیں نکل پاتا۔ وہاں بھی کھپریل کا ایک فٹ لمبا چوڑا حصہ خالی چھوڑا جا سکتا ہے۔ پانی اندر آنے سے رکنے کے لئے اُس کو اس طرح پاٹنا چاہیئے کہ سوراخ کے گرد کھپریل کے اوپر دھنواں نکلنے کے لئے جگہ بنی رہے۔ ایسے بنے بنائے ٹائل بھی ملتے ہیں جو مذکورہ بالا ہوا دان کی جگہ لگائے جا سکتے ہیں۔ چھت میں ہوا دان اور روشن دان ایسی حالتوں میں لگانا ضروری ہو جاتا ہے جبکہ اور گھروں کے قریب ہونے کی وجہ سے دیوار میں کھڑکی اور روشن دان نہیں لگائے جا سکتے۔

تیل بتی۔ گاؤں میں عورتیں دھنوئیں سے تو پریشان رہتی ہیں اُس کے علاوہ دیئے چراغ یا لیمپ نہ ہونے سے بھی تکلیف ہوتی ہے سرسوں کے تیل کی ڈبیہ میں دھنواں زیادہ اور روشنی کم دیتی ہے۔ اس میں تیل بھی زیادہ جلتا ہے اور بگڑتی بھی جلدی ہے اور اکثر ہاتھوں میں مٹی کے تیل کی بدبو آنے لگتی ہے۔ مٹی کے تیل کی جگہ سرسوں

نیم وربینڈی کا تیل زیادہ اچھا ہوتا ہے۔ مٹی کے
تیل کا لیمپ شیشے دار ہونا چاہئے۔ شیشہ سفید ہی
اچھا ہوتا ہے۔ رنگین شیشے میں روشنی کم نکلتی ہے
آج کل سستی لالٹینیں بھی ملتی ہیں۔ ایک سال
کا حساب دیکھنے سے یہ کپّیوں کے مقابلے میں
ارزاں پڑتی ہیں۔

یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ چراغ کہاں
اور کتنی بلندی پر رکھا جائے۔ وہ ایسی جگہ
رکھنا چاہئے کہ توے یا کڑھائی پر بخوبی روشنی
پڑتی رہے۔ جسم کے کسی بھی حصے کا سایہ
نہ پڑے اور چراغ دھوئیں علیحدہ رہے نیز
چراغ کا تیل بھی کسی چیز پر نہ ٹپکے۔ چراغ
دیوار میں طاق یا ایک ڈیوٹ پر رکھا جا
سکتا ہے۔ اور لالٹین لٹکانے کے لئے دیوار
میں کیل گاڑی جاسکتی ہے۔ چراغ ایسی جگہ
پر رہے کہ روشنی زیادہ سے زیادہ جگہ پہنچ
سکے۔ لالٹین اُسی وقت اچھی روشنی دیگی
جب اُس کی اچھی طرح دیکھ بھال ہوتی رہے
تیل عمدہ قسم کا استعمال کرنا چاہئے۔ لالٹین
کو روز صاف کرنا ضروری ہے۔ بیچ میں بتی
کاٹ دینا اچھا ہوتا ہے اور اگر بتی
بہت پرانی ہوگئی ہو تو اُسے بدل دینا
چاہئے۔ نیز کبھی کبھی لالٹین کو کھولتے
پانی میں ڈالنا چاہئے۔ شیشہ صاف کرنے
کے لئے راکھ یا چونا پانی میں گھول کر استعمال
کیا جاسکتا ہے۔

صفائی۔ ترکاری اور چاول پکانے
سے پہلے اچھی طرح پانی میں دھولیں۔ ترکاریوں
کے چھلکے ڈالنے کے لئے ایک ٹین یا کوئی
ٹوکری رکھنی چاہئے۔ نالی بھی ایسی ہونی
چاہئے کہ پانی اُس میں قطعی نہ رُکے رولی کو چولھے سے
نکال کر گندی زمین میں نہ پھینکنا چاہئے کہ اس کی جگہ
پتھر کی کوئی چوکی رکھئے کبھی کبھی باورچی خانے کی سفیدی
بھی ضروری ہے۔ اگر چھاجن کھپریل کی ہو تو اُس کے
نیچے ٹاٹ لگانے سے اوپر سے کیڑے یا گرد وغیرہ
نہ گرے گی۔ دیواروں پر جالا وغیرہ نہ رہنا چاہئے
پانی کا گھڑا بھی بدلتے رہئے تاکہ اُس پر کائی نہ جم جائے
کھانا پکانے کے کام کے لئے ایک جوڑ دھوتی علیحدہ
رکھنی چاہئے۔ برتن پونچھنے کی جھاڑن اور دودھ چھاننے
کا کپڑا روزانہ دھونا بہت ضروری ہے۔

کھانے کی چیزوں کی حفاظت

کھانے کی چیزوں کو چوہا، بلّی، کتّا، بندر،
نیولا، گلہری، کوّا، چیونٹی، چیونٹوں اور
مکھیوں وغیرہ سے بچانا چاہئے۔ چوہے
اور نیولوں کو روکنے کے لئے نالیوں میں
جالی لگانا مفید ہے۔ گڑ، چینی وغیرہ زمین
پر نہ گرایئے بلکہ ڈھانک کر رکھئے۔ ایسی
چیزوں کے برتن یا الماری کے نیچے پانی
رکھنا چاہئے تاکہ چیونٹیاں نہ چڑھ سکیں۔
چوہوں اور گلہری سے بچانے کے لئے
کھانے کی چیزیں ایک تختے پر رکھی جاسکتی
ہیں جو گز بھر کی بلندی پر ہو اور میز کی طرح
پایوں پر رکھا ہو۔ ہر ایک پائے میں ایک
اُلٹا توا لگانے سے چوہے وغیرہ تختے پر
نہ پہنچ سکیں گے۔ چینی وغیرہ موبل آئیل
یا چائے کے پرانے ڈبوں میں رکھی جا
سکتی ہے۔ کھڑکیوں میں جالی لگانے سے
مکھیوں اور چڑیوں وغیرہ سے حفاظت ہوگی
بچا ہوا کھانا دیوار میں ایک کھڑکی کے اندر
رکھا جائے اس میں ایک طرف جالی رہے
اور دوسری طرف دروازے رہیں۔
جو کھانا رکھنے کے بعد بند کر دئے جائیں
چیڑ کے پرانے بکس میں دو طرف جالی
لگائی جاسکتی ہے۔ ٹوکری طشت یا کٹھوتہ
بھی کھانا رکھنے کے کام آ سکتا ہے۔ آجکل
کٹوردان یا ٹیفن کیریر کا استعمال بڑھتا
جارہا ہے۔ چھینکے کا رواج بھی اچھا ہے
یہ اتنی بلندی پر ہونے چاہئیں کہ سر میں
نہ لگیں۔ پینے کے پانی کے گھڑے ڈھکے
رہنے چاہئیں۔ زمین پر رکھے ہوئے گلاس
اور کٹوریاں بالٹیوں میں نہ ڈبوئی جائیں
گوندھے ہوئے آٹے پر ایک صاف کپڑا
رکھنے سے اُس پر مکھیاں نہ بیٹھ سکیں گی۔
کھانے کی چیزوں کو کچھ اونچائی پر رکھنا
چاہئے۔ مربے مصالحے کو ایک صندوقچی یا
الماری میں رکھئے تاکہ بچے اُس میں ہاتھ
نہ ڈالیں۔

کچھ کام کی باتیں۔ شہروں کے تعلیم یافتہ
باشندے کھانے کے کمرے پر خاص توجہ دیتے
ہیں۔ اچھی جگہ کھانا کھانے سے کھانا لذیذ
اور اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور اچھی طرح
ہضم بھی ہوتا ہے۔ جن برتنوں میں کھانا
نکالا جائے وہ بھی بالکل صاف ہونے چاہئیں
ٹاٹ، کمبل و دسترخوان بچھانے کا رواج
اچھا ہے۔ چھوٹے چھوٹے سمنٹ یا چونے
کے چبوترے بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ اگر تھالی
رکھنے کے لئے ایک بالشت اونچی چوکی رہے
تو کھانا کھانے والوں کو آرام ملتا ہے کیونکہ
اُس میں جھکنا نہیں پڑتا۔ میز کرسی پر بیٹھکر کھانے
میں بھی سہولیت ہوتی ہے۔ ہاتھ پیر دھونے
کے واسطے اچھا انتظام ہونا چاہئے۔ سیمنٹ
کا فرش اور ٹونٹی دار لوٹا ہونے سے ہاتھ
منہ دھونے میں سہولیت ہوتی ہے۔

بانس کے فوائد

فرانس میں لوگ بانس کے درخت اُگا رہے
ہیں حکام برطانیہ بھی ایسا کرنے کا خیال کر رہے
ہیں۔ درحقیقت یہ نہایت اہم درخت ہے۔
بانس کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ بعض بعض بانس
تو ایک روز میں ایک فٹ بڑھتا ہے اور تقریباً
۱۲۰ فیٹ تک بڑھتے ہیں۔

بہت سے لوگ بانس کو کھاتے پیتے اور پہنتے
ہیں وہ اس کے نرم نرم کلّوں کو کھانے کے کام
میں لاتے ہیں۔ اس کے بیج سے شراب بناکر
پیتے ہیں۔ بانس کی چھال کا کپڑا بناکر پہنا جاتا ہے
اس کے علاوہ بانس کی اور بہت سی چیزیں
بنائی جاتی ہیں۔ قلم، تیر، کمان، موم بتی، تلوار،
برتن، برساتی کوٹ، چھاتے اور کاغذ وغیرہ سبھی
چیزیں بانس سے بنائی جاتی ہیں۔ بانس
کے درخت کی زندگی کا اوسط ۷ سال ہوتا
ہے۔ لیکن یہ پہلے سال ہی اپنی پوری بلندی
تک پہنچ جاتا ہے۔ تین سال کے بعد بانس
سخت ہوجاتا ہے۔ کلہاڑیاں چلانے پر کبھی
کبھی اس میں سے چنگاریاں نکلتی بھی دیکھی
گئی ہیں۔

بارش کا مستقبل معلوم کرنے کے طریقے

از جناب دیا شنکر دوبے ایم اے۔ ایل ایل۔ بی۔ پروفیسر الٰہ آباد یونیورسٹی

گذشتہ تیسرے مضمون میں میں نے ۱۱رمئی سے ۱۰رجون تک کی بارش کا مستقبل معلوم کرنے کی علامتیں بتلائی تھیں۔ مجھے پوری اُمید ہے کہ اگر اس میں تبلائی ہوئی علامتوں کو اپنی ڈائری میں نوٹ کر کے اس کے مطابق بارش کی کمی اور زیادتی جاننے میں خاص توجہ کی جائیگی تو ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا۔

اس مضمون میں ۱۱رجون سے ۱۰رجولائی تک کی بارش کے متعلق سبھی علامتیں درج کی جارہی ہیں اس آخری ایک ماہ کی بارش کی علامتوں پر خاص دھیان دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس ماہ کے بعد جلد ہی بارش شروع ہونے والی ہے بارش سروع ہونے پر پچھلے کئی مہینوں سے جو علامتیں بتائی جارہی ہیں ان کی حقیقت اور غلطی کی جلد ہی آزمائش ہو جائے گی۔

روز مرّہ کی رپورٹ تیار کرنے کے پہلے پہلے کچھ محنت ضرور کرنی پڑیگی لیکن بعد میں انھیں رپوٹوں کی بنا پر مذکورہ بالا قاعدوں کے مطابق بارش کا مستقبل معلوم کرنے میں پھر کوئی دشواری نہ ہوگی ہاں رپورٹ تیار کرنے میں اس بات کا خیال رہے کہ کوئی بات غلط یا خلاف واقعہ نہ ہو ورنہ نتیجہ ٹھیک نہ ہوگا۔

۱۲رجون ۱۹۴۰ء اس روز دکھن کی ہوا چلنے سے اور بادل گرجنے سے برسات میں گڑبڑ ہوگی کاتک میں غلہ مہنگا ہوگا۔

۱۳رجون ۱۹۴۰ء آج سے چار دن تک ہوا کی رفتار کے مطابق بارش کی کمی بیشی کی واقفیت کا وقت ہے۔ اس لئے اگر ان چار دنوں میں بادلوں کو روکنے والی ہوا چلے تو ہوا کی اچھی علامت ہے یعنی اس سے برسات کے زمانے میں اچھی بارش ہوگی۔

لیکن اگر ان چار دنوں میں اگر بجلی یا پانی کی بوندیں نظر آئیں، گرد سے بھری ہوئی ہوا چلے چاند اور سورج پر چھا جائے تو زمانۂ برسات میں اچھی بارش ہوگی۔

اگر ان چار دنوں میں چاند اور سورج کے گرد خوبصورت اور صاف گھیرا نظر آئے، زیادہ بادل نظر آئیں اور ان بادلوں کی رفتار دکھن کی طرف ہو تو یہ سب اچھی علامتیں ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ برسات میں اچھی بارش ہوگی۔

۱۶رجون ۱۹۴۰ء آج سے چار روز تک سلسلے سے سواتی، وشاکھا، انورادھا اور جیشٹھہ پڑتے ہیں۔ ان دنوں اگر بارش ہو جائے تو ساون وغیرہ میں چار مہینے بارش نہ ہوگی لیکن اگر ان چار دنوں تک اتر کی ہوا چلتی رہے تو برسات کے چاروں مہینے میں اچھی بارش ہوگی اور اگر ان چاروں دنوں میں پچھمی ہوا چلے تو قحط کا خوف ہوگا۔

اگر ان دنوں میں پوربی، اتری، پوربی دکھنی ہوا چلے تو بھادوں اور کاتک میں بارش نہ ہوکر ساون اور کاتک میں ہوگی۔

۲۰رجون ۱۹۴۰ء اس روز بجلی گرجنے اور بارش ہونے سے برسات میں گڑبڑ ہونے کے باعث گھاس کا نقصان ہوگا اور کہیں کہیں بارش ہوگی

(۴) الف ۲۳رجون ۱۹۴۰ء اس روز اگر سورج صرف بادلوں سے چھپا رہے تو تین مہینے کے بعد خوب بارش ہوگی۔ لیکن اگر اس روز غروب آفتاب کے بعد پانی نہ برسے تو برسات کے زمانے میں بہت انتظار کے بعد پانی برسے گا یعنی کم بارش ہوگی۔

۲۴رجون ۱۹۴۰ء اس روز اگر دن میں پچھم کی طرف سے ہوا چلے اور بادلوں کی گرج کے ساتھ بارش اور دھنک بھی دکھائی دے بارش کی کمی کے باعث کاتک میں غلہ مہنگا ہوگا۔

(۶) الف ۲۴رجون ۱۹۴۰ء آج سے تین روز تک اگر دن میں غروب آفتاب کے وقت پورب کی طرف کا آسمان ہاتھی وغیرہ کی شکل والے بادلوں سے ڈھنکا ہوا نظر آئے تو ۵یا ۷ روز کے اندر جلد ہی بارش ہوگی۔ لیکن اگر ان دنوں دکھن کی طرف بادل زیادہ مقدار میں ہو تو ۳، ۵، ۷ دن کے اندر ہی بارش ہوگی۔

اگر ان دنوں شام کے وقت اتر میں پہاڑ کی شکل کے سیاہ بادل نظر آئیں تو تیسرے دن دل خوش کن بارش ہوگی۔

اساڑھ کرشن پکچھ میں پورب دکھن کے بادل کم پانی برسانے والے اور خاص حرارت دینوالے ہوتے ہیں۔ دکھن پچھم کے بادل سے کئی قسم کی بیماریاں وغیرہ پھیلنے کا خطرہ ہوگا اور کبھی کبھی بارش بھی ہوگی۔ پچھم اُتر کے بادلوں سے ہوا اور بارش اچھی ہوگی۔ پورب اُتر کے بادلوں سے اچھی بارش ہوتی ہے۔

۲۸رجون ۱۹۴۰ء اس دن دکھن کی طرف کی ہوا چلنے سے برسات کے زمانے میں چوطرفہ بارش ہوگی یعنی چاروں طرف پانی برسے گا۔

لیکن اگر اس روز چاند کالے بادلوں سے چھپ جائے تو خوب بارش ہوگی اور اگر اس روز چاند صاف نظر آئے تو بارش کا فقدان ہوگا۔

۳۰رجون ۱۹۴۰ء اس روز پانی برسنے سے بھادوں میں اچھی بارش ہوگی۔

۴رجولائی ۱۹۴۰ء اس روز دکھنی ہوا چلنے سے برسات میں چوطرفہ بارش ہوگی۔

۵رجولائی ۱۹۴۰ء اس روز آدر پچھتر کا یوگ ہونے کے باعث برسات میں اچھی بارش ہوگی۔

۶رجولائی ۱۹۴۰ء اس روز پنروسو پچھتر کا یوگ ہونے کے باعث برسات میں اچھی بارش ہوگی۔

۷رجولائی ۱۹۴۰ء اس روز پشیہ پچھتر کا یوگ ہونے کے باعث برسات میں اچھی بارش ہوگی۔

آج دنیا موت و زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ تمام دنیا خون آلود ہے۔ کیا ایسے وقت میں یہ اُمید ناممکن ہوگی کہ اشوک کی طرح کوئی شخص قتل و خونریزی ختم کرکے دنیا میں امن وسکون کی حکومت قائم کردے تلوار کے زور پر قائم کیا جانے والا اشوک کا سامراج آج سے دو ہزار سال قبل ختم ہو چکا ہے لیکن سلسلہ محبت میں منسلک اشوک کا سامراج آج بھی قائم ہے اور رہیگا۔

راجندر پرشاد

ضلع علیگڈھ میں مویشیوں کی نمائش

(از جناب ودیارتن ورما بی۔ ایس سی (زراعت) گاؤں سدھار انسپکٹر مدبگڈھ)

محکمہ گاؤں سدھار اور محکمہ ویٹرنری کی زیرنگرانی اس ضلع میں مویشیوں کا ایک زور کا میلہ ۶ تحصیلوں میں مورخہ ۱۷ مارچ سے ۲۲ مارچ تک ہوا۔

سردار صاحب سردار اُدم سنگھ سپرنٹنڈنٹ محکمہ سول ویٹرنری ہر ایک مقام پر تشریف لے گئے۔ شری طوطارام جی راٹھی نائب صدر گاؤں سدھار ایسوسی ایشن اور ٹھاکر ٹیکم سنگھ جی سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ بھی کئی مقامات پر تشریف لائے۔ گایوں بچھڑوں و بچھیوں کی اچھی نسلوں پر نقد انعام بھی دئے گئے۔

مویشیوں کی نمائش کو دیکھ کر یہ بات بخوبی ظاہر ہو گئی کہ ہمارے ملک کے مویشیوں کی نسل خراب ہوتی جارہی ہے۔ جس گائے کو ہم ماں کے نام سے پکارتے ہیں اُسی گائے کو پیٹ بھر کھانا بھی نہیں ملتا۔ اُس کے بچھڑے کمزور ہوتے جاتے ہیں جس کا اثر ہماری کھیتی پر پڑتا ہے۔ زراعت پیشہ ملک ہونے کے علاوہ ہمارے ہموطن قدیم رسموں کی لکیر کے فقیر بنے ہیں اور اُسی کو دھرم سمجھتے ہیں۔ قدیم زمانے میں لوگ اپنے بوڑھے عزیزوں کی موت کے وقت سانڈ چھوڑا کرتے تھے جن پر ترشول کا نشان بنا رہتا تھا۔ اب ہمارے لکیر کے فقیر بھائیوں نے اُس قاعدہ کو جاری ضرور رکھا لیکن جو اس کا مقصد تھا اُس کے اوپر توجہ نہ کرکے خراب سے خراب بچھڑوں پر ترشول بناکر رسم ادا کرنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بچھڑے اور بچھیاں کمزور ہونے لگیں۔ ہندوستان میں جہاں ہم یہ سنتے ہیں کہ کرشن جی مکھن چرایا کرتے تھے وہاں ہمارے بچوں کو مٹھا پینے کو بھی نہیں ملتا۔ جس ملک میں دودھ کی ندیاں بہتی تھیں وہاں آج فی آدمی ۲ چھٹانک دودھ کا اوسط ہے۔ اسکے کئی سبب ہیں۔

۱۔ عمدہ سانڈ نہ ہونا۔ کہتے ہیں کہ قدرت کے جس کام میں انسان نے ہاتھ ڈالا اُسکا زوال ہی ہوتا چلا گیا۔ جب لوگوں نے اپنے بچوں کا بچپن میں بیاہ کرنا شروع کیا تو ہمارے ملک سے مضبوط اور اچھے فرزند ختم ہونے لگے۔ جب بچپن کی شادی کا رواج زیادہ بڑھا تو حکومت ہند نے شاردا ایکٹ پاس کیا جس کی وجہ سے کچھ رکاوٹ ہونے لگی۔ میرے خیال میں یہی حال ہمارے اُن پالتو مویشیوں کا ہوا ہے جو انسان کی دیکھ بھال میں رہتے ہیں۔ ناقص سانڈوں کے چھوٹے رہنے کی وجہ سے گایوں کی نسلیں خراب ہو گئیں اور ہوتی جارہی ہیں۔ ہمارے کسان اس سے بے خبر ہیں دھرم کے نام پر وہ ترشول بنا ہوا بچھڑا چھوڑ کر وہ اپنے کام سے بری ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ گایوں کی نسل پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ قانون کے پھندے میں پھنسے ہوئے باشندگان ہند کیا مویشیوں کی نسل سدھارنے کے لئے بھی حکومت ہند سے کوئی قانون منظور کرانا چاہتے ہیں! کیا بلا قانون پاس ہوئے ملک میں کوئی سدھار نہ ہوگا! ضرور ہوگا اگر دھرم کی لکیر پیٹنے والے دانی (خیرات کرنے والے) دماغ سے کام لیں اور نیک کام کے لئے ۲۲ روپئے میں سرکاری فارم سے لیکر عمدہ نسل کے سانڈ ترشول بناکر چھوڑا کریں۔

۲۔ بچھڑا اور بچھیا کے پالنے میں امتیاز

بچھڑے اور بچھیا کی پرورش اور خوراک میں بھی کسان لوگ امتیاز برتتے ہیں عموماً خوراک کی کمی کے باعث بچھیاں مرجاتی ہیں۔ کسان کہتے ہیں کہ بچھڑا تو آگے چل کر بیل بنے گا اور کھیتی میں مدد دیگا۔ اس لئے اُس کی پرورش اچھی طرح ہونی چاہئے وہ یہ نہیں سوچتے کہ بچھیا بڑی ہو کر گائے بنے گی اور وہی کھیتی میں مدد دینے والے بیل پیدا کرے گی بالکل یہی حال انسانوں میں لڑکے اور لڑکی کا ہے۔ لڑکا مرتے وقت پانی دے گا اور لڑکی پرائے گھر کی ہے۔ یہ امتیاز بھی ہمارے ملک کے زوال کا ایک سبب ہے۔ لہٰذا کسانوں کو چاہئے کہ اگر وہ اپنے ملک کی اور اپنی بھلائی چاہتے ہیں تو وہ لڑکا لڑکی اور بچھڑا و بچھیا کے پالنے میں امتیاز نہ برتیں۔

۳۔ چارے کی کمی۔ کھیتوں میں قیمتی اور آمدنی بڑھانے والی فصلیں پیدا کرتے وقت کسان یہ بھول جاتے ہیں کہ مویشی بھی اُن کے سہارے ہیں۔ ہرا چارہ تو مویشیوں کو کچھ ہی دنوں ملتا ہے۔

ڈراک نمائش میں کچھ انعام پانے والے اچھی نسل کی گائیں

ڈراک نمائش میں اچھی نسل کے سانڈ سے خراب نسل کی گائے کا بچھڑا

ورنہ تقریباً سال بھر وہ کربی و بھوسے ہی پر گزارہ کرتے ہیں۔ ہرے چارے کی کمی پوری کرنے کے لئے ہرے چارے کو گڑھے میں دبا کر سائیلیج بنانا، ریزکا یا ایلیفینٹ گھاس بونا۔ خریف میں جوار اور ربیع میں اوٹ کی فصل بونا چاہئے۔ چارہ اچھا، مزیدار اور پیٹ بھر ملنے پر مویشیوں کی تندرستی اچھی رہے گی اور اُس کا اثر نسل پر پڑے گا۔

۴- چراگاہوں کی کمی- پہلے ہر ایک گاؤں میں چارے کے لئے اوسر یا بنجر زمینیں تھیں۔ اب کسان اور زمیندار اوسر زمینوں کا خاتمہ کئے دیتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہے کہ دیہاتوں میں گائیں کم اور بھینسیں زیادہ ہوتی جا رہی ہیں۔ گائے کھونٹے پر بندھی رہ کر تندرست نہیں رہ سکتی اُس کا چراگاہ میں گھومنا بہت ضروری ہے۔ جب اوسر زمین میں بھی کاشت ہونے لگی تو اسکا اثر ہماری کھیتی پر ضرور پڑے گا۔ بھینسا کھیتی کا کام اچھی طرح نہیں کر سکتا۔ کیا یہ امید کی جا سکتی ہے کہ کسان اوسر بنجروں کو توڑنا بند کر دیں گے؟

۵- نسل کی کمزوری کے باعث بیماریوں میں ترقی۔ مذکورہ بالا ۴ باتوں کے باعث ہمارے مویشیوں کی نسل روز بروز کمزور ہوتی جاتی ہے جس کی وجہ سے بیماری بڑھتی جاتی ہے۔ بیماری کا علاج محکمہ ویٹرنری کرتا ہے۔ اگر کوئی مویشی بیمار ہو تو فوراً معالج حیوانات کو اطلاع دینی چاہئے۔

۶- آختہ نہ کرانا۔ دھرم کی لکیر پیٹنے والے دھرماتما کسان آختہ (بدھیا) کرانا گناہ سمجھتے ہیں۔ اگر بدھیا کرانا گناہ ہے تو جوتنا بھی گناہ ہے۔ کسان اپنے بچھڑے کو بنجاروں کے ہاتھ بیچ دیتا ہے جو کچھ عرصے بعد اُس بچھڑے کو بدھیا کر کے کسان کے ہاتھ تقریباً چوگنی قیمت میں فروخت کر دیتا ہے۔ بنجارے بچھڑوں کو کسان کے لئے بدھیا کراتے ہیں اور کسان کا دھن لوٹتے ہیں۔ کسان بھائی بدھیا کرانے کو ناجائز گوشت کھانے کے برابر گناہ سمجھتے ہیں اُنھیں یہ نہیں معلوم کہ گوشت کھانے میں صرف گوشت کھانے والا ہی گناہگار نہیں ہوتا، بلکہ شکاری، بیچنے والا باورچی اور ساتھی سبھی گنہگار ہوتے ہیں یہ منوجی کا خیال ہے۔ اسی لحاظ سے بدھیا کرانے کے متعلق سوچا جائے تو اس میں بھی آٹھ آدمی گنہگار ہوتے ہیں۔

پہلا صلاح دینے والا۔ دوسرا بیچنے والا تیسرا جو بچھڑا خریدے۔ چوتھا جو بدھیا کرے پانچواں جو بدھیا بیچے۔ چھٹا پھر خریدنے والا ساتواں جو اُس سے کام لے۔ آٹھواں جو اُسے جوتے۔

جب بغیر بدھیا کے کھیتی نہیں ہو سکتی تو بدھیا کرانا گناہ نہیں ہے۔ جن کسانوں کو اپنے بچھڑے بدھیا کرانے ہوں وہ قریب کے معالج حیوانات کے پاس اطلاع بھیج دیں یا تین پیسے کا پوسٹ کارڈ ڈال دیں۔ ایسے سنٹرل آرگنائزر کو اطلاع دیدیں ڈاکٹر صاحب خود آکر بغیر کسی فیس کے تھوڑے عرصے میں بدھیا کر جائیں گے۔ پیارے کسانو! یہ بدھیا نہ کرنے کی رسم دور کرو اور اپنا دھن برباد نہ کرو تبھی تمھاری نجات ہوگی۔

کچھ دلچسپ باتیں

خودبخود چلنے والی کشتی

کشتی میں بیٹھ کر پانی کی سیر کا لطف لوگ لامعلوم صدیوں سے اُٹھا رہے ہیں اگر کوئی تنہائی پسند انسان کشتی میں بیٹھ کر پانی میں سفر اور سیر تفریح کرنا چاہے تو بھی کم از کم ایک ملاح ضرور ساتھ لینا ہوگا لیکن اب کناڈا کے ایک شخص نے ایسی کشتی ایجاد کی ہے جس میں ملاح کی بھی ضرورت نہیں پڑ سکتی۔ ناؤ خود بخود چلا کرے گی اور اُس پر بیٹھا ہوا آدمی آسانی سے کتاب یا اخبار پڑھتا ہوا سیر کرے گا اور جس طرف چاہیگا اُسے گھما لے گا۔ اُس نے اپنی کشتی میں ایک ہلنے والی کرسی لگا لی ہے اور کچھ چرخیوں کے ذریعے کرسی سے پیڈل جوڑ دئے ہیں جب جب کرسی آگے یا پیچھے ہلتی ہے تو اُن چرخیوں میں حرکت ہوتی ہے اور پیڈل خود بخود چلنے لگتا ہے پیڈلوں کے گھومنے سے ناؤ چلنے لگتی ہے۔ اس کشتی پر بیٹھ کر خود بخود جھیلوں میں سینکڑوں میل کا چکر لگا چکا ہے۔

۶۰ فیٹ اونچی لہریں

راس امید کے اردگرد اترے پچھم جانب سے ہوا کے جو جھونکے آتے ہیں وہ اتنے زبردست ہوتے ہیں کہ سمندر خوفناک شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اُس کی لہریں ساٹھ فیٹ بلندی تک اُٹھتی ہیں ہر ۲۲ - ۲۳ سکنڈ کے بعد اِس قسم کا خوفناک جوار اُٹھتا ہے۔ راس ہارن کے پاس بھی ۳۵ فیٹ اونچی لہریں اُٹھتی دیکھی گئی ہیں۔ آنزی بحری اٹلانٹک میں زیادہ سے زیادہ ۲۵ فیٹ اور بحر شمالی میں زیادہ سے زیادہ ۱۲ فیٹ اونچی لہریں اُٹھتی ہیں۔

کھیتی باڑی

خریف کی فصلوں کی کاشت کی بابتہ کچھ کار آمد باتیں

ازجناب بابو گجادھر لال انسپکٹر زراعت لکھنؤ

۱ عام طور سے خریف کی فصلیں اُن کھیتوں میں بوئی جاتی ہیں جو کہ فصل ربیع سے ماہ مارچ و اپریل میں خالی ہوتی ہیں - تجربے سے یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر ان کھیتوں کو ربیع کی فصل کٹنے کے بعد فوراً مٹی پلٹنے والے ہل سے جوت دیا جائے تو کھیت کی طاقت بڑھ جاتی ہے اور آئندہ بوئی جانے والی خریف کی فصل کی پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے - اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ پچھلی ربیع کی فصل کی جڑیں اور کھونٹے دبکر سڑ گلکر کھاد کا کام دیتے ہیں اور مٹی الٹ جانے سے دھوپ اور ہوا لگتی ہے جس سے قوت زرخیزی میں اضافہ ہوتا ہے اور فصلوں کے نقصان دہ کیڑے اور ان کے انڈے بچے اوپر آکر گرمی اور دھوپ سے مرجاتے ہیں -

مٹی پلٹنے والے ہل سے جوتائی کرنے سے کھیت کی مٹی پولی اور بھربھری ہو جاتی ہے اور کافی پانی مٹی میں جذب ہوتا ہے لہذا کاشتکاروں کو چاہئے کہ اس طریقے سے فائدہ اُٹھائیں اور اپنے کھیتوں کو فصل کٹنے کے بعد آبپاشی کے ذریعے سے یا بارش کی مدد سے جب موقع ہو مٹی پلٹنے والے ہل سے فوراً جوتائی کریں -

۲ - ابھی تک گاؤں میں پرانے طریقے کے مطابق کاشتکار خریف کی فصلوں کو عام طور پر بارش ہی ہونے پر بوتے ہیں - محکمہ زراعت کے اتنے سالوں کے تجربے کے بعد یہ ثابت ہوا ہے کہ کچھ خریف کی فصلیں ایسی ہیں جو کہ اگر بارش کے قبل آبپاشی کرکے بوئی جائیں تو ان کی پیداوار میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے - مثلاً کپاس مکا - دھان اور چارے کے واسطے جوار -

ا - کپاس کی فصل بونے کے لئے ۳½ مہینے کے بعد کھلنا شروع ہوتی ہے اس لئے جو کپاس کی فصل بارش شروع ہونے پر شروع جولائی یا جون کے آخر میں بوئی جاتی ہے وہ ۳½ مہینے کے بعد قریب ۱۵ اکتوبر کے کھلنا شروع ہوتی ہے اس صوبے میں سردی ۱۵ نومبر کے بعد زیادہ پڑنے لگتی ہے اس لئے بارش کے ساتھ بوئی ہوئی کپاس کو صرف ایک مہینہ ۱۵ اکتوبر سے لیکر ۱۵ نومبر تک ملتا ہے - ۱۵ نومبر کے بعد سردی کی وجہ سے پھل اچھی طرح سے نہیں کھلتے ہیں - اور اس سے پیداوار کم ہو جاتی ہے اس کے برخلاف اگر کپاس کو پلیوہ کرکے بارش کے قبل مئی کے آخری ہفتہ یا جون کے شروع ہفتہ میں بو دیا جائے تو کپاس بارش ختم ہونے پر ستمبر کے چوتھے ہفتے سے کھلنا شروع ہوجائیگی اور اس طرح سے کپاس کو قریب ۳ ہفتہ گرم موسم کھلنے کے واسطے زیادہ ملجائیگا اور اسکی وجہ سے پیداوار قریب ڈیوڑھے کے ہو جاتی ہے لہذا کاشتکاروں کو چاہئے کہ اس کھیتی کے بہتر بونے کے وقت سے فائدہ اٹھائیں پلیوہ کرکے بارش کے قبل بونے سے دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پودھا بارش کے شروع ہونے تک بڑا اور مضبوط ہو جاتا ہے اور زیادہ بارش ہونے کے نقصان سے بچ جاتا ہے - تیسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ پلیوہ پر بونے ہوئے کپاس کے کھیت نومبر کے مہینے میں خالی ہوجاتے ہیں - اور ان میں ربیع کی فصل مثلاً مٹر میتھی بو سکتے ہیں -

ب - اسی طرح سے مکا کی فصل اگر بارش کے قبل قریب ۳ ہفتہ پیشتر اگر پلیوہ کرکے بوئی جائے تو اس کی پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے اور کھیت ماہ اگست میں خالی ہو جاتا ہے - کھیت کے اگست میں خالی ہونیسے دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کھیت میں کافی بارش کی جوتائی کیجا سکتی ہے جس سے مکا کے بعد ربیع کی ایک اچھی جو یا گیہوں کی فصل بھی کاشتکار لے سکتا ہے اور اپنی آمدنی کو بڑھا سکتا ہے

س - اسی طرح دھان کی فصلیں بھی رتبوں پر مئی کے شروع میں اگر پلیوہ کرکے بوئی جائیں تو ۱۵ اگست کے پہلے ان کا دانہ پک کر مضبوط ہو جاتا ہے اور گندھی کے کیڑے کے نقصان سے بچ جاتا ہے کیونکہ گندھی کا کیڑا عموماً ۱۵ اگست سے زور کرتا ہے -

د - جوار کو ہرے چارے کے واسطے اگر پلیوہ کرکے بارش کے ۳ یا ۴ ہفتے قبل بو دیا جائے تو چارے کی پیداوار میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے - اور مویشیوں کے واسطے ہری چری بارش شروع ہونے پر جلد ہی مل جاتی ہے اور کھیت جلدی خالی ہو جانے کی وجہ سے ربیع کی کوئی فصل مثلاً چنا وغیرہ بہت اچھا پیدا ہوتا ہے -

۳ - تجربوں سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ خریف میں کپاس - مکا - ارہر - جوار اگر بجائے چھٹکواں بونے کے قطاروں میں بوئی جائے تو پیداوار بڑھ جاتی ہے کپاس کی فصل کے بونے کے لئے قطاریں دو فٹ کے فاصلے پر بنائی جاتی ہیں اور ان قطاروں پر کپاس کے بیج کو دیسی ہل کے پیچھے بونا چاہئے - جب پودے قریب ۶ انچ کے ہوں تو ایک دوسرے سے ایک فٹ کی دوری پر چھوڑنا چاہئے اور فالتو پودوں کو اکھاڑ دینا چاہئے - اسی طریقے سے مکا کو بھی اتنے ہی فاصلے کی قطاروں پر بونا چاہئے - عام طور سے گاؤں میں دانے کے واسطے ارہر اور جوار چھٹکواں بوتے ہیں لیکن اگر ان دونوں فصلوں کو ترقی شدہ

طریقے سے قطاروں میں بویا جائے تو پیداوار میں بہت اضافہ ہوسکتا ہے - ارہر اور جوار کے بونے کا طریقہ یہ ہے کہ قطاریں ۱½ - ۱½ فٹ پر بنائی جائیں اور ہر جوار کی دو قطاروں کے بعد ارہر کی ایک قطار بوئی جائے اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جوار کی فصل کٹنے کے بعد ارہر کی قطاریں ۴½ فٹ پر رہ جاتی ہیں اور ارہر کی پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے - فصلوں کو لائن میں بونے سے دو خاص فائدے ہوتے ہیں اول فصل کی نرائی اور گوڑائی میں کم خرچ ہوتا ہے دوئم پودے ایک دوسرے سے ٹھیک فاصلے پر رہتے ہیں جس کی وجہ سے پودوں کو کافی سورج کی روشنی اور ہوا ملتی ہے - روشنی اور ہوا کا ملنا پودے کی تندرستی کے لئے بہت ضروری ہے -

---

پھلوں کی کاشت

ازقلم مسٹر - ار ڈی - فورڈم ڈپٹی ڈائرکٹر حلقہ باغات سہارنپور

یہ ہدایات صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کے میدانی علاقوں میں عمل میں لائی جاسکتی ہے -

حالانکہ زمین اور پانی کی کمی کے باعث بنگلوں کے سامنے پھل کے بغیچے لگانے کا موقع کم ہوتا ہے تاہم عمدہ قسم کے پھل اور جگہ کا انتخاب کرنے سے بلغیر کسی فاضل خرچ کے لئے چھوٹا سا باغ تیار کیا جاسکتا ہے -

بدقسمتی سے میدانوں کے باغات میں زیادہ تر مشہور پھلوں کے پکنے کا وقت موسم گرما میں ہوتا ہے جبکہ مالکان پہاڑوں پر ہوتے ہیں اور یہی سب سے بڑا سبب ہے کہ کیوں تمام بڑے باغات پھلوں سے محروم رہجاتے ہیں - مالکان یہ محسوس کرتے ہوئے کہ ایسے پھلوں کی کاشت کرنا فضول ہے جو ایسے وقت میں تیار ہوتے ہیں کہ جن سے صرف مالی وچوکیدار ہی فائدہ اُٹھا سکیں - باوجودیکہ وہ کوٹھیاں جو تمام سال رُکی رہتی ہیں اور علاوہ ان کے چند اقسام نفاست و فائدہ دونوں نکتہ نظر سے جو موسم سرما میں پھل - دیتی ہیں وہ کاشت کرنے کے قابل ہیں -

اور ان کی کامیاب کاشت کے لئے سب سے ضروری امر ان کو باقاعدہ اور لگاتار پانی دینا ہے - تاکہ ان کی جلد پیداوار مناسب موسموں میں ہوسکے کیونکہ اختلاف کی وجہ سے قسموں کا الگ الگ خطوطیں لگانا بہتر ہے - اگرچہ نمائشی پودوں سے یا بڑے باغات کے پیڑوں کے ساتھ سڑکوں کے دونوں طرف لگادئے جائیں تاکہ دوسرے پودوں کو جنکی موسمی ضرورتیں بالکل مختلف ہیں اُن کی بالیدگی میں کوئی خلل واقع نہ ہو -

عام پسند اقسام جو بنگلوں کے باغوں میں مندرجہ بالا طریقے پر لگائی جاسکتی ہیں وہ یہ ہیں - سنترہ - نیبو چکوترہ - لوکاٹ - آڑو آلوچہ اور کرونده اور درختوں کی اقسام میں آم اور کمرخ ہیں - ان میں سے آڑو اور آلوچہ کی پت جھڑ ہوتی ہے لیکن پھول آنے کے وقت دس پندرہ دن تک وہ واقعی نہایت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ پت جھڑ ہونے سے پہلے وہ بدنما دکھائی پڑتے ہیں اس لئے اُن کو ایسے درختوں کے ساتھ لگانا چاہئے کہ جو ہمیشہ سرسبز رہیں جہاں پر ان کی خوبصورتی ان کی بہار کے زمانے میں تو نمایاں ہو لیکن جب وہ پتوں سے محروم ہوجاویں تو دوسرے درختوں کی وجہ سے موسم سرما میں ان کی بدنما شاخیں نظر نہ آویں -

پت جھڑ کرنے والے پودوں کو جنوری کے پہلے ہفتہ میں جبکہ وہ جوش تجرن اپنا کام کرنا شروع کرے لگانا چاہئے

۴ × ۴ فٹ کے گڑھے کھودنے چاہئیں اور ان میں دو حصے اچھی مٹی اور ایک حصہ اصطبل کی پرانی کھاد ملاکر بھر دیں جائے جہاں خوبصورتی اور فائدہ بھی مدنظر ہو تو درختوں کے درمیان ۲۰ فٹ کا فاصلہ کافی ہے - نومبر سے جنوری کے درمیان تک جبکہ پودوں کا آرام کرنے کا موسم ہے ہر ایک اقسام کے خطوں کے گرد پانی کے روک کا بند لگادینا چاہئے تاکہ آبپاشی کا پانی ان کی جڑوں تک نہ پہنچ سکے - ترشاوہ کی تمام اقسام جنوری کے آخر میں یا فروری کے اول ہفتے میں دوسری جگہ تبدیل کر دینا چاہئے ان کے پتوں - پھولوں اور پھلوں کی پسندیدگی کے لئے کسی جگہ کا خاص طور سے پسند کرنا اتنا ضروری نہیں ہے بشرطیکہ پانی کی نکاس کا انتظام ہو اور بارش کے زمانہ میں پانی دیر تک جمع نہ رہے -

سنترہ - سنترہ کیلئے ہلکی زرخیز زمین کی ضرورت ہے لیکن اس میں پانی کا ٹھہراؤ اور ترشاوٹ نہ ہونی چاہئے زمین کی گہری جوتائی ضروری ہے اور پرانا استعمال کیا ہوا چونہ مٹی کے ساتھ پودوں کے لگاتے وقت ملا دیا جائے تو اس سے درخت تندرست حالت میں رہیں گے - سنترہ - نیبو چکوترہ راستے کے دونوں طرف یا سبزہ زار (لان) کے سامنے یا بڑے بڑے درختوں کے سامنے بڑے باغات میں لگائے جاسکتے ہیں -

کھٹہ جوکہ ہر جگہ پیدا ہوسکتا ہے نمائشی جھاڑیوں کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے اور اس کی سخت قسم ہونے کی وجہ سے وہ اپنے آپکو وہاں سنبھال سکتا ہے اس بات کے علاوہ کہ اس کا پھل مختلف کاموں میں استعمال ہوتا ہے اس کے خوبصورت سبز پتے اور نمایاں سبزی پھل باغ میں بیچ کیطرف ایک خاص خوبصورتی پیدا کر دیتا ہے اور موسم بہار میں اسکے پھولوں کی خوشبو آس پاس کو مہکا دیتی ہے چھوٹی چینی نارنگی جسکا کہ استعمال سوائے اچار وغیرہ کے کم ہوتا ہے - بہت سے باغوں میں اکثر لگایا جاتا ہے کیونکہ اسکا پھل درختوں پر تمام موسم قائم رہتا ہے - تمام اس قسم کے پودوں کو سالانہ اچھی طرح کھاد دینی چاہئے کیونکہ وہ اپنی طاقت کو استعمال کرنے کے بعد وہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکیں گے فروری کے شروع میں پانی دینے سے پہلے ان میں تین انچ کی عمدہ اصطبل کی کھاد دینی چاہئے جو کہ سطح زمین سے ۲ انچ تک گہری مٹی میں اچھی طرح ملا دیجائے - بارش سے پہلے جڑوں کے چاروں طرف چونہ پھیلا دینے سے پودے اچھی حالت میں رہیں گے

لوکاٹ - یہ بھی ترشاوے کی طرح ہر حالت میں خوشنما ہے اگر سبزہ زار کے کسی ایک طرف لگائے جائیں تو چھوٹے درختوں کی خوشنما پتیاں نہایت عمدہ دکھلائی دینگی اور تمام سال اچھے خوبصورت پتے نظر آئینگے اور موسم بہار میں خوشنما پھولوں کی ٹہنیاں جھکی ہوئی نظر آئیں گی) راستے کی پٹریوں کے لئے یہ نہایت

طور سے مخصوص ہے یا دیگر جھاڑیوں اور چھوٹے درختوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے اگر اس سے کچھ فائدہ مد نظر ہو تو پودوں کو خریدتے وقت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے پھل کی قسمیں مختلف ہوتی ہیں۔ اچھی قسم کا پھل خوبصورتی میں اور ذائقہ پر قیمت میں کچھ کم نہیں ہوتے۔

کرونده۔ حالانکہ ہندوستانی پھلوں کے باغ میں عام پودھ ہے لیکن بنگلوں کے باغوں میں نمائشی طور پر بہت کم نظر آتا ہے۔ وہ اپنی کی لحاظ سے کافی گھنا اور جھاڑی دار ہوتا ہے اور ہر جگہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسکو مختلف کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے اس کی باڑ کافی گھنی ہوتی ہے پھول اور پھل دونوں کے لحاظ سے خوبصورت ہوتا ہے۔ موسم گرما کے شروع میں اسکے پھولوں سے بھینی بھینی جوہی جیسی خوشبو آتی ہے اور موسم سرما میں چیری جیسا نارنجی رنگ کا کافی پھل آتا ہے۔ باغ کے علاوہ اگر اس کی باڑ لگائی جائے یا جھاڑی نما طریقے پر لگایا جاوے تو اس کی پھلدار ٹہنیاں آرائش کے استعمال میں آسکتی ہیں چونکہ اس کے پھلوں میں رنگ زیادہ عرصہ تک قائم رہتا ہے اسکا پھل کئی قسم کے اچار۔ مربعوں میں کام آتا ہے لیکن یوروپین کم استعمال کرتے ہیں۔

کمرخ۔ یہ ایک درمیانی قد کا پتی دار خوبصورت درخت ہوتا ہے اور چھوٹے باغات کیلئے جہاں زیادہ اونچے اور پھیلنے والے درخت نہیں اگائے جاسکتے موزوں ہے اس کے خوبصورت لہریے دار پتے موسم کی تبدیلی کے ساتھ رنگ بدلتے رہتے ہیں اس وجہ سے وہ خاص طور پر خوشنما اور دلکش معلوم ہوتے ہیں۔ اسکا پھل نہایت کھٹا ہوتا ہے چٹنی اور اچار کے کام میں آتا ہے۔

ٹھیک وقت پر دھان کی فصل کاٹنے کے فائدے

ازجناب مسٹر ایس کپتہ۔ ایم ایس سی (لندن) اسسٹنٹ پیڈی اسپشلسٹ نگینہ فارم ضلع بجنور

یہ ایک عام تجربے کی بات ہے کہ اگر دھان کے کاٹنے میں دیر ہو جاتی ہے تو دانہ زمین پر گرنے لگتا ہے اس سے ہوئے دانے کی تعداد تقریباً ۱۰-۱۵ فیصدی ہو جاتی ہے محض یہی ایک نقصان نہیں ہوتا۔ ٹھیک وقت پر دھان کی فصل نہ کاٹنے سے جو جو نقصان ہوتا ہے وہی مضمون ہذا میں لکھا گیا ہے۔

جس طرح دنیا میں ہر ایک چیز میں فرق ہے ویسے ہی دھانوں میں بھی فرق ہے۔ بہت سی ایسی قسمیں ہیں جو جلدی جھڑنے لگتی ہیں جیسے ٹائپ نمبر ۲۳۔ یہ دیر میں پکنے والی خوشبودار دھان کی قسم ہے اور پکنے پر بہت سوندھا چاول دیتی ہے۔ لیکن اس میں خرابی یہ ہے کہ یہ جھڑتی بہت ہے۔

ٹائپ نمبر ۲۳ کو اسلئے پوری طور سے پکنے کے پہلے ہی کاٹ لینا مفید ہوگا۔ جو کچھ خامی پکنے میں رہجاتی ہے وہ دھوپ میں سکھانے سے پوری ہو جاتی ہے اسی طرح ٹائپ نمبر ۱۲ ہے۔ یہ بہت جلد پکنے والی مشہور ہنسراج کی قسم ہے۔

ٹھیک وقت پر دھان نہ کٹنے سے صرف جھڑ کر ہی نقصان نہیں ہوتا بلکہ آئندہ سال بیج میں بھی خرابیاں پیدا ہو جانیکا ڈر رہتا ہے۔ اگر دھان کی فصل وقت کے پہلے ہی کاٹ لیگئی ہے تو ممکن ہے کہ آئندہ فصل میں بیج ٹھیک نہ جمے اور پیداوار کم ہو جائے نگینہ میں مختلف وقت پر کاٹ کر جلد اور دیر میں پکنے والی دھان کی قسموں کے ساتھ انکے بیج جمنے پر تجربے کئے گئے ہیں۔ جن سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ جلد پکنے والی قسمیں اگر پوری طور سے پکنے کے پہلے بھی کاٹ لیجائے یعنی ۲۰-۲۴ دن بال نکلنے کے بعد تو بھی آئندہ سال بیج جمنے میں خرابی نہیں ہوتی

۲۔ دیر میں پکنے والی قسمیں بال نکلنے کے ۳۶-۴۰ دن بعد کاٹنا چاہئے اس سے پہلے کاٹ لینے سے بیج میں خرابی آجاتی ہے۔

دھان خاصکر چاول کی صورت میں ہی کام آتا ہے دھان کو کوٹ کر چاول بنایا جاتا ہے۔ چاول نکالنے کی بہت سی ترکیبیں ہیں نگینہ کے رائس ریسرچ اسٹیشن میں ان باتوں پر بھی تجربے کئے گئے ہیں دیہاتوں میں زیادہ تر دھان اوکھلی میں کوٹا جاتا ہے جو دھان اب تک گاؤں میں بوئے جاتے تھے وہ موٹے ہوتے تھے اور اوکھلی میں کوٹنے سے ٹوٹتے کم تھے لیکن جیوں جیوں یہ موٹے دھان نگینہ سے نکالے ہوئے عمدہ قسم کے دھانوں سے ہٹائے جارہے ہیں تیوں تیوں ان کے کوٹنے میں بھی تبدیلیاں کرنی پڑینگی۔ کیونکہ یہ نئے قسم کے دھان باریک اور اچھے ہیں۔ موٹے دھان اگر وقت کے پہلے یا وقت کے بعد کاٹے جاتے ہیں تو انکے کوٹنے میں زیادہ نقصان نہیں ہوتا

لیکن باریک دھان پر اس کا اثر پڑتا ہے۔

اگر یہ دھان پہلے کاٹ لئے جاتے ہیں یا دیر سے کاٹے جاتے ہیں تو چاول ٹوٹ کر پیس سا جاتا ہے۔ کیونکہ اسوقت چاول میں پانی کی مقدار زیادہ رہتی ہے اور اگر دھان کھیت میں پکنے کے بہت دن بعد تک رہیں تو وہ پانی کی کمی ہونے سے اس قدر بھر بھرا ہو جاتا ہے کہ کنکی ہی کنکی نکلتی ہے۔ بازار میں ثابت چاول کی قیمت ٹوٹے پھوٹے چاول کی بہ نسبت کہیں اچھی ملتی ہے۔

اضلاع دہرادون اور سہارنپور میں کچھ مشرقی ضلعوں میں جہاں دھان کی کٹائی کا کام زیادہ ہوتا ہے اور بہت سی مشینیں لگی ہوئی ہیں دھان کوٹنے والوں اور کاشتکاروں میں کچھ ایسا سمجھوتہ ہے۔ کہ کاشتکار کسی اصول سے دھان کاٹتے ہیں۔ وہ لوگ چاند کی کرنوں اور شبنم کا اثر مانتے ہیں۔ لیکن ہمارے خیال سے تو دھوپ اور نمی کا اثر دھان کی کٹائی میں زیادہ پڑتا ہے۔

اس بات کا خیال ہمیشہ رکھنا ہوگا کہ کہیں ایک نقصان بچانے کیلئے اس سے زیادہ نقصان نہ اٹھانا پڑ جائے۔ اوپر بتلائی گئی باتیں اگر خیال میں رکھی جائینگی اور ان پر ٹھیک طور پر عمل کیا جائیگا تو دھان کی کھیتی کرنیوالے کاشتکار کو پچھتانا نہ پڑے گا۔

اروی بنڈا یا کچالو کی کاشت

ازجناب مسٹر آر ڈی فو۔ ڈم ڈپٹی ڈائرکٹر حلقہ باغات یوپی سہارنپور

اروی بنڈا کی کاشت اس صوبہ میں بہت کثرت سے ہوتی ہے لیکن ابھی تک کسی نے بھی اس کی ترقی کیطرف خیال نہیں کیا کچھ عرصہ گذرا کہ گورنمنٹ گارڈن سہارنپور نے اسکی کاشت اور ترقی کیطرف دھیان کیا اور دوسرے ممالک سے اسکی چیدہ چیدہ قسمیں منگائیں اور کاشت کی آب وہوا کو ملحوظ رکھتے ہوئے تجربہ کرنے سے بہت سی قسمیں بمقابلہ دیسی کے زیادہ عمدہ اور کارآمد ثابت ہوئیں۔ جو جو قسمیں عمدہ تھیں وہ کاشتکاروں میں مفت تقسیم کی گئیں تاکہ وہ بھی انکی کاشت کریں غرضیکہ کاشتکاروں نے بھی انکی کاشت کی اور وہ قسمیں وہاں بھی کارآمد ہیں وہ چیدہ قسمیں جو کہ کاشت کرنے پر عمدہ اور زیادہ کارآمد ثابت ہوئیں مندرجہ ذیل ہیں اور گورنمنٹ گارڈن سہارنپور سے خریدنے پر مل سکتی ہیں۔

(۱) کیلوکیشیا سیٹو ایمو (۲) کیلوکیشیا ٹرونو ایمو

جاپانی ذرانی تاروا کھاڑا۔ (۴) جاپانی ذرانی تارو مڑولز کو (۵) جاپانی ذرانی سینڈ تارو (۶) ہوائی کا ورانی تارو وغیرہ ان قسموں کی کاشت بھی اسی معمولی طریق سے کیجاتی ہے جیسے کہ دیسی اروی کی۔ اس کی کاشت ۱۵ مارچ سے لیکر ۱۵ اپریل تک کیجاتی ہے۔ یوں تو ہر قسم کی زمین میں پیدا ہو سکتی ہے لیکن بلوی زمین اس کی کاشت کے لئے زیادہ بہتر ہے جس کھیت میں اس کو بونا مقصود ہو۔ اس کی جوتائی مثل گیہوں کے کھیت کے کرانی چاہئے۔ یا اسکے کھیت میں تین جوتائی کرنے کے بعد اوپر سے گوبر کا بوسیدہ کھاد پھیلا کر پھر دو یا تین جوتائی کرا دینی چاہئے کھیت کی درستگی کے بعد اس میں دو دو فٹ کے فاصلہ پر لائن میں ڈال دینی چاہئے۔ بعدہٗ ان لائنوں پر ایک فٹ کا فاصلہ دیکر اروی کی گانٹھ کو اسکے جثہ کے مطابق دبا دینی چاہئے اور پھر انکے اوپر ایک تین کی اونچی ڈول بنا دینی چاہیے اور پھر پانی دیدینا چاہئے۔ اس کے بعد حسب ضرورت پانی دیتے رہنا چاہئے اور جبکہ پتے تقریباً ایک فٹ کے ہو جائیں تب پھر دوبارہ ڈول پر مٹی چڑھا دینی چاہئے۔ غرضیکہ اسی طریقہ سے ڈول پر صرف تین مرتبہ مٹی چڑھائی جاوے آخری مٹی چڑھانے پر ڈول کی اونچائی کل ۹ - انچ کے قریب ہو جاتی ہے۔ اس پر مٹی چڑھانے کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ اس پر بھی بطریق آلو کے مٹی چڑھاتے ہیں۔ برسات میں یا برسات کے بعد اس میں پانی کی ضرورت نہیں ہوتی اگر کسی وجہ سے پانی دینے کی ضرورت درپیش آئے تو ایک پانی دیدینا چاہئے اور جب تک فصل رہے۔ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کھیت میں اور کسی قسم کا گھاس وغیرہ نہ جمے۔ اسکی فصل ماہ اکتوبر میں زمین سے نکالنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ فصل جبکہ زمین سے نکال لیگئی ہو اس کو کسی عمدہ صاف ٹھنڈی اور خشک زمین پر پھیلا کرکے رکھ دینی چاہیے۔

ممالک متحدہ کے مغربی اضلاع میں گنے کے واسطے فصلوں کی تبدیلی

از جناب بابو ہمیش چندر اگروالا ایگریکلچرل اسسٹنٹ - شوگر کین ریسرچ اسٹیشن مظفر نگر

اچھی کھیتی کے لئے روٹیشن یعنی فصلوں کی تبدیلی بہت ضروری ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ہمارے کسان اس کو کرتے بھی آئے ہیں حالانکہ انھوں نے اس کا پورا فائدہ ابھی تک حاصل نہیں کیا ہے یہ ان کی کم علمی کا باعث ہو۔ لالچ ہو الغرض اسکے کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ فصلیں جو زمین کو طاقتور بناتی ہیں۔ گنا۔ گندم۔ مکا اور کپاس کی نسبت انھیں فصلوں سے روپیہ کی صورت میں اتنا فائدہ نہیں پہنچا سکتی جتنا کہ دوسری طرح کی فصلوں سے ہو جاتا ہے یہی لالچ آگے چلکر چند سال بعد میں نقصان دہ ہو جاتا ہے۔

زمین کو طاقتور یا کمزور بنانے کے لحاظ سے فصلیں حسب ذیل دو حصوں میں تقسیم کیجا سکتی ہیں۔

۱۔ جھکڑا جڑ والی فصلیں جیسے گنا۔ گندم مکا چاول وغیرہ ہیں۔

۲۔ موصلا جڑ والی اور خاص طور سے پھلی دار یعنی تتلی کی طرح پھول والی فصلیں جیسے۔ چنا۔ مٹر۔ میتھا۔ گوار۔ ارہر سنئی وغیرہ

ان میں پہلی قسم کی فصلیں عام طور پر ۶ انچ سے ۱۲ - انچ تک کی سطح میں سے خوراک لیتی ہیں اور زمین کو برابر کمزور کرتی چلی جاتی ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ دوسری قسم کی فصلیں ان سے زیادہ گہری جاتی ہیں اور پیداوار دینے کے بعد بھی زمین کو کچھ نہ کچھ طاقتور بنا دیتی ہیں اسکا سبب یہ ہے۔ کہ ان کی جڑوں میں چھوٹی چھوٹی گھنڈیوں کی طرح (نوڈیولس) ہوتے ہیں۔ جن میں چھوٹے چھوٹے جراثیم ہوا سے خوراک کا ایک حصہ یعنی (نائٹروجن) لے کر جمع کر دیتے ہیں اور یہ فصل کٹنے کے بعد بھی زمین میں رہجاتے ہیں اور اگلی فصل کے لئے یہ فائدہ مند ہوتے ہیں۔ یہ چیز پہلی قسم کی فصلوں میں نہیں ہوتی ہیں۔ اس سلئے اور [illegible]

فصلوں کو لگاتار ایک دوسرے کے بعد بہت دنوں تک نہیں لینا چاہئے۔ اور خاص طور سے جب گوبر کی کھاد کا انتظام آسانی سے نہیں ہو سکتا ہے تب ایسی صورت میں دو فصلوں کے درمیان میں پھلی والی فصل کا آجانا زیادہ اچھا ہے۔ اس سے ایک اور فائدہ یہ ہوگا کہ بیلوں کو طاقتور ہرا چارہ بھی ملتا رہیگا۔ اسی تبدیلی کو فصلوں کا فائدہ پہنچانیوالا روٹیشن ہے۔

ان ضلعوں میں شکر کے میلوں کے کھل جانے سے گنے کی مانگ بہت ہو گئی ہے۔ اور کسان بھی اس کا رقبہ بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اس لئے اب دوسری فصلوں کا رقبہ بہت کم ہو گیا ہے گنے کا زیادہ رقبہ بغیر گوبر کی کھاد کا انتظام کئے ہوئے جو کہ پیداوار بڑھانے اور زمین کو ٹھیک رکھنے کے لئے ضروری ہے کیا جا رہا ہے۔

اس کمی کو خالی امونیم سلفیٹ و کھلی ملا کر پورا کیا رہی ہے جو کچھ حد تک کم مٹھاس اور گنے کی بیماری کا باعث ہے۔ اس تمام روک تھام کرنے کے لئے اور ساتھ ہی ساتھ کھاد کو مہیا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اوپر درج کی ہوئی ترکیب یعنی فصلوں کی تبدیلی کو کام میں لاکر پورا فائدہ اُٹھایا جاوے۔

یہاں پر جو کچھ کھاد دیجاتی ہے گنے ہی میں دیجاتی ہے دوسری فصلوں میں نہیں دیجاتی ہے۔ حسب ذیل کچھ ایسے روٹیشن لکھے جاتے ہیں۔ جو ان ضلعوں میں کئے جا رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ انکے فائدہ اور نقصان کو بھی بتایا گیا ہے ان کے علاوہ اور بھی کچھ روٹیشن ہیں جن سے فصلوں کو کافی فائدہ ہو سکتا ہے۔

خریف ربیع - خریف - ربیع خریف ربیع خریف ربیع
۱۔ گنا — × - گندم - کپاس × گنا
۲ ” ” - بیڑی - مٹر - چری گوار - مٹر چنا واسطے ”
۳ - ” ” - ” - گندم - مکا ×
۴ - ” ” - ” - ” سنئی واسطے [illegible] ×
۵ - بیڑی مٹر [illegible] - گوار - چری [illegible]

واسطے چارہ

۱۔ ان ضلعوں میں عام طور پر پہلے تین روٹیشن کئے جاتے ہیں (۱) تجربوں سے یہ معلوم ہوا ہے [illegible]

کے لئے جوت دی جائے یا اس کا ریشہ لے کر باقی حصہ کو جوت دیا جائے۔ تب گنّے کی پیداوار بمقابلے کپاس کے کھیت سے اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ کپاس کی آمدنی کو نکالکر بعد کو بھی کافی فائدہ ہو جاتا ہے۔ کہیں کہیں کپاس میں میتھا و مٹر چارے کے واسطے بو دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد گنّا بوتے ہیں۔ اس سے زمین طاقتور ہو جاتی ہے۔ لہذا میتھا کی کاشت زیادہ اچھی ہے

۲۔ اس میں کسان چنا و مٹر کا دانہ لے کر گنّا آخری اپریل میں بوتے ہیں جو بہت کم پیداوار دیتا ہے جہاں پر گنّا مارچ تک بونے سے اچھی پیداوار ہوتی ہے۔ دانہ کے بجائے چارہ لینا ٹھیک ہوگا۔

۳۔ زمین کو بہت کمزور کر دیتا ہے کیونکہ اس میں سب جھکڑا اجڑ والی فصلیں ہیں ایسا کبھی نہ کرنا چاہئے۔ ان فصلوں کے بیچ میں پھلی والی فصلوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔ جیسے کہ نمبر ۵ میں دکھایا گیا ہے۔ کچھ لوگ زمین کو خریف میں خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ اچھا نہیں ہے۔ اسکے بجائے اگر پانی کافی ہے تو سنئی بونا چاہئے ورنہ گوار۔ ارد بو دینے چاہئے اس سے ایک فائدہ یہ ہے کہ چارہ ملجاتا ہے اور زمین کو کئی طرح سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

اوپر برسیم کا ذکر آیا ہے یہ فصل ربیع کا ایک اچھا چارہ ہے جو ستمبر اور اکتوبر میں بویا جاتا ہے۔ زمین کو بھی مضبوط کرتا ہے۔ اس کو میتھا و مٹر کی جگہ وہاں بونا چاہئے۔ جہاں پانی کا کافی انتظام ہو یہ گنّے کے بونے سے پہلے دو تین کٹائی بہت اچھی دے سکتا ہے تبدیلی کرتے ہوئے یہ بھی ضروری ہے کہ آئندہ فصل کی بوائی ٹھیک وقت پر ہو جائے ورنہ بجائے فائدہ کے نقصان ہو جائیگا جیسا کہ روٹیشن نمبر ۲ میں دکھایا گیا ہے۔

باغبانی

از مسٹر آر ڈی نور ڈھم۔ ڈپٹی ڈائرکٹر آف گارڈنس یو۔پی

پھل سیکشن

کاغذی لیموں، بلا بیج کا لیموں، لیچی، امرود وغیرہ کی قلم کرکے پودہ بڑھانا چاہئے پانی جمع ہونے سے بچانے کے لئے نرسری کے گملے کے پودوں کو ہٹا کر کسی اونچی جگہ یا اینٹ پر رکھنا چاہئے اپریل اور مئی میں نئے پودے لگانے کے لئے کھودے جانے والے گڈھوں کو مٹی یا اچھی طرح سڑی ہوئی کھاد سے بھر دینے چاہئیں انکے اندر کی مٹی بارش سے اچھی طرح دب جانے دیجئے۔ درختوں کے تھالوں کو اچھی طرح صاف کرکے اُن کی گڑائی بھی کر دینی چاہئے۔ پپیتا، امرود فالسہ، لیچی۔ لوکاٹ، آم، بیل وغیرہ پھلدار درختوں کے بیج جو مل سکیں بو دینے چاہئیں چھوٹے پودے اگر وہ تیار ہو گئے ہوں تو پہلی جگہ سے دوسری جگہ لگا دینے چاہئیں۔

ترکاری سیکشن

قریب قریب جون کے وسط میں ناک دونی دیسی سیم، کڑوی لوکی، برساتی لوکی، گکڑی مرچ، پھیلنے والا اسپنج، کمو، بیگن، ادرک، مکا۔ ترئی سوارلی، میٹھا آلو، اسکیشن، پھوٹ، ٹماٹر، پوئی، ساگ، تلفہ، پرول سیم، ان کے بیج بوئیے اور اُنھیں حسب ضرورت سینچئے۔

مکا کی گڑائی، لوکی کی نرائی، خالی کیاریوں کی کھدوائی کرنی چاہئے۔ اور بعد میں پودے لگانے کے لئے کیاری بنانی چاہئے۔ سبھی کیاریوں میں برابر گڑائی ہونی چاہئے ساگ سبزی کے پھیلنے والے پودوں کے لئے پٹیاں بنا دیجئے۔ ان خالی کیاریوں میں جو غالباً اکتوبر کے بعد کام میں لائی جائینگی ہری کھاد کے لئے ۱½ من ایک ایکڑ کے حساب سے سنئی کے بیج بو دیجئے۔

کچھ دلچسپ باتیں

سمندر میں چھپے ہوئے پہاڑ

یہ بات بہت دنوں سے مشہور ہے کہ پہاڑوں کا سب سے لمبا سلسلہ ساحل سمندر سے نکلا ہے اور اتر دکھن آئس لینڈ سے لیکر قطب جنوبی کے پاس تک امریکہ، یورپ اور عموماً افریقہ کے بیچ بیچ میں پھیلا ہوا ہے۔ یہ سلسلہ ہمالیہ سے ۱۰ گنا لمبے ہیں اور متعدد مقامات پر سمندر کے نیچے کے یہ پہاڑ چار میل سے زیادہ اوپر اٹھے ہیں۔

سانپ کا زہر

سانپ کا زہر بجلی کے ذریعے اس کی گلٹیوں سے نکالا جاتا ہے۔ پہلے سانپ کا سر پکڑ کر اس کے نیچے ایک گلاس رکھا جاتا تھا اور پھر گلٹیوں کو دبا کر زہر نچوڑا جاتا تھا۔ بجلی سے نکالنے کا طریقہ آسان ہے اور صفائی سے کام بھی ہوتا ہے۔

سانپ کا زہر سنگترے کے زہر کی طرح نظر آتا ہے۔ بڑے بڑے سانپوں سے کافی زہر نکل آتا ہے۔ زہر کو پہلے صاف کر لیا جاتا ہے۔ پھر سکھایا جاتا ہے۔ سانپ کا سکھایا ہوا یہ زہر بڑے کام آتا ہے سانپ کے کاٹنے کی دوا بھی اسی سے تیار ہوتی ہے۔

یو۔ پی کوآپریٹو کانفرنس

یو پی کوآپریٹو کانفرنس کا بیسواں اجلاس سر لی و جے راگھو اچاریہ وزیر اعظم میواڑ، سابق چیرمین امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ کی صدارت میں ہوا۔ کانفرنس میں صوبے کی سوسائٹیوں اور بینکوں کے تقریباً ۱۴۰ نمائندے شریک تھے۔ امداد باہمی، زراعت و محکمہ ترقی نیشکر کے افسروں کے علاوہ مقامی سرکاری اور غیر سرکاری افسر بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔

مسٹر مارش کی تقریر

ہز ایکسلنسی گورنر یو پی کے مشیر کار مسٹر پی۔ ڈبلو۔ مارش نے یو۔ پی۔ کوآپریٹو کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ وقت امداد باہمی کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے بہترین موقعہ ہے۔ کیونکہ اس وقت کئی سال کے دھکوں

مسٹر پی ڈبلو مارش سی ایس آئی سی آئی ای۔ آئی سی ایس مشیر کار گورنر یو پی

کے بعد کسان کی حالت سدھر رہی ہے۔ اور اب وہ اچھی حالت میں ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ عورتوں کے حصہ لینے پر تحریک میں جان پیدا ہوجائیگی محکمہ گاؤں سدھار کے کاموں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ گاؤں سدھار کا خاص مقصد ہے امداد باہمی کے کاموں کو وسیع پیمانے پر چلانے کے لئے سنٹر تیار کرنا۔" آپ نے محکمہ امداد باہمی کے متعلق فرمایا کہ دیہاتوں میں ایسی سوسائٹیاں قائم کرنا ہی اس محکمہ کا مقصد ہے جو دیہاتیوں کی ترقی کے لئے دوسرے محکموں کو امداد دیتی ہوئی کام کرینگی۔ آگے چل کر آپ نے یہ کہا کہ گھی کی کوآپریٹو سوسائٹیوں نے آگرہ کمشنری میں کس طرح اچھا کام کیا ہے نیز آپ نے یہ بھی بتایا کہ ان سوسائٹیوں کا مستقبل روشن ہے۔ ایکھ تہیا کرنے کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے متعلق آپ نے فرمایا کہ موصولہ اعداد شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سوسائٹیوں نے قابل تعریف کام کیا ہے آپ نے خصوصیت کے ساتھ ٹیوب ویل رقبوں میں کسانوں کو آبپاشی میں مدد کرنے کے لئے آبپاشی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرنے کی رائے دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ مددگار کا فرض ہے کہ وہ قوم و فرقہ کا لحاظ نہ کرتے ہوئے گاؤں والوں کی مدد کرے۔ ان کی پیداوار کے لئے مناسب قیمت دلائے اور یہ دیکھتا رہے کہ وہ فضول خرچی نہ کرکے بہترین شہری بن رہے ہیں۔

خان بہادر حاجی شیخ محمد وحی الدین کی تقریر

خان بہادر حاجی شیخ محمد وحی الدین صدر مجلس استقبالیہ یو پی کوآپریٹو کانفرنس نے تقریر فرماتے ہوئے میرٹھ کے کئی تواریخی واقعات کا ذکر فرمایا۔ وہاں کی موجودہ صنعت و حرفت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ضلع میرٹھ گھریلو دستکاریوں میں کسی بھی ضلع سے پچھڑا ہوا نہیں ہے۔ یہاں بنی ہوئی قینچیاں اور لوٹیاں بہت عمدہ ہوتی ہیں۔ یہاں کمبل، نیواڑ اور کھدر کی اچھی بنائی ہوتی ہے اور لوہے و پیتل کے اچھے برتن تیار ہوتے ہیں۔ میرٹھ میں سب سے پہلے ۱۹۰۸ء میں کوآپریٹو سوسائٹی قائم کی گئی۔ ۱۹۱۳ء میں اٹیانہ سنٹرل بینک قائم ہوجانے پر مالی انتظام درست ہوگیا۔ اس کے بعد ۱۹۱۸ء میں ضلع کوآپریٹو بینک، لمیٹڈ، میرٹھ قائم ہوا۔ بدقسمتی سے تحریک نے ضلع میں بہت کم ترقی کی اور ایک ایسا وقت آیا کہ لوگوں نے یہ یقین کرلیا کہ ضلع بینک ٹوٹ جائے گا۔ ۱۹۲۵ء میں ضلع بینک کے ماتحت صرف ۱۵ کوآپریٹو سوسائٹیاں کام کررہی تھیں۔ اٹیانہ بینک کے ماتحت بھی اتنی ہی سوسائٹیاں تھیں تب سے تحریک کو نئی طاقت ملی اور کئی جانب کام بڑھ گیا۔ اس وقت ضلع بھر میں تقریباً ۱۷۵ کوآپریٹو سوسائٹیاں ہیں۔ گھی فروخت کرنے والے یونین، قرضہ و گھی کی سوسائٹیاں، گھر بنانے کی سوسائٹیاں، مرلی ... ذخیرگی کی سوسائٹی کسان ... چکبندی اور زندگی سدھار سوسائٹیاں یہ بات صاف طور پر بتلاتی ہیں کہ مختلف شعبوں میں کام بڑھایا گیا ہے۔ ہز ایکسلنسی گورنر صاحب یو پی، راجپور کی کونسل ریڈنگ سوسائٹی، بسوکھر کی زندگی سدھار سوسائٹی، اور محی الدین پور کی ترقی نیشکر سوسائٹی کا معائنہ کرنے گئے تھے آپ کو ان کے کام کافی پسند آئے۔

یہ بات باعث اطمینان ہے کہ دشواریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بھی تحریک اس وقت تیزی سے ترقی کررہی ہے۔ اب ہمارا مقصد ہے کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے دیہاتوں کے سبھی مسائل حل کرنا۔ امسال تقریباً ۵ دیہاتوں میں غلہ کی فروخت بھی شروع کی جارہی ہے۔ آئندہ یہ کام بہت وسیع پیمانے پر شروع ہوگا۔ اس سلسلے میں ہم ان مالی مشکلات کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں جو کام بڑھ جانے سے پیش آئی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ دیگر اضلاع میں بھی اسی قسم کی دشواریاں پیش آئی ہیں۔ جس قدر جلد بینک کھل جائیگا اسی قدر جلد یہ دشواریاں دور ہوجائینگی۔ خان بہادر صاحب نے اپنی تقریر کے آخر میں مسٹر مارش سر لی وجے راگھو اچاریہ رائے بہادر پنڈت بادھلال چترویدی وغیرہ کا استقبال کیا

یو پی کوآپریٹو کانفرنس میرٹھ میں آئے ہوئے نمائندوں کا گروپ فوٹو۔ سرٹی۔ وجے راگھواچاریہ بیچ میں بیٹھے ہیں ان کے داہنی جانب محکمہ امداد باہمی یو پی کے رجسٹرار رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی اور بائیں جانب صدر مجلس استقبالیہ خان بہادر شیخ محمد محی الدین بیٹھے ہیں۔

سرٹی۔ وجے راگھواچاریہ کی تقریر

سرٹی۔ وجے راگھواچاریہ کے۔ بی۔ ای نے یو پی کوآپریٹو کانفرنس کی کرسی صدارت سے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ گذشتہ ۱۲ ماہ سے اس ملک کی تحریک امداد باہمی عوام کی نگاہ کے سامنے بہت زیادہ آئی ہے۔ کاشتکاری کی ارزانی کے اس زمانے میں جو ابھی تک ملک میں موجود ہے کوآپریٹو سوسائٹیوں کو بہت زیادہ محنت کرنی پڑی ہے کئی صوبوں نے اسے برداشت کر لیا اور کچھ صوبے ایسے بھی ہیں جو اسے برداشت نہ کر سکے۔ ایسی حالت میں جبکہ اسی زمانے میں کم از کم ۴۴ جوائنٹ اسٹاک بینکوں نے اپنے دروازے بند کر دئے اس صوبے کا ایک بھی ضلع کوآپریٹو بینک نہیں ٹوٹ سکا۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ اس صوبے میں زندگی ہے اور تحریک کی کامیابی کی امید ہے۔ ایک دوسرا موضوع جس کی عوام تنقید کرتے ہیں۔ وہ ہے ممبران امداد باہمی کے کیریکٹر کی کمزوری۔ اس معاملہ پر غور کرتے وقت ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ اخلاقی ورو حانی قسم کی تحریک میں کچھ عرصہ گزرنے پر پہلے کی سی تازگی اور جوش نہ قائم رہ سکے گا۔ امداد باہمی بھی ایک اسی قسم کی تحریک ہے۔ کیونکہ یہ اپنے ممبروں کی اخلاقی اصلاح کی طرف اتنی ہی توجہ دیتی ہے جتنی مالی اصلاح کی طرف۔ یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ پروپیگنڈہ کرنے کا جو جوش ہندوستان میں تحریک امداد باہمی شروع کرنے والوں میں پایا گیا تھا پہلی پشت کے بعد تک رہ سکے گا۔ ہندوستان میں تحریک امداد باہمی کی شروعات ۳۵ سال سے قبل سے ہوئی۔ ایسی سوسائٹیوں کی تعداد جہاں پہلے کئی سو تھی اب کئی ہزار ہو گئی ہے۔

نوجوان تحریک امداد باہمی کی طرف متوجہ ہوتے نہیں نظر آتے۔ میں ایک ایسی ہی صوبہ کی کانفرنس میں حال ہی میں موجود تھا۔ میں نے یہ دیکھا کہ تقریباً سبھی ممبران ادھیڑ عمر کے تھے۔ یہی وقت ہے جب ہم نوجوان مردوں اور عورتوں کو تحریک میں شامل کرنے کے لئے کام کریں۔

کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیوں کا ذکر کرتے ہوئے صاحب صدر نے فرمایا کہ تحریک امداد باہمی کو نئی زندگی بخشنے کا میرے خیال میں ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ اس دیہاتوں میں ملنے والے تعلیم یافتہ حضرات کم تعلیم یافتہ لوگوں کو سوسائٹیاں جاری رکھنے میں مدد دینے کے لئے متوجہ کئے جائیں ایسا کرنے سے کثیر المقاصد سوسائٹیوں کے قائم کرنے میں ہونے والی دشواریاں دور ہو جائیں گی۔

صاحب صدر نے یہ بھی فرمایا کہ حقیقی تجربوں نے ہمیں اس بات کے لئے مجبور کیا ہے کہ ہم کئی کاموں کو ایک کرنے کی پالیسی بدل دیں۔ تحریک کے آغاز میں ہم اس خیال سے کام کرتے تھے کہ گاؤں کی کوآپریٹو سوسائٹی لوگوں کی مالی ضرورتیں زیادہ سے زیادہ رفع کرے۔ اس وقت سوسائٹی گاؤں کے لوگوں کو نہ صرف سستے سود پر قرض ہی دیتی تھی بلکہ انھیں مویشی پالنے والے پیشے اور گھریلو ضرورتوں کے لئے بھی سامان دینے کی کوشش کرتی تھی۔ تجربہ نے ہمیں سکھایا ہے کہ گاؤں کی سوسائٹی کے ذریعے سبھی قسم کے قرض نہیں تقسیم کئے جا سکتے۔ اسلئے طویل میعاد کے لئے قرض دینے کے خیال سے زمین رہن بینک تحریک کے لئے قرض دینے والی قرضہ سوسائٹیاں معاون پیشوں کی ترقی کے لئے صنعتی سوسائٹیاں وغیرہ قائم کرنی پڑیں۔ یہاں تک کہ کھیتی کے لئے بھی اب ہم نے ایکھ بونے کی سوسائٹیاں پھل بونے کی سوسائٹیاں، کپاس کی سوسائٹیاں مونگ پھلی سوسائٹیاں، شہد کی مکھی پالنے کی سوسائٹیاں وغیرہ قائم کی ہیں یہ بات بہت زیادہ مشکوک ہے کہ مذکورہ بالا متعدد سوسائٹیاں توڑ دی جائیں گی یا سب کو ملا کر ایک کر دی جائینگی۔ لیکن کچھ ایسے کام ہیں جو کسان کے فائدہ کے خیال سے بحیثیت مجموعی گاؤں کی ایک سوسائٹی کو دیدیئے جائیں۔ میں نے کثیر المقاصد کوآپریٹو سوسائٹیوں کے متعلق اسلئے زیادہ عرض کیا ہے کہ اگرچہ ہم انھیں کچھ حد تک کام میں لا کر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں تاہم ہمیں اپنے ذہن سے یہ بات خارج کر دینی چاہئے کہ یہ سوسائٹیاں کسان کی ذہنیت اور زندگی کے متعلق زاویۂ نظر بدل دینگی۔

صاحب صدر نے تقریر فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ گذشتہ جنگ عظیم کے بعد اور ارزانی شروع ہونے کے پہلے ہر صوبے میں کافی تعداد میں کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیہاتی سوسائٹیوں کے لئے ممبروں کا انتخاب ہوشیاری سے نہ ہونے کے باعث ایسی باتیں پیدا ہو گئی ہیں جو تحریک

کے لئے اثر مناک ہیں۔ اس کام میں محکمہ کی طرف سے ہونیوالا معائنہ مدد کرسکتا ہے۔ لیکن از سرِ نو زندگی کے لئے ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان ہی سے قوت مل سکتی ہے۔

تقریر کے آخر میں صاحب صدر نے فرمایا کہ ریزرو بینک کی اس سفارش پر غور کرنے کے لئے یہ مناسب جگہ ہے جس کے مطابق قرضہ صرف کھیتی کے کاموں ہی کے لئے دیا جائے اور کٹائی کے بعد وصول کرلیا جائے۔ لیکن مویشی خریدنے کے لئے دیا جانیوالا قرض دو سال میں وصول کیا جائے ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رہنا چاہئے کہ اس طریقے پر دیئے ہوئے قرض کی تعداد زیادہ نہ ہونی چاہئے۔

کانفرنس کی منظور شدہ تجاویز

(۱) یہ کانفرنس حکومت یوپی سے کھیتی کی چیزیں جمع کرنے کے خیال سے منڈیوں اور دیہاتوں میں گودام کھولنے کے لئے فنڈنگ اور ریج کے یونینوں کو پوری گرانٹ عطا کرنے کے لئے درخواست کرتی ہے۔

(۲) اس صوبے میں تحریک امداد باہمی کو تیزی سے بڑھانے کے لئے حکومت نے حال میں جو پالیسی ظاہر کی ہے اُسے چلانے کے لئے یہ کانفرنس حکومت سے حسب ذیل سفارشیں کرتی ہے۔

(الف) کوآپریٹو یونین یوپی کی سالانہ گرانٹ کافی بڑھادی جائے۔

(ب) محکمہ امداد باہمی یوپی کے رجسٹرار اور جوائنٹ کمپنیوں کے رجسٹرار کے عہدے اور دفتر علیحدہ کردیئے جائیں۔

(ج) سوسائٹیوں کو پورے معائنہ اور کنٹرول کے لئے مدراس اور پنجاب کی طرح یہاں کا بھی کارکنان امداد باہمی کا اسٹاف مضبوط بنادیا جائے۔

(۳) یہ کانفرنس حکومت سے درخواست کرتی ہے کہ وہ ہر ۱۵۰ سوسائٹیوں کے لئے ایک انسپکٹر اور ہر ایک ہزار سوسائٹیوں کے لئے ایک اسسٹنٹ رجسٹرار مقرر کردے۔

(۴) یہ کانفرنس اظہار افسوس کرتی ہے کہ صوبائی بینک قائم کرنے کے لئے ذرائع تلاش کرنے میں محکمہ اور حکومت ناکام رہی اور حکومت سے درخواست کرتی ہے کہ اس کے قیام کے لئے وہ جلد از جلد کارروائی کرے تاکہ تحریک کا ہر طرف پھیلنا ممکن ہوجائے۔

(۵) یہ کانفرنس حکومت تفصیل وار تجوزیں تیار کرنے کی سفارش کرتی ہے جن کے مطابق محکمہ امداد باہمی کے کارکنان حال ہی میں پاس ہونے والے قانون چکبندی سے پورا فائدہ اُٹھاسکیں۔

(۶) کانفرنس کا یہ خیال ہے کہ محکمہ اس قسم کے کئی قاعدے بنائے جن کے مطابق دیہاتی رقموں میں اس گرانی کے زمانے میں بچت کے لئے کسانوں کو ترغیب دی جاسکے۔

(۷) چونکہ مویشیوں کی حالت اور پرورش میں اُس وقت تک کوئی مستقل سدھار ہونا ممکن ہے جب تک مویشیوں کا علاج اور چھوت کی بیماریاں روکنے کے لئے مناسب سہولیت کا انتظام نہیں ہوجاتا۔ اسلئے یہ کانفرنس حکومت سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اس صوبے کے سبھی ڈسٹرکٹ بورڈوں کے لئے اپنے یہاں کی ہر ایک تحصیل میں مویشیوں کے ایک اچھے اسپتال کا قیام ضرور کردے۔

(۸) اس کانفرنس کا یہ خیال ہے کہ کوآپریٹو جماعتوں کے اقتصادی انتظام کے لئے ریزرو بینک آف انڈیا نے جو اسکیم بنائی ہے وہ موجودہ زمانے کی ضرورتیں نہیں پوری کرتی اور اس میں جو حالات دیئے گئے ہیں وہ کافی سخت ہیں اُن میں کامل اصلاح ہونی چاہئے۔ یہ کانفرنس یوپی کوآپریٹو یونین کی ورکنگ کمیٹی کو اختیار دیتی ہے کہ ریزرو بینک کے غور کرنے کے لئے ایک یادداشت تیار کرے۔

(۹) اس کانفرنس کے خیال سے معمولی کوآپریٹو سوسائٹیوں کو کثیر المقاصد سوسائٹیوں کی شکل میں تبدیل کرنے کا کام پوری احتیاط سے کیا جائے۔

(۱۰) یہ کانفرنس حکومت ہند سے درخواست کرتی ہے کہ وہ ایسی ریلوے کمپنیوں کو جن کا ریاست کی طرف سے انتظام ہوتا ہے کوآپریٹو سوسائٹیوں کو یا ان کی طرف سے بھیجے جانیوالے مویشی یا مال پر کرائے میں خاص رعایت کرنے کا حکم دے۔

(۱۱) یہ کانفرنس دیہات میں امداد باہمی کا پروپیگنڈہ کرنے کے خیال سے رجسٹرار سے مزید سہولیتیں دینے کی درخواست کرتی ہے اور اس کے لئے حسب ذیل سفارشیں کرتی ہے۔

(الف) اسسٹنٹ رجسٹراروں کے سبھی حلقوں کے لئے پروپیگنڈے کی موٹریں، پوسٹر اور کوآپریٹو ریکارڈ دیئے جائیں۔

(ب) سبھی دیہاتی سوسائٹیوں کو پنچایت گھر بنانے کے لئے راغب کیا جائے اور ہر سپروائزر کے حلقے کے صدر دفتر میں اس کی ابتدا کی جائے۔

(ج) سبھی سوسائٹیوں میں اسکاؤٹنگ جاری کیجائے۔

(د) سبھی سپروائزروں کے حلقوں میں کھیل منڈلیاں قائم کیجائیں۔

(ہ) سبھی سوسائٹیوں میں امداد باہمی ناٹک کھیلے جائیں اور ان کے لئے ضروری سامان دیئے جائیں۔

(و) گاؤں کے قابل آنریری کارکنوں کو سپروائزروں کا انتخاب کرتے وقت ترجیح دیجائے۔

(۱۲) یہ کانفرنس حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ وہ کوآپریٹو جماعتوں سے ایسے مواقع پر بار بار روپیہ لیا کرے جب اُسے صوبے سے قرض لینے کی ضرورت ہو۔

(۱۳) اس کانفرنس کا یہ خیال ہے کہ تعلیم یافتہ بیکار لوگوں کو سوسائٹی کی ورکنگ کمیٹی کے ذریعے منظور شدہ تجارت کرنے میں مدد دینے کے لئے اس صوبے کے ہر ضلع میں تعلیم یافتہ بیکاروں کی ایک کوآپریٹو سوسائٹی قائم کیجائے۔

(۱۴) اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ گاڑی پر لدی ہوئی ایکھ پر میونسپلٹیوں اور ٹاؤن ایریا کمیٹیوں کی طرف لگائے گئے ٹیکس کا کسان پر بہت بڑا بوجھ پڑتا ہے یہ کانفرنس حکومت سے درخواست کرتی ہے کہ ایکھ پر سے ٹیکس ہٹادیا جائے۔

(۱۵) اس کانفرنس کا یہ خیال ہے کہ تحریک امداد باہمی کے لئے تعلیم یافتہ طبقے کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ایک منظم اور وسیع پیمانے پر پروپیگنڈے کی سخت ضرورت ہے۔

(۱۶) کفایت شعاری کرنے کے خیال کی اشاعت کے لئے بہت بڑے پیمانہ پر زنانہ سوسائٹیاں قائم کرنی ضروری ہیں۔

(۱۷) حکومت یوپی سے کرگھے کے کاروبار کی ترقی کی طرف خاص توجہ کرنے اور محکمہ امداد باہمی کو معقول مالی امداد دینے کے لئے درخواست کیجائے کیونکہ اس کے بغیر بیکاری اور بڑھیکی اور سوال حل نہیں ہوسکتا۔

(۱۸) یہ کانفرنس لوکل گورنمنٹ سے درخواست کرتی ہے کہ وہ میونسپل بورڈوں یا دیگر لوکل بورڈوں کو حکم دے کہ وہ اپنے ملازموں کی تنخواہ میں سے وہ رقم کاٹ لیا کریں جو انھوں نے کوآپریٹو سوسائٹیوں سے قرض کی شکل میں لی ہوں۔

ہمیں مندرجہ ذیل کتابیں برائے تبصرہ موصول ہوئی ہیں۔ بھیجنے والوں کے ہم دل سے شکرگزار ہیں۔ ان میں جو کتابیں ہمارے خیال میں ہمارے ناظرین کے لئے مفید ہوں گی اُن کا ہم ان صفحات میں خاص طور سے ذکر کرینگے۔

ادارۂ ادبیات اُردو خیریت آباد حیدرآباد دکن کی ہم کتابیں

۱۔ مکتوبات شاد عظیم آبادی۔ سید علی محمد شاد عظیم آبادی، جنوری ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوئے اور اکیاسی سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہوا۔ شاد زندگی بھر اُردو علم و ادب کی خدمت کرتے رہے۔ وہ جیسے اچھے شاعر تھے ویسے ہی اچھے ادیب بھی۔ اُردو اور فارسی دونوں زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ اُنھوں نے قریب قریب ہر موضوع پر مقالات اور کتابیں لکھیں۔ غزل گوئی میں اپنے وقت کے میر تھے اور مرثیہ گوئی میں میر انیس سے بازی لے گئے تھے۔ مگر افسوس کہ دنیا نے اُن کی قدر نہ کی اور بیچارے زندگی بھر مالی پریشانیوں کے شکار رہے۔

یہ کتاب اُنھیں کے ۸۶ خطوط کا مجموعہ ہے جو اُنھوں نے وقتاً فوقتاً ہمایوں مرزا بیرسٹر اور اُن کی اہلیہ محترمہ کو لکھے تھے۔ ان خطوط کے مطالعہ سے شاد کی شخصیت کے متعلق کافی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

ہمایوں مرزا شاد مرحوم کے اُستاد کے لڑکے تھے اور شاد اُنھیں بہت مانتے تھے اس لئے اُنھیں شاد نے بڑی بے تکلفی سے خط لکھے ہیں۔ بہت سی خانگی باتوں کا بھی خطوط میں ذکر آ گیا ہے اسی لئے اکثر باتیں قاری کو ناگوار بھی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً داغ وغیرہ کو شاد نے جس طرح ذکر کیا ہے وہ اگرچہ بڑی حد تک حقیقت پر مبنی ہے تاہم قابل اعتراض ہے۔

یہ خطوط شاد نے پچاس سال کی عمر سے لکھے ہیں اور آخری خط اپنی موت سے دو ہفتہ پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ شاد نے قریب قریب ہر خط میں دو آرزوئیں ظاہر کی ہیں۔ ایک تیر آباد جانے کی اور دوسری اپنے اُستاد کی سوانح عمری مکمل کرنے کی مگر افسوس کہ اُن کی کوئی آرزو نہ پوری ہو سکی۔

یہ خطوط ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے مرتب کئے ہیں۔ شروع میں آپ کا ایک مختصر مقدمہ بھی شامل ہے۔ اس مجموعہ میں شاد کے متعلق بیش بہا معلومات یکجا ہیں اور اس کا مطالعہ عام لوگوں کے لئے بھی مفید ہو سکتا ہے۔

کتاب میں شاد کی تحریر کا عکسی فوٹو اور محترمہ صغرا ہمایوں مرزا کی تصویر بھی شامل ہے۔

۲۔ ارمغانِ جذب۔ یہ مجموعہ ہے جناب راگھویندر راؤ جذب دکیل عالمپور کی ایک سو اخلاقی و اصلاحی رباعیوں کا۔ ابتدا میں جناب ماہر القادری صاحب کا مقدمہ شامل ہے جس میں اُنھوں نے جذب کی شاعری پر کامیاب تبصرہ فرمایا ہے۔ رباعیوں میں سے بیشتر خود جناب جذب کے دل و دماغ کے فکر و کاوش کا نتیجہ ہیں اور بعض رباعیاں سنسکرت اور بھاشا کے شعرا کے خیالات کا عکس ہیں۔ ان رباعیوں کی سب سے بڑی خوبی ان کی سادگی و سلاست ہے۔ زبان اتنی سادی ہے کہ معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی ان سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ ان کی ذیل کی دو رباعیوں سے قارئین کو بخوبی اندازہ ہوگا کہ یہ مجموعہ کتنا مفید اور قیمتی ہے۔

جب بات بگڑ گئی تو بگڑی ہی رہی
تم لاکھ کرو سہی نہیں بن سکتی
بگڑے ہوئے دودھ کو بلوتے ہی رہو
لیکن نکلے گا اُس سے مکھن نہ کبھی

اے جذب مسرت و مصیبت اکثر
آتی ہیں اُنھیں جو ہیں بزرگ و برتر
دیکھو کہ ہے چاند کو عروج اور زوال
تارے ان سے بری ہیں لیکن اہلِ نظر

کتاب کی ضخامت ۱۲۰ صفحات ہے اور قیمت ۱۲؍ ہے۔

۳۔ محبت کی چھاؤں۔ یہ حیدرآباد کے نوجوان ادیب مرزا ظفر احسن صاحب کے بارہ مختصر افسانوں کا مجموعہ ہے۔ یہ افسانے چونکہ بقول مرزا صاحب کے لکھے نہیں گئے ہیں بلکہ لکھوائے گئے ہیں اس لئے قدرتی طور پر ان میں وہ دلکشی اور اثر نہیں ہے جو خود لکھے ہوئے افسانوں میں ہوتا ہے۔ بہرحال چونکہ یہ افسانے موجودہ معاشرت سے گہرا تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان میں پڑھنے والوں کے لئے کچھ نہ کچھ سامان تفریح ضرور موجود ہے۔ اس کی قیمت سوا روپیہ ہے۔

۴۔ مغربی تصانیف کے اُردو تراجم۔ میر حسن صاحب ایم۔ اے کی یہ کوشش قابل قدر ہے کہ انھوں نے ۱۸۰۰ء سے لیکر اب تک کی مغربی تصنیفات و تالیفات کو اردو زبان میں منتقل کرنے کی تمام اجتماعی و انفرادی کوششوں کا تذکرہ مرتب فرمایا ہے۔

یہ کتاب ۱۹۳۵ء میں مرتب کی گئی تھی اور مرتب موصوف نے اس بات کا امکان ظاہر کیا ہے کہ بعض اچھے ترجمے جو اُن کی نظر سے نہیں گزرے کتاب میں درج ہونے سے رہ گئے ہیں اور اُنھوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ دوسرے ایڈیشن میں یہ کمی پوری کر دیں گے لیکن ہمیں حیرت ہے کہ مولوی عنایت اللہ صاحب کے اکثر مشہور تراجم پر اُن کی نظر کیوں نہیں پڑی۔

اپنے موضوع پر اُردو میں یہ پہلی کتاب ہے اور اس لحاظ سے کافی اہم ہے۔ کتاب کی ضخامت ۱۵۲ صفحات ہے اور قیمت سوا روپیہ۔ ہنر

ہندی

۱۔ دستکن مصنفہ شری یادویندر سنگھ پرکاش بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پبلشر ساہتیہ گرنتھ مالا ریوا۔ ضخامت ۱۹۸ صفحات قیمت عہ

یہ کتاب شری یادویندر سنگھ کی ۱۰ کہانیوں کا مجموعہ ہے۔ اِن کہانیوں میں 'پاتر'، 'آتم سمرپن'، 'تیسرواد' اور 'چیتر سنگرہ' نامی کہانیوں کے پلاٹ بہت خوب ہیں۔ اور پڑھنے والا اِن کہانیوں کو پڑھ کر بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ چیتر سنگرہ نامی کہانی کے دیویا اور شیلا کی کردار نگاری میں مصنف نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے 'نوکرانی' نامی کہانی میں مصنف نے بڑی کامیابی سے فطرت انسانی کی غلطیوں پر روشنی ڈالی ہے 'آشا' ایک تاریخی کہانی ہے جو کافی کامیاب ہے۔ اِن بیشتر کہانیوں کے کردار موجودہ سماج سے بغاوت کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کے دل کے اضطراب اور بےچینی کا مصنف نے بڑی کامیابی سے اظہار کرایا ہے۔ چیتر سنگرہ نامی کہانی میں شیلا اور ڈاکٹر کے درمیان مکالمہ بہت دلچسپ اور فطری ہے۔ فن کے لحاظ سے اِس مجموعہ کی بیشتر کہانیاں کامیاب ہیں اور ہمیں امید ہے کہ مصنف کا یہ کہانیوں کا مجموعہ بھی اُن کی گذشتہ تصنیفات کی طرح شوق سے پڑھا جائے گا۔

۲۔ سنہ ۱۹۴۰ء (موجودہ جنگ، اُس کے اسباب اور آئندہ خطرات) مصنف ڈاکٹر ستیہ نرائن پی۔ ایچ۔ ڈی۔ اور شری کھان چند گوتم۔ پبلشر۔ کھان چند گوتم۔ کاشی ودیا پیٹھ بنارس۔ ضخامت ۱۵۲ صفحات۔ قیمت ۱۴ر

ڈاکٹر ستیہ نرائن صاحب نے یورپ وغیرہ کی کافی سیاحت کی ہے۔ آپ نے یوروپ کو اچھی طرح دیکھا بھالا ہے سنہ ۱۹۴۰ء نامی اپنی تازہ تصنیف میں آپ نے موجودہ جنگ سے تعلق رکھنے والی سیاسی پیچیدگیوں، قوموں کے داؤں پیچ، مختلف مورچوں پر قلعہ بندیوں وغیرہ کا بہت ہی دلچسپ ذکر کیا ہے۔ کتاب میں ۲۴ نقشے دیکر حقیقی حالات بخوبی سمجھا دئے گئے ہیں یوروپ کے مختلف ممالک کی اقتصادی حالت اور فوجی نظام پر بھی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سے کتاب کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ ایسے زمانہ میں جبکہ جنگ سے متعلق لٹریچر کا بڑے شوق سے مطالعہ کیا جا رہا ہے یہ کتاب بڑے کام کی ہے کتاب کی زبان آسان اور طباعت دیدہ زیب ہے۔

۳۔ نشہ بندی کی کامیابی۔ مصنفہ شری پورن چندر بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ پبلشر۔ آگرہ ضلع ٹیمپرانس بورڈ آگرہ قیمت ۴ر

شری پورن چند۔ آگرہ ضلع ٹیمپرنس بورڈ آگرہ کے سکریٹری ہیں۔ آپ نے اس رسالے میں نشہ بندی کے متعلق کتنی ہی مفید باتیں تحریر فرمائی ہیں اور نشہ بندی پر مختلف زاویۂ نگاہ سے اظہار خیال کیا ہے۔ منشی اشیاء سے ہونے والے نقصانات پر ملک اور بیرون ملک کی کتنی ہی سربرآوردہ شخصیتوں کے اقوال جمع کر دینے سے کتاب اور زیادہ مفید ہو گئی ہے۔ ایسے مقامات پر جہاں اسکیم نشہ بندی جاری ہے اور ایسے بھی مقامات میں جہاں یہ جاری ہونے والی ہے یہ کتاب پروپیگنڈے کے لئے بہت کام کی ہے۔ اُمید ہے کہ یہ رسالہ زیادہ سے زیادہ مقبول ہوگا۔

سنتان نگرہ وگیان (با تصویر)

مصنفہ ڈاکٹر رام چندر مشر۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ پبلشر اردان کاویالیہ مراد آباد۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔

اس وقت دنیا کے مختلف ممالک میں برتھ کنٹرول پر زور دیا جا رہا ہے۔ یوروپ میں اس کا پروپیگنڈہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ انسان زندگی باعزت طور پر بسر کر سکے۔ ایک معمولی مزدور بھی موٹر رکھ سکے۔ ریڈیو سن سکے اور اُسے زندگی میں ہر قسم کا آرام و اطمینان حاصل ہو۔ مگر ہندوستان میں اس کا پروپیگنڈہ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ جنھیں اس وقت دو یا ایک وقت کھانا نصیب ہو رہا ہے وہ اُن سے نہ چھن جائیں۔ دونوں کے مقاصد میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہندوستان میں ضبط تولید کی اشاعت انسانیت کے اصولوں کے لحاظ سے یوروپ کی بہ نسبت زیادہ موزوں ہے۔ ہندوستان میں اسکی اشاعت اس لئے زیادہ ضروری ہے کیونکہ یہاں لوگوں کو، خواہ وہ کتنے ہی غریب ہوں اولاد کی آرزو رہتی ہے۔ مذہبی اعتقاد کے باعث وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر وہ اپنے بعد کوئی لڑکا نہ چھوڑ جائیں گے تو اُن کی روح کو ثواب کون پہنچائے گا۔ یوروپ میں بھی لوگوں کو لڑکوں کی خواہش ہوتی ہے مگر وہ اِن خیالات کو دل میں جگہ نہیں دیتے۔ اور نہ وہ ہندوستانیوں کی طرح لڑکوں پر جان دیتے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستانیوں کو اس وقت ضبط تولید کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ اولاد کے بہت شائق ہوتے ہیں اور اس لئے بھی کہ اُن کے پاس اُن کے پالنے پوسنے کے لئے معقول ذریعہ نہیں ہے۔ ہمارے سامنے خاص سوال کثرت تولید کو روکنے کا ہے اگر وہ باقاعدہ روکی جا سکے تو بہت اچھا ہو لیکن اگر وہ موثر نہ ثابت ہو تو ہمیں مصنوعی ذرائع کی طرف رجوع ہونا پڑے گا۔ مذکورہ کتاب میں ضبط و احتیاط پر بہت زور دیا گیا ہے اور اُس کے بعد مصنوعی ذرائع بتائے گئے ہیں۔ مصنوعی ذرائع کا کتاب میں پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا عمل انسان کی صحت پر کیا اثر ڈالتا ہے۔ کتاب جس غرض سے لکھی گئی ہے وہ اس سے ضرور پوری ہو جاتی ہے۔ کتاب کی طباعت اچھی ہے اور گیٹ اپ بہت خوبصورت ہے۔

(دیودت دویدی)

وزیراعظم برطانیہ مسٹر چرچل کی تقریر

برطانیہ کے نئے وزیراعظم مسٹر چرچل نے گذشتہ ۱۹ مئی کو موجودہ لڑائی کے سلسلے میں ریڈیو پر تقریر فرمائی۔ انکی تقریر کا خاص حصہ درج ذیل ہے۔

ہمارے ملک اور سامراج کی زندگی میں ایک نازک وقت آیا ہوا ہے اور اس نازک وقت میں میں پہلی بار وزیراعظم کی حیثیت سے آپ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہا ہوں۔ فرانس اور فلنڈرس میں خوفناک لڑائی ہو رہی ہے۔ ہوائی جہازوں کے ذریعے بم برسا کر اور بھاری ٹینک استعمال کر کے جرمن فوج نے میگنٹ لائن کے شمال کی قلعہ بندی توڑ دی ہے اور اس میں سے ہو کر فرانس میں داخل ہو گئی ہے۔ انکی بکتر گاڑیوں سے لڑنے والی فوجیں کھلے ملک پر حملہ کر رہی ہیں جو ایک یا دو دن تک بغیر کسی محافظ کے تھیں۔ جرمن فوجیں بہت اندر تک گھس گئی ہیں اور خوف و ہراس پھیل گیا ہے۔ ان فوجوں کے پیچھے وہ اب لاریوں میں بھر بھر کر پیدل فوج بھیج رہے ہیں۔ جرمنی کی اس رفتار کو روکنے اور جرمن فوجوں پر حملہ کرنے کے لئے فرنچ افواج از سر نو منتظم ہو رہی ہیں اور برطانی ہوائی جہاز بھی فرنچ افواج کو امداد دی ہے۔ ہماری قطاروں کے پیچھے جو بکتر بند گاڑیاں ہیں اُن سے ہمیں خوفزدہ نہ ہونا چاہیئے۔

اگر جرمن بکتر بند گاڑیاں ہمارے مورچے کے پیچھے ہیں تو فرنچ فوجیں بھی کئی مقامات پر اُن کی قطاروں کے پیچھے لڑ رہی ہیں۔ دونوں فوجیں بہت ہی خطرناک حالت میں ہیں اور اگر فرنچ فوج اور ہماری فوج اچھی طرح جنگ کریگی اور اگر فرنچ فوجوں میں جوابی حملے کرنے کی طاقت موجود ہے جس کے لئے وہ اب تک مشہور رہی ہے اور اگر برطانی فوج نے

مسٹر چرچل وزیراعظم برطانیہ

پورے استقلال سے کام لیا، جس کی وہ کئی مثالیں پیش کر چکی ہے تو تختہ یک بیک پلٹ سکتا ہے۔ اس موقعہ کی نزاکت کو چھپانا حماقت ہوگی۔ اور نا اُمید ہونا یا یہ سمجھ لینا اور زیادہ حماقت ہوگی کہ عمدہ تربیت یافتہ ۔ ۳ چالیس لاکھ سپاہی کچھ ہفتوں یا مہینوں میں جیتے جا سکتے ہیں۔ جرمن افواج اس وقت خواہ اس وقت کتنی ہی زبردست قوت رکھتی ہوں لیکن ہم یقین کے ساتھ فرانس کے مورچے کی حالت درست ہونے کی توقع کر سکتے ہیں۔ اور یہ اُمید بھی کر سکتے ہیں کہ زبردست لڑائیاں ہونگی اور اُس میں برطانی اور فرنچ سپاہی اپنی بہادری دکھائینگے۔

فرنچ فوج پر پورا اعتماد

میں فرنچ افواج اور اس کے کمانڈروں پر پورا اعتماد کرتا ہوں۔ ابھی اس فرنچ فوج کے ایک بہت ہی چھوٹے حصے کے ساتھ زبردست لڑائی ہوئی ہے اور فرانس کے ایک بہت چھوٹے سے حصے پر حملہ کیا گیا ہے۔ اس بات کے کافی ثبوت ہیں کہ جرمنی نے اپنے تمام خاص قسم کی فوج تربیت پائے ہوئے سپاہیوں کو، جو جدید ہتھیاروں سے مسلح ہیں جنگ میں اُتار دیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ انھیں زبردست نقصان اُٹھانا پڑا ہے۔ ہمارا خواہ کوئی افسر، سپاہی یا ڈویژن دشمن کے افسر، سپاہی یا ڈویژن سے خواہ کہیں لڑے اُسے ضرور کامیابی ہوگی فوجوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ خوفناک اور انتھک حملوں ہی کے ذریعے اب پھر اقتدار حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جرمن تیل کے کارخانوں کو نقصان

ہوائی جنگ میں جب ہم تین جرمن ہوائی جہاز گراتے ہیں تو ہمارے ایک ہوائی جہاز کو نقصان پہنچتا ہے اور اب جو جرمن فوج بھی ہے اس سے زیادہ ہماری فوج ہے۔ جرمن بم برسانیوالے ہوائی جہازوں کو گرا کر ہم اپنی لڑائی بھی لڑ رہے ہیں اور فرانس کی لڑائیاں بھی لڑ رہے ہیں۔ میرا یہ یقین اور بھی پختہ ہو گیا ہے کہ ہم جرمن ہوائی فوج سے لڑ کر اُسے ختم کر سکتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ہمارے بڑے بڑے بم برسانیوالے ہوائی جہاز تیل کے کارخانوں پر گولہ باری کر رہے ہیں۔ جس کے اوپر جرمن قوت کا تمام تر انحصار ہے۔

کوشش کرنے کا وقت

اب وقت آگیا ہے جب سبھی کو زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر ہمیں لڑائی جیتنی ہے تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے سپاہیوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں اسلحات

دیں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم تیزی کے ساتھ مزید ہوائی جہاز تیار کریں یا منگائیں۔ ان چیزوں کی سخت ضرورت ہے ان سے ہماری طاقت بڑھتی ہے۔ ہمارا کام صرف یہی لڑائی نہیں بلکہ مستقل فتح حاصل کرنا ہے۔ فرانس کی لڑائی کے بعد ہمارے جزیرہ سے لڑائی ہوگی۔ ایسی حالت میں ہم اپنی کوئی کوشش اُٹھا نہ رکھیں زندگی اور عزت کے لئے جو لڑائی ہو رہی ہے اُس کے سامنے جائداد اور کام کے گھنٹوں کا کوئی سوال نہ ہونا چاہئے۔ ہمیں فرنچ سپہ سالار اور موسیو رینا ڈ کی طرف سے اطمینان دلایا گیا ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو وہ اخیر وقت تک لڑائی جاری رکھیں گے۔

اسکے بعد مسٹر چرچل نے اپنے نئی وزارت قائم کرنے کا ذکر کیا اور کہا آنیوالی لڑائی کے لئے ہمیں تیار رہنا چاہئے۔ میدان جنگ میں مرجانا اچھا ہوتا ہے"

نئے وزیر ہند مسٹر لیو پولڈ ایمری

["بھارت" نے نئے وزیر ہند مسٹر لیو پولڈ ایمری کی مختصر سوانح حیات شائع کی ہے جس کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔]

برطانیہ کے نئے وزیر اعظم مسٹر چرچل نے اپنی نئی وزارت میں وزیر ہند کی جگہ مشہور سیاست داں مسٹر لیو پولڈ ایمری کو دیا ہے۔ آپ ۱۸۷۳ء میں ضلع گورکھپور میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۹ء تک مسٹر ایمری نے لندن کے مشہور روزانہ اخبار "ٹائمس" کے عملۂ ادارت میں نہایت کامیابی کے ساتھ کام کیا۔ ٹائمس سے علیحدگی کے دو سال بعد آپ جنوبی برمنگھم سے پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوئے۔ آج کل موصوف اسپارک بروک ڈیویژن کے ممبر ہیں۔ گذشتہ جنگ عظیم میں آپ جنگی وزارت میں نائب وزیر ہند کے عہدہ پر مقرر ہوئے تھے اور جنگ کے آخری دنوں میں ورسائی کی کونسل اعلیٰ کے ممبر منتخب ہوئے۔ نائب وزیر نوآبادیات کے عہدہ پر آپ نے بڑی کامیابی سے اپنا کام انجام دیا اسی کامیابی کے سلسلے میں آپ ۱۹۲۱ء میں بحری فوج محکمہ کے وزیر مال بنائے گئے۔ ۱۹۲۲ء میں آپ کو "رائٹ آنریبل" کا خطاب دیا گیا۔ اسی سال بحری فوجی وزارت کے وزیر اعلیٰ بنائے گئے اور اس عہدے پر ۲ سال تک کام کرتے رہے۔ آپ کی نیک خدمات کو دیکھ کر آپ کو ۱۹۲۴ء میں وزیر نوآبادیات کا اہم ترین عہدہ دیا گیا۔ جس پر موصوف ۵ سال تک رہے۔ اس طرح مسٹر ایمری نے حکومت برطانیہ کے متعدد اہم عہدوں پر کام کر کے غیر معمولی تجربہ حاصل کر لیا ہے۔ آپ کی قابلیت حاضر دماغی اور دور اندیشی کے ہر جماعت کے لوگ معترف ہیں۔

مسٹر ایمری کو عام طور سے لوگ "روڈائی ہارڈ" یعنی پُرانی رسم کے مقلد کہتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ مسٹر ایمری کی پالیسی بیشتر مسائل پر غیر فراخدلانہ رہی ہے لیکن جس وقت گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ یا دستور ہند پارلیمنٹ کے سامنے تھا اُس وقت مسٹر ایمری نے مسٹر چرچل اور دیگر کنزرویٹو لیڈروں کی بڑی مستعدی سے مخالفت کی تھی۔ آپ نے مسٹر بالڈون کی تائید کر کے اس ایکٹ کے پاس ہونے میں قیمتی امداد دی تھی۔

مسٹر ایمری پستہ قد اور کافی تعیم شعیم مگر پھرتیلے آدمی ہیں اور دلچسپ گفتگو کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ آپ کی قوت بیانیہ اعلیٰ پائے کی ہے۔ آپ کا عزیز ترین سیرو تفریح کا ذریعہ بلند پہاڑوں پر گھومنا اور اونچی سے اونچی چوٹیوں پر پیدل چڑھنا رہا ہے۔ موصوف نے کوہ آلپس کی بلند ترین چوٹی پر پیدل چڑھ کر اپنی غیر معمولی جسمانی قوت اور منزل مقصود تک پہنچنے کی زبردست خواہش اور مستقل مزاجی کا ثبوت دیا ہے۔ آپ قدرت کے پرستار اور شعر و شاعری کے شوقین ہیں۔ آپ وزیر ہند کے عہدہ کے خاص طور سے اہل ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان کے مسائل حل کرنے میں دور اندیشی آزاد خیالی اور فراخدلی سے کام لیں گے۔

ملکہ ہالینڈ کا پیغام

[ہالینڈ کی ملکہ ویلہلمینا، جو جرمنی کے ہالینڈ پر حملہ ہونے پر لندن چلی گئی ہیں حسب ذیل پیغام براڈکاسٹ کیا ہے:۔]

"آج معلوم ہوتا ہے کہ قوموں کے درمیان باعزت سمجھوتے کے لئے ہم نے جو کوشش کی تھیں وہ سب بیکار گئیں۔ ترقی پسند اور جمہوری حکومت ناروے پر بیرحمانہ حملے کے بعد ہالینڈ اور بلجیم کے سلسلے میں اُس سے بھی زیادہ بیرحم رویہ اختیار کیا گیا دونوں ملکوں نے غیر جانبداری قائم کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ استقلال کا ثبوت دیا تھا اور جنگی ممالک کے درمیان سمجھوتہ کرانے کے لئے ایک سے زیادہ بار اپنی خدمات پیش کیں تاکہ شاید جنگ کا خاتمہ ہو سکے۔ ہمیں آج منظور کرنا پڑتا ہے۔ اس دُنیا میں اُس وقت تک کسی قسم کی خوشی کی اُمید نہیں کی جا سکتی جب تک ان لوگوں کو جو آج کے حالات کے لئے ذمہ دار ہیں احمقانہ تباہی اور قانون و اخلاق کے ابتدائی اصولوں کی سراسر مخالفت کرنے سے مضبوطی کے ساتھ روکا نہیں جا سکتا۔

بہادری کے ساتھ جنگ کے بعد میرا ملک جس نے قیام امن کے لئے ہر قسم کی کوشش کی تھی۔ صرف حیوانی طاقت کی زیادتی کے باعث دبا دیا گیا ہے۔ لیکن اخلاقی حیثیت سے ہم کبھی نہیں ہار سکتے۔ ہماری روح آزاد رہیگی کیونکہ ہمارا دل صاف ہے۔ اس وقت میری رعایا بہت زیادہ مصیبت اور تکلیف میں ہے اور وہ اس وقت تک رہیگی جب تک کہ وہ پھر آزاد نہیں ہو جاتی۔ اس حالت کے باوجود مجھے یقین ہے کہ وہ آزادی اور انصاف کے حق میں اپنا عقیدہ کبھی نہ ترک کرے گی۔

میں خدائے برتر سے دعا کرتی ہوں کہ وہ اتحادیوں کو فتح دلائے اور اس دن کی آمد کے لئے میری دلی دعا ہے جب نیدرلینڈ اور جرمن حملے کے شکار دیگر ممالک کو آزادی حاصل ہوگی۔

ہندو مسلم الجھن

[مہاتما گاندھی ہریجن میں لکھتے ہیں :-]

تقسیم کی تجویز نے ہندو مسلم سوال کی شکل ہی بدل دی ہے - میں نے اس کو غلط کہا ہے اس کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا - لیکن ساتھ ہی ساتھ میں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر ۸ کروڑ مسلمان تقسیم چاہتے ہیں تو باوجود تشدد یا عدم تشدد کے ساتھ مخالفت کے دُنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی - باعزت اقرار نامہ سے یہ تقسیم نہیں ہوسکتی -

یہ تو ہوئی اس کی سیاسی شکل - لیکن مذہبی اور اخلاقی شکل کیا ہے ؟ یہ تو سیاست سے بڑھ کر ہے - تقسیم کی آواز کی تہ میں یہ مقصد ہے اسلام میں برادری کا جذبہ مسلمانوں تک ہی محدود ہے اور ہندوؤں کے خلاف ہے - کیا وہ دوسرے مذاہب کے خلاف بھی ہے ؟ یہ نہیں کہا گیا - اخباروں کے تراشوں میں تقسیم کی تائید کی گئی ہے ان میں ہندوؤں کو قریب قریب اچھوت بتلایا گیا ہے - ہندوؤں اور ہندو مذہب میں کوئی خوبی نکل ہی نہیں سکتی - ہندو حکومت کے ماتحت رہنا ایک گناہ ہے - ہندو مسلمانوں کی مشترکہ حکومت کی بھی ضرورت نہیں ہے - مذکورہ تراشوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہندو اور مسلمانوں میں ابھی سے لڑائی جاری ہے اور انھیں ایک آخری فیصلے کے لئے تیار ہوجانا ہے -

ایک وقت تھا جب ہندو سمجھتے تھے کہ مسلمان اُن کے فطری دشمن ہیں - لیکن جیسا کہ ہندو مذہب میں ہوتا آیا ہے آخر میں وہ اپنے دشمن کے ساتھ سمجھوتہ کرکے دوستی قائم کرلیتا ہے - یہ طریقہ شروع ہوا تھا ، ابھی پورا نہ ہوا تھا لیکن گناہوں نے گویا ہندوؤں کو گھیر لیا - لیگ نے وہی کھیل کھیلنا شروع کیا - لیگ سکھلاتی ہے کہ ان دونوں قوموں کا اتحاد ہونا ناممکن ہے - اس سلسلے میں نے شری اتلانند چکرورتی کا ایک رسالہ بھی پڑھا ہے جس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ جب سے اسلام کا تعلق ہندو مذہب سے ہوا ہے تب سے دونوں مذاہب کے اعلیٰ خیال کے لوگوں نے ایک دوسرے کی خوبیاں دیکھنے کی کوشش کی ہے - دکھلاوے کے اختلافات کی بہ نسبت انھوں نے اندرونی اتفاقات پر زور دیا - مصنف نے ہندوستان کی اسلامی تاریخ کی تصویر اسلام

مہاتما گاندھی

کی تاریخ سے کھینچی ہے - انھوں نے جو لکھا ہے وہ اگر بالکل صحیح ہے تو یہ رسالہ ایک نئی روشنی ڈالنے والا ہے اور ہر ایک ہندو اور مسلمان اسکے مطالعہ سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے - مصنف نے سر شفاعت احمد خاں سے اپنی موافقت میں دلیلوں سے بھری تمہید حاصل کی ہے - بہت سے اور مسلمانوں نے بھی اُنھیں سارٹیفکٹ دیئے ہیں - اگر یہ مبنی کی ہوئی شہادت اسلام کی توسیع پر صحیح روشنی ڈالتی ہے تو تقسیم کی یہ اسکیم اسلام کے سراسر خلاف ہے -

مذہب تو انسان کو خدا کے ساتھ وابستہ کرتا ہے اور انسان کو انسان کے ساتھ کیا اسلام فقط مسلمانوں کو مسلمانوں ہی کے قریب لیجاتا ہے اور ہندو کے ساتھ دشمنی کراتا ہے - کیا پیغمبر اسلام کا پیام امن صرف مسلمانوں ہی تک محدود تھا اور ہندوؤں اور غیر مسلمانوں کے خلاف کیا ۸ کروڑ مسلمانوں کو یہی خوراک دینی ضروری ہے جسے میں صرف زہر ہی کہہ سکتا ہوں - جو لوگ یہ زہر مسلمانوں کے دلوں میں بھر رہے ہیں وہ مسلمانوں کی خدمت نہیں کر رہے ہیں - میں جانتا ہوں کہ یہ اسلام نہیں ہے - میں مسلمانوں کے ساتھ رہا ہوں - ایک دو دن نہیں بلکہ قریب قریب پورے ۴۰ سال تک - ایک مسلمان نے بھی مجھے یہ نہیں سکھایا کہ اسلام ہندو مذہب کے خلاف ہے -

---

خان بہادر الہ بخش کا خطبۂ صدارت

[دہلی میں خان بہادر الہ بخش نے آزاد مسلم کانفرنس میں خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا ہے اس میں موصوف نے اسکیم تقسیم ہند کو ملک کے لئے مضر ثابت کیا ہے آپکے خطبہ کے کچھ حصے ذیل میں درج ہیں :-]

آپ کے فیصلے کا انتظار اسی ملک میں نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ممالک غیر میں بھی اس کا انتظار ہو رہا ہے - کیونکہ اس فیصلے پر بہت کچھ منحصر ہے - مجھے یقین ہے کہ کانگریس جو ملک کی زبردست جماعت ہے ہماری مناسب تجاویز کو ضرور منظور کریگی -

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے مفاد اور حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے سمجھوتے کی جو اسکیم بھی تیار کریں گے وہ بلا اکثریت یا اقلیت والے صوبوں کا خیال کئے ہوئے یکساں عائد ہوگی -

حملہ آور فرقہ پرستی

خان بہادر صاحب نے مزید فرمایا کہ حملہ آور

فرقہ پرستی ملک کی ترقی کے لئے مضر ثابت ہوگی۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ ملک کی ضرورتوں کی یکسانیت قائم کرنے کے لئے فراخدلی اور رواداری سے کام لیا جائے۔ ہمارے مذہب خواہ کچھ ہوں۔ لیکن ہمیں اپنے ملک میں ایک خاندان کے بھائیوں کی طرح ایک ہوکر رہنا ہے۔

خان بہادر صاحب نے رائے دی ہے کہ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے نمائندوں کی کمیٹیاں یا بورڈ بنائے جائیں۔ فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے لئے جو تجویزیں بھی پاس ہونگی وہ اس قسم کی کانفرنس میں نہیں تیار ہوسکتیں۔ کیونکہ ان پر تو کافی غور خوض کرنا پڑیگا۔ اسلئے میری یہ تجویز ہے کہ مختلف جماعتوں کے نمائندوں کا ایک بورڈ بنایا جائے اور وہ ایسے آدمیوں کو اس میں شامل کرے جنھیں وہ بہتر سمجھے۔

اس کی رپورٹ اسی کانفرنس کے کسی دوسرے اجلاس میں پیش کیجائے۔ جب کانفرنس اُسے منظور کرے تو پھر اُسے ملک کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس دوران میں ہم لوگ کچھ دن مقرر کرسکتے ہیں جب کہ ملک کے سارے مسلمانوں کو وہ اسکیم بتائی جائے۔

مسلم لیگ کی تقسیم ہند

خان بہادر موصوف نے بڑی تفصیل کے ساتھ مسلم لیگ کی تقسیم ہند کی اسکیم کا تجزیہ کیا اسکے بعد خان بہادر موصوف نے اُن واقعات کا ذکر کیا جن کی وجہ سے موجودہ آئینی اور فرقہ وارانہ جمود پیدا ہوگیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ دُنیا کے نقطۂ نگاہ سے اس انگلستان اور ہندوستان کا تعلق بڑا عجیب ہے اگر جرمنی دوسرے آزاد ملکوں پر حملہ کرکے تہذیب سے اعلان جنگ کر رہا ہے اور اُسے بچانے کے لئے برطانیہ اور فرانس نے اپنا سب کچھ داؤں پر لگا دیا ہے تو پھر برطانیہ کو کیوں اس بات پر اعتراض ہونا چاہئے کہ ہندوستانی خود اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی نہ کبھی اس خود اختیاری کے اصول کو تسلیم کرے گا۔

مسلم لیگ کی احمقانہ حرکت سے انگلستان کو یہ موقعہ مل گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو بیچ میں رکھ کر یہ کہے کہ جب تک ان سے سمجھوتہ نہ ہوجائے گا اس وقت تک کوئی آئینی ترقی نہیں ہوسکتی اس طرح دُنیا کی نظر میں مسلمانوں کو ہندوستان کی ترقی کی راہ میں ایک روڑا بنا دیا گیا ہے کوئی بھی مسلمان جو ذرا بھی خوددار ہے یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ اُسے سیاسی قربانی کا بکرا بنا دیا جائے اور جس کا نتیجہ اسی کو نہیں بلکہ اس کی آئندہ نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے۔ اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایسی کانفرنس میں اس قسم کی اسکیم کی خدمت کی جائے۔

مسلم لیگ کا دعویٰ

اس کے بعد خان بہادر صاحب نے مسلم لیگ کے اس دعوے کی سخت تنقید کی کہ وہی مسلمانو کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کانگریس یہ دعویٰ کرے کہ وہ ایک سیاسی نمائندہ جماعت ہے تو وہ دعویٰ سمجھ میں بھی آسکتا ہے کیونکہ سات آٹھ صوبوں میں کانگریس کی اکثریت رہی ہے لیکن مسلم لیگ صرف جلسے کرکے ہی نمائندگی کا دعویٰ کرتی ہے۔ اس دعوے کی آزمائش تو انتخاب میں ہوسکتی ہے اگر وہ لاہور کی پاکستانی اسکیم کو لیکر لڑا جائے۔

پہلے اس کا اثر خواہ کچھ بھی رہا ہو لیکن اس ناقابل عمل اسکیم کو سامنے رکھ کر اس نے مسلمانوں کے مفاد کو کافی نقصان پہنچایا ہے۔

دو قوموں کا نظریہ

دو الگ قوموں کے اصول کی تنقید

کرتے ہوئے خان بہادر صاحب نے فرمایا کہ ہندوستانی مسلمانوں کو اپنی ہندی قومیت پر فخر ہے۔ جو مسلمان عرب جاتا ہے اُسے ہر عربی ہندی کہہ کر پکارتا ہے۔ ایران اور افغانستان میں مسلمان ہندی سمجھے جاتے ہیں۔ ہندوستان کے نو کروڑ مسلمان اسی ملک کی اولاد ہیں۔ اس کے بعد خان بہادر موصوف نے بتایا کہ ہندو اور مسلمان کس طرح زندگی کے مختلف شعبوں میں ملے ہوئے ہیں۔

پاکستان

پاکستان کی اسکیم کا ذکر کرتے ہوئے خان بہادر صاحب نے فرمایا کہ اگر سرحد، سندھ، اور بلوچستان کے تقریباً ۶۰ لاکھ مسلمان شمال مغربی پاکستان سے اپنی عقلمندی سے الگ ہوجائیں تو پنجاب میں تقریباً سوا کروڑ رہ جائیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ جاٹوں اور سکھوں کو پاکستان میں رہنے کے لئے منا لیا جائے گا۔ لیکن یہ بات بھلا دی گئی کہ جب منانے ہی کی بات ہے تو اُنھیں دوسرے بھی منا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اقتصادی سوال کیسے حل ہوگا؟

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

وقت سات بجے شام سے پونے آٹھ بجے رات تک

یکم جون ۱۹۴۲ء۔ بیٹھک (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) بھجن۔ از کماری سدھا ماتھر۔ عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔ میرا بائی۔ محترمہ پدماوتی کی تقریر۔ کورس۔ محترمہ پدماوتی معہ پارٹی۔ پگلی۔ کمار سوغیلا۔ گیت۔ محترمہ پدماوتی معہ پارٹی۔

۲ جون سنہ ۴۲ء۔ بنٹوارہ۔ (ناٹک) از شری جی۔ پی۔ مشرہ

۳۔ جون سنہ ۴۲ء۔ دیہات پھیری (چوتھا حصہ بے جوڑ بیاہ) از شری بُدھی بھدر۔ خبریں اور بازار نرخ۔ دیہاتی گیت۔ از شری آر۔ این تریپاٹھی۔ سنہرے کارنامے (ساتواں حصہ۔ گوتم بُدھ) از شری ستیہ پرکاش شریواستو سرود سولو۔ شری بُدھی بھدر۔ نظم۔ شری بنسی دھر۔ گیت۔ شری آر۔ این تریپاٹھی۔

۴ جون سنہ ۴۲ء۔ رامائن۔ شری رامیشور باجپیئی۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ دیہاتی گانا۔ شری آر۔ این ترپاٹھی۔ اپنی آنکھیں کھول رکھو۔ تقریر۔ از جناب انصار ہاردنی۔ دیہاتی گیت۔ شری رامیشور باجپیئی۔ سکھ سپنا۔ از جنگ بہادر۔ سوپن (نظم) شری بنسی دھر۔

۵ جون سنہ ۴۲ء۔ بھجن۔ از جناب سراج الحسن۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ مذاقیہ گانا۔ جناب ممتاز علی۔ مورکھ منی۔ شری بجّا لال۔ کورس دیہاتی آرٹسٹ۔ کسان کی کہانی۔ مکالمہ۔ گیت۔ جناب سراج الحسن۔

۶ جون سنہ ۴۲ء۔ حقہ چلم۔ شری بُدھی بھدر۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ گیت۔ جناب سراج الحسن۔ زہریلے سانپ۔ مکالمہ۔ از ڈاکٹر راج نرائن سنگھ۔ جلترنگ سولو۔ شری بُدھی بھدر۔ دیہاتی گانے۔ جناب سراج الحسن۔

۷ جون سنہ ۴۲ء۔ قوالی۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ یہی ہوئی۔ از شری آر۔ ڈی شکل۔ کورس۔ دیہاتی آرٹسٹ۔ کوآپریٹو سوسائٹیاں۔ انکار پرشاد شری واستو۔ نعت۔ جناب مرتضیٰ حسین۔

۸ جون سنہ ۴۲ء۔ بیٹھک (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) پراتھنائیں محترمہ پدماوتی معہ پارٹی۔ عورتوں کی دلچسپی کی خبریں گیت۔ محترمہ سوشیلا دیو۔ نند بھاوج۔ محترمہ پاروتی دیوی۔ گیت۔ محترمہ پدماوتی معہ پارٹی۔ سکھیاں مل بیٹھیں۔ (گھر کا بجٹ) محترمہ سوشیلا دیو۔ کورس۔ شریمتی پدماوتی معہ پارٹی۔

۹ جون سنہ ۴۲ء۔ بھجن۔ شری بی پی شری واستو۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ سرود سولو۔ از شری بُدھی بھدر۔ تپ دق۔ تقریر۔ از حکیم ایس۔ ایم۔ نذیر۔ مذاقیہ گیت۔ جناب ممتاز علی۔ تپ دق (نظم) شری بنسی دھر۔ گیت۔ شری بی۔ پی شریواستو

۱۰ جون سنہ ۴۲ء۔ دیہاتی گانا۔ جناب مختار احمد خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ ڈاکہ (ناٹک) شری بُدھی بھدر۔ کورس۔ دیہاتی آرٹسٹ۔

۱۱ جون سنہ ۴۲ء۔ رامائن شری رامیشور باجپیئی خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ چوپال۔ جناب جنگ بہادر۔ اچھے مویشی رکھو۔ تقریر۔ از شری سمیر بخش سنگھ۔ منجدھار۔ (ناٹک) شری آر۔ ڈی شکل۔ گیت۔ شری رامیشور باجپیئی۔

۱۲ جون سنہ ۴۲ء۔ بھجن۔ شری دھرم نارائن۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ سرود سولو۔ شری بُدھی بھدر۔ دیہاتی پوتھی (نہر کی سینچائی) شری سیتلا سہائے۔ نہر کی سینچائی (نظم) شری بنسی دھر۔ پیٹ کی آگ۔ جناب جنگ بہادر۔ گیت۔ شری دھرم نارائن

۱۳ جون سنہ ۴۲ء۔ گیت۔ شری رام ہزاری تیواری۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ بارات۔ شری آر۔ ڈی شکل۔ دھوپ لگنا۔ تقریر۔ از ڈاکٹر جے۔ سی۔ شرما۔ کورس دیہاتی آرٹسٹ آلھا۔ شری رام ہزاری تیواری۔

۱۴ جون سنہ ۴۲ء۔ نعت جناب مرتضیٰ حسین خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ جلترنگ سولو از شری بُدھی بھدر۔ چھپر چھانا۔ (نظم) شری بنسی دھر۔ دھانی چندریا (سوانگ) شری بُدھی بھدر۔ گیت۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ بزدلی۔ جناب جنگ بہادر۔ امریکن کسان۔ شری بینی مشرہ

۱۵ جون سنہ ۴۲ء۔ بیٹھک (دیہاتی عورتوں کے لئے نصف گھنٹے کا خاص پروگرام) بھجن۔ کماری شانتا دید۔ عورتوں کی دلچسپی کی خبریں۔ سوہر۔ محترمہ پدماوتی معہ پارٹی۔ بیاہ۔ محترمہ پدماوتی۔ گیت۔ کماری شانتا دید۔ سکھیاں مل بیٹھیں (غپ شپ) محترمہ پدماوتی معہ پارٹی۔

۱۶ جون سنہ ۴۲ء۔ گیت۔ جناب رشید احمد۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ بھجن جناب جنگ بہادر۔ قرض۔ جناب۔ ایس۔ ایچ۔ قتیل نظم۔ شری بنسی دھر۔ کورس۔ دیہاتی آرٹسٹ گیت جناب رشید احمد۔

۱۷ جون سنہ ۴۲ء۔ چوتال۔ جناب جنگ بہادر۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ باپ بیٹے (ناٹک) شری بُدھی بھدر۔ سرود سولو۔ دھان کی بوائی۔ ایک مکالمہ۔ کورس۔ دیہاتی آرٹسٹ۔

۱۸ جون سنہ ۴۲ء۔ گیت شری رامیشور باجپیئی خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ پنچائت (ناٹک) جناب جبار اختر۔ کورس۔ جناب جنگ بہادر اور پارٹی۔ پنچائتی فیصلہ (نظم) جناب بنسی دھر۔ گیت شری رامیشور باجپیئی۔

۱۹ جون سنہ ۴۲ء۔ پچاری جناب جنگ بہادر۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ کلکتہ بانی۔ چھاپہ خانہ۔ تقریر۔ از جناب حیات اللہ انصاری مذاقیہ گانے۔ جناب ممتاز علی۔ کورس دیہاتی آرٹسٹ۔

۲۰ جون سنہ ۴۲ء۔ گیت۔ شری۔ بی۔ پی۔ شری واستو۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ کورس۔ دیہاتی۔ آرٹسٹ۔ دیہاتی پوتھی (ضلع بورڈ) شری سیتلا سہائے۔ آنے والی بارش (نظم) از شری بنسی دھر۔ گیت۔ شری بی۔ پی شری واستو۔ بیا لبسار۔ مکالمہ۔ ٹھمری۔ جناب جنگ بہادر۔

۲۱ جون سنہ ۴۲ء۔ قوالی۔ جناب مرتضیٰ حسین خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ کہاں چلے۔ شری آر۔ ڈی شکل۔ گانا۔ گھسو و ممتاز۔ خریف کے بیج کہاں مل سکتے ہیں؟ مکالمہ۔ گیت۔ جناب مرتضیٰ حسین۔

۲۲ جون سنہ ۴۲ء۔ بیٹھک (عورتوں کا پروگرام) بھجن۔ محترمہ سوشیلا دیوی۔ عورتوں

کی دلچسپی کی خبریں۔ گیت۔ محترمہ سوشیلا دیوی بیسنہ۔ محترمہ پدماوتی۔ بھائی بہن۔ محترمہ شیلاوتی۔ گیت۔ محترمہ سوشیلا دیوی معہ پارٹی۔

۲۳ر جون سنہ ۱۹۴۰ء۔ بھجن۔ شری رام دت خبریں اور بازار نرخ۔ کورس۔ دیہاتی آرٹسٹ گھاگھ کی کہاوتیں۔ شری بنسی دھر۔ جلترنگ سولو۔ شری بدھی بھدر۔ گیت۔ شری رام دت برکھا ریت۔ تقریر۔ شری بدھی بھدر۔ گیت۔ جناب جنگ بہادر۔

۲۴ر جون سنہ ۴۰ء۔ بھجن۔ محترمہ گیان وتی بھٹناگر۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ ایک پیسہ۔ شری بدھی بھدر۔ گیت۔ جناب مرتضیٰ حسین گاؤں کی گلی سوسائٹیاں۔ شری آر۔ ڈی شکل۔

۲۵ر جون سنہ ۴۰ء۔ بھجن۔ جناب جنگ بہادر خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ گیت۔ جناب ممتاز علی۔ دیہاتوں کی نالیاں۔ تقریر۔ از شری گوکرن پرشاد۔ گیت۔ شری بدھی بھدر گاؤں کے راستے۔ مکالمہ۔ از جناب عبدالحئی عباسی۔

۲۶ر جون سنہ ۴۰ء۔ گیت۔ جناب مختار احمد۔ خبریں اور بازار نرخ۔ شہر کا جادو۔ شری وشوناتھ۔ کورس۔ دیہاتی آرٹسٹ۔ دیہات۔ (نظم) شری بنسی دھر۔ گیت۔ جناب مختار احمد۔

۲۷ر جون سنہ ۴۰ء۔ بھجن۔ شری رام شنکر۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ خودکشی۔ شری آر۔ ڈی شکل۔ گیت۔ جناب ممتاز علی۔

۲۸ر جون سنہ ۴۰ء۔ نعت۔ جناب مرتضیٰ حسین۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ کورس۔ دیہاتی آرٹسٹ اٹلی کا معمار۔ گیری بالڈی۔ جناب فصیح احمد انصاری۔ بارش کے حالات جاننے کے طریقے۔ شری آر۔ ڈی شکل کی تقریر۔ گیت۔ جناب مرتضیٰ حسین۔

۲۹ر جون سنہ ۴۰ء۔ بیٹھک۔ (عورتوں کا نصف گھنٹے کا پروگرام) بھجن۔ محترمہ پدماوتی معہ پارٹی۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ کورس۔ محترمہ پدماوتی معہ پارٹی۔ دیہاتی لڑکیوں کی حالت۔ تقریر۔ محترمہ رام رتی دیوی فیض آباد۔ گیت۔ محترمہ پدماوتی۔ سوال جواب۔ کہانی۔ کماری سوشیلا۔

۳۰ر جون سنہ ۴۰ء۔ شری آر۔ این۔ ترپاٹھی۔ خبریں اور موسمی پیشین گوئیاں۔ کاری بدریا۔ جناب جنگ بہادر۔ سرود سولو۔ شری بدھی بھدر۔ کارے کارے بدریا (نظم) شری بنسی دھر۔

ہمارے صوبے میں گرام سدھار کی ہل چل

ضلع سہارنپور میں گرام سدھار مرکز میں پنچایت گھر کی بنیاد کے سلسلے میں ہونے والے جلسے کا ایک منظر

بہرائچ کے فارسٹ ڈیویژن میں محکمہ جنگلات کی طرف سے ایک گاؤں کا اسکول

ضلع سہارنپور کے ایک گاؤں کے کنوئیں پر پتھر رکھا جا رہا ہے۔

شری ارجن سنگھ، کیمپ ڈائریکٹر بابر پور
ضلع اٹاوہ۔ لکھتے ہیں:-

اسکاوٹنگ کی تعلیم دینے کے لئے بابرپور ضلع اٹاوہ میں ایک کیمپ قائم کیا گیا جس میں ۱۹ اسکاوٹ بھرتی کئے گئے۔ انھیں اسکاوٹنگ کے اصولوں اور اُنکو عمل میں لانے کی تعلیم دی گئی۔ کئی قابل ہستیوں کی تقریریں بھی کرائی گئیں۔ ٹریننگ ۴۰ دنوں تک جاری رہی۔ اسکے بعد اسکاوٹوں کو سند اور بِلّے بھی دئے گئے۔

× × × ×

ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن بریلی کی طرف سے مدارس تعلیم بالغان، بریلی کے اُستادوں کا ایک اسکاوٹ ٹریننگ کیمپ بریلی میں ۱۰ جنوری ۱۹۴۰ء سے ۳۱ جنوری ۱۹۴۰ء تک کے لئے کھولا گیا۔ قریب ۲۳ مدارس تعلیم بالغان کے اُستادوں اور ۷ دیگر دیہاتی نوجوانوں کو فوجی قواعد، دیسی ورزش، مگدر، جوجِتسو، لاٹھی اسکاوٹنگ، ابتدائی علاج وغیرہ کی تعلیم دی گئی۔

اسکاوٹ ہفتے کے سلسلے میں دیہاتی اسکاوٹوں نے کافی کاموں میں حصہ لیا اور ایک بڑے کیمپ فائر میں شامل ہوکر کئی قسم کے دیہاتی کھیل اور اسکاوٹنگ کے نمونے دکھائے۔ ٹریننگ ختم ہونے کے بعد ٹریننگ پانے والوں کو سارٹیفکٹ اور بیج بھی دئے گئے۔ اور اب وہ اپنے اپنے گاؤں میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں اپنے اپنے گاؤں میں ہر ایک دیہاتی اسکاوٹ کم از کم ۲۰ لڑکوں یا نوجوانوں کا ایک ایک ٹروپ کھولنے کی کوشش کرے گا۔ تاکہ ۳ ماہ کے بعد ہمارے ضلع میں کم سے کم ۶۰۰ نوجوانوں کی ایک جماعت تیار ہو جائے جو گاؤں سدھار کے کاموں میں مدد کرسکے۔

شری منجلی شرن گپت، سکریٹری، زندگی سدھار سوسائٹی
یاسوڈیہا (گورکھپور) لکھتے ہیں:-

جگدیش پور سنٹر میں تقریباً ۱۳ گاؤں ہیں جن میں زندگی سدھار کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم ہوگئی ہیں۔ اس مرکز کے دیہاتوں سے کنوؤں کی مرمت نئے کنوئیں بنوانے، پنچایت گھر اور بورنگ وغیرہ کے لئے ابتک کل ۲۴۰۰ روپئے مقامی چندہ جمع ہوچکا ہے۔ کنوؤں اور پنچایت گھروں کا کام شروع ہوگیا ہے۔

ضلع سہارنپور کے گاؤں سدھار سنٹر میں کپڑے کی نمائش

ضلع مظفرنگر میں گاؤں سدھار سنٹر کے پنچایت گھر میں جلسہ ہو رہا ہے۔

ضلع بہرائچ میں اِکونا سنٹر کا مثالی گاؤں۔

رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر
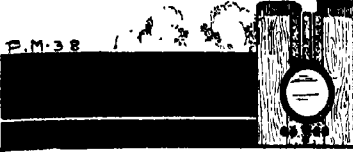
۱۷ مئی سنہ ۱۹۴۰ء

آجکل ولایت کی لڑائی کی رفتار بہت تیز ہے اتحادیوں نے نارویک، ٹرانڈہیم اور نمسس پر اپنی فوجیں اُتار دی تھیں۔ نارویک میں تو یہ کامیاب رہیں لیکن نمسس اور ٹرانڈہیم کے قریب جو فوجیں اتری تھیں ان پر جرمنوں نے ہوائی حملہ کر دیا اور بری فوج بھی بھیجی۔ ادھر اتحادیوں کے ہوائی جہاز وہاں پہنچ نہ سکے تھے اور ہوائی جہاز شکن توپیں بھی جلدی میں وہاں نہ پہنچ سکیں اسلئے اتحادیوں کو نمسس اور ٹرانڈہیم سے اپنی فوجیں ہٹا لینی پڑی اس میں انھیں کچھ فوج کا اور سامان کا نقصان بھی ہوا۔ جب برطانی پارلیمنٹ میں وزیر اعظم مسٹر چیمبرلین کے خلاف اس ہار کا سوال اُٹھایا گیا تو انھوں نے کہا کہ اگر وہ اس وقت اتنی زحمت نہ اٹھاتے تو شاید ناروے والے جنگ کو چھوڑ کر جرمنی کی غلامی قبول کر لیتے لوگوں کو اس جواب سے اطمینان نہ ہوا اور مسٹر چیمبرلین وزارت کے رکن تو رہے لیکن وزیر اعظم ان کی جگہ پر مسٹر چرچل ہو گئے۔ مزدور اور لبرل جماعت کے رکن بھی اب وزارت میں آگئے ہیں جس سے موجودہ وزارت کے ساتھ تمام ملک کو ہمدردی ہو گئی ہے۔ اُمید ہے کہ اب لڑائی اور بھی تیزی سے ہوگی۔ نارویک میں تقریباً ۴ ہزار جرمن فوجیں محصور ہیں۔ ادھر لڑائی ہو رہی ہے۔ ان کی مدد کو دوسری جرمن فوج نہیں جا سکتی جرمنی پیراشوٹ کے ذریعے وہاں نئی فوجیں بھیج رہا ہے۔ اُمید ہے کہ کچھ دنوں میں اس پر اتحادیوں کا قبضہ ہو جائیگا۔ اُدھر کی سرزمین ایسی ہے کہ تھوڑی سی فوج بھی بڑی فوج سے اپنی حفاظت کر سکتی ہے۔ اگر نارویک اتحادیوں کے قبضہ میں آگیا تو جرمنی کو ہٹانے میں دشواری ہوگی اور اس کے انتظام جنگ میں گڑبڑ مچ گئی۔ پہلے تو ایسا خیال تھا کہ ناروے میں گھمسان لڑائی ہوگی لیکن جب سے ہالینڈ اور بلجیم پر جرمن حملہ ہو گیا ہے اس وقت سے ادھر کا معاملہ کچھ پھیکا سا پڑ گیا ہے کیلے گاٹ اور اسکیگرک پر بھی اتحادیوں کی کوششیں کم ہو گئی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جرمن فوج کم سے کم تعداد میں ناروے پہنچ رہی ہے۔ سویڈن پر جرمن کا دباؤ پڑنے کا جو خطرہ تھا وہ بھی کم ہو کر قریب قریب ختم ہو گیا ہے۔ بات یہ ہوئی کہ روس نے صاف کہہ دیا کہ جرمنی کو سویڈن پر دخل اندازی نہ کرنی چاہئے جرمنی روس سے بگاڑ نہیں کر سکتا اسلئے اب خاموشی چھا گئی۔ روس سویڈن سے نیا سمجھوتہ کرنا چاہتا ہے جس کے مطابق وہ ملک قریب قریب روس کی بالکل سرپرستی میں آتا ہوا نظر آتا ہے ابھی اس موضوع پر کوئی بات پختہ نہیں ہوئی ہے۔

بلجیم کی فوج کے ٹینکوں کا ایک منظر

ادھر دس مئی کو جرمنوں نے ہالینڈ اور بلجیم پر بھی حملہ کر دیا ہے۔ ان دونوں چھوٹے چھوٹے ملکوں کی سرحدیں جرمنی اور فرانس دونوں سے ملی ہوئی ہیں۔ گذشتہ تین چار برسوں میں جرمنی نے مختلف بہانوں سے ان ممالک میں اپنے ۴۰ پچاس ہزار سپاہی اُتار دئے تھے۔ یہ لوگ بظاہر تو چھوٹی بڑی تجارتیں کیا کرتے تھے لیکن درحقیقت یہ ہوتے جرمن سپاہی۔ عین موقعہ پر جب ہوائی چھتریوں کے ذریعے جرمن سپاہی اتارے جاتے ہیں تو ان پہلے سپاہیوں سے ملکر وہ لوگ فوج تیار کرکے لڑنے لگتے ہیں ایسے لوگوں کو پنجم کالم کہتے ہیں۔ بلجیم اور ہالینڈ میں جرمن پنجم کالم کا ایک کافی اثر تھا۔ ہالینڈ کے پاس تقریباً ۴ لاکھ فوج تھی اور بلجیم کی ۶ لاکھ کے قریب۔ چار پانچ روز کی لڑائی میں ہالینڈ کی تقریباً چوتھائی فوج کٹ گئی۔ وہاں کی ملکہ اور وزارت کو بھاگ کر لندن میں پناہ لینی پڑی اور کمانڈر نے جرمنی کی اطاعت قبول کر لی۔ چنانچہ زیلینڈ کے علاوہ پورے ہالینڈ پر جرمنی کا قبضہ ہو گیا۔ ہالینڈ کی جو فوج بلجیم جا سکی ہے وہ اب بھی لڑائی لڑ رہی ہے۔ ادھر بلجیم

(۱) غوطہ خوروں کا خوف کم کرنے کے لئے سمندر کے اندر لگنے والے سرنگ کا ایک منظر۔ سرنگ میں چاروں طرف کانٹے لگے ہوتے ہیں۔ ان کانٹوں سے جب غوطہ خور کشتیاں چھو جاتی ہیں تو سرنگیں پھٹ جاتی ہیں جس سے غوطہ خور ڈوب جاتے ہیں۔

(۲) غوطہ خوروں کو تباہ کرنے کے لئے مقررہ گہرائی تک جانے والے بموں کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ جہاز سے پھینکے جانے والے بم اگر غوطہ خور کے پاس گرتے ہیں تو غوطہ خوروں کو زبردست نقصان پہنچتا ہے۔

نامور اور اینٹ ورپ میں بڑے بڑے قلعے میں لیج کے کچھ قلعوں پر جرمنی کا قبضہ ہوگیا ہے اور کچھ ابھی بلجیم ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن یہ لوگ وہاں گھرے ہوئے ہیں۔ ادھر بقیہ جرمن فوج آگے بڑھ کر نامور پہنچ گئی۔ جہاں کے ۲ قلعوں پر جرمن اپنا قبضہ بتاتے ہیں ابھی وہاں پر لڑائی ہو رہی ہے۔ آج کل بری لڑائی میں ٹینک ایک خوفناک مشین ہے۔ تقریباً ۲۰۰۰ ٹینک دونوں طرف سے لڑائی میں مصروف ہیں برطانی اور فرانسیسی فوج بھی پہنچ چکی ہے۔ اُمید تو یہ ہے کہ اب جرمنی بلجیم کو جیت نہ سکے گا۔ غالباً ایک ہفتے میں نتیجہ ظاہر ہوگا۔ بلجیم کے خلاف شبہ کی جو وجہ ہے وہ صرف مذکورہ پنجم کالم فوج کی کارگزاریوں سے ہو سکتا ہے۔ اگر بلجیم نہ ہارے تو بہت ہی اچھا ہے لیکن اگر بلجیم ہار گیا تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ جرمنی اس کے بعد کیا کرے گا؟

اس کے سامنے اس کے بعد دو راستے ہوں گے اول تو یہ جرمنی میگنو لائن توڑ کر شمالی فرانس پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے یا صرف بلجیم اور ہالینڈ پر قبضہ کر کے انگلینڈ پر گولہ باری کرے۔ اگر شمالی فرانس پر بھی جرمن قبضہ ہو جائے تو برطانیہ کی تھوڑی بہت ناکہ بندی کر سکنے کا امکان ہے۔ شمالی فرانس پر جرمن قبضہ ہو جائے تو جرمنی کی قوت بڑھ تو جائے گی اگرچہ حکومت کی ہار نہیں ہو سکتی۔ ایک تو یہ کہ بحر اٹلانٹک تو برطانیہ کے لئے کھلا ہی رہے گا اور بحری قوت کی زیادتی کے باعث سامان پہنچتا ہی رہے گا۔ جرمن بحری فوج کم تھی بھی اور اسے نقصان پہنچ بھی چکا ہے۔ نارو ے میں سرکاری فتح کے آثار نظر آ رہے ہیں بلجیم اور فرانس میں سیڈان کے قریب زبردست لڑائی ہو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوگا یہ نہیں کہا جا سکتا اتنی بڑی لڑائی شائد تاریخ میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ دشمن کی جو فوج چھتریوں کے ذریعے اُترتے ہیں اُن میں سے آدھے تو فوراً ہی قتل ہو جاتے ہیں اور باقی لڑائی میں مصروف رہتے ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ انگلستان اور فرانس میں بھی ایسی ہوائی فوج اتاری جائے گی۔ لیکن دشمن کی کامیابی ناممکن سی ہے کیونکہ ان ملکوں میں جرمن پنجم کالم کا بہت کم اثر ہے وہاں کا پُرانا انتظام پختہ ہے اور نیا انتظام ابھی سے کیا جا رہا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس طرح حملہ کرنے سے ان کو زیادہ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ ہالینڈ اور بلجیم پر جو حملہ ہوا ہے وہ امریکہ کو سخت ناگوار گزرا ہے۔ اُمید ہے کہ کچھ ہی دنوں میں ریاستہائے متحدہ امریکہ بھی میدانوں میں آ جائے اگر اٹلی لڑائی میں کودا تو امریکا کا لڑائی میں شامل ہونا ضروری ہو جائیگا۔ اسپین ہے تو اٹلی کا دوست لیکن اپنی خانہ جنگی کے سبب اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ اس کا اس لڑائی میں آنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ بحر روم میں اتحادیوں کی بحری طاقت اتنی زبردست ہے کہ اٹلی کی فوج کا اسپین تک پہنچنا مشکل ہوگا۔ جب تک جبرالٹر اور سویز پر انگریزی قبضہ ہے تب تک اٹلی بحر روم کے آگے بڑھ کر اپنی بحری فوج کے ذریعے کچھ نہ کر سکے گا۔ سویز پر تو اٹلی کا اقتدار ہو نہیں سکتا اور جبرالٹر پر جب تک اسپین بھی لڑائی میں نہ شامل ہو تب تک ان کا کوئی کچھ نہیں کر سکتا اگر اسپین لڑنا بھی چاہے تو اپنی گذشتہ خانہ جنگی کے باعث کمزوری کی وجہ سے برطانیہ اور فرانس کا مقابلہ کرنا اس کے لئے مشکل ہے اتحادیوں کی مقامی بحری فوج کی مضبوطی کے باعث اٹلی اسپین کی زیادہ مدد نہیں کر سکتا۔

ادھر اٹلی کا یہ حال ہے کہ اس کے پاس ہوائی طاقت تو کافی ہے لیکن اسکے ہوائی جہاز اور اوّل درجے کی لڑائی کے لئے بیکار ہیں۔ بحری فوج میں اس کے پاس سو غوطہ خور کشتیاں ہیں لیکن وہ بحر روم کے باہر نہیں جا سکتیں۔ اٹلی کی ساری سمندری تجارت بند ہو جائے گی اور اس کا افریقہ سے قریب قریب تعلق

شاہ جارج ششم نارد ست ڈوٹے ہوئے سپاہیوں کو انکی بہادری کے صلے میں تمغے لگا رہے ہیں

ختم سا ہو جائیگا حبش جو اس نے سال میں فتح کیا تھا اس پر بھی اس کے اقتدار کو ٹھیس لگے گی اور لیبیا میں فرنچ اقتدار بڑھے گا فرانس کا کچھ حصہ اٹلی سے ملتا ہے وہاں پر بحری لڑائی کا امکان ہے لیکن اطالوی فوج فوج کے مقابلے میں کمزور ہے اور پرائے ملک میں آکر اتنی دور سے جرمن فوج ان کی مدد نہ کرسکے گی۔ اٹلی یوگوسلاویہ لینا چاہے گا تو روس کے کھڑے ہو جانے کا امکان ہے ادھر یورپ کی رائے لڑائی کے خلاف ہونے سے رومن کیتھولک اطالویوں کی لڑائی کی طرف سے سرد مہری قدرتی ہے۔ چنانچہ ایسی حالت میں صرف فاشسٹوں کی مدد سے سائنور مسولینی کو لڑنا پڑے گا۔ ایسی حالت میں اسکی پوری طاقت نہ صرف کرسکے گا اور فتح مشکل ہوگی۔ ان سب وجوہ سے اٹلی کو لڑنا نہ چاہئے۔ لیکن مسولینی صاحب ابھی غیر جانبدار معلوم ہوتے ہیں۔ دیکھنا چاہئے کہ کیا ہوتا ہے معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ اس لڑائی میں مسولینی کا اقتدار ختم ہوکر شاہ اٹلی سابق اقتدار پھر قائم ہو جائے تو تعجب نہیں۔ ان کی حقیقی ہمدردی اتحادیوں کی طرف ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بلقانی قومیں ابھی لڑائی میں نہ گھسٹ جائینگی۔ سوئٹزرلینڈ کو بھی حملے کا خطرہ ہے۔ کیونکہ اس کے بینکوں میں سائنور مسولینی اور بڑے بڑے جرمن افسروں کا بہت سا روپیہ جمع ہے۔ اس لئے اس پر کوئی مصیبت آتی نہیں نظر آتی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ روپیہ درحقیقت جمع نہیں ہے بلکہ اس کا شبہ کیا جاتا ہے۔ ان سب باتوں کا خیال کرکے ابھی ان ملکوں تک لڑائی پہنچتی نہیں نظر آتی۔ اگر امریکہ بھی لڑائی میں آجائے تو اتحادیوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ کم از کم بظاہر تو وہ پوری امداد کرے ہی گا۔ صدر امریکہ کا حال کا بجٹ اتحادیوں کے بہت موافق ہے اگرچہ اس وقت جرمنی کی گوٹی چیت پڑی ہے تاہم آگے چل کر اس کی ہار دیکھنے میں آئیگی یہ طے شدہ بات ہے روس اتحادیوں کے خلاف لڑائی میں شامل ہوتا نہیں نظر آتا امریکہ کی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے بھی جرمنی کے خلاف رائے ظاہر کی ہے۔

ادھر چین نے جاپان کو زبردست شکست دی ہے۔ ایسی خبر آئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہالینڈ کی شکست سے ڈچ ایسٹ انڈیز (جاوا، سماترا، بورنیو اور سیلے بیز) کا سوال اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ پہلے تو جاپان کی طرف سے گڑبڑی کا احتمال تھا لیکن اب امن و سکون معلوم ہوتا ہے۔ امریکہ جاپان کو اس پر قبضہ نہ کرنے دے گا۔ اتحادی غیر جانبداری کے باوجود رہیں گے۔

بلجیم میں مورچوں پر ہوائی جہاز شکن برٹش توپ کا سپہ سالار معائنہ فرما رہے ہیں۔

رہیں گی ڈچوں ہی کی طرف۔ جاپان چین میں ایسا پھنسا ہوا ہے کہ نہ وہاں جیت ہوتی ہے نہ ہار۔ اُس کی دولت بے حد خرچ ہو رہی ہے نہیں کہا جا سکتا کہ کب تک وہ اپنی دولت برباد کرتا رہے گا۔ دولت کی کمی کے سبب جاپان شائد آجکل کسی نئی لڑائی میں نہ پڑے۔ بلکہ ممکن ہے چین ہی سے کسی طرح صلح کرے۔

ہندوستان میں سیاسی سوال بدستور موجود ہے۔ کوئی فیصلہ ہوتا نہیں نظر آتا۔ آج کل برطانیہ میں نئی وزارت بننے سے لارڈ زیٹلینڈ کی جگہ مسٹر ایمرے وزیر ہند ہوئے ہیں۔ یوں تو وزیر موصوف رجعت پسند طبقے کے لیکن ہندوستان کے سلسلے میں اُن کے خیالات وسیع ہیں یہ کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ شائد ہندوستان کا مسئلہ حل کرنے کی ایک اور کوشش ہو۔

(۲۰ مئی ۱۹۴۰ء)

ابھی تک ہم دیکھتے آئے ہیں کہ جرمنی ہالینڈ کا قریب قریب کل حصہ سوا زیٹلینڈ کے جیت چکا تھا۔ اب زیٹلینڈ پر بھی اُس کا قبضہ ہو گیا ہے اور بچے ہوئے ڈچ سپاہی اتحادیوں سے مل کر دشمن سے لڑائی کر رہے ہیں۔ بلجیم کے تین بڑے بڑے قلعوں نامور، لیج اور اینٹ ورپ میں سے آخری گر چکا ہے اور بقیہ دو قلعوں پر اب بھی مقابلہ ہو رہا ہے۔ اس قلعہ کی لڑائی کی اہمیت موقعہ پر معلوم ہو سکتی ہے۔ لیکن اِس وقت بہت تھوڑی نظر آتی ہے۔ بلجیم اور شمال مشرقی فرانس میں اتحادی اور بلجیین فوجیں جنوب سے شمال تک لگی ہوئی تھیں۔ ان کی لمبائی شروع بلجیم سے سمندر تک تھی۔ اُمید تھی کہ اِس طویل مورچے پر پوری لڑائی ہوگی لیکن جرمنی نے تقریباً ۳۰ میل لمبے مورچے کو اپنے خوفناک ہوائی جہازوں اور ٹینکوں کی مدد سے اسے توڑ ڈالا۔ آگے بڑھکر اُنھوں نے میگنو لائن کے شمال میں جو سمندر تک دوسری قسم کے قلعے بنے ہوئے اُن میں سے اپنے سامنے والے کچھ قلعوں کو جرمنی نے توڑ دیا۔ فرنچ فوج کو اتنی جلدی کا خیال نہیں تھا لہذا اُس نے اُس طرف ندیوں کے پُل نہیں توڑے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ مذکورہ لمبے مورچے پر مہینے دو مہینے تو لڑائی ہوتی رہے گی۔ اور ادھر جرمنوں نے تیزی سے پُلوں کی مدد سے ندیاں پار کر کے شمال مشرقی فرانس میں اپنی فوج اُتار دی۔ اُس طرف اتحادیوں کی کافی فوج پہلے سے نہ تھی۔ لہذا جب تک یہ لوگ اُدھر اپنے ساز و سامان کے ساتھ پہونچیں تب تک جرمن فوج کئی میل آگے بڑھ کر فرانس کے دارالسلطنت پیرس کے ستر پچھتر میل قریب تک پہنچ گیا۔ اُدھر دوسری جرمن فوج نے شمالی فرانس میں بڑھ کر اُسے سمندر کے کنارے تک اپنے قبضے میں کرنے کی کوشش کی اُس طرف کافی فرنچ فوج کے نہ ہونے سے کچھ جرمن ٹینک غیر محفوظ فرنچ قصبوں کو دھمکانے لگے ہیں۔

اتنے میں مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ

زہریلی گیسوں سے بچنے کے لئے بکتر پہنے ہوئے ایک برطانی سپاہی۔

سرزمین فرانس پر اترتی ہوئی برطانی فوج کا ایک منظر۔

پیرس پہنچے اور وہاں کی وزارت سے مشورہ کرکے فرنچ سپہ سالار جنرل گیملن اپنے عہدے سے ہٹے اور مسٹر ویگا سپہ سالار بنائے گئے۔ سنہ ۱۹۱۴ء کی لڑائی میں فتح حاصل کرنے والے فرنچ سپہ سالار جنرل فوش مرتے وقت یہ وصیت کر گئے تھے کہ اگر کبھی فرانس خطرہ میں ہو تو مسٹر ویگا ہی پر جنگ کی ذمہ داری ڈالی جائے یہ آج تک کسی لڑائی میں ہارے نہیں ہیں۔ آپ فوراً میدان جنگ میں پہنچ کر انتظام کرنے لگے ہیں اور اب لڑائی کا رنگ بدلتا ہوا نظر آنے لگا ہے۔ جو جرمن فوج دور تک فرانس میں داخل ہو گئی ہے اُس میں اتنی کمزوری بھی آ گئی ہے کہ اگر اتحادی ڈٹ کر سامنے سے مقابلہ کرنے کے علاوہ اس کے دونوں بازوؤں پر سخت حملہ کر دیں تو تین طرف کا حملہ برداشت نہ کرکے شائد یہ جرمن فوج ہار جائے۔ اب یہی کوشش ہو رہی ہے سامنے تو فرنچ فوج پہنچ ہی چکی ہے۔ جنوب اور شمال سے بھی حملہ ہونے لگا ہے۔ جنوب سے فرنچ فوج کا اور شمال میں انگریزوں کا۔ ادھر برطانی ہوائی فوج نے کئی جرمن پٹرول کے ٹینکوں پر بم برسا کر انہیں تباہ کر دیا۔ آج کل جرمنی میں جتنا پٹرول آتا ہے اُس کا دُگنا خرچ ہو رہا ہے۔ برطانیہ میں ایک ہی دن میں ایسا قانون بن گیا ہے کہ حکومت جس کی ذات یا جائداد سے لڑائی میں کام لے سکتی ہے۔ آزادی کی ایسی ہی قیمت ہوتی ہے۔ وزیر اعظم فرانس نے کہا ہے کہ اگر ایک ماہ تک بھی لڑائی میں شکست نہ ہوئی اور لڑائی کی رفتار یہی رہی تو ہمیں ۹۵ فی صدی جیت کی امید ہے۔ فرانس اور برطانیہ جان توڑ کر کوشش کر رہے ہیں۔ آج ایک شہر جیتنے کی خبر آئی ہے۔ لڑائی کا رخ پلٹتا نظر آتا ہے۔ جرمنی کی ابتدائی جیت کا جھونکا شائد اب اتحادیوں نے سنبھال لیا ہے۔ بڑا برا وقت آ گیا تھا مگر خیر ہو گئی۔ بلجیم کی حکومت ابھی شمال مغربی حصے میں موجود ہے۔ اور امیدیں بندھ چلی ہیں۔

RURAL DEVELOPMENT U.P.

ہمارے صوبے میں گاؤں سدھار

اپریل سنہ ۱۹۴۲ء کے کام کی تفصیل

اس ماہ سارے صوبے میں ربیع فصلوں کے سلسلے کی کارروائیاں تیزی سے جاری رہیں دیہات کے بیشتر باشندے ربیع کی فصلیں جمع کرنے اور کہیں کہیں پر ایکھ کی بوائی میں لگے رہے۔ اسلئے کارکنان گاؤں سدھار نے زراعت سے تعلق رکھنے والی ضروری اسکیموں پر خاص توجہ رکھی۔ وہ اسکیمیں یہ تھیں۔ کسانوں سے یہ اصرار کرنا کہ وہ اصلاح شدہ قسم کی فصلوں کو دیسی فصلوں سے الگ رکھ کر دنوائی کریں تاکہ اصلاح شدہ بیج کا خالص پن برقرار رہے ترقی دادہ آلات کا مظاہرہ کرنا، زندگی سدھار سوسائٹیوں کے ذریعے بیج ادھار لینے والوں سے سوائی وصول کرنا، میشن ہل کے ذریعے گرمی میں جوتائی کرنے کے لئے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور کسانوں سے سوکھی تیلیاں اور گاؤں کے کوڑے کرکٹ سے کمپوسٹ کھاد تیار کرنے کے لئے درخواست کرنا۔

ان زراعتی کارروائیوں کے ساتھ ہی ساتھ جلسوں اور کانفرنس کا اہتمام کرکے زندگی سدھار سوسائٹیوں کی بنیاد مضبوط کرنے اور ممبری کا چندہ جمع کرکے اور سوسائٹیوں کی ورکنگ کمیٹی کو پھیلنے والی بیماریوں کی روک تھام، سماجی اخراجات کی کمی، گھروں کو نمونے کے مطابق بنوانے اور گاؤں والوں کے لئے پنچایت گھر، کنوئیں وغیرہ بنانے میں حصہ لینے کی تعلیم دیگر زندگی سدھار سوسائٹیوں کی مالی حالت درست کرنے کی خاص طور سے کوشش کی گئی۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل اطمینان ہے کہ ضلع مظفر نگر کے کھیری سندیاں نامی گاؤں کے رہنے والوں نے پنچایت گھر بنانے کے لئے ۳۰۰ روپیہ نقد چندہ دیا۔ تحصیل بانس گاؤں کی زندگی سدھار سوسائٹیوں نے کنوں اور پنچایت گھروں کی مرمت کے لئے

اس سال پانے والا جبگ شیلڈ۔ دیڑا گاؤں (اعظم گڈھ) مسٹر تیبیٹ کلکٹر بیچ میں بیٹھے ہیں۔

گاؤں سدھار مرکز گبھانا (ضلع علیگڈھ) کے اسکاؤٹوں کی ایک ٹکڑی

سرنیدھی (ضلع آگرہ) کے پنچایت گھر کے افتتاح کے موقع پر ہونے والے جلسے کا ایک منظر

گورکھپور کے کمشنر مسٹر راس ایک پنچایت گھر کا سنگ بنیاد رکھ رہے ہیں۔

ہز ایکسیلنسی گورنر بہادر کا پرتاب گڈھ کے دورے کے موقع پر لیا گیا فوٹو

ضلع گاؤں سُدھار ایسوسی ایشن، آگرہ کی طرف سے کھلنے والے مدرس بالغان اسکاؤٹ ماسٹر ٹریننگ کیمپ میں ٹریننگ پائے ہوئے ماسٹروں کی گروپ فوٹو

۱۴۰۰ روپئے نقد دیئے۔ خود اختیاری کے یہ بہترین نمونے ہیں۔

کئی اضلاع نے زراعت اور صنعت و حرفت کی نمائشیں کیں۔ ان میں دہرہ دون میں رام نومی کے میلے کی نمائش اور گاؤں سدھار کورٹ ضلع ایٹہ کے ساروتھ میلے کی گاؤں سدھار نمائش، مین پوری، مراد آباد (راجہ کا سہسپور) پیلی بھیت (کالی نگر) بجنور، گڑھوال، (کرن پریاگ) اور گونڈہ کی ضلع نمائش خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ مراد آباد کی نمائش کا افتتاح افسر صاحب محکمہ گاؤں سدھار نے کیا اور بجنور کی نمائش کا افتتاح کمشنر صاحب قسمت روہیلکھنڈ نے کیا۔ یہ اطلاع ملی ہے کہ یہ نمائشیں بہت مقبول ہوئیں اور گاؤں کے ہزاروں باشندے انھیں دیکھنے کے لئے دور سے آتے تھے۔ زرعتی اور صنعتی نیز مویشیوں کی نمائشوں کے علاوہ بہت سی نمائشوں میں اسکاؤٹ ریلی اور ٹورنامنٹ ہوئے۔ گاؤں سدھار کی نوٹنکیوں اور بھجن کے ذریعے لوگوں کو محظوظ کیا گیا اور گاؤں سدھار کے متعلق متعدد موضوعات پر تقریریں کرائی گئیں۔ تحریک کے خیالات لوگوں تک پہنچانے اور برداشت کرنے میں یہ نمائشیں بہت مددگار ثابت ہوئی ہیں۔ سرما کا پورا موسم گویا نمائشوں کا موسم تھا اور ان چار پانچ مہینے میں دیہات سدھار کے کارکن گئے اور وہاں بیداری پیدا کی۔ یہ قدرتی طور پر دیہاتی زندگی کی سستی دور کر دیتا ہے اور گاؤں کی از سر نو زندگی اور ترقی کا بہت بڑا مددگار ہے۔

ایک ڈویژنل اسکاؤٹ ریلی فیض آباد میں قائم کی گئی جس میں گاؤں کی اسکاؤٹ ٹروپوں، اسکاؤٹ آرگنائزروں اور بہت بڑی تعداد میں گرل گائڈوں نے حصہ لیا۔ ایک دوسرا بڑا اسکاؤٹ کیمپ سروتھ میلے کے موقعہ پر ضلع ایٹہ میں قائم کیا گیا۔ محکمہ کے اسکاؤٹ آرگنائزروں نے اس ماہ ضلع کے ہیڈ کوارٹروں میں بالغوں کے مدسوں کے استادوں کو تعلیم دینے کے لئے اس خیال سے کلاس کھولے گئے کہ یہ استاد تعلیم پانے پر دیہاتوں میں ٹروپ لیڈروں اور آرگنائزروں کا کام کریں گے۔

استادوں کو مذکورہ کلاسوں میں بلا لینے کے باعث کئی اضلاع کے بالغوں کے اسکول اس وقت تک کے لئے ملتوی کر دیئے گئے جب تک استادوں کو ٹریننگ ملتی رہیگی۔

کچھ گاؤں سدھار مرکزوں میں پھیلنے والی بیماریاں پھیل جانے سے عوام کی تندرستی میں فرق آگیا۔ بلیا میں پلیگ کی بہت کچھ روک تھام ہوگئی لیکن چیچک پانچ حلقوں میں زوروں پر تھی جونپور کے دو مرکزوں میں بھی پلیگ کا اثر ہوا۔ ایسے رقبوں میں کارکنان گاؤں سدھار نے دوا اور روک تھام کا انتظام کر دیا۔ ضلع پیلی بھیت اور دیگر اضلاع میں جہاں کے مقامی حکام کو یہ خوف تھا کہ ہیضہ پھیل جائیگا۔ ہیضے کے ٹیکے کافی تعداد میں لوگوں کو دیئے گئے۔

کئی ضلعوں میں مویشیوں میں منہ پکا کھر پکا پھیل گیا۔ لیکن ویٹرنری سرجنوں اور انکے اسسٹنٹوں کی مدد سے یہ فوراً رک گیا۔ ضلع متھرا نے ہفتہ تحفظ مویشیان منایا گیا جس میں مویشی بدھیا کئے گئے اور مریض مویشیوں کے علاج کے لئے دوائیں تقسیم کی گئیں۔

ذیل میں ہم اس ماہ گاؤں سدھار کے ہوئے ہوئے کاموں کے اعداد دے رہے ہیں۔

اپریل سنہ ۱۹۴۰ء میں یو۔پی کی مختلف کمشنریوں میں گاؤں سدھار کے ہونے والے کاموں کی تفصیل

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
۱۔ تنظیم											
زندگی سدھار سوسائٹیاں											
(الف) جو قائم ہوئیں	۱۰	۲۲	۸	۱۲	۲۱	۴۲	۱۸	۵۱	۸	۶۳	۲۵۵
(ب) جو رجسٹر ہوئیں	۷	۱۰	۳	۱۱	۲۲	۱۵	۴	۴۲	۴	۲۰	۱۳۶
زندگی سدھار یونین قائم ہوئے	..	۳	..	..	۲	..	..	۱	۱	۴	۱۱
فرزندگی کی سوسائٹیاں قائم ہوئیں	..	..	۲	..	..	..	..	..	..	۳	۵
فراہمی " " "	..	..	..	..	..	۲	..	—	..	..	۲
قرضہ سوسائٹیاں رجسٹرڈ ہوئیں	..	..	..	..	..	..	۱	..	..	..	۱
دیگر سوسائٹیاں جو قائم ہوئیں	..	..	۶	..	۲	..	۱	۱۲	۳	—	۲۴
۲۔ زراعت											
کھاد کے گڑھے کھودے گئے	۱۰۱	۱۹۲	۱۳۳	۱۸۸	۷۰۹	۲۲۶	۱۷۰	۴۱	۱۷۱	۸۱۱	۲۹۴۰
پیشاب جمع کرنے کے گڑھے کھودے گئے	۵۷	۲۷	۱۸۱	۲۱۰	۴۰۸	۱۵۵	۳۵۶	۵	۸۲	۵۷۰	۲۰۵۷
آبپاشی کے لئے کنوئیں بوریا درست ہوئے	۱۶	۲۱	..	۲۰	۳۷	۱۶	۸	۲۶	۲	۶۵	۲۱۱
آبپاشی کے لئے کنوئیں کھودے گئے	۵	۸	۱	۷	..	۶	۱	۱۹	۱	۲۳	۷۱
تالاب یا بندھیاں بنے	۷	۱	۱	۱	۵	۱	۱۵۳	..	..	۱	۱۷۰
نئے آلات جو گاؤں میں جاری ہوئے	۱۷۲	۱۴	۲۲۱	۲۹	۴۸	۸	۹۹	۱	۱۶	۶۳	۷۰۹
عمدہ نسل کے سانڈ دیئے گئے	۱	۲۷۹	۲	۶	۲۳	۳	۱	..	۶	۱۳	۳۳۴
عمدہ نسل کے مویشی دیئے گئے	۳۱	..	۱۸۹	۱۹۱	۱۵۹	۵۰	۲۱۳	..	..	۵	۸۵۳
بیل آختہ کئے گئے	۷۵	۱۹۹	۵۷	۱۵۲	۳۰	۷۳	۵۶	۲	۱۶	۲۵۳	۱۹۳
بیمار جانوروں کا علاج ہوا	۳۹۹	۴۱۴	۱۹۲	۱۸۲۲	۱۵۱	۱۹۱	۱۲۷۱	۱۱۰	۹۶۵	۷۱۸	۵۹۰۳
مظاہرے ہوئے	۳۷	۱۳	۹۲	۲۳	۹۱	۴۱	۱	..	۴۷	۱۰	۳۵۵
نرسریاں قائم ہوئیں	۱	۲	..	۱	..	..	..	۴	۱	۶	۱۵
پھلوں کے پودے لگائے گئے	..	..	۱۱۲	..	۲	۱۱	۱۷	۳۳	۴۹	۲۵۸	۴۸۲
جس زمین میں پھلوں کی کاشت ہوئی (ایکڑوں میں)	..	۱۵	۳۰	..	..	۳	۲	..	۲	۲	۵۴
ایندھن کے درخت لگائے گئے (ایکڑوں میں)	۷	۳۳	۳	..	..	۵	..	..	۱	..	۴۹
اصلاح شدہ بیج جو دئے گئے (ایکڑوں میں)	۱۳	..	۱۵۱	..	۲۸۵	..	..	..	۱۲۸	۱۸۴	۷۶۱
ایکھ کے بیج دیئے گئے (منوں میں)	۴۴۹۶	۳۲	۴۱۸۷	۵۱۳	۱۱۴۸	۳۵۷	۱۱۸۰	۴	۱۳۲۵	۱۰۴۹۹	۲۲۶۶۴
۳۔ صحت عامہ											
جاذب گڑھے بنائے گئے	۳۶	۱۱۵	۸۲	۴۴۸	۱۸۳	۱۳۴	۲۵۸	۳۲	۲۰۳	۹۱۳	۲۱۰۵
روشندان بنے	۱۹۷	۲۰۵	۱۲۹	۱۸۹	۹۲	۱۰۰	۲۸۰	..	۱۱۷	۶۰۶	۲۳۱۵
کنوئیں صاف کئے گئے	۱۹	۳۹	۱۰۴	۴۷	۴۳۰	۱۱	۲۶	۲۰۶	۲۳	۴۲	۵۵۴
عام غسلخانے اور گھیرے	۹	۲۷	۱۳	۱۱	۳۶	۱۲	۳	۷	۴	..	۱۲۲
نالیاں بنیں (گزوں میں)	۷۸۳	۱۵۰	۱۳۰	۶۰	۴۹۲	۲۰	۲۴	۲۲۰	۴	۷۹۴	۲۶۴۸
سور باڑے آبادی سے دور کئے گئے	..	۱	۱۸۶	۲۵	۴۱۶	۷	۳	..	۴۳	۹۳	۳۴۳

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کماؤں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
گھور صاف کئے گئے	۳۰۰	۳۷۴	۳۲۸	۹۷۹	۲۲۳۹	۲۲۵	۲۲۸	۱۰۵	۶۲۳	۲۳۲۳	۸۰۶۴
پاخانے بنائے گئے	۳	۰	۶	۰	۱	۹	۰	۱۱۸	۱۲	۶۰	۲۰۹
پیشاب خانے بنائے گئے	۱	۱۴	۲	۰	۱	۱۰	۶	۶۱	-	۶۱	۱۵۶
کھنڈر برابر کئے گئے	۲۵	۲۶	۴۵	۶۴	۱۵۲	۳۷	۲۴	۶	۳	۷۳	۴۵۶
گڑھے بھرے گئے	۲۱	۱۴	۸۳	۲۴	۱۰۷	۵۷	۸۰	۲	۱۱	۱۶۷	۵۶۶
راستے صاف کئے گئے	۱۰۸	۱۷۷	۲۱۶	۱۸۱	۵۱۲	۳۵۲	۹۵	۷۹	۱۴۴	۳۶۸	۲۲۳۳
گاؤں صاف کئے گئے	۱۰۷	۹۲	۸۸	۱۹۴	۱۱۶۱	۱۸۳	۳۵۰	۱۰۱	۱۸۰	۲۲۶	۲۶۹۲
دوا کے بکس رکھے گئے	۲	۲۸	۷۶	۲۳	۲۲	۲۰	۱۰	۱۶	۷	۳۰	۲۲۴
بیماروں کا علاج ہوا	۶۶۰۶	۹۹۶۴	۶۴۹۰	۱۲۳۴۵	۱۲	۴۴۰۲	۱۲۵۲۲	۲۹۸۸	۱۲۵۳	۱۳۶۹۲	۹۴۲۹۸
ٹیکے لگے	۲۴۴	۲۳۰	۴۶۱	۷۱۸	۵۱۶۸	۲۸۴۳	۳۲۴	۲۴۴	۱۹۴۴	۳۱۳۴	۱۵۰۲۰
دائیوں کو تعلیم دی گئی	۱۰	۱۶	۱۹	۳۱	۱۷	۱۰	۲۳	۲	۱۱	۵۹	۲۱۸
فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی	۴۵	۶۹	۳۵	۸۹	۵۵	۲۸	۶۹	۰	۶	۶۹	۴۶۵
زچہ بچہ گھر کھولے گئے	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۲
۴-اشاعت اور تعلیم											
جلسے ہوئے	۲۵۷	۲۱۸	۴۴۳	۳۶۳	۷۱۸	۳۷۰	۳۸۲	۱۶۲	۶۷۷	۱۰۵۴	۴۶۴۴
نمائشیں ہوئیں	۲	۱۲	۳	۶	۲	۰	۲	۲	۱	۱	۳۱
ناٹک ہوئے	۱۱	۳	۳۷	۱۰	۱۶	۷	۳۰	۱۶	۳	۲	۱۳۵
بھجن منڈلیاں بنائی گئیں	۴	۳۳	۲۶	۶	۲۶	۱۰	۱۸	۵	۲	۳۶	۱۶۶
کتب خانے جاری کئے گئے	۸	۱۰	۶	۷	۵	۲	۶	۳	۰	۹	۵۶
کلب قائم کئے گئے	۱۱	۱۵	۱۰	۳۳	۲۴	۱۱	۷	۲	۸۹	۱۰	۲۱۲
(و) اسکول بالغوں کے لئے	۵	۵۲	۱۹	۲۶	۰	۰	۴۴	۴۸	۲	۵۰	۲۴۶
(ب) اسکول لڑکیوں کے لئے	۰	۳۳	۵	۵	۱	۲	۳	۲	۰	۷۱	۱۲۲
سیوا دل بنائے گئے	۴	۲۵	۱۶	۳	۱۱	۲۳	۲۸	۷	۴	۱۸	۱۳۹
اسکاؤٹوں اور گرام سیوکوں کو تعلیم دی گئی	۳۶	۳۴۳	۸۸	۱۱۹	۳۴	۷	۲۹	۲۹	۳۷	۹۸	۸۲۲
ریڈیو سیٹ لگائے گئے	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۵	۲	۷
کھیل اور ٹورنامنٹ ہوئے	۱۱	۵	۱۹	۲۱	۱۶	۳	۴۷	۳	۲	۵	۱۳۲
۵-متفرق کام											
پنچایت گھر بنائے گئے	۰	۴	۳	۲	۸	۳	۷	۴	۴	۷	۴۲
نمونے کے گھر بنائے گئے	۶	-	۲۳	۴	۱۰	۲	۱	۳۸	۱۸	۱۴	۱۱۶
صنعت وحرفت کی تعلیم دی گئی	۱۰۳	۶۲	۵۳	۴	۱۸	۹	۱۵۶	۸	۴۴	۱۳۸	۶۷۹
آلات دستکاری جاری کئے گئے	۲	۲	۹۱	۶۵	۲۶	۴	۳	۹	۰	۲	۲۰۴

ہندوستان کا آئینی جمود

جرمنی کے ہالینڈ اور بلجیم پر خوفناک حملہ کر دینے سے ہندوستان میں اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ ہندوستان میں جو آئینی جمود پیدا ہو گیا ہے وہ جلد سے جلد ٹل جائے تاکہ ہندوستان پوری طاقت کے ساتھ اس جنگ میں حصہ لے سکے۔ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ ہندوستان کی کسی بھی سیاسی جماعت کی ہمدردی نازی جرمنی کے ساتھ نہیں ہے۔ جو لوگ انگریزی حکومت کو بہت برا بتاتے ہیں وہ بھی یہ نہیں چاہتے کہ انگریز لڑ کر کمزور ہو جائیں اور جرمن دنیا پر حاوی ہوں۔ خود بابو راجندر پرشاد نے جو کانگریس کے ایک خاص لیڈر ہیں فرمایا ہے "اس میں شک نہیں کہ انگلینڈ کے خلاف ہمیں شکایت ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ انگلینڈ نے ہندوستان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ مناسب نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی محسوس کرتا ہوں کہ انگلینڈ نادرشاہی حکومتوں کے مقابلے میں کہیں بہتر ہے۔ میں ہمیشہ یہ چاہتا ہوں کہ اس لڑائی میں انگلینڈ اور فرانس فتح یاب ہوں"۔

گذشتہ ۱۰ مئی کو ٹائمس آف انڈیا بمبئی کے نمائندے نے مہاتما گاندھی سے ملاقات کی اور ان سے اس بات کی درخواست کی کہ وہ آئینی جمود کو ختم کرنے کے لئے ایک بار اور کوشش کریں۔ ٹائمس کے نمائندے نے مہاتما جی سے پوچھا کہ "اگر وائسرائے یہ اعلان کر دیں کہ وہ چنے ہوئے انگریزوں اور ہندوستانیوں کی ایک کانفرنس طلب کریں گے اور وہ یہ بھی مان لیں کہ یہ کانفرنس ہندوستان میں جلد سے جلد آزادی کے قیام کے بارے میں غور کرنے کے لئے منعقد ہوگی تو کیا آپ وائسرائے کی ایسی دعوت کو قبول فرمائیں گے؟" مہاتما گاندھی نے اس کا جواب دیا "بیشک میں اس کو منظور کر لوں گا۔ ابتدائی حالت میں یہ ضروری ہے کہ منتخب انگریز اور منتخب ہندوستانی اپنے اختلافات کے سلسلے میں غور کرنے کے لئے ملیں لیکن ہندوستان کے بارے میں جو آئین مرتب ہو اس میں صرف ہندوستانیوں ہی کا ہاتھ ہونا چاہئے"۔

مہاتما جی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ وائسرائے صرف یہ اعلان کر دیں کہ ہندوستان کو کیسا آئین چاہئے اس کا فیصلہ وہ خود اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعے کریں۔ میں اس قسم کی تجویز منظور کر سکتا ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس کے لئے ابھی فضا موافق نہیں ہے۔ مہاتما گاندھی نے یہ بھی فرمایا کہ اگر حکومت برطانیہ نیک نیتی سے ایسی کانفرنس بلائے تب بھی وہ کانگریس کو وزارتیں کرنے کی رائے اس وقت تک نہ دیں گے جب تک ہندو مسلمانوں کا کوئی سمجھوتہ نہ ہو جائے۔

آئینی جمود ختم کرنے کے لئے شری گوسوامی اور سر چمن لال نے بھی ایک مشترکہ بیان شائع کیا ہے۔ اس بیان میں ان لوگوں نے کہا ہے کہ ہندوستان اور دنیا کی حالت میں اس وقت ایک مشکل مسئلہ پیش آ گیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ سیاسی رکاوٹ جلد ہی دور ہو جائے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی اس قسم کی کوششیں جاری ہیں کہ کانگریس اور حکومت برطانیہ کے درمیان کوئی سمجھوتہ ہو جائے تاکہ ہندوستان بھی اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کے قابل ہو سکے۔

آزاد مسلم کانفرنس

گذشتہ ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ اپریل کو دہلی میں سابق وزیر اعظم سندھ خان بہادر اللہ بخش کی صدارت میں جو آزاد مسلم کانفرنس ہوئی وہ کئی لحاظ سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس کانفرنس میں یہ بات صاف ظاہر ہو گئی کہ ہندوستان کے بیشتر مسلمان مسلم لیگ کے ساتھ نہیں ہیں۔ یہ کانفرنس مسلم لیگ کی پاکستان اسکیم سے اپنی مخالفت اور بے اطمینانی ظاہر کرنے کے لئے ہوئی تھی۔ اس میں ہندوستان کے کونے کونے سے مسلمان نمائندے جمع ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں حصہ لینے والے مسلمانوں کی تعداد ۵۰ ہزار سے زیادہ تھی اور دہلی کی تاریخ میں یہ ایک بے مثال واقعہ تھا۔ خان بہادر اللہ بخش صاحب نے اپنے خطبۂ صدارت میں پاکستانی اسکیم کی مخالفت کی ہے اور اس کو احمقانہ تجویز کہا ہے۔ موصوف نے مسلم لیگ کے اس دعوے کی سخت مخالفت کی کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کانگریس یہ دعویٰ کرے کہ وہ ایک سیاسی نمائندہ جماعت ہے تو یہ دعویٰ سمجھ میں آ سکتا ہے کیونکہ سات آٹھ صوبوں میں کانگریس کی اکثریت رہی ہے۔ لیکن مسلم لیگ صرف جلسے کر کے نمائندہ جماعت ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ اس دعوے کا امتحان انتخاب میں ہو سکتا ہے اگر وہ لاہور والی پاکستان کی اسکیم کو لیکر لڑا جائے۔

خان بہادر صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ممکن ہے پہلے مسلم لیگ کا کچھ اثر رہا ہو لیکن اس ناقابل عمل اسکیم کو سامنے رکھکر اس نے اس اثر کو کافی صدمہ پہنچایا ہے اور اس کی قلعی کھل گئی ہے۔ خان بہادر صاحب نے ناقابل تردید دلائل کے ذریعے اپنی تقریر سے یہ ثابت کر دیا کہ پاکستانی اسکیم پاگل پن ہے اور اس سے کسی ہندو یا کسی مسلمان کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

اس کانفرنس میں جو تجویزیں پاس ہوئیں ان سے بھی آزاد مسلم کانفرنس کی دور اندیشی اور اس کی قومی محبت کا ثبوت

ملتا ہے۔ تیسری تجویز سے کانفرنس نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ہندوستان ایک اور ناقابل تقسیم ہے اور اپنے سبھی باشندوں کا بلا اختلاف مذہب و ملت گھر ہے اور اس کے تمام باشندے اس کے مالک ہیں ہندوستان کا کونہ کونہ مسلمانوں کا گھر ہے قومی نقطہ نظر سے ہر ایک مسلمان ہندوستانی ہے اسی لئے ملک کی آزادی کی کوشش کرنے کیلئے مسلمانوں پر بھی اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی دیگر ہندوستانیوں پر۔

اس طرح اس آزاد مسلم کانفرنس میں جتنی بھی تقریریں ہوئیں اور تجویزیں پاس ہوئیں ان سب میں اسی ایک بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ہندوستان کی آزادی کی راہ میں روکاوٹ نہیں ہیں اور نہ آزادی کی لڑائی میں وہ کسی سے پیچھے رہنا چاہتے ہیں مسلم لیگ کے علاوہ مسلمانوں کی اور جتنی بھی جماعتیں ہیں قریب قریب ان سب کے نمائندے اس میں شامل ہیں۔ اس کانفرنس نے ہندوستان کے مسلمانوں میں ایک نئی لہر پیدا ہو گئی ہے۔ اُمید ہے کہ مسلمانوں کی یہ نئی جماعت ہندوستان میں قومی جذبہ بیدار کرنے میں کانگریس ہی کی طرح کامیاب ہوگی۔

ناروے پر پارلیمنٹ میں بحث

آخر ناروے پر جرمنی کا قبضہ ہو ہی گیا اس میں شبہ نہیں کہ ناروے کے آس پاس اب بھی اتحادیوں کی فوجیں جرمنی کے مقابلے میں ڈٹی ہیں تاہم یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ ناروے سے جرمنوں کو بھگانے میں اتحادیوں کو کامیابی نہیں ہوئی۔ اس بات کو لے کر انگلستان کی پارلیمنٹ میں بڑی گرم بحث ہوئی اور مخالف پارٹی کے لیڈروں نے وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چیمبرلین پر سخت الزامات لگائے۔ الزام لگانے میں مسٹر لائڈ جارج سب سے پیش پیش تھے۔ آپ نے ان انگریز سپاہیوں کی جو ناروے میں لڑنے گئے تھے بہت تعریف کی اور یہ بھی کہا کہ ہمارا کوئی مستقل مزاجی اور قاعدے کے ساتھ نہیں ہوا۔ ہم صرف موقع کی تلاش میں بھٹکتے رہے۔ آپ نے کہا کہ جب حکومت کو یہ معلوم تھا کہ جرمنی ناروے پر حملے کی تیاری کر رہا ہے تو حکومت نے پہلے سے کیوں انتظام نہیں کیا۔ آپ نے حکومت سے اپیل کی کہ وہ عوام کے سامنے تمام صورت حال صاف صاف بیان کر دے تاکہ عوام خطرہ کا صحیح اندازہ کر سکیں اور جی جان سے اس کا مقابلہ کر سکیں۔

آپ نے جوش میں یہاں تک کہہ دیا کہ ہم نے پولینڈ کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا، ہم نے ناروے کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم نے فن لینڈ کو مدد دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن ہمارے وعدے ہمارے ہاتھوں میں کاغذ کے ردّی ٹکڑوں کی طرح پڑے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے وعدوں پر کوئی ملک کیسے یقین کر سکتا ہے۔

مسٹر لائڈ جارج نے یہ بھی کہا کہ مسٹر چیمبرلین کی حکومت کی جنگی پالیسی سے ملک کے ہر آدمی کو بے اطمینانی ہے اور عوام سے پورا تعاون حاصل کرنے کی ضرورت ہے : یہ کسی فرد واحد کا نہیں تمام انگریزوں کا کام ہے۔

اسی طرح مسٹر اٹیلی اور دیگر مخالف پارٹی کے لیڈروں نے مسٹر چیمبرلین کی حکومت سخت نکتہ چینی کی اور یہ مطالبہ کیا کہ ایک ایسی حکومت قائم کیجائے جس پر تمام جماعتوں کو اعتماد ہو تاکہ جنگ پوری طاقت کے ساتھ چلائی جا سکے۔ وزیر اعظم مسٹر چیمبرلین، مسٹر چرچل اور سر سیموئل ہور وغیرہ نے اپنی تقریریں ناروے میں حکومت کی جنگی پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ ناروے کے حالات دیکھتے ہوئے مزید کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جرمنوں نے اچانک ناروے کے تمام ہوائی اڈوں پر قبضہ کر لیا تھا اور اسکے علاوہ اور بھی اہم فوجی اڈوں پر انکے قبضے ہو گئے تھے اور وہ کافی تعداد میں ہوائی فوج لیکر وہاں پہنچ گئے تھے انگریزی فوجوں کے ہاتھ میں کوئی ہوائی اڈا نہیں تھا۔ اس لئے وہ جرمنوں کو ہٹا نہ سکیں اور ان کے پاس کافی تعداد میں ہوائی جہاز شکن توپیں نہیں تھیں جو جرمنی کے جہازوں پر حملہ کرتیں۔ انگریز کمانڈر صرف نارویک پر قبضہ کر کے تب بڑھنا چاہتے تھے۔ لیکن نارویک کے کمانڈروں نے ٹرینڈ رہیم پر حملہ کرنے کے لئے امداد طلب کی۔ مجبور ہو کر ہماری فوجوں کو ٹرینڈ رہیم کی طرف بڑھنا پڑا لیکن وہاں کی فضا ہمارے لئے خلاف تھی۔ پارلیمنٹ کی بحث میں حکومت کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگرچہ اس وقت ہماری فوجیں ناروے سے ہٹ آئی ہیں تاہم ناروے کا سوال ہم نے چھوڑ نہیں دیا ہے اور ہم تب تک چین نہیں لیں گے جب تک دشمن کو ناروے سے نکال نہ دیں گے۔

مسٹر چیمبرلین وزیر اعظم برطانیہ کا استعفیٰ

مسٹر چیمبرلین وزیر اعظم برطانیہ نے اس بات کی ضرورت محسوس کر کے کہ اس موقعہ پر انگلینڈ میں ایک ایسی حکومت ہونی چاہیئے جس کے ساتھ ہر پارٹی کے لوگ تعاون کر سکیں گذشتہ ۱۴ ارمئی کو اپنے عہدے سے استعفیٰ دیدیا ہے اور ان کی جگہ مسٹر چرچل وزیر اعظم بنائے گئے ہیں۔ وزارت میں کافی تبدیلی ہو گئی ہے اور اس کی تنظیم اب اس طرح ہو گئی ہے کہ لڑائی اب پوری طاقت کے ساتھ چلائی جا سکے۔

جرمنی کا ہالینڈ اور بلجیم پر حملہ

ادھر برطانی پارلیمنٹ میں رد و بدل ہو رہا تھا اُدھر جرمنی نے ہالینڈ، بلجیم اور لکسمبرگ پر حملہ کر دیا۔ جگہ جگہ جرمنوں نے ہوائی چھتریوں کے ذریعے آسمان سے انگریز، فرنچ، ڈچ اور بلجیموں کی پوشاک میں اپنے سپاہی اُتار دیئے اور ہالینڈ بلجیم اور فرانس کے شہروں میں آسمان سے بم برسانا شروع کر دیا۔ بلجیم بڑی مستعدی سے جرمنوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور انگریزوں و فرانسیسیوں کی فوجیں بھی انکی مدد کے لئے پہنچ گئی ہیں۔

ہالینڈ اور بلجیم یہ دو ایسے ملک ہیں جو شروع ہی سے میل ملاپ اور سمجھوتہ کرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان دونوں ملکوں پر جرمنی نے بلا وجہ حملہ کر دیا۔ بہانہ صرف یہ ہے کہ ان ملکوں پر انگریز اور فرانسیسی حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اسلئے ہم نے اُن کے حملے سے پہلے ہی حملہ کر دیا۔ یہی بہانہ ڈنمارک اور ناروے کے سلسلے میں بھی کیا گیا تھا۔ جرمنی کے اس حملے سے ساری دُنیا میں خصوصاً امریکہ میں اُس کے خلاف غصّہ کا اظہار کیا جا رہا ہے اور ہر طرف سے یہی کوشش ہو رہی ہے کہ جرمنی کا یہ ظلم جس قدر جلد ہو سکے روکا جائے۔ کہنا نہ ہوگا کہ بلجیم اور ہالینڈ میں اتحادیوں کو اپنی تمام تر قوت صرف کرنی پڑیگی اور بہت ممکن ہے کہ یہی آخری لڑائی ثابت ہو۔

پچھلی لڑائی میں بلجیم پر حملہ کرنا جرمنی کے لئے نقصان دہ ثابت ہوا تھا۔ کیونکہ جرمنی کے اس حملے نے انگریزوں اور امریکہ کو غضبناک کر دیا تھا۔ یہ غلطی جرمنی نے پھر کی ہے اور اس کا خسارہ اُسے جلد ہی ادا کرنا ہوگا۔

آل انڈیا نمائش مویشیاں میں آیا ہوا سب سے اچھا سانڈ - بجالی

صوبہ بمبئی کے کھلاری سانڈ

مویشیوں کی نمائش

'ہل' کی اکتوبر ۱۹۳۹ء کی اشاعت میں ہم نے دہلی میں ہونے والی مویشیوں کی نمائش کا ذکر کیا تھا اور اس کی اہمیت بتلائی تھی۔ قارئین ہل کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ گذشتہ فروری میں یہ نمائش دہلی میں پھر بڑی دھوم دھام سے ہوئی اور نہایت کامیاب ہی۔ خود حضور والسرائے نے نمائش سے دلچسپی کا اظہار کیا اور اس میں خود تشریف بھی لائے تھے۔ یہ نمائش گذشتہ ۳ سال سے ہو رہی ہے۔ ۱۹۳۸ء میں ملک کے مختلف حصّوں سے لائے جانیوالے ۴۲۸ مویشی دکھائے گئے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں ۶۴۳ مویشی نمائش کے لئے آئے اور اس سال یعنی ۱۹۴۰ء میں ۷۰۶ مویشی نمائش کے لئے آئے۔ وسط ہند میں جہاں سے بیشتر مویشی نمائش میں آتے ہیں۔ اگر قحط نہ پڑتا اور جنگ نہ شروع ہو جاتی تو شاید یہ نمائش بہت زیادہ اہم ہوتی۔ اس نمائش میں سب سے اچھی گائے 'مدنی' سمجھی گئی۔ یہ گورنمنٹ ملٹری ڈیری فارم سے آئی تھی۔ بمبئی کے سرکاری فارم سے ایک کاریج سانڈ آیا تھا۔ اُس نے لوگوں کو بہت متوجہ کیا۔ اور سب سے اچھا سانڈ ہونے کے صلے میں ایک کپ دیا گیا۔ ضلع رہتک کے شری بھگوان سنگھ کی ایک مُرّا بھینس نے بھی حاضرین کی توجہ اپنی طرف مبذول کی۔ یہ بھینس سب سے اچھی سمجھی گئی اور ایک کپ دیا گیا اور شری بھگوان سنگھ کو ۲۵۰ روپے انعام ملے۔

اس سلسلے میں انڈین فارمنگ کی ہم کچھ تصویریں یہاں شائع کر رہے ہیں جن کو دیکھکر قارئین اس نمائش کی اہمیت سے واقف ہو جائینگے۔ اس نمائش کے سلسلے میں انڈین فارمنگ میں ایک نوٹ بھی شائع ہوا ہے۔ اس میں اس پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے کہ یہ نمائش ہر حال میں وسیع پیمانے پر ہوتی رہے کیونکہ اس سے ہندوستان کے مویشیوں کی ترقی میں بڑی مدد ملے گی۔

آل انڈیا نمائش مویشیاں میں حضور وائسرائے

وائسرائے چیلنج کپ جیتنے والی سری جگوان سنگھ او جلا کی مُرّا بھینس

آنرایبل سر جگدیش پرشاد ممبر تعلیم صحت و زمین حکومت ہند آل انڈیا نمائش مویشیان میں لائے گئے بہترین مویشی کے لئے شری بھگوان سنگھ ڈروہنگ کو وائسرائے چیلنج کپ انعام کی شکل میں عطا فرمارہے ہیں۔ نمائش کے سکریٹری مسٹر جی۔ ایس۔ بوزیکن مائکروفون پر کھڑے ہیں۔

ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے چیرمینوں کی نامزدگی

حکومت یو۔پی کی طرف سے اس صوبے کے ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے چیرمینوں کے نام شائع کئے گئے ہیں۔ یہ چیرمین یکم مئی سنہ ۱۹۴۰ء سے ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۴۱ء یا اس وقت تک کام کریں گے جب تک نئے نام نہیں شائع کئے جاتے۔ کچھ ضلعوں کے چیرمینوں کے نام ابھی تک شائع نہیں ہوئے ہیں۔ یہ نام جلد ہی شائع ہوں گے۔ بقیہ چیرمینوں کے نام درج ذیل ہیں:-

(۱) دہرہ دون۔ شری ایس۔ سی داس ایڈوکیٹ

(۲) مظفر نگر۔ ٹھاکر لیکھ راج سنگھ۔

(۳) میرٹھ خان بہادر حاجی شیخ محمد محی الدین سی۔ آئی۔ اِی۔

(۴) علیگڈھ۔ پنڈت متھرا پرشاد بھارگو۔

(۵) مین پوری۔ پنڈت ترتی لال پانڈے۔

(۶) ایٹہ۔ شری راج بہادر۔ سرکاری پلیڈر۔

(۷) بریلی۔ شری شیام بہاری لال بلوہ۔

(۸) بدایوں۔ شری رگھوبیر سہائے۔

(۹) مراد آباد۔ مولوی عبدالسلام صاحب

(۱۰) شاہجہاں پور۔ منظور احسن خاں ایم۔اے۔ ایل ایل۔بی۔

(۱۱) پیلی بھیت۔ شری مکندی لال اگروال۔

(۱۲) فرخ آباد۔ پنڈت مول چند دوبے۔

(۱۳) فتح پور۔ رائے صاحب شری دلیپ مان سنگھ۔

(۱۴) الہ آباد۔ شری آر۔ ایس۔ پنڈت ایم۔ ایل۔ اے۔

(۱۵) بنارس۔ شری دامودر داس ساہو۔

(۱۶) مرزاپور۔ محمد یوسف امام صاحب

(۱۷) جون پور۔ محمد کلیم جعفری صاحب

(۱۸) غازی پور۔ پنڈت شری بھاگوت مشر۔

(۱۹) بلیا۔ پنڈت پارس رام چترویدی ایم۔اے۔ ایل ایل۔بی۔

(۲۰) جھانسی شری۔ایس۔کے ورما۔ایڈوکیٹ۔
(۲۱) جالون شری بنواری لال۔بی اے۔ایل ایل بی وکیل
(۲۲) بستی۔جناب عبدالحکیم۔ایم۔ایل۔اے۔
(۲۳) اعظم گڈھ۔پنڈت جگناتھ۔مشر۔
(۲۴) نینی تال۔رائے بہادر پنڈت پریم ولبھ۔
ہیل وال۔زمیندار۔
(۲۵) الموڑہ۔شری۔ایس۔سی۔جوشی۔
(۲۶) گڑھوال۔شری بھگوت درشن سنگھ۔ایم اے
(۲۷) لکھنؤ۔شری گوپی ناتھ شری واستو۔
ایم۔ایل۔اے۔
(۲۸) اناؤ۔پنڈت جگدیش پرشاد دویدی
ایم۔اے۔ایل ایل۔بی۔
(۲۹) رائے بریلی۔پنڈت لکشمی شنکر باجپئی۔
ایم۔اے۔ایل ایل۔بی۔ایم۔ایل۔اے۔
(۳۰) سیتاپور۔شری جے۔پی۔اگروال۔
ایم۔ایل۔اے۔
(۳۱) ہردوئی۔چودھری سطوت علی۔
بی۔کام۔
(۳۲) کھیری۔شری رام چند رگپت۔ایم اے
ایل ایل۔بی۔
(۳۳) فیض آباد۔شری ڈی۔موزمدار۔
(۳۴) سلطان پور حافظ سمیع اللہ صاحب
(۳۵) پرتاپگڈھ۔ٹھاکر ہری شرن سنگھ۔

دیہاتی کنوؤں کی بورنگ

اس صوبے کے پوربی اضلاع میں کھیتوں کی آبپاشی کے لئے نہ تو ٹیوب ویل ہیں اور نہ نہریں ہیں۔اسلئے ان ضلعوں میں اچھی آبپاشی کے لئے سرکار نے ایک پنج سالہ اسکیم تیار کی ہے۔اس کے مطابق ان ضلعوں میں کنوؤں کی بورنگ ہوگی۔یہ اسکیم گذشتہ دو سالوں سے رائج ہے۔۱۹۴۷ء کے لئے حکومت نے ۴۶,۲۰۰ روپئے کی گرانٹ اس کام کے لئے منظور کی ہے۔جناب منوہر داس چترویدی افسر محکمہ گاؤں سدھار نے ابھی حال میں ضلع گاؤں سدھار۔ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیج کر انھیں ہدایت فرمائی ہے کہ ایک کنوئیں کی بورنگ میں ۱۰۰ روپئے سے زیادہ نہ صرف کیا جائے۔ایک ضلع میں اُتنے ہی کنوؤں کی بورنگ ہو جتنی بجٹ میں گنجائش ہو۔

چترویدی صاحب نے یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ بورنگ کے لئے کنوؤں کا انتخاب کرتے وقت اس بات کا خیال رہنا چاہئے کہ ایسے ہی کنوئیں بور کئے جائیں جن کے بور ہونے سے زیادہ سے زیادہ رقبے کی سینچائی ہوسکے۔بور ہونے والے کنوئیں ایسے ہوں جن کی بناوٹ اچھی ہو اور جن میں گرمی میں بھی پانی رہ سکے۔یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک ضلع کے ایسے ہی کنوؤں کی بورنگ ہوسکتی ہے جو گاؤں سدھار حلقے میں ہیں۔دوسرے کنوؤں کی بھی بورنگ کی جاسکتی ہے۔لیکن بور ہونے والے کنوؤں کی آدھی تعداد ایسے ہی کنوؤں کی ہونی چاہئے جو گاؤں سدھار حلقے میں ہیں ایسے کنوئیں بور کئے جائینگے جن کے مالک کل خرچ کا ایک چوتھائی حصہ برداشت کرنے اور مزدوری مفت دینے کے لئے تیار رہیں۔یہ اُمید کی جاتی ہے کہ اس سال امدادی قاعدہ نافذ ہوجانے سے زیادہ کنوئیں بور کئے جاسکیں گے۔

بور کرنے والے ملازموں کو فضول خرچ بچانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ بورنگ کا کام کسی خاص حلقے میں ہو اور اس کے لئے پہلے ہی سے ضروری تیاریاں کی گئی ہوں چترویدی صاحب نے سکریٹریوں کو یہ بھی ہدایت دی ہے کہ اس سلسلے میں سیدھا اگریکلچر انجینیر کو گورنمنٹ یو۔پی۔کانپور سے خط کتابت کریں اور ان کے پاس کنوؤں کا ٹھیک پتہ گاؤں اور تحصیل کا نام وغیرہ لکھ کر کنوؤں کی فہرست بھیجیں۔ہمیں اُمید ہے کہ گاؤں کے لوگ اس بندوبست سے کافی فائدہ اُٹھائیں گے اور کنوئیں بور کرانے کا مطالبہ دن بدن بڑھتا جائیگا۔ہم نیچے ان ضلعوں کے نام دے رہے ہیں۔جن کے لئے سرکاری امداد منظور ہوئی ہے۔

ضلع	رقم عطیہ
الہ آباد	۳,۰۰۰ روپیہ
فتح پور	۲,۵۰۰ روپیہ
پرتاپگڈھ	۴,۰۰۰ ”
جونپور	۳,۰۰۰ ”
مرزاپور	۲,۵۰۰ ”
بلیا	۳,۰۰۰ ”
گورکھپور	۲,۰۰۰ ”
بستی	۲,۰۰۰ ”
بنارس	۴,۰۰۰ ”
سلطان پور	۳,۰۰۰ ”
غازیپور	۳,۰۰۰ ”
اعظم گڈھ	۳,۰۰۰ ”
گونڈہ	۲,۰۰۰ ”
کانپور	۱,۴۰۰ ”
فیض آباد	۴,۰۰۰ ”
ہر ضلع کی ترقی ایکھ حلقوں کو	۳,۸۰۰ ”
میزان	۴۶,۲۰۰ روپیہ

بیج کے متعلق رعائت

محکمہ زراعت نے زندگی سدھار سوسائٹیوں کو رعائتی طریقہ پر بیج ادھار دینے کا پچھلے سال انتظام کیا ہے۔اس طرح ادھار دئے جانیوالے بیج کی مدد سے زندگی سدھار سوسائٹیوں کا کام بخوبی چل سکے گا۔وہ اس بیج کو اپنے ممبروں کو سوائی کی شرح پر دینگی اور بعد میں جب ممبر فصل کٹ چکنے پر بیج ادا کرینگے تو وہ ۸۰ فیصدی محکمہ زراعت کو دینگی۔بقیہ پندرہ فیصدی وہ اپنے پاس رکھ لیں گی۔گذشتہ سال اس رعایت سے زیادہ فائدہ نہیں اُٹھایا گیا۔اسلئے افسر صاحب محکمہ گاؤں سدھار نے اس رعایت کے سلسلہ میں ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ بھیج کر ہدایت فرمائی ہے کہ اگلی فصل خریف کے بیج کے بارے میں اس رعایت سے کافی فائدہ اُٹھایا جائے۔آپ نے سکریٹریوں کو یہ ہدایت بھی فرمائی ہے کہ وہ پہلے ہی سے بیج لینے کے اقرارناموں کی باقاعدہ خانہ پُری کراکے بیج گودام کے سپروائزروں کے پاس بھیج دیں تاکہ وہ اس کا ٹھیک وقت پر انتظام کرسکیں۔اس سلسلے میں اس بات کا خیال ہونا چاہئے کہ یہ رعایت صرف ان زندگی سدھار سوسائٹیوں کیلئے ہے جنکی رجسٹری ہوچکی ہے

دیہاتی دواخانوں کے وید او حکیم

محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے دیہاتوں میں جو دواخانے قائم ہوئے ہیں ان میں مقرر ہونے والے ویدوں اور حکیموں کے اختیار اور فرائض کے بارے میں ہز ایکسلینسی گورنر صاحب یو-پی نے جناب منوہر داس چترویدی افسر صاحب محکمہ گاؤں سدھار کے پاس ایک آڈر بھیجا ہے - اس آرڈر کے مطابق دیہاتی دواخانوں کے وید اور حکیم سرکاری ملازموں کو عمر، تندرستی وغیرہ کے سارٹیفیکٹ نہیں دینگے۔ ایسے دیہاتوں میں جہاں دیہاتی دواخانے کھولے گئے ہیں یا ایسے دیہاتوں میں جو دواخانے سے دو تین میل کے فاصلے پر ہیں اُس دواخانے کے وید یا حکیم مریض کے گھر اُس وقت تک جاکر علاج کیا کریں گے جب تک اُنھیں اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ مریض کی حالت اس وقت ایسی ہے کہ وہ دواخانے تک آسانی سے آسکتا ہے - اس طرح آنے جانے کے لئے وید یا حکیم کچھ بھی فیس نہ لیں گے لیکن اگر مریض اپنی خوشی سے کوئی سواری بھیجے تو اُس کو وہ استعمال کرسکیں گے -

مذکورہ بالا ہدایتوں کے بموجب ہر حکیم یا وید کن کن دیہاتوں میں مریض دیکھنے جائینگے یہ بات ایسے ضلعوں میں جہاں ہیلتھ اسکیم پر عمل ہو رہا ہے، ضلع ہیلتھ افسر اور جہاں ہیلتھ اسکیم پر عمل نہیں ہو رہا ہے وہاں سول سرجن طے کریں گے - مذکورہ آرڈر کے مطابق دیہاتی دواخانوں کے حکیم اور وید فوجداری کے مقدموں میں چوٹ وغیرہ کا سارٹیفکٹ نہ دیسکیں گے اور نہ کچہری میں ماہر کی شکل میں پیش ہوسکیں گے اُنھیں پیشے اور پلیگ کا ٹیکہ دینے کا بھی اختیار نہ ہوگا -

زندگی سدھار سوسائٹیوں کے متعلق کچھ ضروری باتیں

عالیجاہ رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی رجسٹرار محکمہ امداد باہمی - یو-پی نے جناب منوہر داس چترویدی افیسر صاحب محکمہ گاؤں سدھار کے پاس ایک نوٹس بھیجا ہے جسے آپ نے گاؤں سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹریوں کے پاس بھیجکر اُنھیں ہدایت دی ہے کہ آئندہ اس نوٹس کے بموجب ہی زندگی سدھار سوسائٹی کھولنے کا کام ہو - رائے بہادر صاحب نے فرمایا ہے کہ محکمہ گاؤں سدھار اُن دیہاتوں میں جہاں کوآپریٹیو سوسائٹیاں قائم ہیں زندگی سدھار سوسائٹی نہ قائم کرے یا وہ ایسے دیہاتوں کو اپنے رقبہ میں نہ شامل کرے جہاں کثیر المقاصد کوآپریٹیو سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں - محکمہ زراعت کی طرف سے بھی زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم کی جارہی ہیں - ان سوسائٹیوں کے قائم کرنے کا خاص مقصد ہے اچھی طرح اور ترقی دادہ کھیتی - ایسی سوسائٹیوں کی دیکھ بھال کا کام محکمہ زراعت کی طرف سے بہتر طریقے پر ہوسکے گا - اس لئے محکمہ زراعت ہی ان سوسائٹیوں کی نگرانی رکھیگا

دیہاتوں کے راستے

'بل' کی مئی کی اشاعت میں ہم حکومت ہند کے اُس عطیے کا ذکر کرچکے ہیں جو دیہاتوں میں پانی کے انتظام میں سدھار کرنے گاؤں کے راستوں کو سدھارنے اور گلیاں پختہ کرنے کے لئے منظور ہوا ہے یہ عطیہ ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کو دیا جائے گا - اس کے خرچ کا معائنہ کس طرح ہوگا یہ بھی ہم بتا چکے ہیں - جناب منوہر داس چترویدی افسر صاحب محکمہ گاؤں سدھار ضلع گاؤں سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے نام ایک گشتی مراسلہ بھیجکر انھیں یہ بات اچھی طرح سمجھا دی ہے کہ دیہاتی راستوں کے لئے ملنے والا عطیہ کس طرح استعمال کیا جائیگا - افسر صاحب موصوف نے یہ ہدایت دی ہے کہ یہ عطیہ نئے پل یا نئی سڑکیں بنانے کے لئے نہیں منظور ہوا ہے بلکہ یہ صرف گلیاں پختہ کرنے، موری یا نالیاں درست کرنے، اور دیہاتوں کو ایک دوسرے سے ملانے والے راستوں کی اصلاح کے لئے ہی منظور ہوئی ہے - سڑکوں، اور پلوں کا انتظام ڈسٹرکٹ بورڈوں کے ذمہ ہے - چترویدی صاحب نے یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ گاؤں کے راستوں کو سدھارنے میں امدادی طریقے پر رقم خرچ کیجائیگی -

پیاز اور لہسن کے فائدے

پیاز اور لہسن کھانے سے کتنے ہی لوگ نفرت کرتے ہیں لیکن یہ ایک اہم غذا ہے - خود مہاتما گاندھی اپنے کھانے میں یہ چیزیں استعمال کرتے ہیں - انکے سلسلے میں بھارت میں ایک نوٹ شائع ہوا ہے جو درج ذیل ہے -

ہماری غذا اور تندرستی کیلئے قدرت نے جتنی سبزیاں پیدا کی ہیں ان میں پیاز کا خاص درجہ ہے پیاز میں وہ خواص پائے جاتے ہیں جو جسم، ہڈیاں اور دماغ کو مضبوط بنانے کیلئے ضروری ہے پیاز میں گندھک کا جزو بھی ہوتا ہے جو خون کو صاف کرتا ہے - کہا جاتا ہے کہ جس کے سر کے بال جھڑ گئے ہیں وہ اگر اس پر کچی پیاز رگڑے تو از سر نو بال اگ آئیں گے ان سب خوبیوں کے باوجود پیاز میں ۹۰ فیصدی سے بھی زیادہ پانی کا حصہ رہتا ہے آج سے ۵۰ صدیوں قبل مصر میں جب مشہور عام اہرام بنائے جا رہے تھے اُس وقت مزدوروں کو رسد کی شکل میں پیاز اور لہسن دینے میں ۲ لاکھ پونڈ خرچ ہوا تھا -

اٹھارویں صدی میں ایک ڈاکٹر نے تحقیق کی کہ لہسن دمہ کی اکسیر دوا ہے اس نے اسکے ذریعے بیشمار دولت بھی پیدا کی دمہ کیلئے لہسن کے جو کو شراب میں اس وقت تک ابالنا چاہئے جب تک وہ اُبل کر ملائم نہ ہو جائیں - اُبلے ہوئے لہسن کو کپڑے پر رکھکر سکھا لیا جائے - جس برتن میں وہ لہسن اُبالا گیا ہو اس میں اتنی ہی مقدار میں تیز سے تیز سرکہ ملانا چاہئے پھر اُس میں اتنی زیادہ چینی چھوڑ دینی چاہئے تاکہ وہ شیرے کی شکل میں ہوجائے پھر اس شیرے کو اُبال کر لہسن پر ڈال دینا چاہئے اس طرح تیار کیا گیا ایک یا دو لہسن اگر روزانہ صبح ناشتہ سے پہلے کھا لیا جائے تو مریض کو جلد ہی آرام ہونے لگے گا -

---

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

ضروری ہدایات (۱) صاحبِ فرمائش کو اپنا نام اور پتہ خوش خط اور مفصل لکھنا چاہئے۔

(۲) جو کتابیں کسی فرمائش کی بنا پر روانہ ہوں گی وہ کسی صورت میں واپس نہ ہو سکیں گی۔

(۳) بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں اس لئے اگر فرمائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ختم ہو گئیں تو ان کا مہیا کرنا مشکل ہوگا۔

(۴) کتابیں منگا کر ان کو بہ مدانکاری واپس کر دینا ایک قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو صرفہ روانگی بھیج دینا چاہئے۔

(۵) چھوٹی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ہمیں کچھ عذر نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ایک روپیہ سے کم کی ہے تو قیمت نقد بھیج دی جائے۔

(۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش کا جواب نہ ملے تو خیال کر لینا چاہئے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں ملا۔

(۷) صرفہ روانگی (پیکنگ و محصول ڈاک وغیرہ) ذمہ خریداران ہوگا۔

(۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کیجائیں:-
منیجر صاحب بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

رُوحِ انیس مرحوم

فردوسیِ ہند میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے بہترین مرثیوں، سلاموں اور رباعیوں کا مجموعہ۔ ملک کو سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم اے (صدر شعبہ فارسی و اردو، لکھنؤ یونیورسٹی) کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ کے بعد اس مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے۔ شروع میں ۸۴ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں میر انیس مرحوم کے حالات زندگی اور کلام پر مختصر تبصرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی شہادت کا مختصر بیان، مرثیہ اور اشخاص مرثیہ کے تحت میں نہایت ضروری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں آخر میں ۷۶ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی حواشی ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ شروع میں میر انیس مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی تحریر کا نمونہ اور ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے۔ جلد پر کربلائے معلی کا سنہرا نقشہ ہے۔ دیدہ زیب طباعت خوبصورت جلد ۴۰۴ صفحات تقطیع کلاں۔ قیمت تین روپئے۔

جذباتِ بسمل

منشی سکھدیو پرشاد صاحب بسمل الہ آبادی کا مجموعہ کلام "کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو فن شاعری میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلند پایہ تلامذہ میں ہیں"۔

جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔ زبان کی سادگی کی وجہ سے ان کا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آجکل جتنے اچھے اردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزین ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل جسٹس سر عبدالقادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے ۲۱ تصویروں سے جذبات بسمل مزین ہے جس میں زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے تعلق صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ انہیں اضافت، خوشنمائی سے کوئی کتاب اردو زبان کی آج تک شائع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ (مجلد)

پیامِ رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر بی۔ اے "مع تقریب" از آنریبل سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائیکورٹ و "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور۔

میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اُسے زبان اردو کی بہترین اور پائدار تصنیفات کے ساتھ جگہ دی جائے اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لائق شاعر کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ پبلک انھیں وہ داد دے گی، جس کے وہ مستحق ہیں"۔ (میاں بشیر احمد بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر، ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور۔

"افسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اُن کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ پیام روح ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا"۔

(آنریبل سر شاہ سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل ڈی چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد)۔

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں۔ اس مجموعہ سے کتب خانے خالی نہ رہنا چاہئے قیمت صرف تین روپیہ۔

صبحِ وطن و مضامین چکبست

صبحِ وطن یعنی مجموعہ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم) "چکبست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے اور کبھی کوئی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائر خیال کو پرواز میں لاتا ہے کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشافات سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرتے ہیں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچی تصویر کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے برج نرائن چکبست دور جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائیگا اور اردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائیگی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشو و نما پانے کا موقع

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

ملے گا" اسی قدر برج نرائن چک بست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آئندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کر لیں گی کہ وہ دورِ جدید کے رہنماؤں میں سے ہیں۔ (سر تیج بہادر سپرو)

مضامین چک بست۔ پنڈت برج نرائن چک بست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں سوانحی، تنقیدی، تاریخی، قومی وغیرہ مضامین ہیں، اور بہت خوب ہیں۔

صبحِ وطن مجلد قیمت دو روپئے۔ (عہ)

مضامین چک بست۔ حجم ۳۵۰ صفحات قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

یادگارِ نسیم

یعنی منشی دیا شنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی "گلزارِ نسیم" و انتخاب "دیوانِ نسیم" مع حواشی و تبصرہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں:—

"یادگارِ نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شائع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے انھوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار کو حذف کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں...... حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے...... اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو اس کے شایان شان ہے" طباعت دیدہ زیب، خوش نما جلد۔ قیمت دو روپئے (عہ)

کلام الملوک

یعنی شہزادگانِ دہلی کے کلام کا مجموعہ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبان اردو کا مرکز تھا۔ یہاں وہ لوگ جمع تھے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور زور دار معنی میں استعمال کرتے تھے اور انھیں کی زبان آج صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ شہزادگانِ دہلی کا کلام بھی اسی لحاظ سے قابل قدر ہے۔ محاورات و اصطلاحات روانی، صحت وزن، سلسلہ خیالات، بلند آوازی، نازک خیالی، جوش بیان، نشست الفاظ اور عمدہ بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح تکلف اور ابتذال نام کو نہیں۔ اگر زبان کا خاص رنگ اور شاعری کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت دس آنہ۔

معراجِ سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج مرحوم المتخلص بہ "دولھا صاحب" نبیرہ ناخدائے سخن میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ میں حسب ذیل مراثی ہیں:—

۱۔ ہے زیورِ عروسِ فصاحت سخن مرا۔ ۱۱۹ بند

۲۔ خلق میں خلقتِ آدم کا سبب کون ہوا ۱۴۸ بند

۳۔ صبحِ عاشورِ محرم ہے قیامت کی سحر۔ ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈیمی صوبجات متحدہ نے قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے۔ زبان کے فدائیوں کے لئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مولفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم۔ اے۔ آر۔ اے۔ ایس)۔

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟ اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ مختصر فسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ (۸)

بہترین ناول و افسانے

فردوسِ خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔ منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح اخلاق و معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا، خوف خدا، محبت اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب فرمائیے سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے۔ ۳۰۴ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے "جلوۂ ایثار" میں اُن حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے محرک ہوئے تھے حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حب قومی و جودت روحانی سے معمور ہیں اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری! سونے پر سہاگا ہے واقعی قابل مطالعہ ناول ہے ۳۳۲ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنہ

ڈالی کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مسٹر حامد اللہ افسر (میرٹھی) کے گیارہ فسانوں کا مجموعہ۔ یہ تمام فسانے مختلف اوقات میں بعض اردو جرائد میں شائع ہو کر خلاف قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قدر مقبول ہوگئے ہیں کہ انگریزی، ہندی، اور گجراتی میں ان کے ترجمے ہوئے فوٹو بلاک کی چند تصویریں بھی شامل ہیں۔ قیمت ایک روپیہ

مینیجر بک ڈپو انڈین پریس لمیٹڈ، الہ آباد

شاما

معنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ ۔

یہ ایک دکھیاری کی درد بھری داستان ہے۔ اقبال کا یہ شعر اس پر صادق ہے ۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے ۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

سادھو اور بیسوا

یعنی دو حرماں نصیبوں کی کایا پلٹ۔ ایک جگ بیتی کہانی معنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی ۔ فرانس کے [illegible] اناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول "تائیس" کو پڑھنے کے بعد اسکی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔ "سادھو اور بیسوا" میں اسی خیال کی پیروی اور تصور کے تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو "تائیس" کا امتیازی جوہر ہے۔ اس کے باوجود نہ یہ اس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ۔ نہایت دلچسپ ناول ہے۔ سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے ۔

قیمت بارہ آنے

"انور"

"شمیم" کے مشہور و معروف مصنف مسٹر فیاض علی اڈوکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر۔ دلپذیر۔ انقلاب انگیز شاہکار ۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔ زبان اُردو کا بہترین ناول ۔ ۔ ۔

۷۵۰ صفحے ۔ کاغذ ۔ کتابت ۔ طباعت نہایت عمدہ سپید نفیس ۔ ۶ ۔ مد۔ تصویریں بہت ہی دلکش اور خوبصورت

قیمت عہ

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کرنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے!

اس سلسلہ کی ایک کتاب ایک ایک ملک کے متعلق ہے۔ ملک کی مفید اور کارآمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں کوئی ضروری بات نظر انداز نہیں کی گئی ۔ کتابوں کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جسکے باعث کم عمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد عبور ہو جاتا ہے ۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں ۔

(۱) تحفہ جاپان (۲) تحفہ چین
(۳) تحفہ مصر و حبش (۴) تحفہ لندن
(۵) تحفہ فرانس (۶) تحفہ جرمنی
(۷) تحفہ آسٹریلیا (۸) تحفہ فلسطین
(۹) تحفہ امریکہ (۱۰) تحفہ روس

ہر کتاب میں متعدد تصاویر ہیں اور سرورق نہایت خوبصورت ۔ قیمت ہر کتاب کی چھ آنے ۔

آئی ۔ سی ۔ ایس

اُردو کے بہترین فسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی ایم ۔ اے ۔ مصنف رفیق تنہائی، سرسید احمد پاشا وغیرہ کے چودہ انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ ۔

قیمت صرف عہ

خدمت خلق

مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول (الہ آباد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے ہیں جس سے دل پر اثر ہوتا ہے۔ کتاب بہت اچھی، اور عجیب و غریب اخلاقی نکات و حقائق لطائف پر مشتمل ہے حکومت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مولف کو انعام بھی عطا فرمایا ہے ۔

قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں، اور شاید یہی وجہ ہے کہ اُردو زبان میں ایسی کتابیں ابھی بہت کم ہیں جنھیں بچے دلچسپی اور شوق سے پڑھیں۔ تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الٰہ آباد نے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے چھاپی ہیں۔ جن کو بچوں کی دلچسپی کا سامان کہا جا سکتا ہے ۔

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے منے بھائی کے لئے ہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے۔ زبر، زیر، اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف ۔ ۳۳ عکسی تصویریں ۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمایئے ورنہ بچے آپس میں جھگڑینگے

قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں۔ زبان بہت آسان ۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے۔ ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے۔ خوبصورت کتاب ہے بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت ۴ر آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

"یہ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی قابل قدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب اُردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے۔ اس قدر اچھے اہتمام سے بہت کم کتابیں اُردو میں چھپی ہیں۔ تشریح مطالب کے لئے جا بجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں"

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲ر

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۶۲۰ برس قبل پیدا ہوا تھا۔ حکیم ایسپ انسان کی پند و نصیحت کے لئے مختلف قسم کی فرضی حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا۔ انھیں کہانیوں کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے۔ اس مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شائع کی گئی ہیں چھیاسی تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث یہ مفید کتاب اور زیادہ دلچسپ ہوگئی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے۔ کتاب مجلد ہے۔

قیمت دو روپئے

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلباء

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الٰہ آباد

کو اسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے حالانکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں بعض اسی قسم کے واقعات نو عمر لڑکوں اور لڑکیوں کے تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں ہاف ٹون عکسی تصویریں قیمت ۱۰ ؍

شیخ چلی کی کہانیاں

شیخ چلی کا نام آپ نے ضرور سنا ہوگا۔ یہ وہ ذات ہوتی ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں ہمیشہ موجود رہی ہے اس کتاب میں آپ ہی کے کارنامے درج ہیں جو گیارہ کہانیوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہر کہانی اس قدر پرلطف ہے کہ انسان بھوک پیاس بھول جاتا ہے پڑھتے جایئے اور ہنستے جایئے۔ لکھائی چھپائی ایسی عمدہ ہے کہ بچوں کو بطور انعام دی جا سکتی ہے۔ دو سو صفحات کی کتاب کی

قیمت صرف دس آنے۔

داستان عجم

بچے بادشاہوں کے قصے بہت شوق سے پڑھتے ہیں لیکن جھوٹے بے اصل قصوں سے یہ بہتر ہے کہ انھیں بادشاہوں کے تاریخی قصے پڑھنے کو دئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے داستان عجم بہت اچھی کتاب ہے خلاف فن فردوسی کے شاہنامہ میں جن بادشاہوں اور بہادروں کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں انھیں کو اس کتاب میں بچوں کے لئے بہت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ضرور منگائیے۔

قیمت حصہ اوّل دس آنے

" حصہ دوم دس آنے

رابنسن کروسو

ایک نو عمر لڑکا گھر سے فرار ہو کر بحری سفر اختیار کرتا اور طرح طرح کے مصائب اٹھاتا ایک غیر آباد جزیرہ میں پہنچتا ہے اور وہیں پچیس برس تک تنہا رہتا ہے اتنی مدت اس نے کیونکر بسر کی ؟ اور پھر یہاں سے کیسے نکلا ؟ وغیرہ واقعات نہایت دلچسپ ہیں۔ اس کتاب کو نو عمر بچے بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ ہاف ٹون بلاک کی چھ تصویریں شامل کتاب ہیں جن میں ایک سہ رنگی ہے حجم ڈھائی سو صفحات سے زیادہ اور

قیمت صرف بارہ آنے۔

لال کٹھور

اس کتاب میں "بہرام" کو بالکل نئے لباس میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے جدید کارنامے اس قدر دلچسپ ہیں کہ کتاب شروع کرکے ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

کھیل تماشا

یہ کتاب کچھ نظم میں ہے اور کچھ نثر میں۔ اس میں چھوٹی چھوٹی نصیحت آموز حکایتیں اور چٹکلے ہیں بچے اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں کیونکہ یہ انھیں کی زبان میں اور ان کے مذاق کے موافق لکھی گئی ہے۔ مضمون کی وضاحت کے لئے تصویریں بھی دی گئی ہیں چھپائی رنگین اور صاف

قیمت سم آنہ

ہونہار لڑکا

(اوٹوشائک مرتبہ)

یہ کتاب ایک غریب لڑکے کی سچی داستان پر مشتمل ہے جس نے اپنی بلند ذوقی اور نیک طبعی کے باعث بڑی عزت و شہرت حاصل کی۔ عبارت سلیس اور عام فہم قصہ اس قدر دلچسپ کہ بچے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں بچوں کی دلچسپی کے لئے زیادہ تر تصاویر سے مزین کیا گیا ہے اور سرورق پر رنگین رنگ کی تصویر ہے۔

قیمت صرف پانچ آنے

تالیفات مولوی ظفر عمر

بہرام کی گرفتاری

"نیلی چھتری" کے نامور مولف ظفر عمر صاحب بی اے نے اس کتاب کے ہیرو "بہرام" کو اس عمدگی سے اردو پبلک سے روشناس کرایا ہے کہ لوگوں نے اپنے فسانوں میں اس کا چربہ اتارنے کی خوب خوب کوشش کی مگر وہ بات کہاں ؟ اصل ہے "بہرام کی گرفتاری" نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے۔ ضرور منگائیے۔

قیمت ایک روپیہ

چوروں کا کلب

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو و لعب سے سیر ہو گئے ہیں اور معمولی مشاغل میں چنداں تفریح حاصل نہیں ہوتی ...... اور محض دل بہلانے اور چوری کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ تیسری بار شائع ہوئی ہے۔

قیمت ۹ ؍ آنے

علم قدرت کی تعلیم

رائے صاحب ڈی ۔ ایس اگروال ۔ سکریٹری یو پی ہائی اسکول اور انٹر میڈیٹ بورڈ

قیمت بارہ آنہ

ادبی افسانہ

محسن محی الدین عباسی

قیمت ایک روپیہ چار آنہ

مختصر تاریخ اردو ادب

سید اعجاز حسین اعجاز ایم ۔ اے لکچرر شعبہ الہ آباد یونیورسٹی مصنف آئینہ شعرائے مرثیہ وغیرہ۔

قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ

نذر احباب

جناب شیخ مہدی حسین صاحب ایم ۔ اے ناصری لکھنوی۔

قیمت دو روپیہ

دنیا کی سچی کہانیاں

حصہ ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۴

علیم الدین نیرنگ ہاشمی

قیمت آٹھ آنہ

ثمرۂ تجارت

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت چھ آنہ

منیجر بکڈپو ۔ انڈین پریس لمیٹڈ ۔ الہ آباد

یورپ کے سیّارے

مولوی سید ظفر حسن صاحب امروہوی فاضل و منشی فاضل۔ ہیڈ مولوی پارکر ہائی اسکول مظفر نگر

قیمت چھ آنہ

مونگے کا جزیرہ

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت بارہ آنہ۔

بالشتیوں کی سرزمین

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت دس آنہ۔

آئینۂ قدرت

سید وقار عظیم صاحب ایم۔ اے

قیمت چھ آنہ

اچھوتی کہانیاں

سید وقار عظیم صاحب ایم۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

افسانۂ ادب

سید وقار عظیم صاحب ایم۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

انوار حیات

سید وقار عظیم صاحب ایم۔ اے

قیمت چھ آنہ

دیوزادوں کا ملک

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت آٹھ آنہ

رسیلی کہانیاں

سنت رام۔ بی۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

نیک بچوں کی کہانیاں

سنت رام۔ بی۔ اے

قیمت چھ آنہ۔

نصیحت بھری کہانیاں

سنت رام۔ بی۔ اے ۔۔ قیمت آٹھ آنہ۔

ہَل کے قواعد

۱۔ ہل ہر ماہ میں ہندی، اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ محصول ڈاک سمیت اس کی سالانہ قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے۔ ایک نمبر کی قیمت ۸ر ہے۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے۔ برہما کے لئے پانچ روپیہ آٹھ آنہ ہے۔ (عـ۸ـر)

۳۔ جن صاحب کو کسی ماہ میں ہل نہ ملے انھیں پہلے اپنے ڈاک خانہ میں دریافت کرنا چاہئے پھر ڈاک خانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں لکھنا چاہئے۔ ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہئے۔

۴۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے ورنہ جواب ملنا مشکل ہوگا۔

۵۔ مضمون، تصویر، تبصرہ کے لئے کتابیں اور تبادلے کے لئے اخبارات وغیرہ بنام اڈیٹر ہل انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد بھیجنا چاہئے۔

۶۔ ہل میں صرف دیہاتیوں کی دلچسپی اور گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اس کی زبان ہندوستانی یعنی آسان اُردو یا آسان ہندی ہے۔ ہل کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے

۷۔ کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور اسے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی اڈیٹر کو ہے۔ واپسی کے لئے مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا۔ بغیر اس کے مضامین واپس نہ ہوں گے۔

۸۔ نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے۔ جگہ کے مطابق مضامین ایک یا زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔

۹۔ جن مضامین میں تصاویر ہوں گی ان تصاویر کے ملنے کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کر دیں گے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے۔ اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائیگا۔

ہَل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ	۶۰	روپیہ ماہوار
″ ″ تیسرا ″	۶۰	″ ″
″ ″ چوتھا ″	۱۰۰	″ ″
مضامین کے اختتام کے سامنے کا صفحہ	۴۵	″ ″
″ ″ ″ کا ایک کالم	۱۵	″ ″
″ ″ ″ ۲ کالم	۳۰	″ ″
″ ″ ″ ۳ کالم صفحہ	۴۵	″ ″

عام اُجرت

ایک صفحہ یا ۳ کالم کی اُجرت	۴۰	روپیہ ماہوار
½ کالم ″ ″	۲۵	″ ″
¼ ″ ″ ″	۱۳	″ ″
⅛ ″ ″ ″	″	″ ″

۱۔ ہل میں مخرب اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے۔ لہذا گندے اور عریاں اشتہار نہ بھیجئے۔

۲۔ ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو ہل بلا قیمت بھیجا جاتا ہے۔

۳۔ اُجرت اشتہارات جو اوپر درج کی گئی ہے وہ مکمل (Final) ہے۔ اس کے لئے خط و کتابت کرنی بیکار ہے۔

۴۔ اشتہار کی اجرت پیشگی لینے کا قاعدہ ہے۔

خط و کتابت کا پتہ

منیجر ہل شعبہ اشتہار

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

منیجر بک ڈپو۔ انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

چند سیاسی اور معاشی کتابیں

معاہدہ عمرانی۔ ازژاں ۔ژاک روسو۔ ترجمہ ڈاکٹر محمود حسین خاں صاحب۔ بی۔اے (جامعہ) ایم۔اے۔ پی ایچ ڈی (ہائیڈلبرگ) اس کتاب میں سیاست مدان کے دقیق مسائل باتوں باتوں میں سمجھا دیئے ہیں۔اس کی یہ کتاب جو معنوی حیثیت سے فلسفۂ سیاست کی اہم کتاب ہے۔ زبان اور طرز بیان کے لحاظ سے سب سے سہل ہے۔ قیمت مجلد عہ

آزادی ۔ یہ جان اسٹورٹ مل کی کتاب لبرٹی کا صحیح اور بامحاورہ ترجمہ ہے جو سیاسیات کے درس کا ایک اہم جزو ہے۔ مل انگلستان کے ان چند ارباب فکر میں سے ہے۔ جس نے اپنی بلند خیالی اور زور قلم سے یورپ کے اہل فکر سے اپنا لوہا منوا لیا۔ مترجمہ سعید انصاری صاحب بی۔اے (کولمبیا) مع مقدمہ پروفیسر محمد مجیب صاحب بی۔اے (آکسن) قیمت عہ

محکومیت نسواں ۔ جان اسٹورٹ مل کی کتاب کا ترجمہ۔ ازجناب محمد معین الدین انصاری صاحب" محکومیت نسواں" ہماری معاشرت کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اس کے متعلق مل کے خیالات و افکار اس کتاب میں ملاحظہ فرمایئے۔ قیمت عہ ر

مبادی معاشیات ۔ یہ علم معیشت پر ایڈون کینن کی مشہور و معروف تصنیف ہے جس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر ذاکر حسین خانصاحب ایم اے پی۔ ایچ ڈی نے کیا ہے قیمت ۱۲ر

سیاسیات کی پہلی کتاب ۔ از پروفیسر محمد عاقل صاحب ایم۔ اے (علیگ) یہ مکتبہ جامعہ دہلی کے اس سلسلہ کی آٹھویں کتاب ہے جو سیاسی اور معاشی معلومات بہم پہنچانے کے سلسلے میں عام اردو داں طبقہ کے لئے لکھی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے کہ اردو میں اس قسم کی کتابوں کی بہت کمی ہے۔ سیاسیات کی پہلی کتاب بہت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ قیمت ۴ر

ہندوستان کا دیہی قرض ۔ مصنفہ پروفیسر محمد عاقل صاحب ایم۔اے۔ اس چھوٹی سی کتاب میں قرضے کے اعداد شمار سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ہندوستان کے کسان کی حالت ساری دنیا کے کسانوں سے ابتر ہے گاؤں کی مفصل تحقیقات بھی پیش کی گئی ہے۔ قیمت ۴ر

دیہی صنعتیں ۔ دیہی صنعتیں اور دیہات کی نئی تعمیر پر دیہات سدھار کا کام کرنے والوں کے لئے مفید معلومات اور ہدایتوں کا ذخیرہ ہے۔ از جے۔ سی۔ کمار اپا صاحب قیمت صرف ۲ر

ہندوستان میں زراعت کا مسئلہ ۔ از زین العابدین صاحب۔ مترجمہ مولوی شفیق الرحمٰن صاحب قدوائی بی۔ اے (جامعہ) اس مختصر سے پمفلٹ میں کاشتکاروں کی کثرت اور زمین کی قلت، کسانوں کے افلاس اور ان کے قرضے وغیرہ سے بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۴ر

جدید دستور کا خاکہ ۔ ازجناب زین العابدین احمد صاحب، مترجمہ جناب شفیق الرحمٰن صاحب قدوائی بی۔اے (جامعہ) یہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا ایک پمفلٹ ہے۔ جو موجودہ دستور کی غرض وغایت کو سمجھنے کے لئے بہت ضروری ہے۔ قیمت ۲ر

شہری آزادی ۔ اس کتاب میں بیرونی ممالک کی انجمنوں اور ان کے شہری حقوق کا ذکر کرتے ہوئے اعداد و شمار سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کسی طرح موجودہ حکومت ہندوستانیوں کو ان کے ان حقوق سے محروم کرنے کے درپے ہے، جن سے ان کی زندگی وابستہ ہے۔ قیمت ۴ر

ہندوستان میں برطانوی حکومت ۔ از ڈاکٹر زین العابدین احمد صاحب۔ اس مختصر سی کتاب میں برطانوی سامراج کی اقتصادی اور مالی پالیسی کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۸ر

کسان ۔ مصنفہ چودھری مختار سنگھ صاحب سابق ایم۔ ایل۔اے۔ ایل سی مترجمہ مولوی محمود علی خاں صاحب (جامعی) قدیم زمانہ میں کسان کا کیا درجہ تھا؟ اور دیہی نظام کی کیا صورت تھی؟ پھر کس طرح رفتہ رفتہ اسے خوشحالی سے محتاج بنایا گیا اور اس حالت کو پہنچا دیا گیا کہ تن ڈھانکنے کو کپڑا اور دو وقت کھانے کو روٹی بھی نہیں۔ اس کتاب میں ان امور پر مفصل بحث کی گئی ہے اور اس مصیبت کا علاج بھی تجویز کیا گیا ہے۔ ضخامت ۲۷۵ صفحات قیمت مجلد عہ

مالیات عامہ ۔ ہندوستان کے موجودہ اقتصادی حالات پر مالیات عامہ نے جو کچھ اثر کیا اس کا بیان اور ہمارے افلاس کے اسباب پر ایک دردناک تبصرہ ان مسائل سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب بڑی مفید ہے۔ مصنفہ جے، سی، کمار اپا ایم۔ اے۔ بی۔ ایس۔ سی۔ مترجمہ مولوی قاضی محمد حسین صاحب قیمت عہ ر

قوم کی آواز ۔ مہاتما گاندھی کی گول میز کانفرنس کی تقریروں کا مجموعہ اور سفر یورپ کے حالات ۔ مترجمہ ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب۔ انگلستان کے مختلف الخیال لوگوں سے مہاتما گاندھی کے مکالمات کا آئینہ اور آئندہ سیاسی و معاشرتی حالات پر ایک نظر۔ حجم تقریبا ۴۰۰ صفحات قیمت عہ

مسئلہ آبادی ۔ از پروفیسر محمد عاقل صاحب ایم ۔ اے ۔ جنگ عظیم کے بعد مسئلہ آبادی کے کیا کیا نظریے قائم ہوئے ہیں۔ ہندوستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کے کیا وجوہ ہیں ان کا کیا علاج ہے ۔ ان تمام مسائل پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے ۔ قیمت ۴ر

اجتماعی زندگی کی ابتدا ۔ از پروفیسر محمد عاقل صاحب ایم ۔ اے ۔ وجود انسانی کا آغاز ۔ اُس کی تدریجی ترقی ۔ خاندان و قبیلوں کا رواج ۔ معاشی وسائل ۔ معاشرتی ارتقا اور حیات اجتماعی کے متعلق بیش بہا معلومات کا مکمل ذخیرہ فراہم کیا گیا ہے ۔ ۸ر

نہرو رپورٹ ۔ ہندوستانی دستور اساسی کی تشکیل کے لئے یہ رپورٹ مرتب ہوئی تھی جس میں سیاسیات ہند اور ہندوستانیوں کے مطالبات کا بڑی وضاحت سے تذکرہ کیا گیا ہے ۔ قیمت مکمل عہ

یورپ کی حکومتیں ۔ اس میں برطانیہ، فرانس، اٹلی، سوئزرلینڈ اور جرمنی کے نظام حکومت پر روشنی ڈالی گئی ہے قیمت مجلد عہ

وفاق ہند ۔ اس کتاب میں ہندوستان کی نئی طرز حکومت اور اس کے تاریخی پس منظر کو عمداً اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ صرف واقعات روشنی میں آجائیں اور کتاب پڑھنے والے غدر ۱۸۵۷ء کے بعد سے لیکر اب تک کی سیاسی فضا سے باخبر ہو جائیں ۔ قیمت عہ

صدر دفتر ۔ مکتبہ جامعہ، نئی دہلی

شاخیں ۔ ۱ ۔ جامع مسجد، دہلی ۔ ۲ ۔ لوہاری دروازہ، لاہور ۔ ۳ ۔ امین آباد، لکھنؤ ۔
۴ ۔ پرنسس بلڈنگ جے ۔ جے اسپتال بمبئی ۔

ایجنسیاں ۔ کتاب خانہ عابد شاہی، حیدر آباد دکن ۔ ۲ ۔ اقبال بکڈپو پیر بہور مہندرو پٹنہ
۳ ۔ سرحد بک ایجنسی، بازار قصہ خوانی، پشاور ۔

سر سید احمد خاں

پنڈت موتی لال نہرو

تاریخی ہستیوں کے پلاستر کے مجسمے
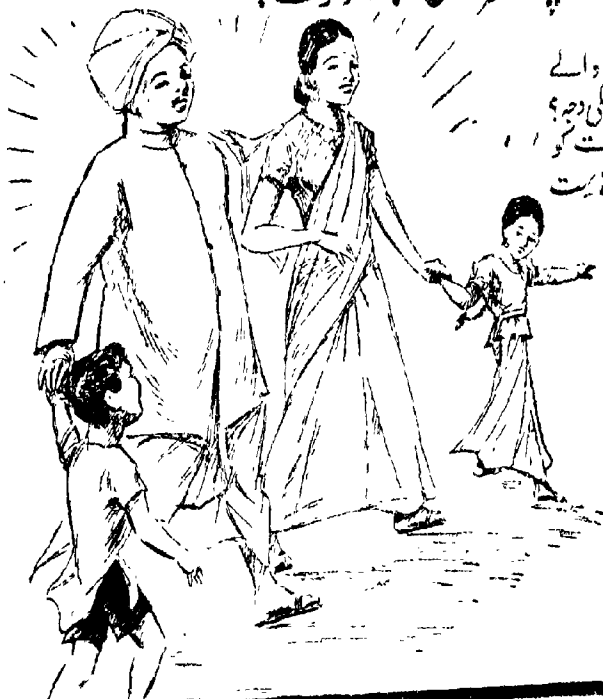
ایک کمرے کی زینت و آرائش کو دوبالا کرنے میں مجسموں سے زیادہ کوئی چیز کامیاب نہیں ہو سکتی - یہ مجسمے صرف خوبصورت ہی نہیں ہیں بلکہ یہ اپنی موجودگی سے ہر پیر و جوان کے دل میں ایک خاص جوش بھی پیدا کرتے ہیں -

حسب ذیل مشہور ہستیوں کے پلاستر کے مجسمے تیار کیے گئے ہیں جو برائے فروخت موجود ہیں - ہر اسکول کے ''ہسٹری روم'' میں ان مجسموں کا ایک سٹ ضرور رکھنا چاہیے -

۱۰ انچ مجسمہ قیمت دو روپیہ ۱۲ انچ تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک

اکبر	لارڈ کلائیو	ملکہ وکٹوریہ
اہلیا بائی	لارڈ رپن	ملکہ میری
الکزینڈر	لالہ لاجپت رائے	راجہ مان سنگھ
اورنگزیب	لارڈ ولزلی	مہاراجہ رنجیت سنگھ
اشوک دی گریٹ	ملہار راؤ ہلکر	رویندر ناتھ ٹیگور
گوتم بدھ	مہارانا پرتاپ	شیواجی
بابر	مہاتما گاندھی	شیر شاہ سوری
بال گنگا دھر تلک	موتی لال نہرو	سر سید احمد خاں
ڈوپلے	پنڈت مدن موہن مالویہ	شاہجہاں
گرو گوبند سنگھ	[illegible]	ٹیپو سلطان
گوپال کرشن گوکھلے	مادھو راؤ سندھیا	وارن ہیسٹنگز
شہنشاہ جارج ششم	نور جہاں	سوامی وویکانند

پنڈت مدن موہن مالویہ

مہاتما گاندھی

بال گنگا دھر تلک

ملنے کا پتہ

انڈین پریس

لمیٹڈ، الہ آباد

Printed and published by K. Mittra. at The Indian Press, Ltd., Allahabad.

Regd. No. A—294.

سروور کا ایک منظر